ریاض القدس

مؤلفہ:

آقائی صدرالدین قزوینی

ولی العصر ٹرسٹ

ریاض القدس

جلد اول

ریاض القدس

جلد اول

مؤلف

آقائی صدر الدین واعظ القزوینی

مترجم

مولانا سید ظل حسنین زیدی سرسوی مرحوم

پیش کش

سید محمد شبیر عباس بخاری مرحوم

ناشر

ولی العصر ٹرسٹ رتہ متہ ضلع جھنگ

نام کتاب ـــــ ریاض القدس جلد اوّل
طابع ـــــ سید محمد شبیر عباس بخاری
سال طبع ـــــ جون ۱۹۸۹ء
بار اوّل ـــــ ایک ہزار
بار دوم ـــــ جون ۱۹۹۲ء
ناشر ـــــ ولی العصر ٹرسٹ رتہ متہ ضلع جھنگ
مطبع ـــــ ٹیک پرنٹرز لاہور
بار سوم ـــــ جون ۱۹۹۷ء
تعداد ـــــ ۲۵۰

ـــــ اسٹاکسٹ ـــــ
۱۔ ۹ ع شیر شاہ بلاک۔ نیو گارڈن ٹاؤن لاہور
۲۔ افتخار بک ڈپو۔ اسلام پورہ۔ لاہور
۳۔ مکتبہ ولی العصر۔ ایچ بلاک۔ ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

انتساب

میں اپنی اس محنت کو اس امّ السادات کے نام سے منسوب کرتا ہوں جن کے تسبیح گزار ہاتھ چکی پیستے پیستے رنگین ہو جاتے تھے اور جس کی خاموش آہوں سے آج بھی عرش الٰہی لرز لرز جاتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ رسول اعظم کی اکلوتی بیٹی میری اس پیشکش کو دامن قبولیت میں جگہ عنایت فرمائیں گے۔

عرض ناشر

میرے محترم قارئین۔ اس ذات کبریا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ادارہ ولی العصر نے شہرہ آفاق کتاب مقاتل ریاض القدس کو آپ کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ معالی السبطین کے بعد یہ مقاتل کی مشہور کتابوں میں دوسری کتاب ہے۔ انشاء اللہ چہاردہ معصومین علیہ السلام کی مہربانی سے جلد ہی نفس المحموم، مہیج الاحزان، ریاض الاحزان اور اسرار شہادت بھی آپ کی خدمت میں جلد پیش کریں گے۔ ہمیں امید ہے کہ نہ صرف مومنین حضرات بلکہ واعظین حضرات و ذاکرین صاحبان بھی ان کتابوں سے فائدہ اٹھائیں گے۔ میں خطیب آل محمد جناب ظل حسنین زیدی کا ممنون ہوں کہ انہوں نے اس بیماری میں یہ کتاب مکمل کی۔ خدا ان کو اس کا اجر دے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر بوسیلہ چہاردہ معصومینؑ میرے مرحومین کے درجات بلند کرے

خاکپائے اہل بیتؑ
محمد شبیر عباس

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ

مضمون	صفحہ

دیباچہ:

تفسیر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خداوند تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے جو سب کو روزی عطا کرنے والا ہے اور سب کے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ اسی مفہوم کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں پیش کیا گیا ہے۔ مفسرین نے معنی و مطلب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں چند اقوال پیش کیے ہیں جن کو بہ نظر طوالت پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ مروی ہے کہ اصحاب آنحضرتؐ نے حضور پُرنور سے سوال کیا کہ یا حضرت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے کیا معنی ہیں اور اس کا کیا مفہوم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بسم اللہ میں "ب" سے مراد ہے اس کی برکت و بلاء۔ برکت کے معنی ہیں زیادتی، افزائش اس کا واضح سا مطلب یہی ہے کہ خداوند عالم ہی مال و دولت، صحت و عافیت و عمر وغیرہ میں برکت عطا کرنے والا ہے اور بلاء کے معنی ہیں آزمائش، امتحان، اس میں دونوں قسم کا امتحان مضمر ہے۔ بلاء حسنہ بھی ہوتی ہے جیسا کہ سورۃ الانفال آیت ١٧ میں وارد ہوا ہے: وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا ۝ یعنی خدا مومنین پر اپنی طرف سے خوب احسان کرتے۔ بعض دفعہ آزمائش سخت ترین بھی ہوتی ہے جیسا کہ واقعہ ذبح اسمٰعیل ہے اور بسم اللہ میں سین سے مراد ہے بہت بڑی نیکی۔ اور سجود سے مراد ہے سجدہ کرنا یعنی اپنی عاجزی کا اللہ کی بارگاہ میں اقرار کرنا۔ اور میم سے مراد ہے خداوند تعالیٰ کا ہر بزرگ سے بزرگ تر ہونا ہر ایک بڑے سے بڑا ہونا اس سے مراد اس کا مالک کل ہونا بھی ہے یعنی خدا ہی کے لیے ملک ہے اور اس سے نیکی کرنا بھی مراد ہے اور بسم اللہ میں اللہ تعالیٰ کا نام بھی ہے یعنی لفظ "اللہ" اس کے معنی

ہیں قدرت واختیار خالق کُل ہونا، نئی چیز پیدا کرنا۔ خلاصہ یہ ہے کہ بائے بسم اللہ سے برکت وآزمائش اور سین سے عظیم نیکی اور سجود مراد ہے میم سے اللہ کا مالک مُلک ہونا اور لفظ اللہ سے اس کا قادر علی الاطلاق ہونا یعنی قادرِ مطلق ہونا مراد ہے چاہے تو ہر لحظہ ہزار در ہزار عالم پیدا کر دے، لفظ اللہ خدائے تعالیٰ کا ایک ایسا صفاتی نام ہے کہ جو جامع صفات و کمالات الٰہیّہ ہے۔ (احادیث سے ثابت ہے کہ لفظ "اللہ" کا مظہر ذات حضرت ختمی مرتبت پیغمبر اسلام محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے)۔

وارد ہوا ہے کہ خدائے تعالیٰ اہل دنیا کے لیے رحمٰن ہے اور اہل آخرت کے لیے رحیم ہے۔ رحمٰن کے معنی ہیں بخشنے والا۔ یہ مشتق ہے رحمت سے اور اس کا اطلاق سوائے ذات باری کسی اور پر جائز نہیں ہے اور الرّحمٰن کے بارے میں آنحضرت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ رحمٰن اسے کہتے ہیں کہ جب اس سے سوال کیا جائے عطا کرے اور رحیم کے یہ معنی بیان کیے گئے ہیں کہ اگر اس سے سوال نہ کیا جائے تو وہ غضب نازل کرتا ہے یعنی رحمٰن بمعنی عطا کنندہ اور رحیم بمعنی قہر و غضب کرنا بشرطیکہ کوئی شخص اس سے سوال نہ کرے افادہ پس ذات خداوند عالم سے ہر ایک شخص کو سوال کرنا چاہیے کیونکہ وہ رحمٰن و رحیم ہے۔

علماء نے بیان کیا ہے کہ اللہ نام ہے اس ذات واجب الوجود کا کہ جس نے اپنی قدرت کاملہ سے بزم کائنات سجائی ہے گوناگوں مخلوق خلق فرمائی ہے اور آسمان بلند و بالا بغیر ستون قائم کیا ہے جیسا کہ سورۃ الذٰریٰت آیت ۴۷ میں ارشاد ہوا ہے: وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْدٍ وَّ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۝ اور ہم نے آسمانوں کو اپنی قدرت اور اپنے بل بوتے پر بنایا ہے اور زمین کا فرش بھی خداوند تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بچھایا ہے۔ ارشاد ہوا ہے: وَالْاَرْضَ

فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ۝ اور زمین کو بھی ہم ہی نے بچھایا ہے تو ہم کیسے اچھے بچھانے والے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ آسمان و زمین دونوں آثار قدرت میں سے ہیں تاکہ آثار کو دیکھ کر مؤثر (خالق) کو پہچانیں۔ اور اللہ نے ہی سورج کو خلق فرمایا جو دائروی شکل میں اور اس کی حرکت بھی مدوّر ہے۔ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے:

وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ (سورۃ یٰسین آیت ۳۸) اور آفتاب ہے جو اپنے مدوّر صورت پر چل رہا ہے جو کہ غالب و واقف کار خدا کا باندھا ہوا ہے۔ اور اللہ نے ہفت زمین و آسمان خلق کیے ہیں جبکہ سورۃ الحمد ایات سبع مثانی ہے چونکہ سورہ الحمد میں سات آیات ہیں اور سورۃ الحمد اس کا نزول دو مرتبہ ہوا ہے پس اس کو آیات سبع مثانی کہتے ہیں اور آسمان دنیوی کو کوکب (ستاروں) سے آراستہ کیا ہے اور اللہ اس ذات محبوب کا نام ہے کہ جس نے انسان کو احسن تقویم میں خلق کیا ہے عناصر اربعہ یعنی خاک و باد و آب و آتش کے حسین امتزاج سے پیدا کیا اور انسان اوّل کو تاجِ خلافت سے آراستہ کر کے اس کو اپنی معرفت کا خزینہ قرار دیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ۝ سورۃ قٓ آیت ۱۶ اور بے شک ہم ہی نے انسان کو پیدا کیا اور جو خیالات اس کے دل میں گزرتے ہیں ہم ان کو جانتے ہیں اور ہم تو اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں (پس اگر انسان اپنی غرض و غایت خلقت کو پہچان لے اور اپنے نفس کو پہچان لے تو گویا اس نے خدا کو پہچان لیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ہے: مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے خدا کو

پہچان لیا۔

چونکہ ہر ایک دل شوق گناہ سے سیاہ ہوتا ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ جب انسان گناہ پر گناہ کرتا ہے تو نقطۂ ایمان جو اس کے دل پر منقش ہوتا ہے سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ انسان اگر بغیر توبہ مر جائے تو آخرت کے اعتبار سے بدبختوں میں شمار ہوتا ہے اسی لیے ہم اللہ تعالیٰ کے نام کی تعلیم کو سپرد قرطاس کرتے ہیں جو کہ یہ ہے کہ سب سے پہلے خدائے تعالیٰ نے لفظ اللہ جناب آدمؑ پر نازل کیا یعنی بوحی تعلیم کیا چونکہ نام اللہ کی تعلیم سب سے پہلے جناب آدمؑ پر ہی ہوئی جو اس کے خلیفہ ہیں پس سرشت خلیفۃ اللہ میں ذوق معرفت، خدا ودلیعت کیا گیا ہے۔ جس وقت جناب آدم پر لفظ اللہ بوحی نازل ہوا تو ابلیس نے جو راندۂ درگاہ تھا ایک چیخ ماری۔ اس کے ساتھیوں نے چیخ مارنے کا سبب دریافت کیا تو کہنے لگا کہ اب میں کس طرح آدمؑ کے کاموں میں مداخلت کروں گا کہ اس پر مظہر خداوند عالم ہے اور میں اس کے مقابلہ میں مُردہ ہوں کیوں کہ خداوند عالم نے اپنے ناموں میں سے ایک نام "اللہ" اس پر نازل فرمایا ہے جس کے کمر شکستہ ہو گئی ہے اور آدمؑ اس نام کی برکت وعظمت سے امان خدا میں ہے اور نجات یافتہ ہے (اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نام اللہ باعث امان فی الدنیا والاخرۃ ہے۔

جناب آدم کے بعد حضرت نوح بحمایت وعنایت پروردگار اسی نام کی برکت سے نجی اللہ بنے اور ان کی کشتی غرق ہونے سے محفوظ رہی جب کہ قرآن میں وارد ہوا ہے کہ جب ایمان دار کشتی میں سوار ہو گئے تو نوحؑ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِيهَا وَمُرْسٰهَا ۚ إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ

——— بسم اللہ، خدا ہی کے نام سے اس کا بہاؤ اور ٹھہراؤ ہے۔ کشتی میں سوار ہو جاؤ بے شک میرا پروردگار اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ کشتی پانی پر رواں

ہوئی اور بہ برکت اسم اللہ کشتی میں بیٹھنے والوں نے نجات پائی۔ اور جناب ابراہیم خلیل خدا جب وہ آتش نمرود میں پھینکے گئے آگ سرد ہو گئی اور آپ سلامت وزندہ رہے کیونکہ اس وقت آپ نے اپنی زبان پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جاری کیا تھا۔ آتش نمرود گلزار بن گئی۔ اسی ضمن میں ہم لفظ اللہ کی ایک اور توصیف پیش کرتے ہیں وارد ہوا ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری دو صفتیں یاد رکھو کہ میں رحمان اور رحیم ہوں، میرا رحمان ہونا مقتضی ہے روزی رسانی کا۔ میں ہر ایک کو رزق دیتا ہوں اور میرا رحیم ہونا مقتضی بہ بخشش روز آخرت ہے کہ میں ہی گناہوں سے درگزر کرنے والا ہوں۔ میں روز ازل سے اس طرح رحمان ہوں کہ میں نے انسانوں میں سے ایمان کے لیے چن لیا ہے اور ان کو توفیق اطاعت وعبادت دی ہے۔ اور میں رحیم ہوں کہ عبادت کرنے والوں کی عبادت میں کمی سے درگزر کرتا ہوں۔ اور تقصیر وگناہ پر پردہ ڈالتا ہوں اور انسانوں کے عذر کو قبول کرتا ہوں، میری رحمانیت پر نظر کر کہ میں نے تجھے خطا کرنے کے باوجود ایمان عطا کیا ہے۔ تجھے بہترین امت قرار دیا ہے۔ قرآن جیسا کہ منشور اسلامی، کعبہ جیسا قبلہ اسلامی، اور ایک مومن کو دوسرے مومن کا بھائی گردانا ہے۔ تیرے لیے جمعہ کو عید قرار دیا ہے اور رمضان المبارک تیرا مہینہ قرار دیا ہے۔ علیؑ اور اس کے بارہ فرزند تیرے سردار وپیشوا قرار دیے ہیں۔ اگر تو ان کو نہیں پہچانتا ہے تو نگاہ کر کہ قیامت میں تیرے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔

بیان دیگر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اسرار انوار کا بیان ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں خلاق عالم ہوں، میں مخلوق پر مشفق ومہربان ہوں، میں رحیم ہوں مومنین کے گناہ معاف کرتا ہوں اور فریاد رس کی رس فریاد سنتا ہوں اور اس کی مدد کرتا ہوں۔ پس اے انسان اگر تو خدا رسیدہ ہے تو میں بھی تیرا مونس ومددگار ہوں۔ اور اگر

تو گناہ گار ہے مگر ایمان بخدا اور رسولؐ رکھتا ہے تو میں تجھے روزِ آخرت بخشنے والا ہوں۔
اسی ضمن سے ایک روایت پائی جاتی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت میں کسی کی جرأت نہ تھی کہ وہ بیابان میں چلا جائے کیونکہ دیو اور جنّ اس کو ہلاک کر دیتے تھے۔ جب یہ خبر حضرت سلیمانؑ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ جب صحرا میں جاؤ تو کہو کہ باسم سلیمان بن داؤدؑ یعنی سلیمان بن داؤدؑ کہو جب یہ نام لو گے تو کوئی دیو اور کوئی جنّ تمہیں ہلاک نہ کر سکے گا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب نام سلیمان میں یہ تاثیر ہے کہ انسان جنّ اور دیو کی شرارت سے محفوظ رہے تو اسم اللہ زبان پر جاری ہو یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم زبان پر جاری ہو تو کوئی گزند نہ پہنچے گا۔ اور جب کہ نام سلیمان میں بھی یہی اثر ہے تو پھر نام حضرت رسولؐ خدا میں کس قدر اثر ہوگا ؎

المنۃ للہ کہ محمد نور است — وز نور محمدی دلم مسرور است
فردا بہ ہزار سالہ راہ امت اُو — از آتش سرکش جہنم دور است

اسم اللہ سب کی زبان پر جاری و ساری رہتا ہے لیکن افسوس ہے ان لوگوں پر جو اللہ کا نام لیتے ہیں اور اللہ کہتے اور بسم اللہ پڑھتے ہیں مگر انھوں نے کربلا میں آل رسولؐ کو قتل کیا نبیؐ زادیوں کو اسیر کیا خیام امام حسینؑ کو آگ لگا دی اور بیمار امام کو طوق و زنجیر پہنا دی۔ مروی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا حضرتؐ کہ خدائے تعالیٰ کا نام اقدس زبان پر جاری کرنے کا کس قدر ثواب ہے۔ برگزیدہ ہستی نے فرمایا کہ ہر آن کہ بندۂ مومن نام خدا اپنی زبان پر جاری کرتا ہے اور کہتا ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تو اس کو ستر سالہ عبادت کا ثواب ملتا ہے۔ اس مقام پر مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ ثواب مذکورہ کو ستر سال کی عبادت کے ساتھ مختص کرنے کا یہ مقصد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تخصیص بہ نفس نفیس فرمائی ہے ورنہ اخبار معتبرہ میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جب مشیت

ایزدی میں یہ گزرا کہ لوح و قلم و عرش اور کائنات کو خلعت وجود عطا کرے۔ پس بامر کُن فیکون تمام کائنات آسمان و زمین وغیرہ پیدا ہوگئیں۔ لوح و قلم و عرش پیدا ہوگیا اور قلم جو کہ اوّل مخلوق ہے خلق ہوا تو قلم کے سو بند تھے یعنی سو جوڑ تھے اور ایک جوڑ سے دوسرے جوڑ تک پانچ سو سالہ راہ کا فاصلہ تھا۔ پس قلم کو حکم ہوا کہ لکھے، اس نے عرض کیا پروردگار کیا لکھوں۔ حکم ہوا کہ روزِ قیامت تک کے واقعات جو ہونے والے ہیں تحریر کر۔ اس وقت پھر قلم نے بہ الحاح و زاری کہا کہ اس کا آغاز کس بات سے کروں حکم ہوا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ابتدا کر۔ پس قلم نے نام اللہ سے آغاز کیا۔ پس قلم نے ستر سو سال مدت ثواب رقم کی ابھی یہ نام نامی و مقدس و اعلیٰ پورا تحریر نہیں ہونے پایا تھا کہ خطاب ایزدی ہوا کہ: وَ عِزَّتِیْ وَ جَلَالِیْ اَیُّمَا عَبْدٌ مِّنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ قال بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مرۃ کتب فی دیوانہ ثواب سبعمائۃ سنۃ۔ یعنی کہ خدا فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم کہ ہر ایک بندۂ اُمتِ محمدیہؐ یہ کلمہ مبارکہ یعنی بسم اللہ اپنی زبان پر جاری کرے تو میں کہتا ہوں کہ قلم جب کتاب ثواب میں ثواب رقم کرتا ہے تو اسے ثواب تحریر کرتے ہوئے ایک لمحہ کی فرصت بھی نہیں ہوتی اور وہ ثواب برابر رقم کرتا رہتا ہے اور بفضل تعالیٰ ہر اُمتی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اپنی زبان پر جاری کرتا ہے۔

انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب خداوند تعالیٰ نے آسمان سے بسم اللہ نازل فرمائی تو بادلوں نے مشرق کی راہ لی اور ہواؤں نے مغرب کی راہ لی اور موجیں ساکن ہوگئیں۔ اور شیطان پر پتھر برسے اور پرندے برگزیدہ ہوئے اور جب بادشاہِ مشرقین و مغربین، مالک الملک خدائے ذوالجلال نے چاہا کہ اپنے

بندوں کو کچھ عطاء نامتناہی کرے اور خلعت وافتخار وکرم عطا کرے تو خداوند عالم نے بسم اللہ
کی برکتیں سعادتیں انسان کے لیے عطا کیں اور جبکہ بسم اللہ بقدرت خدا قلم نے تحریر کی
تو اس وقت خطاب خداوند متعال ہوا کہ جو بندہ آغاز کام میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے تو
میں اس کو بغیر کسی احسان اور بغیر کسی بخل یعنی کمی کے روزی عطا کرتا ہوں اور بخشش سے
کام لیتا ہوں اور اس کام میں برکت عطا کرتا ہوں اور اپنے اوپر لازم قرار دے لیا ہے
کہ جب کوئی ایماندار اپنی زبان پر بسم اللہ الرحمن الرحیم جاری کرے تو اس کے نامہ سیاہ کو
محو کرتا ہوں اور غفران ورحمت سے نوازتا ہوں اور اس کے ساتھ ہزار احسان کرتا
ہوں اور اس کے چہرہ کو بروزِ قیامت درخشاں کرتا ہوں یعنی نورانی بناتا ہوں اور پل
صراط جو بال سے باریک تر ہے اس کے لیے آسان گزرگاہ بناتا ہوں اور اس بندۂ
مومن کو جنت میں مہمان کرتا ہوں اور یہ سب عطائیں بہ سبب تلاوت بسم اللہ الرحمن
الرحیم حاصل ہیں۔ اور اے شیعان حیدر کرار ہمارے واسطے بہت اسباب مغفرت
اور وسیلہ ہائے بخشش خداوند عالم نے مہیا کر دیے ہیں۔

از برائے ما بہت شفاعت کرنے والے ہیں۔ ہمیں کس بات کا غم جب کہ
محبت خدا دل میں ہے۔ ہم اپنے سینوں میں مہر ومحبت رسولِ خدا رکھتے ہیں۔ حسینؑ
رکھتے ہیں اور اگر محبت حسینؑ ہے تو سب کچھ حاصل ہے کیونکہ امام حسینؑ نے زیر
شمشیر بھی ہمیں یاد کیا ہے۔ عرش خدائے ذوالجلال بھی غم حسینؑ رکھتا ہے گویا عرش
بھی عزادارِ امام حسین سے ہے الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

❋

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اسمائے حسنیٰ

قال اللہ تبارک وتعالیٰ۔ وَلِلّٰہِ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی
فَادۡعُوۡہُ بِہَا ۖ (الاعراف: ۱۸۰)

یعنی اچھے نام خدا ہی کے خاص ہیں تو اسے انھی ناموں سے پکارو۔ اسے انھی
ناموں سے یاد کرو، بحر معانیٔ قرآن میں غوطہ لگانے والے۔ معنیٰ ومفاہیم کے صدف
گوہر چننے والے اور کلام ربانی میں غور وفکر کرنے والے حضرات اس طرح بیان کرتے
ہیں کہ خداوند متعال کے چار ہزار نام ہیں ان میں سے ہزار نام آفریدگان ہیں یعنی پیدا
کیے ہوتے ہیں جنھیں کوئی نہیں جانتا۔ اور ہزار نام لوح محفوظ میں ثبت ہیں کہ جنھیں اسرافیل
جانتے ہیں اور کوئی دوسرا انہیں جانتا اور ہزار نام درمیان خلق ہیں کہ تین سو ان میں سے
توراۃ میں ہیں اور اسی قدر زبور وانجیل میں ہیں اور سو نام قرآن مجید میں ہیں کہ جنھیں ۹۹
نام ظاہر ہیں اور ایک پوشیدہ ہے لہٰذا ایسا کون کرے کہ خدا کو اس کے ناموں سے
پکارا جائے۔

جواب: ہادیانِ امت اور علماء اعلام نے فرمایا ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم مثل اس
کے ہے گویا کہ حق تعالیٰ کو تمام اسماء حسنیٰ کے ساتھ یاد کر لیا۔ عالم علوم اوّلین وآخرین
باب مدینۃ العلم حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو ایک مرتبہ بسم اللہ
الرحمن الرحیم زبان سے جاری کرے اس کے چار ہزار گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لا یدخل منکم احد فی الجنۃ الّا بجواز بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ کہ تم میں سے کوئی شخص داخل بہشت نہ ہوگا مگر یہ کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اس کو بہشت میں پہنچائے گی۔ (میں یہ کہتا ہوں کہ جبکہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اپنے پڑھنے والے کو داخل بہشت کرے گی تو جو ذات اقدس نقطۂ باء بسم اللہ ہے یعنی علی ابن ابیطالب علیہ السلام بھی اپنے شیعوں کو داخل بہشت کریں گے اس لیے حدیث میں وارد ہوا ہے کہ علیؑ جنت اور دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہیں) مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ خوشخبری ہے ان لوگوں کے لیے کہ شبانہ روز میں نماز پنجگانہ ۲۴ گھنٹوں میں جو خداوند عالم نے فرض کی ہیں کہ جن میں ہر ایک رکعت میں سورۃ الحمد اور دوسرے سورۃ کے ساتھ بسم اللہ پڑھی جاتی ہے اور ان پانچ ساعت کے علاوہ انیس ساعات ایسی ہیں کہ جن میں انسان اکثر اوقات مکروہات میں مبتلاء ہو جاتا ہے لیکن خداوند عالم بہ برکت بسم اللہ الرحمن الرحیم جو اس نے نماز پنجگانہ میں پڑھی ہے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے اور پھر انسان (مومن) کی شبانہ روز عبادت میں محسوب ہوتی ہے۔

فضل وکرم الٰہی پر شکریہ ادا کرنا ضروری ہے۔ مؤلف کہتے ہیں کہ یہ بھی شیعیان علیؑ کے لیے ایک بشارت ہے کہ وہ فرشتگان جو دوزخ پر تعینات ہیں ان کی تعداد ۱۹ ہے، اور بسم اللہ میں سے ہر ایک حرف اپنے تلاوت کرنے والے کو دوزخ سے بچائے گا۔ یہ بسم اللہ سے متعلق چند امور ایسے ہیں کہ جن سے دل روشن اور آنکھوں میں نور پیدا ہوتا ہے۔ مومنین کو چاہیے کہ بسم اللہ کی تلاوت جاری رکھیں۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب معراج میں تشریف لے گئے اور بہشت کی سیر کی۔ عجائبات بہشت مشاہدہ فرمائے کہ جن کی تعریف و توصیف ہم ادا نہیں کر سکتے۔ ان میں سے چار نہریں بہشت میں دیکھیں کہ جن کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے: فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ

غَيْرِ آسِنٍ ج وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ ج وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ ج وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ط الخ (محمد: ۱۵)

یعنی کہ بہشت میں پانی کی نہریں ہیں جن میں ذرا بو نہیں۔ اور دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ اب تک نہیں بدلا۔ اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے سراسر لذت ہے اور شہد کی نہریں ہیں۔ ان کے ذائقہ میں تغیر نہیں ہوتا۔ آنحضرت نے جبرئیل سے دریافت کیا (یہ سوال و جواب اس لیے ہیں کہ بات ہم تک پہنچ جائے ورنہ آنحضرت کو علم کلی حاصل ہے) کہ ان نہروں کا منبع کہاں ہے جبرئیل نے عرض کیا یارسول اللہ میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ یہ انہار بہشت میں وارد ہوئی ہیں یہ نہیں معلوم کہ ان کا سرچشمہ کہاں ہے اور کہاں سے یہ نہریں جاری ہوتی ہیں۔ آپ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ یکایک ایک فرشتہ وارد ہوا اور اس نے سلام کیا۔ اس کے بال و پر زیادہ تھے۔ وہ کہنے لگا کہ یارسول اللہ چشم مبارک بلند کیجئے۔ آنحضرتؐ نے اس کے بال و پر قدم دیکھے اور چشم مبارک بلند کی دیکھا کہ ایک درخت ہے اور اس کے نیچے ایک قبہ ہے اور وہ بڑا قبہ ہے تمام کرۂ ارض اس کے سامنے مرغی کے ایک انڈے کے برابر ہے اور اس قبہ کے دروازے پر قفل لگا ہوا ہے اور اسی قبہ میں ان نہروں کا چشمہ ہے۔ فرشتہ نے کہا یارسول اللہ جب کوئی بندۂ خدا اپنی زبان پہ بسم اللہ جاری کرتا ہے تو قفل کھل جاتا ہے۔ اس قفل و قبہ کی چابی بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے اور بسم اللہ ہی برکت سے یہ چاروں نہریں جاری وساری ہیں۔ آنحضرتؐ اس قبہ کے پاس تشریف لے گئے زبان اقدس پر بسم اللہ جاری ہوئی ملاحظہ فرمایا کہ چاروں نہریں اسی جگہ سے جاری ہیں۔ پھر اس فرشتے نے کہا یارسول اللہ قبہ کی طرف دیکھئے۔ آنحضرتؐ نے دیکھا تو اس میں چار رکن نظر آئے ان پر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تحریر ہے۔ اس طرح کہ ایک رکن پر لفظ "بسم" لکھا ہے دوسرے رکن پر لفظ "اللہ" اور رکن سوم پر "الرحمٰن" اور رکن چہارم پر "الرحیم" تحریر ہے اور جوئے آب یعنی پانی کی نہر از چشمہ "میم" جاری ہے اور دودھ کی نہر از چشمہ "ھا" ہے جو لفظ اللہ میں ہے جاری ہے۔ اور نہر شراب چشمہ میم رحمٰن سے اور نہر شہد چشمہ میم الرحیم سے جاری ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ چاروں نہریں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے چاروں کلمات مبارکہ سے جاری ہیں پھر خداوند عالم نے اپنے حبیبؐ سے خطاب کیا کہ اے میرے رسولؐ اپنی امت سے کہہ دو کہ جو شخص صدق دل اور عقیدہ راسخہ کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تلاوت کرے گا وہ ان چاروں نہروں سے سیراب ہوگا البتہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے والا میری معرفت رکھتا ہو۔ اور کوئی شخص میری معرفت نہیں رکھتا ہے تو اگر ہزار مرتبہ بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے تو وہ ان نہروں سے سیراب نہ ہوگا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ یہ چاروں نہریں حوض کوثر میں وارد ہوتی ہیں اور حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام ساقی کوثر ہیں پس جو علی بن ابیطالب کی معرفت رکھتا ہے وہ ان نہروں کے ذائقہ سے نوازا جائے گا۔ اس وقت حضرت امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام اپنے شیعوں کو جام بھر بھر کر عطا فرمائینگے۔ خالق کوثر اللہ ہے۔ مالک کوثر نبیؐ ہیں اور ساقی کوثر علیؑ ہیں اور آب کوثر پینے والے شیعانِ علیؑ ہیں۔ مجھے اس وقت امام حسین پسر ساقیٔ کوثر کی پیاس یاد آتی ہے۔ امام حسینؑ روز عاشورا محرم تین دن کے بھوکے پیاسے شہید ہوئے، اور اعداء دین نے ایک قطرۂ آب نہ دیا حالانکہ امام حسین علیہ السلام نے شمر سے سوال آب کیا۔ اس ملعون نے کہا اکثر سُنا ہے کہ تمہارے بابا علی ساقی کوثر ہیں اور جیسے علیؑ چاہیں گے حوض کوثر پر سیراب کریں گے تم تھوڑی دیر صبر کرو کہ تمہارے بابا علیؑ تمہیں سیراب کریں، امام مظلوم نے فرمایا میں کس طرح جاؤں گا، اس نے کہا کہ من شمر

میں شمر آپ کو آپکے بابا کے پاس پہنچانے آیا ہوں۔ یہ سن کر امام حسینؑ نے فرمایا اے شمر! اپنا سینہ کھول۔ اس ملعون نے سینہ کھولا تو امام مظلوم نے دیکھا کہ اس کے سینہ پر کینہ میں برص کے داغ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے نانا رسولؐ خدا نے سچ فرمایا تھا۔ اس نے سوال کیا کہ کیا کہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے نانا نے میرے بابا علیؑ سے فرمایا تھا کہ اے علیؑ تمہارے بیٹے حسینؑ کو قتل کرنے والے کے مثل سگ سینہ پر برص کے داغ ہوں گے اور سوُر جیسے دانت ہوں گے تو ہی اے شمر یعنی میرا قاتل ہے وہ ملعون غضب میں آگیا اور کند خنجر سے سر امام حسینؑ گردن سے جدا کیا۔ زمین کربلا میں زلزلہ آیا، فضائے کربلا میں سیاہ آندھیاں چلیں۔ فرات کے پانی میں تلاطم پیدا ہو گیا۔ اس وقت گلوئے بریدہ سے آواز آئی: آلا واجدہ الا لعنة اللہ علی القوم الظّٰلمین ٥

بہشت کی چاروں نہروں کا حال درج کرنے کے بعد ہم سرچشمہ ہائے دنیا کا ذکر کرتے ہیں۔ کتاب "مواہب السنیہ" میں ہے کہ جبرئیل امین نے خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کیا خداوندا! میں سرچشمہ آب ہائے عالم کو دیکھنا چاہتا ہوں جاننا چاہتا ہوں کہ دنیا کے دریا کہاں سے نکلے ہیں۔ حکم خداوند عالم ہوا کہ اے جبرئیل منبع دریائے فرات دیکھنا چاہتے ہو تو جاؤ، چنانچہ جبرئیل امین نے پرواز کی اور سرچشمہ فرات پہنچے کہ ایسے باغ میں پہنچے کہ جو فردوس بریں اور بہشت کا ایک قطعہ تھا۔ جبرئیل امین نے دیکھا کہ تمام دریائے عالم اسی باغ سے جاری ہیں، نہر فرات، نہر جیحون، نہر سیحون، اور دریائے نیل اور باقی انہار جو کہ بہت لطافت اور صفائی عذوبت یعنی وقت صبح کی طرح تابندہ ہیں۔ جبرئیل نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا کہ اے پروردگار یہ تمام پانی اسی باغ سے جاری ہیں لیکن مجھے منبع آب دکھلا۔ حکم ہوا کہ اس باغ میں جاؤ

جبرئیل باغ میں پہنچے تو نسیم باغ سے باغ جنت کی بُو آ رہی تھی اور ہوائے باغ سے اس باغ میں صبح کا نور پیدا ہو رہا تھا۔ اس باغ کی خاک عنبر خیز تھی۔ غرفہ یاقوت احمر کے اور قصر زمرد و اخضر کے تھے۔ اور پرندگان خوش الحان تسبیح و تہلیل بجا لا رہے تھے اور اشجار کی شاخوں پر پرندے خوش الحانی کے ساتھ سبّوحٌ قدوسٌ کے نغمے سُنا رہے تھے یہاں تک کہ جبرئیل ایک بلند و عالیشان قصر میں پہنچے اور اس قصر کے غرفہ تک رسائی ہوئی تو دیکھا کہ ایک تخت بزرگ پر ایک بزرگوار کو دیکھا کہ اس کے سر پر ایک چادر پیچیدہ بندھی ہوئی ہے۔ پھر اس بزرگوار نے اپنا ہاتھ اس قطیفہ یعنی چادر کے نیچے سے نکالا تو تمام انہار جو دنیا میں بہتی ہیں اس قطیفہ کے نیچے بہتی ہیں جبرئیل نے عرض کیا اے پروردگار عالم میں نے اس باغ، غرفہ اور نہروں کے جاری ہونے کی شان تو دیکھ لی یہ بھی تو ظاہر فرما کہ یہ بزرگوار کون ہیں میں ان کو نہیں پہچانتا حالانکہ تمام دنیا کے پانی کا چشمہ ان کا ہاتھ اور ان کی انگلیاں ہیں۔ خطاب قدرت ہوا کہ اے جبرئیل ان قطیفہ والے بزرگ کو دیکھو اور ان کے کمالات مشاہدہ کرو اور ان کو دوست رکھو۔ یہ سن کر جبرئیل نے چادر کے گوشہ کو ہٹایا دیکھا کہ وہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں جنھیں خداوند عالم نے مظہر العجائب والغرائب بنایا ہے اس مقام پر دل چاہتا ہے کہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے عرض کروں مولیٰ آپ کی یہ شان کہ دنیا بھر کا پانی آپ ہی کے دست مبارک سے جاری و ساری ہے اور آپ کا فرزند حسینؑ فرات کے کنارے تین دن سے پیاسا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے پیاس سے تڑپ رہے ہیں، کون ہے کہ جو بچوں کو ایک ایک گھونٹ پانی پلائے، حسینؑ تشنہ لب شہید ہوگئے تمام انہار عالم تصرّف و قدرت امیر المومنین ہیں کہ آج تک دنیا جاری و ساری ہیں اور ان انہار میں سے چار نہریں مہر فاطمہؑ ہیں کہ ان میں سے ایک نہر فرات بھی

ہے کہ اعدائے دین نے امام حسینؑ کو وقت ذبح بھی پانی نہ پلایا بچّے پیاس سے تڑپتے رہے اور اعدائے دین نے خیام اہلبیتؑ میں آگ لگا دی۔

امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے شیعو اگر اہل کوفہ و شام نے نہر فرات کے شیریں پانی کو ہم اہلبیتؑ نبوی پر بند کر دیا تو تم ہی اپنے آنسوؤں سے حسینؑ کی تشنگی بجھاؤ۔ حسینؑ تمہارے اشکوں کے انتظار میں ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا ہے کہ اے شیعو جب تم ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس یاد کرنا۔ مؤلف کتاب نے فرمایا ہے کہ چونکہ دیباچہ ہر ایک کتاب حمد و ثنائے الہٰی اور محمدؐ و آل محمدؐ کے درود سے شروع ہوتا ہے اور جب کوئی کام شروع کیا جائے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر شروع کرنے سے اس میں برکت ہوتی ہے۔ لہٰذا بعد از بسم اللہ اور اس کی تفسیر اب میں ذکر و تفسیر سورۂ الحمد شروع کرتا ہوں اور اس سلسلہ میں عنوان کبیر سورۂ فاتحۃ الکتاب کی تفسیر کو قرار دیا ہے تاکہ اس کے مطالب و مفاہیم قارئین کتاب پر آسان ہو جائیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لا احصی ثناء علیك کیف و کل ثناء یعود الیك جل عن ثنائی جناب قدسك انت کما اثنیت علی نفسك۔

یعنی خداوندا میں تیری ثنا کیوں کروں، میں اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ تیری عظمت و جلالت کو کوئی نہیں پا سکا۔ بڑے بڑے فصحاء تیری ثنا کرنے کا حق ادا نہ کر سکے بلکہ تیری حمد و ثنا کرنے میں عاجز ہیں۔ حضرت پیغمبر اسلام نے فرمایا ہے: لولاك لما عرفناك ، دل و زبان سے کیوں کر معرفت حاصل ہو سکتی ہے، معرفت حقیقت میں وہی ہے کہ جو محمدؐ و آل محمدؐ نے ہمیں تعلیم دی ہے

تفسیر:

سورہ فاتحہ کی فضیلت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ یعنی کہ تمام حمد و ستائش خدا ہی کو زیبا ہیں کہ جو خالق کائنات ہے اور تمام کائنات عالم اس کی الوہیت، وحدت، ربوبیت، قدرت اور حیات کی نشانیاں ہیں۔ علماء کرام نے فرمایا ہے کہ رب سے مراد ہے تربیت کرنے والا۔ خداوند عالم چونکہ ہر ایک شئے کی تخلیق کرنے والا ہے لہٰذا اسی مناسبت تخلیق کے اعتبار سے ہر ایک مخلوق کا رب ہے۔

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ دنیا میں اس کے رحمٰن ہونے کی ایک یہ بھی نشانی ہے کہ وہ رازق کل کائنات ہے اور قیامت میں اپنے گنہ گار بندوں کی مغفرت کرنے والا ہے۔ یوم الدین ۔ یعنی خدا ہی مالک روز جزا ہے۔ اس دن تمام لوگوں سے ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ روز قیامت مطیع و فرمانبردار نیک بندوں کے لیے روز کرامت و بزرگی ہے۔ اور متمردوں کے لیے روز مطلب برآری ہے۔ اور گنہ گار و کافروں کے لیے روزِ قیامت قہر و جبار مطلق ہے۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ ۔ تجھ ہی کو ہم جانتے ہیں تجھ کو ہم چاہتے ہیں تیرے ہی ہم ہیں اور تیری ہی پرستش کرتے ہیں یعنی تو ہی قابل عبادت ہے۔

وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۔ تیری ہی مدد کے خواستگار ہیں۔ ایمان میں ثبات قدم اور اطاعت گزاری، اور مخالفت شیطان میں تیری اعانت و توفیق درکار ہے۔ ان تمام امور میں تیری استعانت چاہتے ہیں کہ جو ظاہر ہیں اور مخفی ہیں۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ یعنی ہمیں صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھ اور ہمیں قرآن مجید کی موافقت، اور انبیاء و مرسلین اور ائمہ معصومینؑ کی متابعت نصیب کر۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۔ یعنی راستہ ان لوگوں کا کہ جن پر تو نے اپنا انعام و اکرام کیا ہے اور ہمیں توفیق عطا کر کہ ہم اہلبیت رسالتؑ کے طریقہ پر کاربند رہیں۔ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۔ اور ہمیں دور رکھ ان لوگوں سے کہ تیری بارگاہ سے نکالے گئے ہیں یعنی ان سے دور رکھ کہ جو گمراہ ہیں اور مغضوب ہیں۔ اے پروردگار تیرے لیے نہ خوف ہے نہ فنا، نہ جور و جفا، نہ تیرے اقوال میں تضاد ہے اور نہ تیرے علم سے کوئی چیز باہر ہے۔ تو ہی ہماری دعاؤں کو سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔ اب سورۃ الحمد کا شرف بیان کیا جاتا ہے جو کہ یہ ہے کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ خداوند عالم نے فرمایا کہ اے میرے حبیبؐ میں نے تم کو سورۂ الحمد دوبارہ عطا کیا ہے۔ اسی لیے سورۂ الحمد کو سبع مثانی کہتے ہیں۔ یعنی اس کی سات آیات ہیں جو دو مرتبہ نازل ہوا ہے۔

ایک مرتبہ مکہ میں اور دوسری مرتبہ مدینہ میں نازل ہوا ہے امام المشرقین مولی الکونین حضرت امام حسینؑ نے فرمایا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے میرے جد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر چیز کو مباح کر دیا ہے اور ہر وہ مستور کہ وہ خواستگاری کرے اور مال غنیمت کو بھی مباح قرار دیا ہے اور دشمنوں پر تصرف کرنا بھی مباح قرار دیا ہے کیونکہ یہ سابق پیغمبروں کے زمانہ میں بھی مباح تھا اور خدائے تعالیٰ نے ہمیں سبع مثانی

یعنی سورہ الحمد عطا کی ہے جو سات آسمان اور سات زمینوں سے اور جو کچھ ان میں ہے بہتر ہے۔ اور اس سورۃ الحمد کو نہ صحف شیث میں نازل کیا اور نہ کسی دوسرے صحف میں۔ یہ کرامت صرف ہمارے جد نامدار کے لیے مخصوص ہے۔ صبح و شام اس کی تلاوت کرنا لازمی ہے۔ یہ بھی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ قال النبی صلے اللہ علیہ والہ وسلم سورۃ لو کانت فی التوراۃ لما تجھدوا قوم موسٰی لو کانت فی الانجیل لاتنصروا قوم عیسی وما مومنًا ومومنۃ قراھا فکانما قراء القرآن کلھا فکانما یتصدق بیدہ کل مؤمن و مومنۃ من لدن آدم الی عھدی۔

یعنی کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے اور میری امت کو سورۂ الحمد عطا کی ہے اگر یہ سورۃ مبارکہ توریت میں موسیٰ کی عطا ہوتی تو قوم موسیٰ میں جھود ہرگز نہ ہوتا یعنی یہودی نہ ہوتی اور یہ سورہ انجیل میں عیسیٰ کو عطا ہوتا تو قوم عیسیٰ ترسا نہ ہوتی یعنی آتش پرست ہوتی لیکن خدائے تعالیٰ نے اس سورۂ مبارکہ کو میری امت کو عطا کیا کہ اگر مرد مومن اور زن مومنہ اس سورہ کی تلاوت کرے ایسا ہے جیسے کہ پورا قرآن مجید پڑھا اور گویا اپنے ہاتھ سے صدقہ دیا تمام مومنین و مومنات نے عہد آدم سے لے کر میرے وقت تک۔ (اور زمانہ نبوت محمدیہؐ قیامت تک ہے لہٰذا اس سورہ کا اجر و ثواب لامتناہی ہے۔ یہیں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ سورہ مبارکہ کس قدر بزرگ و عظیم ہے اور آنحضرتؐ کہ جنھیں خداوند عالم نے سورۂ الحمد عطا کی کس قدر عظیم المرتبہ ہیں اور امت رسول خدا بھی خدا کی نظر میں کسقدر مرتبہ رکھتی ہے۔ اس نسبت سے امت مسلمہ، امت مرحومہ کہلاتی ہے اور امت مرحومہ کسقدر شان رکھتی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اس کو سورہ الحمد عطا کی ہے۔ کتاب خصائص میں ہے کہ حضرت

خامس آل عبا امام حسین علیہ السّلام نے جناب علی اکبرؑ کو معلم کے پاس مکتب میں بھیجا۔ معلم کا نام عبدالرحمٰن سلمی تھا۔ اس نے ثمرۂ شجر ولایت کو سورۃ الحمد تعلیم کی جناب علی اکبر جب مکتب سے واپس آئے تو آپ نے اپنے بابا کے سامنے سورہ حمد کی تلاوت کی۔ ضیاء امامت حضرت امام حسین علیہ السلام نے کسی شخص کے ذریعہ معلّم کو بلا بھیجا جب وہ آیا آپ نے اس کو ہزار حلّہ خلعت اور ہزار دینار عطا کیے کہ اس نے شہزادہ کو سورۂ الحمد پڑھائی تھی۔ یہیں سے اندازہ کیجئے کہ پھر خداوند عالم کس قدر عطا فرمائے گا۔ ہماری جان امام حسینؑ پر فدا ہو جائے اس قدر عطا کیا اور معلم کا منہ جواہر سے پُر کر دیا صرف یہ دیکھ کر کہ شہزادہ علی اکبر نے سورۂ حمد اس سے پڑھی ہے مگر وامصیبتاہ روز عاشورا محرم یہ ہی شہزادہ علی اکبر جب میدانِ قتال سے آئے تو آپ نے سوال کیا بابا العطش العطش قد قتلنی، کہ اے پدر بزرگوار پیاس نے مجھے قتل کر دیا ہے بابا تھوڑا سا پانی مل جائے تو اچھا ہے۔ امام حسینؑ سے علی اکبر پانی مانگ رہے ہیں مگر حسینؑ خود تشنہ لب ہیں پانی نہ تھا جو کڑیل جوان بیٹے کو پلاتے، ارشاد فرمایا اے علی اکبرؑ اب بابا علیؑ مرتضےٰ آب کوثر سے سیراب کریں گے۔ دربندی کتاب اسرار الشہادۃ میں فرماتے ہیں کہ مدینہ میں ایک روز شہزادہ علی اکبرؑ نے اپنے پدر بزرگوار امام حسین کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ بابا انگور کھانے کو جی چاہتا ہے حالانکہ انگور کی فصل کا موسم نہ تھا۔ امام حسینؑ چونکہ علی اکبرؑ کو بہ سبب شبیہ رسولؐ خدا زیادہ دوست رکھتے تھے آپ نے دست مبارک بلند کیا اور بہشتی خوشۂ انگور دست مبارکہ میں آیا اور شہزادہ کو دیا یہ معجزہ شہزادہ کی نگاہ میں تھا کہ جب پدر عالیقدر چاہیں جنت سے طعام اور حوض کوثر سے جام آب آسکتا ہے۔ کربلا میں جب شہزادۂ علی اکبرؑ قتال کرتے ہوئے زخمی ہوئے اور اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں آئے

اورعرض کیا کہ بابا اسلحہ جنگ کی ثقالت پریشان کر رہی ہے۔ زبان خشک ہو گئی ہے بابا پانی کی سبیل کیجیے۔ ممکن ہے کہ شہزادہ علی اکبرؑ کو یہ خیال ہوا ہو گا کہ میرے بابا جب چاہیں آب کوثر آسکتا ہے لیکن یہ مقام صبر و امتحان تھا۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے بیٹا علی اکبر تم اپنی زبان میرے دہن میں دے دو۔ چنانچہ شہزادہ نے اپنی زبان دہن امام حسین میں دی اور فوراً باہر نکال لی اور کہا بابا جان آپ کی زبان پر تشنگی کی وجہ سے کانٹے پڑے ہوئے ہیں۔ امام حسین نے فرمایا اے جان پدر عنقریب تمہارے جد علی ابن ابیطالب ساقی کوثر تمہیں سیراب کریں گے۔ شہزادہ دوبارہ جنگ میں مصروف ہوا لیکن اعداء دین نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ زخمی حالت میں گھوڑے سے زمین پر گرے سینہ میں نیزہ کی انّی تھی حسین کو آواز دی:

بابا جلد مدد کو آئیے۔

فضیلت سورۂ الحمد

قابل حمد و ستائش ہے وہ ذات کہ جس نے قنادیل اشباح انسانی کو ارواح قدس کے نور سے منوّر کیا۔ شکر ہے اس خداوند عالم کا کہ جس نے مشتاقان ارواح قدسیہ کو نور ایمان کی خوشبو سے معطّر کیا۔ آستانہ کبریا میں عرض پرداز، اور حرم سرائے قدس خداوندی میں یہ کہنے والا کہ اے خداوندا میں نے نہیں پہچانا، جیساکہ پہچاننے کا حق ہے خوش ترین حمد، اور بہترین شکر گزاری، ذات ایزدی کے لیے ہے اور خود خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ یعنی تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں کہ جو عالمین کا رب ہے مفسّرین کہتے ہیں کہ اگرچہ قرآن مجید میں حمد و شکر۔ مدح و ثنا جو کچھ بھی ہے وہ اسی کلمۂ شریفۂ الحمد میں مخفی ہے لیکن جو دارشان قرآن ہیں ان پر ظاہر و آشکارا ہے

اور جو کچھ بیان اسماء و صفات ربوبیت والوہیت ہے وہ بھی اسی کلمۂ مبارکہ میں ہے اور جو کچھ در بارۂ رحمت کرنا اور روزی دینا ہے وہ سب کلمۂ الرّحمٰن کے تحت ہے اور قرآن مجید میں جس جگہ ذکر تخفیف عذاب اور مغفرت کا ذکر ہے وہ کلمۂ الرّحیم کے تحت ہے اور قیامت اور اسماء قیامت کا ذکر اور ہول قیامت اور حساب و کتاب کا، بہشت و دوزخ کا ذکر ہے وہ کلمۂ مبارکہ مالکِ یوم الدّین کے تحت ہے۔ اور وہ تمام اذکار جو استعانت خداوندی، لطف و توفیق ایزدی وغیرہ کلمۂ ایّاکَ نعبد و ایّاکَ نستعین کے تحت ہے اور قرآن مجید میں جو کچھ رشد و ہدایت تضرّع و دعا اور ثبات بر صراط مستقیم کا ذکر ہے۔ وہ سب کچھ کلمہ مبارکہ اھدنا الصّراط المستقیم کا اجمال ہے اور مشرکین و کافرین کے متعلق جو کچھ قرآن میں وارد ہوا ہے وہ غیر المغضوب علیہم کے تحت ہے۔ اور بہتّر فرقوں کی طرف اشارہ والضّالّین میں ہے۔ پس اسی لیے قرآن مجید کو ام الکتاب کہتے ہیں اور اُمّ بمعنی اصل شئے ہے اے مومنین کرام اگر یہ سورۃ المبارکہ یعنی سورۃ الحمد اگر نازل نہ ہوتا تو امت رسول خدا پر آگ کی بارش ہو جاتی یعنی بوجہ گناہوں کے عذاب نازل ہو جاتا۔ لیکن بوجہ برکت و سعادت الحمد امت رسول خدا اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت کی وجہ سے عذاب سے محفوظ و مامون ہے۔ اہل ایمان کو چاہیے کہ اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت کیا کریں۔ اے اہل ایمان جاننا چاہیے کہ خداوند عالم نے ایک سو چوبیس صحف و کتب نازل فرمائی ہیں جن میں سے یہ چار کتابیں ان چاروں پیغمبروں پر نازل ہوئی ہیں۔ یعنی توریت جناب موسیٰؑ پر۔ زبور جناب داؤدؑ پر، انجیل جناب عیسیٰؑ پر اور قرآن مجید حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ مفسّرین نے کہا ہے کہ توریت میں ہزار سورہ اور ہر ایک سورہ میں ہزار آیات تھیں اور اس کی ہر ایک سورۃ، سورۃ البقر

سے بڑی تھی۔ انجیل میں آٹھ ہزار آٹھ سو آیات تھیں اور یہ متفق علیہ چیز ہے کہ قرآن مجید میں ۶۶۶۶ آیات ہیں اور کوئی سورۃ اور کوئی آیت سورۃ الحمد سے افضل نہیں ہے۔ اور جو کچھ ان تینوں آسمانی کتب میں ہے اور قرآن جو کہ آخری کتاب آسمانی ہے وہ سب کچھ سورہ الحمد میں ہے۔ سورہ الحمد کی سات آیات ہیں اور اس میں ۲۴ کلمات ہیں اور ایک سو بیس و چار حروف ہیں اور سورۃ الحمد کے دس نام ہیں جو کہ یہ ہیں: (۱) سورہ حمد (۲) فاتحۃ الکتاب (۳) صلوٰۃ (۴) ام القرآن (۵) قرآن العظیم (۶) شافیہ (۷) کافیہ (۸) وافیہ (۹) ام الکتاب (۱۰) سبع مثانی۔

بیان سورۃ الحمد، فاتحۃ الکتاب۔ سورۃ الحمد کو فاتحۃ الکتاب اس لیے کہتے ہیں کہ جملہ آغاز کلام حق اور ابتدا کلام اسی سورۃ سے ہے۔ فاتحہ۔ یہ مؤنث ہے فاتح کا۔ فاتحۃ الکتاب یعنی کتاب کا دیباچہ، قلم قدرت سے تحریر ہوا دیباچہ ہی چونکہ منجانب اللہ ہے۔ پس قرآن بذاتہ کلام خدا ہے اور علماء نے فرمایا ہے کہ بغیر سورہ الحمد نماز نہیں ہوتی۔ نماز قرب خداوندی کی نشانی ہے لہٰذا سورۃ الحمد کی تلاوت کرنا بھی قرب خداوندی کی نشانی ہے۔

اُمّ القرآن۔ اس لیے کہتے ہیں کہ جو کچھ تمام قرآن میں ہے وہ سب کچھ سورۃ الحمد میں ہے۔

قرآن العظیم۔ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں خداوند عالم کے اسمائے عظیم ہیں۔

شافیہ۔ اس لیے کہتے ہیں کہ اگر باعتقاد درست کوئی شخص مریض پر پڑھے تو خداوند عالم

بہ سبب سورۂ حمد کے شفا دیتا ہے۔

کافیہ:

اس لیے کہتے ہیں کہ اگر اخلاص و اعتقاد کے ساتھ اگر سورۂ حمد کو پڑھا جائے تو اس کی تلاوت تمام کتب آسمانی کی تلاوت کا ثواب رکھتی ہے۔

وافیہ:

اس لیے کہتے ہیں کہ اس سورۂ کی تلاوت کرنے والے کے لیے یہ برائے مغفرت و بخشش کافی ہے۔

سبع مثانی:

اس لیے کہتے ہیں کہ سورۃ الحمد دو مرتبہ نازل ہوئی ہے ایک مرتبہ مکہ اور دوسری مرتبہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے، جاننا چاہیے کہ اس سورۂ میں سات حروف ایسے ہیں کہ جو دروازۂ جہنم و عذاب ہیں لیکن اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت کرنے والا عذاب جہنم سے مامون ہے۔ ان الفاظ کی صورت یہ ہے کہ اول لفظ ثاء ہے جو اشارہ ہے ثبور کی طرف اور ثبور کے معنی ہیں ہلاک کرنے والا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَّاحِدًا وَّادْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا ○ (الفرقان: ۱۴)

یعنی آج دوسرے جحیم ہے یہ بھی جہنم کے درجوں میں سے ایک جہنم ہے، یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ○ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ ط لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ○ الحجر: ۴۳، ۴۴)

اور ان سب کے واسطے آخری وعدہ بس جہنم ہے۔ اور اس کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازہ میں جانے کے لیے ان گمراہوں کی الگ الگ جماعتیں ہوں گی، اور سورۂ الحمد پڑھنے والے کا عذاب اور درہائے عذاب سے کوئی واسطہ نہیں ہے گویا

قاری سورۃ الحمد پر باب جہنم بند ہیں۔ تیسرے خاء بھی ہے جو خوف سے متعلق ہے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (البقرہ : ۶۲) - ان پر کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ پس سورۂ الحمد کی تلاوت کرنے والا ان چیزوں سے بَری ہے۔ چوتھے زقوم بھی ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے کہ اِنَّ الشَّجَرَةَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ (الدخان : ۴۳، ۴۴) یعنی آخرت میں تھوہر کا درخت ہوگا اور وہی گنہگاروں کا کھانا ہوگا۔ پس سورۂ حمد کی تلاوت کرنے والے کی غذا زقوم نہیں ہوگا۔ پانچویں شین یعنی شقاوت ہے اس سورہ میں شقاوت نہیں ہے۔ خداوندا عالم فرماتا ہے کہ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ الخ (سورۃ ہود آیت ۱۰۶) یعنی جو لوگ بدبخت ہیں وہ دوزخ میں ہوں گے۔ پس سورۂ حمد کی تلاوت کرنے والا بدبخت نہیں ہے بلکہ سعادتمند ہے۔ چھٹے ظاء خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ۝ نَزَّاعَةً ۝ (سورۃ المعارج : ۱۵، ۱۶) یہ ہرگز نہ ہوگا وہ بھڑکتی آگ جسم کی کھال کو ادھیڑ کر رکھ دے گی۔ سورۂ حمد کی تلاوت کرنے والا مامون از آتش جہنم ہے۔

ساتویں فاء ہے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ الخ (الانبیاء : ۱۰۳) یعنی ان کو قیامت کا بڑے سے بڑا دہشت میں نہ لائے گا۔ پس سورۂ حمد کی تلاوت سبب امن ہے۔

مذکورہ چیزوں کا کہ جن کا انجام عذاب جہنم ہے سورہ الحمد سے کوئی تعلق نہیں ہے اور سورۂ حمد پڑھنے والے کے لیے عذاب جہنم سے نجات ہے اور خدا سے مغفرت کی امید رکھنا لازم ہے۔

. . . .

سورۂ الحمد کی فضیلت دیگر:

اے برادر ایمانی بگوش دل سنو کہ سورۂ مبارکہ الحمد کی تلاوت میں کس قدر لذّت روحانی ہے اور کس قدر لطف ایمانی محسوس ہوتا ہے امید ہے کہ مفسران و مبصران حروف سورۃ الحمد نے فرمایا ہے کہ اس سورۃ کی مواظبت کرنا یعنی متواتر پڑھنا اس طرح کہ جیسے ایک کام کرنے پر انسان ہمیشہ کے لیے مامور ہوتا ہے تو بے حد و بے حساب ثواب ہے اور تخفیف گناہ کا باعث ہے حروف الحمد کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ الحمد میں پانچ حروف ہیں ا، ل، ح، م، د، اور شب و روز میں واجب نماز بھی پانچ ہیں جو خدائے تعالیٰ نے فرض کی ہیں انسان ان نمازوں کو اخلاص کے ساتھ ادا کرے تو عذاب و تکلیف سے خدا تعالیٰ نجات دے گا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میں سے لفظ لله سہ حرفی لفظ ہے ان میں اگر ۵ جمع کر دیے جائیں تو پھر اس کا مجموعہ آٹھ ہوتا ہے جبکہ بہشت بھی آٹھ ہیں اور مقابلہ ہر نعمت و مصیبتے یہ آٹھوں حرف کہ جن سے لفظ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بنتا ہے اور زبان پہ جاری ہوتا ہے تو حق تعالیٰ کی طرف سے آٹھ دروازے بہشت میں داخلہ کے لیئے کھل جاتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جس دروازے سے چاہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ پڑھنے والا داخل بہشت ہوتا ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کے بعد لفظ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ہے اس کے دس حروف ہیں جبکہ ان دس میں آٹھ جمع کیے جائیں تو اٹھارہ ہوتے ہیں اور اٹھارہ ہزار عالم خداوند تعالیٰ کی مخلوق ہے اور خدا ان کا پیدا کرنے والا ہے۔ اگر کوئی شخص باخلاص و معرفت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ کہتا ہے تو خداوند عالم اس کو اٹھارہ ہزار عالم کے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔ پھر لفظ اَلرَّحْمٰنِ ہے اس میں چھ حروف ہیں اگر

ان چھ کو اٹھارہ کے ساتھ جمع کیا جائے تو ۲۴ مجموعہ ہوتا ہے اور رات دن میں چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں اور جو کوئی ان چوبیس حروف کو باخلاص پڑھے یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ۔ پڑھے تو روز و شب امن میں رہے گا۔ لفظ الرَّحِيْم میں بھی چھ حروف ہیں ان کو چوبیس میں جمع کریں تو مجموعہ تیس ہوتا ہے اور ان کو باخلاص عرفان پڑھے تو خداوند تعالیٰ اس کو ماہ مبارک کے تیس روزوں کا ثواب عطا کرتا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ ہے اس میں بارہ حروف ہیں اگر ان میں تیس جمع کیے جائیں تو ۴۲ ہوتا ہے اور ان کی باخلاص تلاوت کی جائے تو بیالیس[۴۲] مرض جو خدا تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں بواسطہ اَلْحَمْدُ تا مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ رفع ہوتے ہیں اور ۴۲ بدعتوں سے خداوند تعالیٰ اس کو دور رکھتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ میں آٹھ حروف ہیں ان کو بیالیس[۴۲] حروف میں جمع کریں تو مجموعہ پچاس ہوتا ہے جبکہ عرصۂ قیامت پچاس ہزار سال کے برابر ہے اور ان پچاس حروف کو باخلاص پڑھیں تو ہول قیامت اور عرصۂ قیامت آسان ہو جاتا ہے۔

وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ میں ۲۲ حروف ہیں ان کو پچاس میں جمع کریں تو ان کا مجموعہ ۷۲ ہوتا ہے اور ان کو باخلاص و یقین پڑھیں تو ۷۲ فرقوں اور ۷۲ بدعتوں سے محفوظ رہتا ہے۔

اَلْمُسْتَقِيْمَ میں آٹھ حروف ہیں اگر ان آٹھ حروف میں ۷۲ جمع کیے جائیں تو مجموعہ اسّی ہوتا ہے اور اس کی تلاوت کرنے سے ۸۰ پیغمبروں کا ثواب ملتا ہے اور تمام مہلک چیزوں سے نجات ملتی ہے اور خدائے تعالیٰ جمیع درجات رفیعہ عطا کرتا ہے۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ، میں انیس حروف ہیں اور ان انیس

حروف کو اسّی میں جمع کریں تو ۹۹ حروف ہوتے ہیں جبکہ خدائے تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں یعنی اسماء حسنیٰ ۹۹ ہیں۔ اور اسماء حسنیٰ کے پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ۔ میں ۱۵ حروف ہیں اور ان پندرہ کو ۹۹ میں جمع کیا جائے تو مجموعہ ۱۱۴ ہوتا ہے جبکہ کلام اللہ میں ۱۱۴ سورتیں ہیں اور ان کو باخلاص پڑھنے سے قرآن مجید کے کل سورتوں کے پڑھنے کا ثواب ملتا ہے جو پڑھنے والے کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔

وَلَا الضَّآلِّيْنَ "۔ میں دس حروف ہیں ان کو ۱۱۴ میں جمع کریں تو مجموعہ ۱۲۴ ہوتا ہے پس جو شخص باخلاص تمام پوری سورۃ الحمد کو پڑھے تو ۱۲۴ پیغمبروں کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ اخلاص شرط قبولیت اعمال ہے تو پھر اخلاص کسے کہتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں ہرگز شک و شبہ نہیں ہے کہ اخلاص کا آخری درجہ وجود امامؑ اور معرفت امام علیہ السّلام ہے اور بغیر ولائے امام علیہ السّلام و اہلبیتؑ طاہرینِ اطاعت و عبادت مفید آخرت نہیں ہے۔

یا اهل بیت النبوة اِنَّ حبکم فرض من الله فی القران انزله

اے اہلبیت نبوت آپکی محبت اللہ کی طرف سے قرآن میں نازل کردہ فریضہ ہے۔ آپکی عظمت

کفاکم من عظیم القدر انکم من لم یصل علیکم لاصلوٰة له

شان کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ جو شخص آپکی ذات پر درود نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ (امام شافعی)

حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابیطالبؑ نے فرمایا ہے کہ میں فاتحۃ الکتاب ہوں میں صراط مستقیم ہوں جو کچھ تمام کتب سماویہ میں ہے وہ سب کچھ قرآن مجید میں ہے۔ اور جو کچھ قرآن محمدیہ میں ہے وہ فاتحۃ الکتاب ہے اور جو کچھ فاتحۃ الکتاب

میں وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں ہے اور جو کچھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں ہے وہ بائے بسم اللہ میں ہے اور
جو کچھ بائے بسم اللہ میں ہے اور جو کچھ بائے بسم اللہ میں ہے وہ نقطہ بار میں ہے ....
وانا النقطہ تحت الباء میں ہی نقطہ بار بسم اللہ ہوں۔ اور ہر ایک حرف
بسم اللہ سے ایک عالم ظاہر ہوتا ہے اور وہ نقطۂ جامعہ میں ہوں۔ (یعنی میں مظہر العجائب
والغرائب ہوں اور یہی حدیث رسولؐ خدا بھی ہے۔) اور قلم اختراع و ایجاد سے لوح
مثبت پر نقوش کھینچے ہیں۔ پس تمام عوالم وجود امام برحق و منصوص من اللہ سے وابستہ
ہیں اگر امام علیہ السلام نہ ہوں تو کائنات نہ رہے گی۔ لہٰذا سبب تخلیق و بقاء عالم وجود
امامؑ ہے اور تمام ائمہ کا وجود ایک ہی حکم میں ہے اور امام قلب عالم اور مظہر سبحان۔
گیاہ یعنی نباتات بغیر حکم امام نہیں اُگتی۔ سانس بغیر اذن امامؑ باہر نہیں آتا۔ امامؑ کے
حکم کے بغیر بچہ پیدا نہیں ہوتا۔ ملک الموت بغیر اجازت امامؑ کسی کی روح قبض نہیں
کرتا۔ اور یہ تمام باتیں متواتر ثابت ہیں۔ چنانچہ کتاب کنز الواعظین میں ہے کہ
ایک مرتبہ حارث اعور ہمدانی بیمار ہوئے مصاحبین خواب میں تھے کہ شاہ ولایت
حضرت امیر المومنین علیہ السلام اس کی عیادت کو تشریف لائے اور حارث کے
نزدیک رونق افروز ہوئے اور مزاج پرسی فرمائی، اس وقت حارث رونے
لگے۔ آپ نے فرمایا اے حارث کس لیے گریاں ہو۔ عرض کیا میری جان آپ پر
قربان ہو میں سکرات موت یعنی سختی موت کی وجہ سے گریاں کناں ہوں یعنی رو رہا ہوں
امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا اے حارث اعور کہ میں اس وقت موجود
ہوتا ہوں اور عزرائیل سے کہتا ہوں کہ میرے شیعوں کی قبض روح آسانی کرے۔
حارث یہ سن کر پھر رونے لگے۔ تو آپ نے فرمایا اے حارث گریہ کا اب کیا سبب
ہے؟ عرض کیا تنگیٔ قبر و تاریکی و تنہائی کی وجہ سے روتا ہوں امیر المومنین علیہ السلام

نے فرمایا اے حارث غم نہ کرو کہ میرے نورِ جمال سے قبر روشن و منور ہو گی اور میرے
شیعوں کے لیے لحد کشادہ ہو گی اور باغ از بہشت برائے سیر کردن موجود ہو گا۔ حارث
پھر روئے تو فرمایا کہ اب کیوں گریہ کرتے ہو۔ عرض کیا کہ مولی حساب روز قیامت کی
وجہ سے روتا ہوں۔ فرمایا اے حارث میں ہی حساب لینے والا ہوں اور تمام خلائق
کا حساب و کتاب ہمارے ہی دست ولائیت میں ہے۔ عرض کیا از میزان اعمال
ہراس رکھتا ہوں تو فرمایا کہ میں ہی میزان ہوں (یعنی میری محبت ہے تو اعمال حسنہ قبول
ہیں ورنہ نہیں) پھر عرض کیا کہ پل صراط جو کہ تاریک و باریک تر ہے اس سے بھی خائف
ہوں۔ فرمایا کہ میری ہی محبت صراط ہے آسانی سے ہمارے شیعہ گزر جائیں گے۔
یہ سن کر حارث کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمایاں ہوئے۔ خوش ہو گئے۔ اور پھر
گریہ کیا آپ نے دریافت کیا اے حارث اب کیا غم ہے عرض کیا کہ مولی میں
مقروض ہوں، میرے ذمہ قرض ہے جو ادا نہ کر سکا۔ فرمایا کہ میں قرض کا ضامن ہوں
عرض کیا مولی آپ پر فدا، لیکن میرے بچے خورد سال ہیں کون خبر گیری کرے گا فرمایا
کہ میں ان کی خبر گیری کروں گا۔

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ عمدہ ترین غم آدمی یہ ہے کہ بعد مردن اس کو اپنے
اہل و عیال کا خیال دامن گیر ہوتا ہے کہ مبادا اولاد یتیم ہونے کے بعد دربدر نہ
پھرے۔ پس اپنی اولاد کے بارے میں خود سفارش کرے کہ پسماندگان باسائش
رہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے وقت آخر فرمایا کہ مجھے مسجد لے چلو۔
آنحضرتؐ کو اصحاب سہارا دے کر مسجد لائے۔ آنحضرتؐ منبر پر تشریف لے گئے
اور خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا کہ اے اصحاب میں نے تبلیغ دین کی اور تم کو
خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی معرفت کرائی۔ میری تبلیغ کار رسالت کا اجر یہ ہے کہ

تم میرے قرابت داروں سے محبت رکھو۔ اور میری بیٹی فاطمہؑ ہے اسے کوئی اذیت نہ پہنچے۔ کیونکہ اس کی اذیت میری اذیت ہے۔ اور مجھے اذیت پہنچانا خدا کو اذیت دینا ہے اور جس کسی نے فاطمہؑ کو اذیت دی تو قبر میں میرا بدن لرزے گا۔ اور جبکہ فاطمہؑ نے دنیا سے رحلت کی تو علیؑ سے فرمایا کہ میں دنیا سے اپنی اولاد کی حسرت لے کر جا رہی ہوں اور اے علیؑ میرے بعد میری اولاد حسنؑ و حسینؑ، زینب و کلثوم پر نگاہ عاطفت رکھنا۔ اور شب جمعہ ان کو میری قبر پر بھیجنا اور تم میری اولاد کے ساتھ بسر کرنا۔ اسی طرح حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے امام حسنؑ کو اپنی تمام اولاد و ازواج کی نگرانی سپرد کی۔ اور امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے حسینؑ کو وصیّت کی۔ اور امام حسین علیہ السلام بعد شہادت عزیز و اقربا و انصار جب رخصت آخر کے لیے خیمہ میں تشریف لائے تو جناب زینبؑ سے فرمایا اے بہن خدا حافظ ہے اور تم میرے بچّوں کا خیال رکھنا۔ مزید فرمایا اے بہن میرے بچوں کا خیال رکھنا۔ آپ نے کئی مرتبہ وصیّت کی ہے۔ شب عاشورا محرم وصیّت کی، پھر روزِ عاشورا محرم وصیت کی۔ اور جب شمر لعین سر مبارک جدا کرنے بڑھا تو امام حسینؑ نے زینب خاتون سے کہا اے اختی یعنی اے بہن اب تم کو چاہیے کہ خیمہ میں چلے جاؤ۔ اعزا دار زینبؑ چاہتی ہیں کہ خیمہ میں جائیں کہ یکایک شمر ملعون نے سر امام جدا کیا۔ زمینِ کربلا میں زلزلہ آیا۔ فضائے کربلا میں آندھیاں چلیں۔ فرات کے پانی میں طلاطم پیدا ہوا اور منادی نے پکارا: قتل الحسین بکربلا، ذبح الحسین بکربلا۔

امام حسینؑ نے اپنے اطفال کی سفارش کی تھی مگر کوفیوں نے بچّوں کے طمانچے مارے، سکینہ خاتون کے گوشوارے اتار لیے۔ الحرم کو اسیر کیا اور شتران

برہنہ پر سوار کر کے کوفہ و شام لے گئے۔ راستہ میں اکثر بچّے شہید ہو گئے۔

نعت حضرت خاتم الانبیاءؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جواہر زواہر صلوات۔ جواہر جمع ہے جوہر کی اور زواہر جمع ہے زاہرہ کی۔ اس کے معنی ہیں تابندہ اور روشن اور کھلا ہوا پھول بھی مراد ہے یعنی آنحضرتؐ کی ایسی مدحت کہ جو ہمہ وقت روشن ہے ظاہر ہے اور جس میں مثل گل تازہ مہک ہے۔ ہزار در ہزار درود و سلام کی اقسام ہوں اس رُوح پُر فتوح، و سینہ وحی بیز، شفیع محشر، خورشید اکبر، سرورِ عالم کہ جن کا ماہ تاب نوکر چاکر ہے۔ عنوان عہد نامۂ وفا اور میزبان مہمان خانۂ صدق و وفا۔ ان شمع جمیع انبیاءؑ۔ چراغ ابلاغ اصفیاء۔ ماہ مکّہ و یثرب، شاہ مشرق و مغرب سلطان عالی رایت، مہربان ظاہر طاہر و اطہر، ثمرۂ شجرۂ خلّت، نورِ صبح، نور بہار ملت ابراہیمی ـ درِ حقیقت، مشک نافہ طریقت، شمع شب کرامت، صبح روز قیامت، دولت ابدی، سعادت اُو سرمدی، صورت اُو بشری باطناً نوری۔ تاج رسالت، نگین نبوّت، نقد اُو نجابت، وعدۂ او اجابت، جذبۂ اُو ابدی، جرعۂ اُو ازلی۔ نور اُو الٰہی، جان اُو ارتا الاشاع، صاحب معراج، سراج الوہاج معظم مجتبیٰ معلم مہندی، مقدم مرتجی، مؤید مقتدی، مصدق انبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم ۔ ۔ ۔ ۔ درود سلام ہوں آپ پر اور مولائے کائنات۔ ولیؑ اللہ صاحب ولایت انما ولیکم اللہ، جام جہاں نمائے من کنت مولاہ ناشر ناموس ہدایت، کاسر ناقوس غوایت، (یعنی گمراہی کی آوازوں کو ختم کرنے والا) مریخ الانتقام کیوان، الرفعۃ والاحتشام، سرّ الاسرار، ومشرق الانوار، المہندس فی الغیوب (امور غیب جاننے والا) اللہ ہو بنیتہ، عالم جملہ کتاب الوجود فاتحہ مصحف الموجود، حیدر،

اجام الابداع، الکرار فی معارک الاختراع النجم ثاقب علی ابن ابیطالب صلوات اللہ و سلامہ علیہ۔۔۔ صلوات وسلام لا محدود ہو ائمہ ہدیٰ پر جو بعد رسول خدا افضل کائنات ہیں جو گنجینۂ انوار الٰہیہ ہیں عالمین کے بادشاہ، بادشاہوں کے بادشاہ ہیں۔ اولی الامر ہیں، خلیفہ رسولؐ خدا ہیں اور الحمد وصلوٰۃ کے بعد محدث محمد المشہور بصدر الدین المتخلص بہ قدسی ابن فاضل العلامۃ القزوینی ملا محمد حسن والملقب عند العلماء الراشدین بشمس المجتہدین والمعروف بشیعان کردی، اکرام اللہ واعلی اللہ مقامہ درابتداء سال اوّل خلافت اعلیٰ حضرت مظفر الدین شاہ خالد اللہ ملکہ۔ دولت پناہ کے زمانہ میں یہ کتاب مستطاب مشتمل احوال حضرت امام حسین علیہ السلام مدون ہوئی ہے۔ اگر کوئی شخص دیدۂ حق بین رکھتا ہے وہ داد وستائش سے کام لے گا کیونکہ یہ کتاب الموسوم بہ ریاض القدس وحدائق الانس، جوکہ وزارت مآب میرزا علی اصغر خان صدر اعظم کی سرپرستی میں طبع ہوئی ہے۔ دیباچہ کتاب ختم شد۔

(مترجم۔ آغاز داستان شہادت ناصر الدین شاہ مغفور اور شاہ مرحوم سے متعلق جملہ حالات چونکہ نظم میں تحریر کیے گیے ہیں جو اس کتاب کی زیبائش اور ایران کے اس وقت کے ماحول کی عکاسی کرتے ہیں۔ بوقت ترجمہ حذف کر دیے گئے ہیں کیونکہ اصل روح کتاب سے بصورت افادیت علمیہ کوئی خاص ربط نہیں ہے اور مظفر الدین شاہ ایران کے حالات بھی ترجمہ میں شامل نہیں کیے ہیں)

مقدمۂ کتاب

کتاب پیش نظر اعنی ریاض القدس کی تدوین میں علماء اعلام کی تحقیق اور مروی

روایات کو دخل عظیم ہے مثلاً ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی وابن بابویہ القمی وشیخ مفیدؒ شیخ صدوق، شیخ حر عاملیؒ حضرت مجلسی علیہ الرحمۃ، مرحوم سید بن طاؤس، محمد بن شہر آشوب، شیخ فخر الدین عربی، معین الدین فارسی ولوط بن یحییٰ، وابن نما وسید جزائری وطبری امامی ابن اعثم کوفی، وریاض علامہ قزوینی اور مثل ان ہی حضرات کے علمی افادات پر مشتمل ہے۔ اور بصحت قلم واقعات مندرج کیے ہیں اور قدرے ریاض الاحزان سے استفادہ بھی کیا ہے۔ اور خدا کے فضل وکرم سے یہ کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی ہے اس کتاب کی ابتدا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور سورۂ فاتحہ سے ہے اور حضرت خامس آل عبا امام حسین شہید کربلا اور حالات واقعات حضرت امام حسن مجتبےٰ علیہ السلام مشتمل ہے۔ من اللہ التوفیق وعلیہ التکلان انہ ھو المستعان۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ الاول قبل اولیۃ الاولین والباقی بعد فناء العالمین ثم الصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ واشرف بریۃ محمد سید الاولین والآخرین وعلی عترتہ الطیبین الطاہرین ولعنۃ اللہ علی اعدائھم اجمعین۔ اما بعد:

آغاز مصائب امام حسین علیہ السّلام
اور
مقدمات ولیعہدیٔ یزیدؑ

جناب ثقۃ الاسلام صدر الدّین محمّد بن حسن بن محمّدؒ نظام الدین القزوینی رقم طراز ہیں:
کہ جب معاویہ کی خلافت کے دوسال گزر گئے اور سنہ ۵۶ھ میں اس کو خیال ہوا کہ اپنے پسر یزیدؑ کی خلافت کی راہ ہموار کرے پس معاویہ اپنے پسر یزیدؑ کی خاطر لوگوں سے بیعت کا خواستگار ہوا۔ اور اس کو اپنا ولیعہد بنایا اور اس طرح اہل ایمان و محبان اسلام کے لیے یہ چیز شاق گذری۔ اور اس میں کامیابی سے ہمکنار ہونے کے لیے اس نے سب سے پہلے حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو زہر سے شہید کیا۔ چونکہ وہ جانتا تھا کہ امام حسنؑ کے ہوتے ہوئے مسلمان مدینہ یزیدؑ ایسے فاسق و فاجر کی ہرگز بیعت نہیں کریں گے۔ اور نہ اس پلید کی وزارت قبول کریں گے۔ اس نے امام حسنؑ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث کی جانب زہر بھیجا اور ہزار درہم کا وعدہ کیا اور یہ بھی پیغام بھیجا کہ اگر وہ امام حسنؑ مجتبیٰ کو زہر دے دیگی تو اس کا یزیدؑ کے ساتھ عقد کر دوں گا اور وہ یزید کی زوجیت میں آجائے گی۔ زہر جعدہ کو پہنچا اور اس ملعونہ نے آپ کی پانی پینے کی صراحی میں وہ زہر ملا دیا۔ امام علیہ السّلام نے وہ پانی پیا۔ زہر نے اثر کیا اور آپ کا جسم مبارک سبز ہوگیا اس لیے آپ کو حسن سبز قبا بھی کہتے ہیں۔

اور آپ اس دار دنیا سے بطرف عالم جاودانی رخصت ہو گئے اور اس طرح معویہ اپنے ارادہ میں پختہ ہو گیا یعنی خلافت یزیدؑ پر آمادہ ہو گیا اور اس کو عملی جامہ پہنانے کا مصمّم ارادہ کر لیا۔

اس سے دو سال قبل مغیرہ بن شعبہ کو معاویہ کی طرف سے حاکم کوفہ تھا، شام آیا اور ایک روز معاویہ سے تنہائی میں ملا اور کہا اے امیر المؤمنین (معاذ اللہ) طریق و طور اصحاب رسولؐ رکھنے والے اور بزرگانِ ملّت رسولؐ خدا، اور بزرگان اہل دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ اور باقی وہ لوگ کہ جو صاحبان فضل و کمال ہیں اور دینی سوجھ بوجھ رکھتے ہیں ان سب کی توجہ تیری طرف ہے تو اپنے فرزند کو کس لیے اپنا ولیعہد و جانشین کیوں نہیں بناتا تم کو چاہیے کہ یزیدؑ کو اپنا ولیعہد مقرر کر دو تاکہ اقتدار خلافت زیر نگین یزیدؑ رہے۔ معاویہ نے سن کر مغیرہ سے کہا کہ میں یزیدؑ کو کس طرح امر خلافت سپرد کروں وہ اس کا اہل نہیں ہے اس کا حال اور کردار سب لوگوں پر عیاں ہے۔ لوگ اس کی بیعت پہ آمادہ نہیں ہوں گے۔ جب مغیرہ نے یہ سُنا تو اس نے کہا اے امیر میرے نزدیک یہ کام بہت آسان ہے اس لیے کہ مجھے کوفہ میں اثر و رسوخ حاصل ہے۔ بڑا اقتدار حاصل ہے۔ کوفہ میں تمام قبیلہ والوں سے امیر لوگ یزیدؑ کی بیعت سے انحراف نہیں کریں گے۔ میں لوگوں سے یزیدؑ کے حق میں بیعت لے سکتا ہوں اور اس طرح امر خلافت بحق یزیدؑ انجام پذیر ہو سکتا ہے اور میری ہی طرح بصرہ میں زیاد بن ابیہ (یعنی زیاد اپنے باپ کا بیٹا) صاحبانِ و اہالیان بصرہ سے بیعت کرا سکتا ہے اور جب کوفہ و بصرہ والوں نے یزیدؑ کی بیعت کر لی تو پھر دوسرے لوگ علم بغاوت بلند نہیں کر سکیں گے۔ معاویہ یہ سن کر خوش ہوا اور اپنے فرزند یزیدؑ کی بیعت کے بارے میں سوچنے لگا۔ معاویہ

نے کہا تم واپس کوفہ جاؤ اور امر خلافت کے لیے راہ ہموار کرو۔ یہ بھی امر واقعہ ہے کہ معاویہ دلی طور پر مغیرہ کو پسند نہیں کرتا تھا اور نہ معاویہ اس کے صاحب اقتدار ہونے پر خوش تھا لیکن مغیرہ اپنی چال میں کامیاب ہو گیا اور اس کو معاویہ نے خلعت عطا کر کے واپس کیا۔ مغیرہ نے کوفہ پہنچ کر راہ خلافت ہموار کرنا شروع کی۔ حالات اور واقعات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ معاویہ مغیرہ کو کوفہ کی گورنری سے معزول کرنا چاہتا تھا مگر یزید لعین کی محبت اور ہوس اقتدار خلافت نے اسے اندھا کر دیا اور مغیرہ کی دلی خواہش کہ اسے کوفہ میں اقتدار حاصل رہے پوری ہوئی۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ مغیرہ علاج معالجہ کے بہانے شام آیا تھا۔ مگر اپنی چال سے اس نے معاویہ کو اپنا ہم خیال بنا لیا۔ حکماء کا مقولہ ہے کہ کسی شئے کی محبت انسان کو اندھا کر دیتی ہے معاویہ اپنے بیٹے یزید لعین کو خلیفہ مقرر کرنے میں اندھا ہو گیا تھا۔ مغیرہ اپنے حیلہ و تدبیر سے معزولی سے محفوظ رہا اور معاویہ نے اس کو کوفہ جانے کی اجازت دے دی۔ اور وہ بوقت روانگی یزید لعین کے پاس آیا اور سارا واقعہ اور مکالمہ نقل کیا اور اس طرح یزید لعین کی نگاہ میں بھی مغیرہ موثق ہو گیا۔ شام سے کوفہ روانہ ہوا اور کوفہ میں چند روز خموشی اور راحت سے گزارے۔ اسی دوران مردمان کوفہ اس سے ملنے آئے سب سے پہلے اموی گروہ یعنی اموی قبیلہ کے لوگ آئے اور ان سے مغیرہ نے حال بیان کیا تو وہ چونکہ معاویہ کو پسند کرتے تھے مسرور و شادماں ہوئے اور مغیرہ کے ساتھ ہم پیمان و عہد ہو گئے۔ مغیرہ نے روساء اموی کو تیس ہزار درہم دیئے جن کی تعداد دس تھی اور باقی مقتدر لوگوں میں سے ہر ایک کو تین ہزار درہم دیئے اور ان سب سے یزید لعین کی بیعت لی اور ان دس آدمیوں کو اپنے فرزند موسیٰ کے ہمراہ شام روانہ کیا تاکہ وہ بیعت کے معاملہ کو بیان کریں اور معاویہ بآسانی سمجھ سکے چنانچہ

جب موسیٰ اپنے ہمراہیوں سمیت معاویہ کی خدمت میں پہنچا تو معاویہ نے اہلاً و سہلاً کہہ کر ان کو اپنے دربار میں جگہ دی۔ موسیٰ نے ان کا معاویہ سے تعارف کرایا اور کہا کہ یہ سب بزرگان کوفہ سے ہیں اور بیعت یزید لعین پر ہیں۔ اس وقت معاویہ نے نہایت نرم لہجہ میں کہا کہ اے دوستو! اس دیار میں تم نے کس لیے قدم رنجہ فرمایا ہے گویا معاویہ تجاہل عارفانہ سے کام لیا۔ استفسار کیا آخر زحمت تشریف کس لیے کی ہے۔ موسیٰ نے کہا کہ آستانۂ خلافت برائے دست بوسی حاضر ہوئے ہیں کہ اس کے ساتھ ساتھ امیر زادہ یزید لعین کی بیعت کا شرف بھی حاصل کریں اور اس کو ولیعہدی کی مبارک باد دیں۔ اس پر معاویہ خوش ہوا اور ان کو خوش آمدید کہا۔ اور کہنے لگا کہ تم سب نے بیعت یزید لعین پر سبقت کی، اچھا کیا۔ لیکن اس امر میں عجلت نہ کرو۔ میں غور کروں گا۔ پس معاویہ نے موسیٰ بن مغیرہ سے تنہائی میں تبادلہ خیال کیا۔ اور کہا اے موسیٰ تمہارے پدر مغیرہ نے چند درہم میں یہ جماعت خرید لی ہے۔ موسیٰ نے جواباً کہا اے امیر ان میں سے ہر ایک کو تین ہزار درہم عطا کیے ہیں۔ یہ سن کر معاویہ کو از حد تعجب ہوا اور کہا اس زمانہ میں لوگوں کے دین و ایمان کی یہ قیمت ہے۔ عجیب سستا سودا ہے کہ اس قلیل قیمت پر کوفیوں نے اپنا دین و ایمان فروخت کر دیا ہے۔ کمینہ اور ذلیل کو کیا کریں گے۔ معاویہ اگر ابن زیاد کے زمانہ میں ہوتا تو دیکھتا کہ چند کھوٹے سکہ کے عوض کوفیوں نے فرزند رسولؐ خدا، نور نظر علیؑ و فاطمہؑ کو تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کیا۔ اور ایک گوشوارہ کی خاطر دختر امام حسینؑ سکینہ معصومہ کے کان زخمی کیے گوشوارے اتار لیے اور ایک انگشتری کی خاطر امام حسینؑ کے شہید ہونے کے بعد انگشت مبارکہ قطع کی اور انگشتری اتار لی اور حضرت کا لباس اتار لیا۔ وہ لباس جسم امام مظلوم پر رہ گیا جو بالکل بوسیدہ تھا

حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے فرمایا ہے ؎

رایت الناس قد مال ✺ الی من عندہ مال
ومن لا عندہ مال ✺ فعند الناس قد مال
رایت الناس قد ذھب ✺ الی من عندہ ذھب
ومن لا عندہ ذھب ✺ فعند الناس قد ذھب
رایت الناس من فضّہ ✺ الی من عندہ فضّۃ
ومن لا عندہ فضۃ ✺ فعند الناس من فضۃ

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے کلام کا ماحصل یہ ہے کہ زمانہ کے لوگ اس شخص کی طرف جھکتے ہیں کہ جو صاحب دولت وثروت ہے۔ اور جس شخص کے پاس دولت، چاندی وسونا نہیں ہے لوگ اس سے دُور رہتے ہیں۔ اس سے ملنے میں شرم محسوس کرتے ہیں۔ یہ تینوں اشعار مترادف وہم معنی ہیں۔ معاویہ چونکہ سیم و زر رکھتا تھا اور لوگوں کو درہم و دینار سے نواز کر خلافت کو خانوادۂ رسالت اور اہلبیت عصمت وطہارت سے نکالنے میں کوشاں رہتا تھا۔ اور لوگوں کو کثیر روپیہ دے دیتا تھا کہ یزید کو اس کا ولیعہد مان لیں حالانکہ یزید کا دامن عیب سے آلودہ تھا اور مال قلیل دے کر قلادۂ بیعت یزید لوگوں کے گلے میں ڈالا جاتا تھا اور ان میں روساء کوفہ تھے کہ جنھوں نے بیعت یزید کرنے میں سبقت کی ہے اور جیسا کہ تحریر کیا جاچکا کہ معاویہ نے ابن زیاد بن ابیہ کہ وہ بصرہ کا گورنر تھا ایک نامہ ارسال کیا کہ میں اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولیعہد مقرر کررہا ہوں اور اس کی بیعت کا طوق لوگوں کی گردن میں ڈالنا چاہتا ہوں جس کی بنیاد مغیرہ بن شعبہ کے ہاتھوں پڑچکی ہے اور اس کے ساتھ نیکی کے وعدے بھی کرچکا ہوں حتیٰ کہ وہ اور کوفہ والے یزید کی بیعت پر

جمع ہوگئے ہیں اور اب تجھے چاہیے کہ اہل بصرہ سے بیعت یزید لے۔ تو اس بارے میں کیا رائے رکھتا ہے۔ تجھے بغیر کسی حیلہ وحجت کے یزید کی بیعت کے لیے کوشش کرنا لازمی ہے۔ جیسے ہی میرا خط تجھے ملے اہل بصرہ سے بیعت یزید کی طرف توجہ دے اور میں نے جو تجھ کو حکم دیا ہے اس پر عمل کر، والسلام۔ پس جب معاویہ کا خط ابن زیاد کو پہنچا اور مضمون سے آگاہی ہوئی، بحر تفکر وغور وخوض میں ڈوب گیا اور اسے بیعت یزید لینے میں تامّل ہوا۔ اور اس کام سے دور رہنا چاہا۔ اسی دوران اس نے عبید بن کعب سے مشورہ کیا اور کہا کہ معاویہ ایسا عظیم پرُخطر کام لینا چاہتا ہے کہ میں لوگوں سے یزید کی بیعت لوں مجھے اس کا حکم دیا ہے۔ معاویہ کا یہ تصوّر باطل ہے اور یہ خیال محال ہے کہ اہل بصرہ یزید کی بیعت کریں۔ لہٰذا میرا ارادہ ہے کہ میں ملک شام جاؤں اور معاویہ کو اس باطل کام سے باز رکھوں۔ کیا میرا یہ ارادہ درست ہے؟ یزید جو کہ فسق وفجور میں یکتا روزگار ہے۔ شراب خوری اور نشہ وغیرہ کا عادی ہے مردمان نیک خُو اس کی خلافت وامامت پہ ہرگز راضی نہ ہوں گے۔ پھر ابن زیاد نے کہا کہ آیا میری رائے نیک اور درستی پہ مبنی ہے یا نہیں؟ عبید بن کعب نے کہا اے امیر تمہاری رائے صلاح وخیر پر نہیں ہے تم معاویہ کی رائے سے کیوں انحراف کرتے ہو۔ بزرگوں کا کہنا ہے کہ خلیفہ کی رائے سے احتراز کرنا خوب نہیں ہے بلکہ بہتر یہی ہے کہ تو اس کو یزید کے خلیفہ ہونے پہ مبارکباد دے اور عریضہ ارسال کر اور یزید کی تعریف وتوصیف کر کہ اسی میں دنیا ودین کی بہتری مضمر ہے لیکن اس کام میں تعجیل عقل وصواب سے دور ہے۔ ابن زیاد نے شام جانا چاہا مگر عبید بن کعب نے کہا اے امیر تمہاری رائے تو بہتر وخوب ہے مگر تم ایسی رائے کیوں دیتے ہو جو معاویہ پہ گراں گزرے کیونکہ سلطان کی رائے

کے خلاف رائے دینا ایسا ہے جیسے کہ اپنے خون سے ہاتھ دھوئے۔ معاویہ اپنے پسر یزید لعنہ کے بارے میں بدگوئی کیوں کر برداشت کرے گا حالانکہ تم جانتے ہو کہ معاویہ کو اس سے کمال درجہ محبت و الفت ہے۔ میرے نزدیک خوب تر امر یہ ہے کہ تم معاویہ کو یزید لعنہ کی ولی عہدی کی مبارک دو۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ اس امر رسانی میں تعجیل درست نہیں ہے اگر میں شام گیا تو خود یزید لعنہ سے ملاقات کروں گا اور اس پر ظاہر کروں گا کہ معاویہ تیرے بارے میں یہ خیال رکھتا ہے کہ ولیعہد سلطنت قرار دے اور حکم دیا ہے کہ اہل بصرہ تیری بیعت کریں۔ اس طرح ممکن ہے کہ یزید اپنے اعمال زشت سے باز رہے اور مسلمانان اس کی بیعت کر سکیں ورنہ مسلمانوں کا بیعت کرنا مشکل ہے۔ اگر اسے یزید تو سلطنت کی خواہش رکھتا ہے تو عملیات خلاف شرع ترک کر دے۔ اس پر ابن زیاد نے کہا کہ بہت خوب تمہاری رائے بہتر ہے۔ پس عبید بن کعب شام گیا اور معاویہ سے ملا اس کے بعد یزید لعنہ سے۔ اور حسب سابقہ یزید لعنہ سے تنہائی میں گفتگو کی اور یزید ملعون نے بظاہر اس سے اتفاق کیا۔ اور عشق حکمرانی میں سرشار یزید لعنہ نے اس کو مطمئن کر دیا۔

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے کہ لام معویه ابنه یزید لعنہ علی سماع الغنا وحب القینان۔ یعنی معاویہ نے اپنے پسر یزید لعنہ کو ملامت و سرزنش کی اور گانا وغیرہ سننے اور گانے والی عورتوں سے اجتناب کرنے کی ہدایت کی کیونکہ یہ جملہ امور کہ جو یزید لعنہ کی طبیعت ثانیہ بن گئے تھے خلاف شرع ہیں اور کہا کہ تو میرے بعد امام امت اور خلیفہ اسلامیان ہو گا۔ امور ناشائستہ خلاف خلافت و امامت ہیں۔ یزید لعنہ نے کہا باباجان! عمرو عاص نے مجھ سے آپ

کے بارے میں ایک حکایت بیان کی کہ ابوسفیان جو آپ کے پدر ہیں اور میرے دادا ہیں زنان مغنیہ سے عظیم محبت رکھتے تھے اور بسا اوقات مستی کی حالت میں اپنے لباس بدن کا ہوش بھی نہیں رکھتے تھے۔ اسی سلسلہ کی ایک یہ بھی حکایت ہے۔

عریضہ نگاریٔ شیعان کوفہ بعد از حضرت مجتبیٰ بخدمت سید الشہداءؑ

حکی المفید فی الارشاد والمدائنی والقاضی انه لما ماة الحسن بن علی علیهما السلام تحرك الشیعة بالعراق وکتبوا بالحسین علیه السلام فی خلع معویة والبیعة له۔

جب حضرت امام حسن مجتبےٰ علیہ السّلام کی زہر سے شہادت واقع ہوئی تو شیعان کوفہ میں بیعت معاویہ توڑنے کا جذبہ ابھرا اور سب لوگ جمع ہوئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عریضے ارسال کیے کہ آپ کوفہ تشریف لائیں اور ہماری ہدایت کریں ہم سب آپ کی بیعت کریں گے۔ اور ہم سب نے معاویہ کی بیعت توڑ دی ہے۔ جب یہ عریضے امام حسینؑ کی نگاہ مبارک سے گزرے۔ ارشاد فرمایا کہ ہمارے اور معاویہ ابن ابوسفیان کے درمیان معاہدہ صلح ہے اور میں اس پر کاربند ہوں پس میرے لیے جائز نہیں ہے کہ معاہدہ شکنی کروں اس وقت تک کہ معاہدہ کی میعاد ختم ہو یعنی معاویہ لقمۂ اجل بنے۔ پھر میں اس میں غور و فکر کروں گا۔ علامہ مفید نے ریاض الاحزان میں فرمایا ہے کہ کانت شیعة یعرفون شیم الحسین ونحبة شیعان علی المرتضیٰ شیعان علیؑ المرتضیٰ حضرت امام حسینؑ کے عارف تھے اور سمجھتے تھے کہ امام حسینؑ برادر حسن مجتبےٰ ہیں از راہ احساس صلح خموش رہیں گے اور

معاویہ کی خلافت جلافت (حماقت) پر راضی نہ ہوں گے۔ پس شیعیانِ علیؑ کو یہ یقین تھا کہ جب تک معاویہ زندہ ہے امام حسینؑ خاموش رہیں گے اور اس کی موت کے بعد اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں گے۔ بلکہ آپ ضرور اُٹھ کھڑے ہوں گے کیونکہ معاویہ کے دَور میں شیعیانِ علیؑ ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ امام حسینؑ کی معاویہ کے ساتھ وہی رفتار ہے جو آپ کے بابا علیؑ المرتضٰی کی رفتار تھی۔ تاہم شیعیانِ علیؑ نے پھر بھی عریضہ لکھا کہ ہم سب آپ کے مطیع و تابع ہیں آپ تشریف لائیے کہ ہم آپ کی بیعت کریں۔ امام حسینؑ نے جواباً تحریر کیا کہ میں اپنے بھائی حسن مجتبٰی کی اطاعت کی وجہ سے معاویہ کی حیات میں تم لوگوں کی تحیدات پر عمل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ عہدِ حسن میرا عہد ہے اور عہد شکنی نہیں کروں گا۔ جب امام حسین علیہ السلام کا یہ جواب باصواب شیعیانِ علیؑ نے سُنا تو ان کے دل بے چین ہو گئے اور اس روز ان کے خون حمیت میں معاویہ کے خلاف جوش پیدا ہو گیا اور کہنے لگے کہ امام حسنؑ اور معاویہ کے درمیان جو صلح ہوئی تھی وہ ختم ہے۔ پس جب معاویہ کو خبر ہوئی تو اس نے شیعیانِ علیؑ پر سختیاں شروع کیں۔ ان میں سے اکثر کو قتل کرایا اور ان کا مال لوٹ لیا۔ اور امام حسینؑ کی ہتک و حرمت کا خیال نہ رکھا اور معاویہ شاہی لوگوں نے انتخاب پر سب و شتم کیا۔ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ عمرو عاص کہتا ہے کہ ایک دن ابوسفیان نے ایک مجلس عیش منعقد کی اور بساط عشرت آراستہ کی اور دو خوبرو، خوش گلو گانے والی عورتیں جو کہ عبداللہ جدعان کی لونڈیاں تھیں حاضر مجلس ہوئیں اور محفل میں ناچ و گانا شروع ہوا۔ اور جب محفل طرب و ساز گرم ہو گئی تو بوقت طرب و ساز ابوسفیان وجد میں آگیا چونکہ ابوسفیان کا دل اس کے قابو میں نہ رہا تھا اور زر و دینار رکھتا تھا ان پر سے نثار کیے یہاں تک کہ نوبت یہ آگئی کہ اپنے کپڑے بھی جو کہ وہ زیب

تن کیے تھا اتار کر ان دونوں گانے والی کنیزوں کو دیے دیئے اور وہ برہنہ جسم رہ گیا۔ این ہمہ خانہ آفتاب است یہی بے حیائی اس کی اولاد میں ہونا بھی یقینی بات ہے ایضاً عمرو بن عاص کے ساتھ کہ ہم پیالہ و نوالہ تھا۔ ایک محفل طرب آراستہ کی اور جب بادۂ ناب یعنی مے خوری کا نمبر آیا تو بوجہ ساز و غنا وہ کنیز کہ جو رونق محفل تھی اس کی گردن میں باہیں ڈال دیں اور کنیز کو لے کر منزل طرب سے باہر آیا۔ کبھی عفان اس کیؓ طرف مائل ہوتا تھا اور اس کنیز کی گردن پکڑتا تھا۔ یعنی گردن میں باہیں ڈالتا تھا اور کبھی ابوسفیان یہاں تک کہ موضع البطح پہنچے، اور قریش کے ایک گروہ نے ان کو اس حالت میں دیکھا تو سرزنش کی اور ملامت کی۔ یہ تھی پدر معاویہ کی سرگذشت کہ جسے سن کر لوگ اس پر ملامت کرتے ہیں گویا تجھے شرمندہ کرتے ہیں۔ اگر اے یزیدؔ تجھ کو حکومت مل گئی تو تیرے کیا اطوار ہوں گے۔ اور چونکہ بیٹا باپ کی تصویر ہوتا ہے تجھ میں بھی یہی باتیں ضرور ہوں گی، اس پر یزیدؔ کہنے لگا اسکت لحاك الله ۔ یعنی کہ اے خر خاموش ہو جا۔ اے مومنین یا تمکین مقام تعجب ہے کہ ایسے کردار والے مسند خلافت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر قابض ہو گئے۔ اور علیؑ اور آل علیؑ کا حق غصب کیا۔ حالانکہ آل رسولؐ پاک و معصوم ہے۔ لے زمانہ تجھ پہ اور تیرے آئین پر تُف ہے۔ ویمسی یزید راخلا فی حریرة - - - - - یعنی یزید باہمہ آں شقاوت و ظلم مسند نشین راحت ہے اور بستر حریر پر قدم رکھتا ہے ویمسی حسین عاریا فی حرورها اور فرزند فاطمہؑ نواسہ رسولؐ خدا بان ہمہ کربلا کے بیابان میں ریگ گرم پر تپاں ہے۔ اور رسول زادیاں اسیر ہو کر کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام جا رہی ہیں۔ تماشائیوں کا ہجوم ہے اور منادی ندا کر رہا ہے کہ نبیؐ و علیؑ کی بیٹیاں قیدی بن کر کوفہ میں آئی ہیں۔ وامصیباه والحمدا ۵ ۔ اور جب یزیدؔ ملعون تخت خلافت پر متمکن ہوا تو اس نے حکم دیا کہ

لوگ شراب پئیں اور مخدّرات عصمت و طہارت برہنہ سر داخل دربار ہوئیں اور سید سجادؑ طوق و زنجیر پہنے ہوئے دربار میں کھڑے ہیں کہ مروان معاویہ سے قبل مدینہ منورہ میں حکومت کرتا تھا اور وہ روز با جمعہ حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام اور امام حسنؑ مجتبیٰ کو دشنام دیتا تھا یعنی ناروا الفاظ کہتا تھا اور خصوصاً معاویہ نے مروان کو خط لکھا تھا کہ اے مروان! روز ہائے جمعہ میں علیؑ اور اولاد علیؑ پر سب و شتم کرنا ترک نہ کر۔ اور حسن مجتبیٰ سے کسی قسم کا خوف نہ رکھ۔ لیکن حسینؑ ابن علیؑ پر نگاہ رکھ کہ وہ ناروا الفاظ سننے کی طاقت نہیں رکھتے۔ مروان حکم معاویہ کے مطابق ہر روز نماز جمعہ کے خطبہ میں حضرت امیر المومنین کی شانِ اقدس میں گستاخی کرتا تھا۔ اور اس نے ایک جمعہ مسجد نبویؐ میں منبر رسولؐ پر گیا اوّلاً امام حسنؑ کو نشانہ بنایا اور شاہِ ولایت کی شان میں ناروا الفاظ کہے جبکہ مدینہ کے عوام و خواص موجود تھے۔ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام قبر نبویؐ کے پاس تشریف فرما تھے۔ آپ نے مروان کا کلام سن کر ایک آہ کھینچی، آنکھوں میں آنسو آگئے لیکن آپ نے زبان مبارک سے کچھ نہ کہا۔ لا ھی شیئ تبکی لا ابکی اللہ عینیک

اسامہ بن زید کہ آنحضرتؐ کے ایک صحابہ ہیں۔ منبر رسولِ خدا کے نزدیک بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے یہ واقعہ دیکھا اور سب دشتم اپنے کانوں سے سُنا اُٹھ کر چلے گئے اور روتے ہوئے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ دق الباب کیا امام حسینؑ نے دروازہ کھولا۔ ملاحظہ فرمایا کہ اسامہ رو رہے ہیں ارشاد فرمایا اے اُسامہ یعنی

اے اُسامہ خدا تمہاری آنکھ کو نہ رُلائے آخر کس واسطے روتے ہو۔ اسامہ نے عرض کیا فرزند رسولِ خدا آپ کے پدر عالیقدر کے بعد زندگی مجھ پر حرام ہو گئی ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا آخر کیا ہوا۔ عرض کیا ابھی کچھ وقت پہلے ہی مسجد نبویؐ میں تھا کہ مروان

نے منبر رسولِ خدا پر آپ کے بھائی حسن مجتبیٰ اور آپ کے پدر بزرگوار علی المرتضیٰؑ کی شان میں ناروا الفاظ کہے۔ آپ نے سوال کیا۔ آیا میرے بھائی حسن مجتبیٰؑ نے مروان کی باتیں سنی اور کیا کچھ نہیں فرمایا۔

اس وقت امام حسینؑ کی چشم ہائے مبارک سرخ ہو گئیں اور غیرت ہاشمیہ جوش زن ہوئی اور فرمایا اے اسامہ واقعاً ایسا ہی ہوا ہے۔ اس نے قسم کھا کر کہا کہ خدا گواہ ہے مروان نے ناروا الفاظ کہے ہیں۔ آپ اندرون خانہ تشریف لے گئے، تلوار اٹھا لائے۔ غلاف سے نکالی اور برہنہ پا روان رواں مسجد نبویؐ میں تشریف لائے۔ اسوقت غلامانِ مروان در مسجد پر کھڑے تھے اور اس کی نگرانی و پاسبانی کر رہے تھے۔ جب انھوں نے شیر بیشۂ حیدر کرار کو شمشیر بدست دیکھا کہ حسین ابن علی شیر بپھرے ہوئے ہیں اور دشمنانِ دین کے لیے اجل محتوم بنے ہوئے ہیں وہ لوگ خائف ہوگئے اور حضرت امام حسینؑ کے لیے راستہ چھوڑ دیا۔ آپ داخل مسجد نبویؐ ہوئے دیکھا کہ مروان ملعون منبر پر بیٹھا ہوا ہے۔ لوگوں کی گردنوں پر قدم رکھتے ہوئے اور منبر پر قدم رکھا اور اس کا گریبان پکڑ کر نیچے کھینچ لیا۔ اور اس کا عمامہ اس کی گردن میں ڈال کر منبر سے اتار لیا اس وقت مروان ملعون ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ اس کے جسدِ نجس میں رُوح نہیں ہے۔ اس وقت اس ملعون نے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کیطرف دیکھا اور کہا اے حسن مجتبیٰ تم کو اپنی مادر گرامی کی عصمت کی قسم ہے مجھے اپنے بھائی حسینؑ سے بچاؤ۔ جب امام حسنؑ نے اپنی مادر گرامی قدر بضعۃ الرسول کا نام نامی سُنا اپنی جگہ سے اُٹھے اور امام حسینؑ کے نزدیک پہنچے اور فرمایا اے جانِ برادر درگزر کرو۔ امام حسینؑ نے عرض کیا برادر بزرگوار ایسا کس لیے کروں میں زندہ ہوں اور امیر المومنین بابا علیؑ کی شان میں یہ گستاخی کر رہا ہے۔ حضرت امام حسنؑ نے فرمایا کہ

اے بھیّا اس نے مجھے مادر گرامی کی قسم دے کر پناہ مانگی ہے۔ اور میں اگر کوئی شخص مادر گرامی قدر کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہے تو اس کی حاجت روائی کرتا ہوں۔ اس مردود نے مجھ سے میری ماں فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا واسطہ دے کر پناہ مانگی ہے۔ اے حسینؑ تم اس ملعون کو چھوڑ دو۔ امام حسینؑ نے اس ملعون کو چھوڑ دیا۔ اور وہ غیض و غضب کی حالتیں مسجد سے باہر نکلا۔

مؤلف کہتے ہیں کہ اے حسینؑ عالیمقام آپ نے اپنی مادر گرامی کا نام نامی سُن کر بھی نظر رحمت کی۔ اب ہم عزاداروں پر بھی ایک نظر رحمت کیجئے۔ کتابوں میں ہے کہ جب زینبؑ خاتون چھوٹے چھوٹے بچوں کو گود میں لیے ہوئے قتل گاہ میں پہنچیں اور اپنے ماں جائے کو اس حالت میں دیکھا کہ ریگ گرم پر لاش پڑی ہوئی ہے۔ بدن چاک چاک ہے۔ اتنا عرض کیا بھیا حسینؑ تمہاری بہن زینبؑ دکھ رسیدہ زینبؑ آئی ہے۔ تیرے اہل و عیال کی خبر لینے آئی ہے۔ مجھ سے کچھ باتیں تو کرو مگر لاش حسینؑ سے کوئی جواب نہیں ملا۔ تو ایک مرتبہ زینب خاتون نے کہا اے حسینؑ تمہیں ماں فاطمہ زہرا کی عصمت کی قسم کچھ تو بولو۔ یہ سننا تھا کہ لاش حسینؑ کانپنے لگی اور کٹے ہوئے گلے مبارک سے آواز آئی۔ بہن زینبؑ بہن زینب، حسینؑ زینبؑ زینبؑ کہتے رہے اور زینبؑ حسینؑ حسینؑ کہتی رہیں۔ پھر آواز آئی اے بہن زینبؑ تم خیمہ میں چلی جاؤ، خیمہ میں چلی جاؤ۔ ماں فاطمہ زہرا ہمارا انتظار کر رہی ہیں۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

٭

ابتلاء ہائے خامسؑ آل عبا از دستِ اعدائے دین

شیخ طبرسی نے کتاب احتجاج میں محمد ابن سائب سے روایت کی ہے کہ ایک روز حضرت خامس آل عبا امام حسینؑ علیہ السلام با شکوہ ہاشمیہ و بصولت حیدریہ مدینہ کے کسی کوچہ سے گزر رہے تھے اور جوانان نبی ہاشم مثل ستارہ ہار فلک آپ کو ہالہ میں لیے ہوئے تھے کہ ایک طرف سے مروان بے ایمان آتا ہوا نظر پڑا وہ اسوقت حاکم مدینہ تھا اس کے ساتھ جمعیت مردماں تھی لیکن جب اس نے خانوادۂ رسالت و نبوت کے شہزادہ کے جلال و جمال اور شکوہ پر ور نظارے کو دیکھا تو مثل مار گزیدہ دل میں پیچ و تاب کھانے لگا۔ اس روسیاہ کا چہرہ بوجہ خدا اور بھی سیاہ ہو گیا۔ صمدی عزت کا گوہر اعنی امام حسینؑ نے فرمایا کہ میرے جد حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں، ہم خدا کے پسندیدہ ہیں، ابراہیم غیور تھے لیکن میری غیرت مرتبہ کے لحاظ سے اس سے بالاتر ہے۔ مروان نے کہا اے حسینؑ لو لا فخر کم بفاطمة الزهراء بما کنتم تفخرون ٭ یعنی کہ اگر فاطمہ زہرا تمہاری ماں نہ ہوتی تو تم کس چیز پر افتخار کرتے، کس چیز کو وجہ فخر و مباہات قرار دیتے ہو۔ اصل میں مروان کا یہ مطلب تھا کہ اے حسینؑ تم کو جو فخر حاصل ہے وہ یہی ہے کہ تم فاطمہؑ کے بیٹے ہو ورنہ علی ابن ابیطالب میرے نزدیک شان و مرتبہ نہیں رکھتے۔ پس جبکہ اس غیرت الٰہی نے جب یہ کنایہ اس کی زبان سے سنا تو جوش میں آ کر فرمایا: فوثب الحسین و کان شدید القبضة ۔ حضرت نے جست لگائی اور اپنے بازو پر آستین ہٹائی اور امام عالیمقام کے بازوں میں قوت بہت تھی ید اللہ

کے فرزند تھے پس فقبض علی خلقه قهره ۔ یعنی مروان کے گلے کو زور سے پکڑا اور اس کی آنکھیں حلقہ سے باہر آگئیں اور اس ملعون کے سر سے عمامہ زمین پر گر پڑا۔ آپ نے اس کے عمامہ سے اس کو کس دیا یہاں تک کہ اس کے سینہ میں دم گھٹنے لگا بعدہٗ اس کو چھوڑ دیا۔ یہ بھی بیان ہوا ہے کہ اس نے لوگوں سے کہا کہ میری مدد کرو اور مجھے حسینؑ ابن علی سے چھڑاؤ۔ لوگوں کو اس پر ترس آیا اور امام حسینؑ کی خدمت میں التجا کی کہ آپ اسے معاف فرما دیں، امام حسینؑ نے اس کو چھوڑ دیا اور اس کے سر کو دیوار پر مارا۔ اور آپ نے چشم پُرنم کے ساتھ فرمایا اے گروہ مردم تم کو خدا کی سوگند دیتا ہوں بتلاؤ میرے اور میرے بھائی حسنؑ مجتبےٰ کے سوا دنیا میں کوئی اور فرزند پیغمبرؐ خداؐ ہے۔ اور مروان میرے اور میرے پدر عالیقدر کے بارے میں ایسی ناروا باتیں کہتا ہے۔ مروان اپنی جگہ سے اٹھا اور عمامہ سر پر باندھا لباس سے مٹی صاف کی۔ اور مکان سے چل دیا مگر بڑے غیض و غضب میں تھا۔ اس کی چادر زمین پر خط دے رہی تھی۔ اس نے امام حسینؑ کی طرف دیکھا اور کہا اے حسینؑ زمانہ جب میرا سازگار ہوگا تو اس کی تلافی ہوگی۔ افسوس کہ زمانہ نے مروان کا ساتھ دیا اس وقت کہ جب سر مبارک امام غریب شام میں پہنچا اور اس کو دارالامارۂ یزید پر رکھا گیا اور تین گھنٹہ تک لوگ تماشا دیکھتے رہے۔ اسی اثنا میں مروان ملعون بھی آگیا اور جب اس کی نظر سر بریدۂ امام حسینؑ پر پڑی اور اہل حرم حسینؑ کو رسن بستہ دیکھا تو وہ ملعون بہت مسرور ہوا اور ہنسا۔

شیخ فخر الدین منتخب میں رقم طراز ہیں کہ اس ولد الحرام نے از روئے تسخر یعنی ناز و نخرے کے ساتھ کہا کہ میں نے اس وقت اپنی مراد پالی، میرا دل ٹھنڈا ہو گیا، اور میں یزید کی بارگاہ میں کامیاب و کامران ہوں اور کہا کہ تخت یزیدؔ کے نزدیک

کرسی نشین ہوں گا یہاں تک ایسا ہی ہوا مروان دربار میں موجود تھا اور یزید ملعون حضرت امام حسینؑ کے لب و دندان پر چھڑی مار کر خوش ہو رہا تھا۔ اور یہ کہہ رہا تھا کہ اے حسینؑ عجب خوش لب و دہن ہے اور تیرا چہرہ مثل گُل سرخ ہے اور یزیدؔ چھڑی مار رہا ہے اور میرا دل خوش ہو رہا ہے۔ اے مومنین کرام اگر یہ ولد الزنا کہتا کہ اے یزیدؔ اور چھڑی مار لیکن دربار میں یہودی و نصرانی کہہ رہے تھے کہ اے یزیدؔ چھڑی مت مار یہ فرزند رسولؐ خدا ہے۔

*

معاویہ کا بخیال بیعت یزید لعنہ اللہ مکہ اور مدینہ جانا اور

احوال قیس بن سعد عبادہ

کتاب احتجاج میں سلیم بن قیس ہلالی سے منقول ہے کہ معاویہ اپنی دورِ خلافت میں برائے حج عازم مکہ ہوا اور جب وہ مدینہ رسولخدا میں پہنچا تو اہل مدینہ نے اس کا استقبال کیا۔ تمام اہل مدینہ اس موقعہ پر موجود تھے سوائے قریش کے کہ وہ پذیرائی کے لیے نہیں آئے۔ معاویہ نے جب مجمع حاضرین پر نظر ڈالی تو اسے ایک بھی مرد قریش نظر نہیں آیا۔ بایں وجہ وہ دلگیر ہوا۔ جب وہ شہر مدینہ میں پہنچا اور اپنی اقامت گاہ میں قرار کیا تو دریافت کیا کہ انصار میں سے ایک بھی میرے استقبال کو نہیں آیا آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب ملا کہ انصار بہت ہی زیادہ ناگفتہ بہ حالت میں ہیں کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ہے بایں وجہ زیادہ پریشان ہیں نہ ان کے پاس سواری ہے معاویہ نے کہا کہ ان کے وہ سابقہ اونٹ کیا ہوئے جن پر وہ پانی کی مشکیں بھر کر لاتے تھے اور سواری بھی کرتے تھے۔ قیس بن سعد بن عبادہ انصاری جو کہ انصار ان مدینہ کے سردار تھے یہ سمجھے کہ معاویہ نے ازراہ طعن ایسا کہا ہے ابو سفیان نے رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ کی جو کہ بت پرستی کے لیے تھی اور ہم نے خدا پرستی میں اپنے تمام شتر آنحضرتؐ کو جنگ میں کام آنے کے لیے ہبہ کر دیے

کہ سب کے سب وہاں پر ختم ہو گئے۔ حتی ظھر امر اللہ و انتم کارھون کیا تم نہیں چاہتے کہ دین اسلام قائم ہو۔ خدائے تعالیٰ نے اپنا امر ظاہر کیا۔ یعنی اسلام کو غلبہ حاصل ہو، یہ سن کر معاویہ خموش ہو گیا۔ قیس نے کہا کہ اسے حضرت رسولخدا نے ہمارے فقر و فاقہ اور احتیاج کی ہمیں بشارت دی ہے چنانچہ ہم فقر و فاقہ برداشت کر رہے ہیں۔ معاویہ نے قیس سے سوال کیا تمہیں رسولخدا نے اس سختی و پریشانی میں کس امر کا حکم دیا ہے۔ قیس نے کہا امرنا بالصبر حتی ملقاہ یعنی ہمیں حضور نبی اکرمؐ نے صبر کرنے کا حکم دیا ہے یہاں تک کہ ہم رسولِ خدا سے ملحق ہوں معاویہ نے کہا اچھا پھر تو صبر کرو کہ رسولخدا سے ملاقاتی ہو۔ اس کے بعد قیس بادل ازردہ وہاں سے باہر چلے آئے۔ معاویہ اپنے زمانۂ خلافت و سلطنت میں شیعیان علیؑ کے ساتھ کچھ اس طرح پیش آیا کہ وہ نان شبینہ کو محتاج رہے اور طرح طرح کی پریشانیاں برداشت کیں۔ جو شخص بھی معاویہ کے پاس پہنچ گیا اسے ہر طرح کا غلبہ حاصل ہوا یعنی اس سے فائدہ حاصل کیا۔ قیس بن سعد بن عبادہ اصحاب رسولخدا میں جلیل القدر اور صاحب ایمان و ایقان بزرگ تھے۔ لیکن معاویہ نے ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا کیونکہ قیس نے جنگ صفین میں معاویہ کے دل پر داغ چھوڑے ہوئے تھے۔ صاحب استیعاب مالک بن انس سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ میں قیس کا یہ مرتبہ تھا جو کہ کسی دارُوغہ کو بادشاہ کی جناب میں حاصل ہوتا ہے علم اسلام کبھی قیس کے ہاتھ میں دیا اور کبھی قیس کے والد سعد کے پاس رہا اور قیس نے میدانِ جنگ میں بڑی جانفشانی دکھائی ہے۔ ثبات قدم سے کام لیا ہے اور بعد وفات آنحضرتؐ یہ جلیل القدر صحابی رسولؐ ملازمت و خدمت حیدر کرار علی المرتضیٰ میں رہا۔ اور اپنے آپ کو حضرت ولایت مآب شاہ اولیا خلیفہ رسولخدا کا مطیع و تابعدار

ہونے کا ثبوت دیا ہے سر مو انحراف نہیں کیا۔

۵

یا علی اماما و امام	لو انا آتی بها التنزیل
یوم قال النبی من کنت مولاہ	فهذا مولا خطب جلیل
آفتاب کبریاء دریای دُرِ لافتی	فخر آل مصطفیٰ منصوص نص هل اتی
حجت قاطع امام حق امیر المؤمنین	بحر دانش کان مردی مظهر ذات خدا

جنگ صفین میں جب قیس خدمت امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ میں پہنچے تو امیر المومنین بہت خوش ہوئے اور جب قیس کے خدمت امیر المومنین علیؑ میں پہنچنے کی خبر معاویہ کو ملی غمگین و ملول ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ اگر سو ہزار تیغ زن علیؑ کو مل جاتے تو مجھے ذرہ برابر بھی خیال نہ ہوتا مگر یہ کہ قیس بن سعد بن عبادہ جیسا جری، بہادر، تیغ زن علیؑ کے لشکر فتح شیم میں موجود ہے اور لشکر اسلام کا بازو و مددگار ہے۔

ترجمہ فتوح ابن اعثم کوفی۔

وارد ہوا ہے کہ جنگ صفین میں کسی روز قیس بن سعد گروہ انصار کو بلایا یعنی جمع کیا اور ان کی مدح و تعریف کی اور فرمایا اے میری قوم خدا کا شکر ہے کہ ہم گروہ انصار وہ ہیں کہ جنھوں نے رکاب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں زیر سایہ علم مرتضوی دشمنوں سے قتال کیا ہے۔ علم اسلام کے دائیں جانب جبرئیل امین تھے اور بائیں جانب میکائیل تھے اور حضرت نبی اکرم قلب لشکر میں تھے اس روز یہ معاویہ اس علم کے سایہ میں تھا کہ اس کا سردار ابوجہل و ابوسفیان اور لشکر شیطان پرست نے جانفشانی دکھلائی یہاں تک کہ امر خدا ہوا آج کا دن بھی اسی دن

کی مانند ہے۔ چنانچہ اس دن حق پیغمبرؐ کے ساتھ تھا اور آج حق وصی پیغمبر علی المرتضیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے۔ تم لوگ دل و جان سے جنگ کرو تاکہ حق، حقدار کو مل جائے۔ جس پر انصار نے کہا اے سید و سردار ما آپ بجا فرما رہے ہیں۔ آپ ہمارے سید و سردار ہیں، آپ کے ہم مطیع ہیں۔ قیس نے انصار کو شاباش دی پھر موقع جنگ کا انتظار کرنے لگے کہ طرفین میں صف بندی جنگ ہوئی اور علم جنگ کے پرچم کھل گئے خطیبوں نے خطبات جنگ دیئے۔ رجز خوانی شروع ہوئی۔ ہر دو لشکروں میں طبل جنگ بجنے لگا۔ میدانِ کارزار گرم ہو گیا۔ شجاعانِ طرفین میدان میں آ گئے۔ فولادی خود نظر آنے لگے۔ تلواریں چمکنے لگیں۔ کوس جنگ بج رہا تھا۔ اس وقت قیس بن سعد بن عبادہ انصاری مثل شیر گرسنہ لشکر معاویہ کی طرف جھپٹے۔ اور تیزی کے ساتھ دشمن پر حملہ کیا کہ اسی ہنگامہ میں قیس کی نظر ایک سواری پر پڑی گمان ہوا کہ شاید معاویہ اس میں سوار ہے کیونکہ یہ سواری بہت شان و شوکت کے ساتھ آراستہ تھی اور حفاظتی انتظامات بھی نمایاں تھے جس سے ان کا گمان یقین میں بدل گیا کہ یہی معاویہ کی سواری ہے اور اس میں معاویہ سوار ہے۔ آپ نے مثل شیر گرسنہ مجمع محافظین کو منتشر کیا، تلوار کھینچی اور اس میں سوار ہونے والے پر وار کیا بعدہٗ معلوم ہوا کہ وہ معاویہ نہیں ہے بلکہ شام والوں میں سے ایک نمایاں شخص ہے کہ جو جلالت و صولت میں مثل معاویہ تھا۔ آپ نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو ان کی منزل یعنی جہنم رسید کیا۔ پس قیس نے شامیوں کو قتل کیا اور دلیرانہ رجز پڑھا اور جس کسی شخص پر اس کی شمشیر پڑتی تھی ایک کے دو اور دو کے چار کر دیتی تھی۔ میدانِ قتال میں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ معاویہ ایک بلندی سے دیکھ رہا تھا۔ اہل شام سے کہنے لگا کہ یہ سوار بڑا بہادر ہے اور پے در پے حملہ کر رہا ہے اس کو نگاہ میں رکھو۔ اور

اس سے بچو۔ غرضیکہ قیس کو یہ یقین ہوگیا کہ جنگ کرنے والوں میں معاویہ موجود نہیں ہے قدرے رنجیدہ ہوئے کیونکہ آپ کی یہ دلی خواہش تھی کہ معاویہ کو قتل کریں چاہا کہ معاویہ کے خیمہ تک پہنچیں۔ اسی اثناء میں نصر بن مزاحم کہ واقعہ نگار جنگ صفین تھا کہتا ہے کہ قیس بن سعد صفوف اعداء پر پے در پے حملے کر رہے تھے اور ان کو قتل کر رہے تھے، صفیں الٹ دی تھیں کہ ان کی نگاہ ایک انصار پر پڑی۔ کہ وہ زخمی حالت میں اپنے گھوڑے سے گرا ہوا زمین پر پڑا ہے۔ نزع کی حالت ہے۔ جب اس کی نظر قیس پر پڑی نحیف و کمزور آواز میں کہا اے سیدی میری آپ سے ایک التجاء ہے قیس اپنے گھوڑے سے نیچے اُترے اور اس کے مجروح سر کو اپنی آغوش میں لے لیا، اور اس کو جنت کی بشارت دی۔ سوال کیا کہ کیا حاجت ہے؟ اس نے کہا کہ میرے سرہانے بیٹھ جاؤ کہ میری روح آسانی سے نکل سکے اور زخم ہائے تیر و سنان مجھ پر آسان ہو جائیں اور میری روح تن خاکی سے جدا ہو۔

مولف کتاب فرماتے ہیں کہ جب کربلا میں امام حسینؑ کے انصار میں سے کوئی شہید ہوتا اور زخمی حالت میں گھوڑے سے زمین پر آتا تو آواز دیتا تھا کہ یا مولا! ادرکنی، اے مولا و آقا مدد کو آئیے اس کا یہ اس وقت یاد کرنا اس لیے تھا کہ اس کی روح بآسانی جدا ہو اور وہ شہید ہونے والا کہتا تھا کہ حسرت رہ گئی۔ آپ کی نصرت اس طرح نہ کر سکا جیسا کہ نصرت کرنے کا حق تھا۔ اعدائے دین چاروں طرف سے حملہ آور ہیں امام حسینؑ اس شہید کے سرہانے تشریف لے جاتے۔ شہید اپنے مولا کی موجودگی میں دنیا سے رخصت ہوتا تھا۔ امام حسینؑ اکثر شہداء کی لاشیں خیمہ میں لاتے اور پھر مقتل میں رکھ دیتے تھے۔ ؏

دن کٹ گیا حسینؑ کو لاشیں اٹھانے میں۔

اور جب خود امام مظلوم یک و تنہا رہ گئے اور زخموں سے چور چور گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے کوئی نہ تھا جو امام کے سرہانے موجود ہوتا۔ ایک بہن زینب تھی جو کچھ دور ایک بلند جگہ کھڑی تھی حسرت و یاس سے دیکھ رہی تھی کہ فاطمہؑ کی گود کا پالا ریگ گرم پر پڑا ہے۔ امام العصر علیہ السلام نے اس وقت کی منظر کشی فرمائی کہ جس وقت امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے، زخموں سے چور چور تھے گھوڑوں کی ٹاپوں سے جسم پارہ پارہ تھا۔ شمر ولد الحرام نے سر مبارک جدا کیا۔ زمین کربلا میں زلزلہ آیا۔ فرات کے پانی میں تلاطم پیدا ہوا اور سیاہ آندھیاں چلنے لگیں۔

احوال سعید بن قیس ہمدانی

ہم اس مقام سے احوال مصائب امام حسینؑ شروع کرتے ہیں کہ سعید بن قیس ہمدانی، فرزند قیس بن سعد بن عبادہ ہے جو کہ محبت و اطاعت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار قیس بن سعد کا آئینہ دار ہے اسے بھی غلامئ حیدر کرار پر فخر تھا اور اس نے بھی جنگ صفین میں امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے افواج معاویہ سے جہاد میں بڑی جوانمردی دکھلائی ہے اور تیغ زنی کے جوہر دکھلائے ہیں سعید کا پدر عالیقدر قیس بن سعد بن عبادہ انصار کا سید و سردار اور رئیس قبیلہ تھا اور سالار قبیلۂ ہمدان تھا اور ہمدان والے لوگ ایسے تھے کہ جن کی گھٹی میں محبت و ولائے مرتضوی حل کی ہوئی تھی اور یہ لوگ یمن کی طرف سے آئے تھے یمن والے بھی مطیع و جاں نثاران اہلبیتؑ طاہرین تھے۔ کتاب سفر السعادہ میں جو کہ شیخ مجد الدین فیروز آبادی شافعی صاحب قاموس اللغت ہیں لکھتے ہیں کہ بیہقی نے باسناد صحیح خود روایت

کی ہے کہ جب شاہ ولایت علی مرتضےٰ نے یمن کو فتح کیا تو سب سے پہلے قبیلۂ ہمدان مشرف باسلام و ایمان ہوا اور اس فتح کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو سرورِ کائنات نے سجدہ شکر ادا کیا اور ہمدان والوں کے لیے دعائے خوشحالی مانگی اور فرمایا کہ السلام علیٰ ہمدان۔ یعنی ہمدان والوں پر خدا اور میری سلامتی ہو۔ اور جب آنحضرت کو یہ معلوم ہوا کہ ہمدان والے حضرت امیرالمؤمنین علی ابن ابیطالبؑ سے زیادہ محبت و عقیدت اور جذبۂ اطاعت رکھتے ہیں آنحضرتؐ بہت خوش ہوئے اور ان لوگوں پر سلام بھیجا۔ کتاب انساب سمعانی لکھا ہے کہ ہمدان بہ فتح ہا (یعنی ہ پر زبر) و سکون میم و دال مہملہ۔ یمن میں ہمدان ایک قبیلہ ہے اور اس قبیلے کے لوگ کوفہ میں وارد ہوئے اور سکونت اختیار کی۔ ان لوگوں کا سلسلۂ نسب بہ قحطان پہنچتا ہے اور ہمدان کے اکثر حصّہ ہیں اور ہر ایک بطن یعنی حصّہ ایک جماعت ہے یعنی ہمدان کی آبادی حصّوں پر منقسم ہے اور اس تمام آبادی نے حضرت امیرالمؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام دستِ حق پرست علی مرتضیٰ بیعت کی ہے اور خصوصاً جنگِ صفین میں ان قبیلوں کا سپہ سالار سعید بن قیس تھا۔ حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام نے سعید بن قیس کی تعریف بھی فرمائی ہے بلکہ کچھ اشعار اس کی مدح میں بیان فرمائے ہیں جنھیں قاضی میر حسین یبدی نے شرح دیوان میں نقل کیا ہے اور ہم وہ ابیات درج کرتے ہیں۔ ثقہ روایات، ابن اعثم کوفی وغیرہ ہم نے بیان کیا ہے کہ جنگ صفین کے روز حضرت امیرالمؤمنین علی ابن ابیطالب مصروف پیکار تھے اور بذاتِ خود تیغ زنی فرما رہے تھے۔ قتال کا یہ عالم تھا الحذر الحذر کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ جنگ و جدال کی گرد آسمان تک پہنچ رہی تھی۔ عمر بن حصین سکونی نامی شخص جو کہ معاویہ کی طرف سے جنگ کر رہا تھا ایک خون آشام نیزہ امیرالمؤمنین علیہ

السلام کے عقب میں آیا اور چاہا کہ نیزہ سے وار کرے اور حضرت امیرالمؤمنین کا کام تمام کرے کہ ناگاہ سعید بن قیس کی نگاہ پڑی اور سعید اس نامرد کی طرف جھپٹا اور تلوار کا وار کیا اور وہ بدبخت تلوار کے ایک ہی وار میں جہنم رسید ہوا۔ اس وقت سعید نے کہا:

اَلَا بَلِّغَ مُعٰوِیَۃَ بن صخر ❀ و رجم الغیب یکشفہ الظنونا
بانا لانزال لکم عدوا ❀ طوال الدھر ماسمع الحنین
المتران والدنا علی ❀ ابوحسن ونحن لہ بنون
وانا لا نرید بہ سواہ ❀ و ذالک الرشد والحظ الثمین

یعنی معاویہ کو خبر دو کہ تیرے گمان نے خطا کی یعنی تیرا ہمارے بارے میں قیاس غلط نکلا ہم تو ہمیشہ سے تجھ سے عداوت رکھتے ہیں اور کیا تو نہیں دیکھتا کہ ہمارے پدر حضرت حیدر کرّار ہیں جو اسد اللہ ہیں اور ہم ان کے نزدیک بمنزلہ اولاد ہیں اور ان کے علاوہ ہم ان کے غیر کو مولیٰ نہیں جانتے۔ اور ان کے غیر کو مولیٰ سمجھنا پسند نہیں کرتے بس ہمیں یہی سعادت کافی ہے یعنی کہ ہمارے مولا علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں (جن کے مولیٰ ہونے پر واقعہ غدیر خم، حدیث من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ، گواہ ہے) معاویہ کو جب عمر بن حصین کے واصل جہنم ہونے کی خبر ملی۔ اور سعید بن قیس کے اشعار اس تک پہنچے۔ اس نے ذوالکلاع حمیر کو طلب کیا۔ اور کہا کہ قبیلۂ یحصب کے پاس جاؤ اور گروہ کندہ اور لشکر لخم، اور حیّ جذام اور خود سپاہ علیؑ سے حرب و ضرب کرو۔ اور عمر بن حصین کا خون طلب کرو۔ اور خصوصاً ہمدان والوں سے انتقام لو۔ چنانچہ ذوالکلاع حمیری کہ بلند قامت تھا۔ آہنی اسلحہ اور زرہ و خود وغیرہ پہن کر نکلا۔ اس قدر آہنی زرہ وغیرہ پہنے ہوئے تھا کہ سوائے

اس کی آنکھوں کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آتا تھا۔ میدان قتال کا رُخ کیا طبل دشمن کی طرف سے بجا۔ گرد و بلند ہوا۔ جب حضرت علی المرتضیٰ نے دیکھا کہ ذوالکلاع حصیب اور لخم اور حیّ جذام لشکر حق کی طرف آ رہے ہیں تو حضرت امیر المؤمنین نے باآواز بلند فرمایا کہ آل ہمدان کہاں ہیں کہ یہ گروہ میری طرف آ رہا ہے۔ یک مرتبہ لشکر ہمدان نے لبیک کہا کہ یا امیر المؤمنین ہم حاضر ہیں۔ مولائے مؤمنین فرماتے ہیں ؎

الحرش کہ من پایۂ ایوان جلالت ❁ خورشید فلک مشعلۂ صف فالت

تو یار ہمی خواہی و یاراں دو گیتی ❁ محو ند در اندیشہ سودائی جہالت

وفادیت منہم دعوۃ ناجابہ ❁ فوارس من ہمدان غیر لئام

فوارس من ہمدان لیس بعزل ❁ غداۃ الوغا من لشکر و شبام

پس لشکر کے جوانمرد خون آشام خنجر اور تلوار و نیزہ سے لیس خدمت مولائے کائنات میں حاضر ہوئے اور کہا اے مولا ہم جانثار حاضر ہیں۔ مولا نے فرمایا دیکھتے ہو کہ یہ سیل عداوت ہماری طرف آ رہا ہے اور معاویہ نے ان کو ہم سے قتال کے لیے بھیجا ہے اور معاویہ کا مقصود یہ ہے کہ قبیلۂ ہمدان سے عمر بن حصین کے خون کا بدلا لیا جائے۔ یہ لوگ تم سے حرب کرنے آ رہے ہیں۔ اے دوستو! اے میرا دم بھرنے والو! خدا کی قسم ہے کہ جنت میرے ہاتھ میں ہے یعنی میں قاسم جنت و نار ہوں۔ سعید بن قیس نے دست حیدر کرار چوما اور شمشیر صاعقہ کردار غلاف سے نکال کر ان گمراہوں کی طرف رجز پڑھتا ہوا بڑھا۔ حملہ پہ حملہ کیا اور زمین کو ان منافقوں کے خون سے رنگین کر دیا اور اس بہادر سپہ سالار نے نصرت حق میں ایسا قتال و جدال کیا کہ حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے سعید بن قیس کو داد شجاعت دی اور سعید بڑے صبر و تحمل اور شیرانہ حملہ کرتے

رہے۔ وہ میدان رزم، بزم بن گیا۔ دشمنوں کے قدم اُکھڑ گئے۔ میدان صاف ہو گیا اور شیر بیشۂ حیدر کرار میدان قتال میں جھومنے لگا۔ منافقین کی جماعت پراگندہ ہو گئی خوشا حال شاہ اولیاء کہ میدان کربلا میں آپ کے رفقاء نے دشمنوں کو آپ سے دُور رکھا مگر واحسرتا کہ حسینؑ غریب۔ تشنۂ دین حسینؑ، بے نوا حسینؑ میدان جنگ میں ہزاروں اعدائے دین سے قتال کر رہے تھے اور عزیز و اقارب اور اصحاب باوفا جام شہادت پی کر مقتل میں سو رہے تھے۔ کون تھا کہ امام حسینؑ کی مدد نصرت کرتا۔ امام حسینؑ نے استغاثہ بلند کیا هل من ناصر ینصرنی، هل من معین یعیننی، هل من مغیث یغیثنی، هل من مجیر یجیرنی۔ کجا حضرت امیر المؤمنین کہ چھ بھائیوں اور تین بیٹوں کا داغ اٹھایا اور کجا امام حسینؑ کہ بھائیوں بیٹوں بھتیجوں اور بہن کی اولاد کا زخم اٹھایا، اصحاب و انصار کا داغ اٹھایا۔ اور یہ سب کے سب حسینؑ کی نگاہ کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے ریگ گرم پر پڑے تھے۔ جنگ صفین میں ایک نامرد نے عقب سے حضرت علیؑ پر وار کیا اور اس وقت سعید بن قیس اور دوسرے آل ہمدان کمین گاہ سے جھپٹے اور اس ملعون کو واصل جہنم کیا۔ کاش کربلا میں امام حسینؑ استغاثہ بلند کر رہے ہیں اور ایک مسلمان بھی آواز استغاثہ پر لبیک کہنے والا نہ تھا الا لعنۃ اللہ علی القوم الظلمین۔

احوال حجر بن العدی الکندی الکوفی رضوان اللہ علیہ

کتاب مجالس المؤمنین سلیم بن قیس ہلالی سے روایت ہے کہ معاویہ نے اپنی خلافت و حکومت کے زمانہ میں یہ اعلامیہ جاری کیا کہ جو شخص علیؑ اور اولاد علیؑ کی ایک فضیلت بھی بیان کرے گا۔ میں اس سے بیزار ہوں اور اس شخص کا

مال اور خون پامال کیا جائے گا چنانچہ اس اعلان کے بعد اکثر شیعیان علی ابن ابیطالبؑ پر ظلم و مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اکثر کو قتل کیا گیا اور مال و اسباب لوٹ لیا گیا اہل کوفہ میں جو سرائے امیر مومناں تھے ان کے ساتھ بھی یہی سلوک روا کیا گیا۔ اسی غرض سے معاویہ زیاد بن سمیہ کو حکومت عراق کا گورنر مقرر کیا کہ وہ دشمن علیؑ و آل نبیؐ تھا قتل و غارت کرنے میں دریغ نہ کیا۔ میرے قلم میں طاقت نہیں کہ اس ملعون کے مظالم تحریر کرے۔ اس نے اکثر ضعیف لوگوں کو قتل کیا اور جوانوں کو درختوں میں لٹکا کر ان کے شکم چاق کیے۔ ان ہی لوگوں میں سے حجر بن العدی الکندی الکوفی بھی ہیں کہ ایک شقی نے ان کی چغلی معاویہ کے سامنے کھائی اور اس سبب سے وہ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ حجر بن العدی اکابر صحابہ میں سے تھے باوصفکہ یہ زمانۂ آنحضرت میں صغر سنی کے عالم میں تھے مگر ان کا شمار بزرگ صحابہ میں ہوتا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ ان کے ایمان و ایقان کا لازمی نتیجہ تھا۔ صاحب استیعاب نے تحریر کیا ہے کہ حجر بن العدی الکندی الکوفی مستجاب الدعوۃ اور صاحب کرامات تھے یعنی ان کی دعا خدا کی بارگاہ میں قبول ہوتی تھی۔ آپ نے علم معرفت حضرت باب مدینۃ العلم علی المرتضیٰ علیہ السلام سے حاصل کیا تھا اور جنگ صفین میں ہمرکاب حضرت امیرالمومنین علیہ السلام تھے اور لشکر کندہ کی سالاری ان کے سپرد تھی اور جنگ نہروان میں حجر کندی لشکر امیرالمومنین کے سردار امیر تھے۔ علامہ حلی قدس سرہٗ نے تحریر کیا ہے کہ حجر کندی اصحاب امیرالمومنین سے تھے۔ اور اپنے وقت کے ابدال تھے۔ یعنی صاحب کشف و کرامات تھے اور اکثر کرامات ظہور میں آئی ہیں۔ صاحب روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ حجر بن العدی کے قتل ہونے کا یہ سبب ہے کہ معاویہ کی طرف سے مغیرۃ بن شعبہ والی کوفہ تھا۔ وہ ایک روز منبر پر گیا۔ اور حضرت ولی اللہ العالمین

امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی شان اقدس میں ناروا الفاظ کہے اور بزرگان بنی ہاشم کو بھی ایسا ہی کہا اور عثمان کے لیے دعا امرزش کی۔ حجر بن العدی جوش ولا مرتضوی میں سرشار تاب نہ لا سکے اور مغیرہ کو ناروا الفاظ سے مخاطب کیا اور کہا تو مردود بارگاہ خدا و رسولؐ ہے۔ مغیرہ نے پھر بھی دوسرے جمعہ کو اسی قسم کا اعادہ کیا۔ یہ دیکھ کر حجر بن العدی آب دیدہ ہوئے اور ان کے اصحاب بھی ان کے ساتھ غم دیدہ ہوئے۔ مغیرہ منبر سے اترا۔ اور دارالامارہ گیا اور پانچ ہزار درہم حجر بن الکندی کے گھر بھیجے، اور اکثر لوگوں نے مغیرہ کو سخت سست کہا کہ تجھے کیا ہوگیا کہ تو اس امر کا ناروا مرتکب ہوا۔ اس نے لوگوں سے کہا کہ میں نے اس کی تلافی کر دی ہے۔ اور حجر بن العدی سے اغتصاب کیا جائے گا۔ کچھ عرصہ گزرا ہوگا کہ معاویہ نے مغیرہ کی جگہ ابن زیاد ملعون کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔ یہ ملعون دشمنیٔ آل رسولؐ میں مشہور تھا۔ اس ملعون نے بھی حضرت امیرالمومنین کی شان میں سب و شتم کیا۔ حجر بن العدی نے پھر مزاحمت کی اور اس کو منع کیا کہ ایسا نہ کرے۔ تقریباً چھ ماہ بعد ابن زیاد نے بصرہ کا رُخ کیا اور اپنی جگہ عمرو بن حریث کو چھوڑ گیا۔ عمرو نے بھی روز جمعہ خطبہ دینا چاہا کہ حجر بن العدی اور ان کے اصحاب نے اس کو سنگسار کیا اور اس کو خوب زدوکوب کیا۔ عمرو منبر سے نیچے آیا اور مانند سگ دیوانہ اپنی راہ لی۔ دارالامارہ پہنچ کر دروازہ بند کر لیا اور ابن زیاد کو سارے واقعہ کا خط لکھا۔ ابن زیاد خط پڑھ کر کوفہ آیا اور تخت پر بیٹھا سرداران کوفہ حاضر ہوئے اور سب سے پہلے محمد بن اشعث بن قیس کندی اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ انھوں نے سلام مسنون ادا کیا مگر ابن زیاد غضب آلود لہجہ میں بولا: لا سلام اللہ علیك لا مرحبا بك ۔ اسی دوران حجر بن عدی کو حاضر ہونے کیلئے کہا۔ محمد نے کہا اے امیر سب جانتے ہیں کہ میرے حجر بن العدی کے ساتھ اچھے تعلقات

نہیں ہیں اور تو بھی جانتا ہے کہ میری اور ان کی آپس میں عداوت ہے۔ جریر بن عبداللہ کہنے لگا اے امیر میں اس کو لاتا ہوں بشرطیکہ تو اس کو معاویہ کے پاس بھیج دے جو کچھ معاویہ ان کے حق میں کرے گا اسے اختیار ہے۔ ابن زیاد نے جریر بن عبداللہ کی اس شرط کو قبول کر لیا اور جریر اپنے ہمراہ حجر بن العدی کو لے آئے۔ اور زیاد نے ان کو قید کر دیا اور حکم دیا کہ حجر بن العدی کے یار و انصار سب حاضر کیے جائیں وہ سب لوگ لائے گئے اور ان کو زنجیروں سے جکڑ دیا۔ اور حکم دیا کہ ان میں سے سو اشخاص پابہ جولاں معاویہ کے پاس بھیجے جائیں۔ جب یہ لوگ شام سے کوئی چار فرسخ کے فاصلہ پر پہنچے معاویہ کے حکم سے وہ سنگبار کیے گئے۔ وہ حجر بن العدی اپنے ہمراہیوں سمیت شہید ہو گئے۔ اور یہاں تک وارد ہوا ہے کہ ان لوگوں کو بے غسل و کفن دفن کر دیا گیا۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ معاویہ نے شام میں حجر بن العدی کو قتل کرنے کے بعد ان کو دفن کر دیا تھا۔ کتاب احتجاج میں صالح بن کیان سے مروی ہے کہ جس سال معاویہ نے حجر کو قتل کیا اور ان کے ساتھیوں کو بھی قتل کیا، اسی سال وہ حج کے لیے بھی گیا اور حج کو جاتے ہوئے مدینہ رسولِ خدا میں حضرت امام حسینؑ سے ملا۔ اور کہا کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے حجر بن العدی اور ان کے اصحاب کے ساتھ کیا کیا ہے کیونکہ وہ تمہارے بابا علیؑ کے شیعوں میں سے تھا۔ امام حسینؑ نے فرمایا تم خود ہی بیان کر دو کیا سلوک کیا ہے؟ معاویہ نے کہا کہ ان کو قتل کر کے غسل و کفن دیا اور دفن کر دیا۔ امام حسینؑ مسکرائے اور بطور طعن فرمایا کہ وہ قوم روز قیامت تجھ سے مخاصمہ کرے گی۔ اور تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اگر ہم تیرے گروہ کے آدمیوں کو قتل کرتے تو نہ ان کو غسل دیتے نہ کفن دیتے اور نہ ہی دفن کرتے۔ یہ باتیں ابن زیاد نے بھی سنیں کہ حضرت امام حسینؑ نے معاویہ سے ایسا ایسا کہا ہے۔ جب امام حسینؑ نے مدینہ چھوڑا

اور کربلا پہنچے تو ابن زیاد نے عمر بن سعد کو کربلا سالار لشکر بنا کر بھیجا اور اس سے کہا کہ جب فرزند رسولؐ خدا قتل ہو جائے تو نہ ان کو کفن دینا اور نہ دفن کرنا بلکہ ان کے لاشہ کے ہاتھ قطع کرنا۔ ایسا ہی ہوا کہ ابن سعد نے لاشہائے شہدا ریگ گرم پر پڑے چھوڑ دیے اور اپنے کشتہ ہائے نجس کو غسل و کفن دے کر دفن کیا۔ اور پاکیزہ لاشے زمین پر پڑے رہے۔

ابتلاءِ محبّان خدا اور احوال عمرو بن الحمق خزاعیؓ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب خدا کسی بندے کو عزت و کرامت عطا فرماتا ہے تو اس کو کسی نہ کسی امتحان میں ڈال دیتا ہے

یعنی خداوند تعالیٰ اس کے تن و بدن کو مبتلا بامراض و آلام کر دیتا ہے اور مختلف طور پر اس کا امتحان ہوتا ہے۔ پس اگر اس نے صبر کیا تو درجات میں بلندی ہے اور وہ بندہ ثواب کا مستحق ہے اور یہ امور روز ازل نوشتہ ہوتے ہیں۔ پراگندگی و غضب ہو یا بلندی و نزول ہو، ارجمندی و پستی لکھ دی جاتی ہے تاکہ خدا اس کا امتحان لے کہ وہ کس صبر و شکر کرنے والا ہے۔ کبھی ابتلاء تلف مال کی صورت میں کبھی ابتلاء اولاد کے جدا ہو جانے کی صورت میں ہوتا ہے پس وہ بندہ اگر صبر کرے تو صابروں میں محسوب ہوتا ہے اور اس کو بارگاہ خدا سے ثواب و کرامت عطا ہوتی ہے اور اس کو بواسطہ صبر ز تکالیف درجہ رفیعہ ملتا ہے۔ سچ تو یہی ہے کہ بلند مرتبہ بغیر امتحان نہیں ملتا۔

ؔ ہر بلائی را عطائے باوست ہر کدورت صفائی در پی است
زیر ہر رنجی است گنجی معتبر خار دیدی چشم بکشا گل نگہ

پس انسان کو چاہیے کہ کسی راہ عارف درگاہ پر چلے اور اس بارگاہ کا قرب

تلاش کرے اور جب اس کو معنوی درجہ بلند ملے تو بلاء و ابتلاء کے لیے تیار رہے۔ جیسا کہ انبیاء و اولیاء کا شیوہ قبولیت بلا ہے۔ چنانچہ انبیاءؑ و اوصیاءؑ نے طرح طرح کی بلا برداشت کی۔ اسی طرح شیعیان علی ابن ابیطالب علیہ السلام بھی بلاء و ابتلاء میں ڈالے جاتے ہیں اور ان کا امتحان لیا جاتا ہے اور وہ صبر کرتے ہیں تو پھر درجات محبت و اطاعت امیر مؤمناں نصیب ہوتے ہیں۔

مروی ہے کہ عمرو بن الحمق خزاعی انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک رہے ہیں اور نصرت و بہادری کے جوہر دکھلائے ہیں اور علوم معرفت اور حدیث کے بڑے عالم تھے۔ شیخ ابوعمرو کشی لکھتے ہیں کہ ایک وقت آنحضرتؐ نے کچھ سپاہی کسی گروہ کی طرف بھیجے اور فرمایا کہ فلاں وقت شب کو کم سونا اور بائیں جانب متوجہ ہونا کہ اسی اثناء میں ایک مرد نمودار ہوگا وہ تم کو راستہ بھی بتلائے گا اور اس کا نام عمرو بن حمق خزاعی ہوگا۔ جب وہ ملے تو میرا سلام اس کو پہنچانا اور اس سے کہنا کہ تم اگر طلب حق کی جستجو میں ہو تو جلدی کرو مدینہ میں رسولخدا کا ظہور ہوا ہے اور اس کی دعوت حق قبول کرو۔ جب وہ جماعت اس راستہ پر پہنچی کہ جہاں کی نشاندہی آں حضرتؐ نے فرمائی تھی وہاں راستہ پر قیام کیا اور بجانب چپ متوجہ ہوئے دیکھا کہ عمرو بن الحمق خزاعی نمودار ہوئے۔ اس سے ان لوگوں نے راستہ دریافت کیا۔ عمرو نے کہا کہ میں تم لوگوں کو راستہ اس شرط پر بتلاؤں گا کہ تم پہلے میرے مہمان رہو اور ہمارے ساتھ ماحضر تناول کرو۔ ان سپاہیوں نے قبول کیا اور ان کے مہمان ہوئے۔ جب وہاں سے اٹھے تو راستہ کی نشاندہی بھول گئے اور آنحضرتؐ کا سلام پہنچانا یاد نہ رہا اور نہ ہی آنحضرتؐ کی بعثت کا اظہار کر سکے۔ عمرو بن حمق خزاعی نے ان سے خود دریافت کیا آیا رسولخدا کا ظہور ہو چکا ہے یا نہیں؟ ان لوگوں نے

کہا کہ رسولخدا مبعوث ہو چکے ہیں مدینہ تشریف فرما ہیں اور آنحضرتؐ نے تم کو سلام بھی کہا۔ یہ سن کر عمرو بہت خوش ہوئے اور متوجہ بطرف مدینہ ہوئے کہ شرف قدم بوسی حاصل کریں۔ مدینہ پہنچے دست نبویؐ پر مشرف باسلام ہوئے اور مدت تک خدمت آنحضرتؐ میں رہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم اپنے قبیلہ میں جاؤ اور تبلیغ دین اسلام کرو ان کو دعوت حق دو۔ عمرو اپنی قوم کی طرف گئے اور قوم کو دعوت اسلام دی جو مشرف باسلام ہوئی۔ اسی دوران خلافت رسولخدا اپنی مرکز پر ظاہر ہوئی۔ یعنی حضرت امیر المومنین علی بن ابن ابیطالبؑ خلیفہ رسول مقرر ہوئے اور پھر عمرو بن حمق خزاعی حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کا شمار آنجنابؑ کے اصحاب خاص میں ہونے لگا اور نہروان، جمل و صفین میں امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر رہے اور منافقین سے حرب و قتال کیا اور جب حضرت امیر المومنین مسجد کوفہ میں ابن ملجم کی ضرب سے شہید ہو گئے تو اکثر شیعیان علیؑ اور عمرو بن حمق اموی ظلم و جور کی وجہ سے ایک غار میں چھپ گئے۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ عمرو بن حمق خزاعی رسولخداؐ کے صحابی خاص، عبد صالح اور ابتلاء رسیدہ تھے۔ ان کا بدن کثرت عبادت و ریاضت سے کمزور ہو گیا تھا۔ رخساروں پر زردی کے آثار ہویدا تھے۔ مومن و دیندار، شب زندہ دار تھے۔ آپ غار میں مخفی تھے کہ ابن زیاد ملعون کو خبر ہو گئی اس نے ان کو قتل کرنے کے لیے سپاہی بھیجے وہ لوگ پہنچے تو عمرو نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی حالت میں الکا سر جدا کر دیا اور نیزہ پر نصب کر کے ابن زیاد لعنہ کو ہدیہ کیا اور پھر معاویہ کے پاس لے گئے۔ کتاب استیعاب میں ہے کہ پہلا سر اسلام میں جو نیزہ پر شہر شہر پھرایا گیا عمرو بن حمق خزاعی کا سر تھا اور اس کے بعد سنہ ۶۱ھ میں حضرت امام حسینؑ کا سر بریدہ نیزہ پر نصب کیا گیا اور کوفہ و شام میں تشہیر کیا گیا۔

ابتلاءِ اولیاء اللہ ومقرّبان بارگاہِ کبیریا

ای بہ تیغ ابتلاء خون محبّان * آبروی عاشقاں خود فراواں ریختہ
دلبران ہرگز نریزید آبروی عاشقان * دلبر خون عاشق صد ہزاراں ریختہ
طرفہ ترکز ہر قتلش صد ہزاران جانفشان * سر بکف نہادہ اشک از چشم گریاں ریختہ

کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوال کیا یا رسول اللہ ای الناس اشد بلاءً۔ یعنی یا رسول اللہ کہ انسانوں کے لیے کونسی ابتلاء (یعنی مصیبت میں مبتلاء ہونا) شدید تر ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء اللہ کہ خداوند عالم کے بزرگ بندے ہیں اور محرم حریم قدس ہیں ان کی ابتلاء سب سے عظیم ہے۔ ثم الاولیاء الامثل فالامثل۔ پس انبیاء کی ابتلاء سخت تر ہے یعنی ان کا امتحان منجانب خدا عظیم وسخت تر ہے اور ان کے بعد اولیاء اللہ کا نمبر ہے کیوں کہ اولیاء خدا انبیاء سے مشابہت رکھتے ہیں اور وہ شیعیان علیؑ ومحبان علیؑ ہیں۔ پس ابتلاء اولیاء اللہ میں ہزاروں دل کباب ہو جاتے ہیں اور ہزاروں آنکھیں پُرآب ہو جاتی ہیں اور سر سوختہ زاویہ سے سطوت وجلالت خداوندی ظاہری ہوتی ہے۔ کون نبی ایسا ہے کہ جو معرض امتحان میں نہ پڑا ہو اور کون ولی ایسا ہے کہ جو ابتلاء میں نہ پڑا ہو۔ چنانچہ حضرت آدمؑ، نوحۂ نوحؑ، آتش خلیلؑ، ذبح اسمٰعیل، گریۂ یعقوبؑ اور امتحاب صبر ایوب، سرگردانی موسیٰؑ اور گرفتاری عیسیٰ بن مریم ہماری نگاہ کے سامنے ہے۔ فراق زکریا پیغمبر اور تیغ برحلقوم یحییٰ بھی ابتلاء کی نشانیاں ہیں حتیٰ کہ لب و دندان سرور انبیاءؐ کا مجروح ہونا، اور سر مبارک علی مرتضیٰ پر ضرب لگنا کہ جس سے آپ کی شہادت واقع ہوئی

سر شکسِ وردآلود بتول عذراؑ اور زہر سے جگر حسن مجتبیٰ کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا اور حضرت سید الشہداء امام حسینؑ کا طرح طرح کی مصیبتیں برداشت کرنا یہ سب ابتلاء منجانب خدا ہیں کہ ان سب کے درجات بلند ہوں ؎

عالم زبلاہای تو محنت کدہ ہاست!
دین محنت وغم نصیب ہر دل شدہ ہاست
ہر جا کہ نگہ میکنم اندر رہ تو
دل خون شدہ و سوختہ وغم زدہ ہاست

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ابتلاء یعنی درد و بلا اور مصائب کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے: ما اوذی نبیٌ مثل ما اوذیت یعنی کہ مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑی ہیں کہ کسی نبی پر ایسی نہیں پڑیں حتیٰ کہ دندان مبارک سکستہ ہوئے

؏ جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے۔

اور آنحضرتؐ کے بعد جس قدر مصائب آپ کے اہل بیتؑ طاہرین پڑے ہیں کہ روز وشب مصائب ہی گذرے حتیٰ کہ اگر لقمہ بھی کھاتا ہے تو اس میں اثر زہر پایا ہے۔ اکثر کشتہ تیغ ہوئے۔ اکثر کو اعدائے دین نے زہر دیا اکثر کو قید رکھا۔ اگر ان کے مزارات پر نظر ڈالیں تو کوئی معصوم کسی جگہ دفن ہے اور کوئی معصوم کسی دوسری جگہ دفن ہے۔ ان کے مزارات کی نشاندہی، نجف وکربلا، کاظمین وسامرہ، جنت البقیع اور کوفہ ہے۔ شیخ صدوق علیہ الرحمۃ منتخب فرماتے ہیں کہ ائمہ اثنا عشر شہید خون جگر دنیا سے گئے ہیں یعنی بے پناہ مصائب برداشت کیے ہیں۔ قتل علی ابن ابیطالبؑ کہ حالت نماز میں ضرب لگی۔ شہادت حسن مجتبےٰ زہر سے ہوئی جو شہادت سری ہے۔ امام حسینؑ کربلا میں شہید ہوئے جو شہادت

جھری ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام کو ولید نے زہر دیا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو ولید کے فرزند نے زہر دیا۔ امام جعفر کو صادق کو منصور نے زہر دیا۔ امام موسیٰ کاظمؑ کو ہارون رشید نے زہر دیا۔ اور امام رضا علیہ السلام کو مامون رشید نے زہر دیا۔ امام محمد تقی علیہ السلام کو معتصم نے زہر دیا، امام علی نقی علیہ السلام کو معتز عباسی نے زہر دیا اور امام حسن عسکری علیہ السلام کو معتمد عباسی نے زہر دیا۔ اور حضرت امام العصر کو بھی متوکل نے زہر دینا چاہا مگر آپ بحکم خدا لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہوئے جسے غیبت صغریٰ کہتے ہیں اور اب غیبت کبریٰ کا دور ہے جب ظہور فرمائیں گے تو آپ کی شہادت بھی زہر سے واقع ہو گی؛ اللّٰھم العن اول ظالم ظلم حق محمد و آل محمد ۔ شیخ صدوق فرماتے ہیں کہ اگر تو یہ جاننا چاہتا ہے کہ سب سے اوّل ظلم کس نے کیا ہے آل محمدؐ پر دروازۂ ظلم وستم کس نے کھولا ہے۔ پس خلافت علیؑ پر نظر کر۔ نبی پاک کی دختر فاطمہ زہرا کو باپ کی میراث سے محروم کیا اور دروازہ پہلو معصومہ پر گرایا گیا۔ محسن شکم مادر میں شہید ہوئے۔ سعد بن عبادہ مالک بن نویرہ کو قتل کیا گیا۔ اور رسی سلمان فارسی کی گردن میں ڈال کر کھینچا گیا۔ عمار یاسر کے شکم پر چوب ماری گئی۔ پہلوئے عبداللہ بن مسعود شکستہ کیا گیا۔ ابوذرؓ کو شہر بدر کیا گیا۔ عمار بن قیس کو جلا وطن کیا گیا۔ اشتر نخعی کو مسافرت پر مجبور کیا گیا۔ عدی بن حاتم طائی کو مدینہ سے باہر کر دیا۔ محمد بن ابوبکر کو قتل کیا گیا۔ عثمان بن حنیف کو تکالیف دیں۔ کعب بن جبل کو ذلیل وخوار کیا گیا۔ شریح اور ابن ہانی کو قتل کیا گیا۔ یہ سب کے شیعیان علیؑ ہونے کے جرم میں شہید کیے گئے۔ ان کے علاوہ بہت سے بیگناہوں کے خون بہائے گئے۔ ذرا اموی اور عباسی دور کی تاریخ دیکھو تو معلوم ہو جائے گا کہ ظلم کی انتہا کرنے والا کون ہے۔ اور ان مظالم کی مشق کرنے والا معاویہ اور

انتہا کرنے والا ابن معاویہ ہے۔ معاویہ وہ شخص ہے کہ جس نے حضرت امیرالمومنین علی ابن ابیطالب سے کھلم کھلا دشمنی رکھی اور حکماً اصحاب علیؑ کو قتل کرایا۔ عمار یاسر۔ زید بن صوحان۔ اویس قرنی، مالک اشتر، محمد ابن بکرؓ اور خون ہاشم وغیرہم یہ سب ظلم وستم معاویہ شاہی کا نتیجہ ہے۔ خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین کو شہید کیا۔ عبدالرحمٰن بن حسان اور ان کی مثل دوسرے لوگوں کو فنا کر دیا اور زیاد بن سمیہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا کہ وہ دشمن اہلبیتؑ تھا۔ کوفہ اور بصرہ میں شیعیان علیؑ زیادہ تھے۔ اس نے چن چن کر ان کو شہید کیا۔ معاویہ نے جعدہ بنت اشعث زوجہ امام حسنؑ کے ذریعہ امام حسنؑ مجتبیٰ علیہ السلام کو زہر دلوایا جس سے جگر امام حسن پارہ پارہ ہو گیا۔ معاویہ ہی کے ظلم سے جگر حسنؑ مجتبیٰ چاک چاک ہوا اور امام حسین نے اپنے برادر کی جدائی کا صدمہ اٹھایا۔ روایت میں ہے کہ امام حسن پر جب زہر نے اثر کیا آپ نے طشت منگایا اور اس میں آپ کے جگر کے ٹکڑے رکھے گئے۔ اور امام حسنؑ کے جنازہ پر تیر بھی برسائے گئے۔ آپ کو روضۂ رسولخدا میں دفن نہ ہونے دیا۔ اور پھر آپ کا تابوت جنت البقیع میں لایا گیا اور وہیں دفن کیا گیا۔

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ اگرچہ یہ کتاب احوال حضرت خامس آل عبا امام حسینؑ پر مشتمل ہے۔ کتاب احوال امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور احوال حضرت علی المرتضیٰ اور احوال سیدۂ عالم علیحدہ علیحدہ درج کیے گئے ہیں لیکن بقدر ضرورت اس کتاب میں بھی ذکر کیا گیا ہے تاکہ کتاب آراستہ ہو جائے۔ اس مقام پر شرح احوال امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام بمقدمہ سپرد قرطاس کیے ہیں۔ بعد ازاں اصل مطلب کی طرف رجوع کریں گے

سخاوت امام حسنؑ اور آپ کی شہادت

صاحب عقل و دانش نے فرمایا ہے کہ انسان کو جو کچھ دنیا میں مل جائے خواہ وہ از قسم ریزۂ شے ہو یعنی قلیل سے قلیل تر ہو اس پر اکتفا کرے۔ دامن ہوس سمیٹ لے کیونکہ قناعت کرنا انسان کے لیے خوش و خرسند ہونے کی نشانی ہے۔ طمع اور لالچ میں ذلت ہے اور قناعت و صبر میں عزت ہے۔ اور یہی عقلمندوں کا شیوہ ہے شرف ذاتی کمال حاصل کرنے میں ہے نہ کہ مال دنیا جمع کرنے میں۔ ؎

عزیز من در درویشی و قناعت زن   کہ خواری از طمع و عزت از قناعت خواست

شرف انسانی کمال حاصل میں ہے اور مال حاصل کرنے میں عزت نہیں ہے

روایت ہے کہ ایک روز امام کیواں جناب حسن مجتبیٰ علیہ السلام وارد مجلس معاویہ ہوئے وہ ایسا زمانہ تھا کہ قحط کی وجہ سے لوگ بھوک کے مر رہے تھے۔ اس وقت معاویہ اپنی مخصوص مجلس میں اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا مگر اس نے امام ہمام کی تشریف آوری کے موقع پر اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی۔ خوش آمدید و مرحبا بھی نہیں کہا، اور امام حسن علیہ السلام کو جگہ نہ دی۔ حضرت نزدیک پہنچے اور مسند معاویہ پر رونق افروز ہوئے۔ اس وقت معاویہ امام حسنؑ سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا کہ تعجب ہے کہ عائشہؓ کو میں ام المومنینؓ جانتا ہوں لیکن عائشہ مجھے امیرالمومنین نہیں جانتی میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں اس مرتبہ کے لائق نہیں ہوں کہ لوگ مجھے امیرالمومنین کہیں۔ عجب بے حیائی کی بات ہے کہ وہ مجھے امیرالمومنین نہیں سمجھتی۔ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے معاویہ عائشہ سے عجب اور بے حیا تر وہ ہے معاویہ نے پوچھا کہ وہ کون ہے، آپ نے فرمایا کہ وہ تو ہی ہے کہ فرزند پیغمبر جگر پارۂ جگر

فاطمہ کی طرف اپنے پیر دراز کیے ہوئے ہے۔ اور خود صدر مجلس بنا ہوا ہے تو زیادہ بے حیا ہے کہ آداب پیغمبر زادہ فراموش کر دیے ہیں۔ سچ ہے کہ اگر کسی کی طینت خراب ہو تو اس سے عادات حسنہ کا رد نما ہونا بعید از قیاس ہے۔ معاویہ یہ سن کر ہنسنے لگا اور از راہ خفت کہنے لگا اے میرے بھائی کے فرزند یعنی اے پسر برادر مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان قحط کے سالوں میں تم مقروض ہو گئے ہو۔ فرمایا ہاں ایسا ہی ہے۔ دریافت کیا کس قدر؟ ارشاد فرمایا صد ہزار تومان، معاویہ نے کہا کہ تیس صد ہزار تومان حاضر ہیں کہ صد ہزار سے قرض ادا کیا جائے اور سو ہزار رشتہ داروں اور ارحام میں تقسیم کیے جائیں اور صد ہزار اپنی معیشت کے لیے ہیں آپکی گزر اوقات کے لیے ہیں۔ اس کے بعد کہا اب تشریف لے جائیے۔ آپ کو تشریف لانے کا صلہ مل گیا۔ امام حسن مجتبیٰ بادل ناخواستہ اٹھ کر تشریف لے آئے۔ یزید نے معاویہ سے پوچھا بابا جان اس قدر کثیر رقم کیوں ادا کی ہے؟ معاویہ بولا اے بیٹا کہ یہ انھی کا حق ہے یہ مال انھی کا ہے میں بذات خود اس کا مالک نہیں ہوں۔ بروایتے مشہور جب امام علیہ السلام وہاں سے باہر تشریف لانے لگے تو نعلین برادر نے امام حسنؑ کی نعلین سامنے رکھیں کہ آپ پہن لیں۔ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام وہ سب تومان اس کو بخش دیے اور خالی ہاتھوں واپس تشریف لے گئے۔ معاویہ نے رقم کثیر دے کر اپنے نزدیک معاذ اللہ امام حسن مجتبیٰؑ کو سبک کرنا چاہا تھا لیکن امام ابن امام، نواسہ خیر الانام نے ہاشمی سخاوت دکھا کر عزت کو چار چاند لگا دیے۔ لیکن جب معاویہ کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو وہ امام حسنؑ کی طرف سے اور زیادہ عناد رکھنے لگا اور اس نے جعدہ بنت اشعث زوجہ امام حسنؑ مجتبیٰ علیہ السلام کے ذریعہ آپ کو زہر دلا دیا۔ شب ۲۸ رجب ماہ صفر ۵۰ھ تھی کہ آپ دن میں روزہ سے تھے وقت افطار جعدہ بنت اشعث نے شربت پیش کیا آپ نے نوش کیا ہی تھا کہ زہر نے جگر کے ٹکڑے

کردیئے۔ جب امام حسینؑ نے یہ حالت دیکھی بے قرار ہو گئے۔ روایات میں ہے کہ چھ مرتبہ امام حسنؑ کو زہر دیا گیا اور آپ قبر نبویؐ پر جاتے اور آپ کو زہر سے شفا ہو جاتی تھی لیکن آخری مرتبہ مذکور زہر نے اتنی مہلت بھی نہ دی کہ آپ قبر رسولخداؐ پر جاتے کہ جگر کے ٹکڑے لہو کے ساتھ نکلنے لگے۔ اور امام حسنؑ کے تابوت پر بھی تیر برسائے گئے۔ کیونکہ آپ کو روضۂ رسولخدا میں دفن ہونے سے روکا گیا تھا۔ اعداء دین نے تیروں کا نشانہ بنایا، جسم مبارک مشبک ہو گیا تھا یعنی تیروں سے اس طرح چھید گیا تھا جیسے کہ جالی ہوتی ہے اگر امام حسنؑ کے جنازہ پر ستر تیر پڑے تو امام حسینؑ کا جسم مبارک تیروں، تلواروں سے چور چور ہوا۔ اگر امام حسنؑ وطن ہی میں دنیا سے رخصت ہوئے تو امام حسینؑ عالم غربت میں کربلا میں شہید ہوئے۔ اگر امام حسنؑ اپنے بہن بھائی اور اولاد کے سامنے دنیا سے رخصت ہوئے تو امام حسینؑ کے چاروں طرف دشمنوں کا ہجوم تھا۔ امام حسنؑ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا مگر لاش حسینؑ بعد قتل ریگ گرم پر پڑی رہی۔

موصل شہر کے ایک شخص کا مہمان بنا کر امام حسنؑ کو زہر دینا

یہ دنیا بڑی بے وفا ہے یہاں وفا کی جستجو کرنا درست نہیں ہے وفا کا دنیا میں تلاش کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص سیمرغ کو تلاش کرے۔ ہم ایک بے وفا شخص کا تذکرہ کرتے ہیں جو کہ روایات میں اس طرح مرقوم ہے کہ شہر موصل میں امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کا ایک رفیق دوست رہتا تھا جو امام حسنؑ سے عقیدت و ارادت بھی رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت امام حسنؑ نے شام جانے کا ارادہ کیا اور جب آپ شہر موصل پہنچے تو اس شخص نے بہت زیادہ پذیرائی کی۔ امام حسنؑ نے بکمال احسان و محبت فرمایا اس کے ساتھ سلوک۔ یہاں تک کہ امام حسنؑ اپنے ہمراہیوں عبداللہ بن عباس وغیرہ کے

دمشق پہنچے۔ آپ اس لیے دمشق تشریف لے گئے تھے کہ معاویہ نے اٹھائیس اشخاص جو کہ شیعیان علیؑ مرتضیٰ تھے ان کو بصرہ میں شہید کرا دیا تھا تاکہ ان بے گناہوں کے خون کا مواخذہ کریں۔ بہرحال جب موصل میں تھے اور اپنے رفیق کے گھر مہمان تھے معاویہ اس احوال پر مطلع ہوا تو اس نے اس شخص میزبان کے پاس ایک آدمی بھیجا اور مال دنیا کی طمع دلائی اور ایک شیشی کہ جس میں زہر تھا اس کو بھیجی کہ وہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو کسی طرح زہر دیدے۔ امام حسنؑ کو اس ملعون نے تین مرتبہ زہر دیا اور امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے کسی پر ظاہر نہیں کیا۔ اور زہر دینے کے متعلق اس ملعون نے معاویہ کو اطلاع دی کہ تین مرتبہ زہر دیا گیا لیکن کوئی اثر نہیں ہوا۔ جب معاویہ کو یہ اطلاع ملی تو اس نے دوبارہ زہر ہلاہل جو سخت ترین زہر تھا شخص موصلی کو بھیجا اور تحریر کیا کہ کوشش کر کہ یہ زہر کسی عنوان حسنؑ مجتبیٰ کو دیدیا جائے لکھا ہے کہ یہ زہر اسقدر تیز تھا کہ اگر اس کا ایک قطرہ دریا میں ڈالا جائے تو مچھلیاں اور آبی جانور سب فنا ہو جائیں۔ معاویہ کا ایلچی (قاصد) جب نامہ اور زہر لے کر موصل کے قریب پہنچا تو اس نے کسی ضرورت سے اپنا ناقہ ایک درخت سے باندھ دیا اور خود کسی دوسرے کام مشغول ہوا کہ اس کے دل میں درد اٹھا اور اسی اثنا میں جنگل کی طرف سے ایک شیر نکلا اور چشم زدن میں اس شخص (نامہ بر) کو چیر پھاڑ کر خون چوس لیا اور وہ فی النار ہوا۔ اتفاقاً اس کے بعد اس طرف خادمان امام حسنؑ کا گزر ہوا تو یہ واقعہ مشاہدہ کیا۔ امام حسنؑ کے خادم اونٹ کھول اور زہر آلود شیشی اور معاویہ کا نامہ لے کر حاضر خدمت امام حسنؑ ہوئے۔ سارا واقعہ بیان کیا اور نامہ و زہر کی شیشی امام حسنؑ کی خدمت میں پیش کی۔ امام حسنؑ نے ملاحظہ کیا لیکن اس خیال سے کہ میزبان شرمندہ ہو گا اس واقعہ کو کسی پر ظاہر نہیں کیا۔ حالانکہ اصحاب نے ہر چند دریافت کیا۔ مگر امام

علیہ السلام خموش رہے اور فرمایا کہ تمہیں دخل کا کوئی حق نہیں ہے اور آنحضرتؐ کی حدیث بیان کی کہ وہ لوگ اس میں مشغول ہو گئے۔ آنحضرتؐ وضو کرنے کے بعد مصلیٰ سے اُٹھے کہ آپ کی عدم موجودگی میں سعد عموی مختار زیر مصلا ہاتھ دراز کیا وہ نامہ اور شیشی نکال لی۔ اب جو دیکھا تو شیشی میں زہر تھا اور خط پڑھنے کے بعد معاویہ کی سازش سے آگاہی ہوئی۔ کہنے لگے کہ کیا آپ اس لیے تشریف لائے تھے کہ زہر سے شہید ہوں۔ افسوس صد افسوس کہ اہل زمانہ نے اولاد فاطمہؑ کو مہمان بھی رکھا اور اس لیے مہمان رکھا کہ انھیں قتل کریں۔ امام حسنؑ کو اس طرح قتل کی سازش اور ان کے بھائی امام حسینؑ کو کربلا میں شہید کیا۔ اس وقت خط ملاحظہ کرنے کے بعد سعد نے کہا اے مولیٰ اجازت دیجئے کہ اس میزبان بے وفا کو قتل کر دیں۔ آپ نے اس کو اجازت نہ دی۔ امامؑ نے مروّت و رحم سے کام لیا کہ وہ رسوا نہ ہو۔ لیکن جعدہ بنت اشعث نے امام حسنؑ کو زہر دیا اور کچھ مروّت دیا س سے کام نہ لیا اور ہمارے امام کو شہید کیا۔ حضرت زینب خاتون اور دوسرے بھائیوں نے اصرار کیا بھائی حسنؑ یہ تو فرمایئے کہ کس نے آپ کو زہر دیا ہے۔ لیکن امام حسنؑ فرماتے ہیں کہ اس امر کو چھوڑ دو۔ جس نے زہر دیا ہے وہ خود رسوا ہو کر رہے گا۔ امام حسنؑ نے جعدہ کو تنہائی میں بلایا اور فرمایا اے بالوٹے ناسازگار تو نے میرے ساتھ یہ دغا کیوں کی۔ خدا سے شرم نہ کی، مجھ سے بھی شرم نہ کی اور مجھے آزردہ کیا۔ کہا کوئی دوست، دوست کے ساتھ ایسا کرتا ہے تو نے میرے بچوں کو یتیم کیا۔ میں نے تو اپنی بہنوں اور بھائیوں کو تیرے ظلم سے آگاہ نہیں کیا ہے اور فرمایا کہ جس لالچ میں تو نے مجھے زہر دیا ہے وہ پورا نہ ہوگا۔ پھر آپ نے امام حسینؑ کو بلایا، اور اپنی تمام اولاد کو امام حسینؑ کے سپرد کیا۔ اور فرمایا اے بہن زینبؑ تم میرے فرزند قاسم کو لاؤ۔ جناب زینبؑ قاسم کو لائیں اور فرمایا اے میری بہن

حسینؑ کی ایک دختر کو میرے قاسمؑ کے لیے مخصوص کر دو، میں چاہتا ہوں کہ قاسمؑ کی اس سے شادی ہو اے مومنین امام حسنؑ نے وقت آخر اپنے ایک فرزند کو امام حسینؑ کے سپرد کیا، لیکن کربلا میں امام حسینؑ جب گھوڑے سے زمین پر آئے تو ایک بچہ خیمہ سے نکلا اور امام حسینؑ کے پاس پہنچا۔ امام مظلوم کے سینہ سے لپٹ گیا کہ اسی وقت ایک ملعون نے تیر سے اسے شہید کیا۔ وا حسیناہ وا حسرتا۔

احوال ولادت وشمائل امام حسن علیہ السّلام

صحیفۂ رضویہ میں مرقوم ہے کہ اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ جب حضرت امام حسنؑ کا وقت ولادت قریب ہوا تو میں اسوقت جناب سیدہ عالمین فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر تھی کہ قابلہ کے فرائض انجام دوں۔ وہ وقت آیا کہ اختر تابندۂ امامت اپنی ضوفشانی سے خانۂ سیدۂ عالمین روشن کرے۔ ایک پردہ میرے اور سیدۂ عالم کے درمیان کھینچا ہوا تھا۔ پردہ کچھ دیر کے بعد ہٹا دیکھا کہ نور کا ایک ٹکڑا یعنی تمام بصورت حسنؑ سجدہ میں پیشانی رکھے ہوئے ذکر الٰہی کر رہا ہے۔ مجھے وہ خدمت بھی انجام دینے کی نوبت نہ آئی کہ حسنؑ نے اپنی مادر گرامی کی گود کو زینت بخشی۔ جب یہ نومولود سجدہ میں تھا تو اس سے نور کی شعاعیں آسمان کی طرف بلند تھیں۔ حسنؑ کو دیکھ کر ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ بعینہٖ رسولخدا اپنی نورانی شعاعوں کے ساتھ جلوہ فگن ہیں اور یہ خبر بھی متواتر پائی جاتی ہے کہ حسن مجتبیٰ اپنے نانا رسولخدا سے از سر تا بہ سینہ مشابہ تھے اور جب حسن مجتبیٰ جوانی کے عالم میں پہنچے تو قمر امامت بدر کامل بن گیا کس کی مجال تھی کہ نور جمال حسنؑ پر نظر کر سکے۔ مناقب ابن اشہر آشوب میں ہے کہ محمد بن اسحاق روایت کرتے

الحسن علیہ السلام یبسط البساط عند دارہ و

اذا خرج وجلس انقطع الطريق فما مر احد من خلق الله
اجلالا له و اذا علم قام و دخل بيته. قمر الناس۔

نفس مضمون یہ ہے کہ گلِ گلشن زہرا سبز پوش آلِ عبا امام حسنؑ مجتبےٰ علیہ السلام خانہ عرش صنعت کے صدر دروازہ سے باجمال محمدی اور بہ جلال حیدری برآمد ہوتے تھے اور جب تشریف فرما ہوتے تو گروہ در گروہ آپ کے جمالِ امامت کو دیکھنے کے لیے جمع ہو جاتے تھے۔ یہاں تک کہ لوگوں کو گزرنے کیلئے راستہ نہیں ملتا تھا۔ جب امام حسنؑ یہ مشاہدہ کرتے کہ راستہ رک گیا ہے تو آپ اپنی دولتسرا واپس آجاتے تھے اور پھر لوگ متفرق ہو جاتے تھے۔ ابن اسحاق ناقل ہیں کہ میں نے امام حسنؑ مجتبےٰ کو راہ مکہ میں دیکھا کہ پیادہ پا در حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں جب آپ حرم کعبہ میں پہنچے تو معلوم ہوتا تھا کہ مشکوٰۃ جلالت جہاں ایک مرکز پر آکر ظاہر ہو رہی ہے لوگ زیارت میں محو ہوتے تھے پس جب محمل پر کہ جس میں سوار ہوتے پردہ کھچا جاتا تھا اور دودمان نبوت و رسالت سے جلالت خلیل خدا ظاہر ہوتی تھی۔ روضۃ الصفا میں لکھا ہے کہ کسی وقت بھی ایسا نہیں ہوا کہ حسن بن علیؑ دیکھا ہو۔ آنجناب کے چہرہ مبارکہ کی زیارت کرتے ہوئے خوشی کے آنسو میری آنکھوں سے نہ نکلے ہوں۔ آپ کی صورت مبارک ایک ضو فگن مشعل نور تھی۔ چہرہ مبارکہ کے گرد گویا ہالۂ نور تھا۔ لبوں پر مسکراہٹ تمثیلِ گلِ نو شگفتہ پیش کر رہی تھی۔ قد نورانی تمثیل شجر طور پیش کر رہا تھا۔ مژگان حسن، حسن شب کو شرما رہی تھی۔ حسب اعلیٰ نسب بالا۔ رفتار و گفتار پسندیدہ، مکارم الاخلاق، خلق عظیم کے آئینہ دار، وجود مبارک مجموعۂ حسنات تھا۔ یگانے بیگانے علو مرتبت دیکھ کر مقام عظمت میں سر بسجود تھے آنجنابؑ صاحب ازواج کثیرہ تھے۔ اگر اس قسم کی روایات کا جائزہ لیا جائے تو

معلوم ہوتا ہے کہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی شخصیت اور عظمت کو پست کرنے کے لیے کثیر الازواج کہا گیا ہے جو کہ مخالفین کا پروپیگنڈا ہے) مروی ہے کہ جس شب امام حسن مجتبےٰ علیہ السلام کو زہر دیا گیا صدائے شیون و شین گھر سے بلند ہوئی۔ اور اہل مدینہ نے جب یہ خبر سنی تو زنان مدینہ خانہ حسنؑ پر جمع ہو گئیں۔ درِ دولت پر مردوں کا ہجوم ہو گیا۔ اس وقت زہر کے سبب سے آپ کے لبوں کا رنگ سبز ہو گیا تھا اور چہرۂ مبارک زرد تھا۔ ہر طرح دوا اور درمان مہیا کیا گیا مگر دوا بے اثر رہی اور معالج مجبور ہو گئے جام شیر پیش کیا اور حضرت سے التجا کی کہ اسے نوش فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے اصرار نہ کرو۔ میں عنقریب اپنے نانا کی خدمت میں جانے والا ہوں۔ اب مجھے معالج و حکیم کی ضرورت نہیں ہے میرا جگر کباب ہو گیا ہے۔

معالج اور دوسرے لوگوں نے دریافت کیا اے مولیٰ و آقا کس بے درد اور بے وفا نے آپ کو زہر دیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس بات سے آپ لوگوں کو کیا غرض ہے اس کو خدا پر چھوڑ دو۔ مقام حسرت ہے کہ امام حسن مجتبیٰ کو نزع کی حالت میں بھرا ہوا گھر اور تمام ازواج و کنبہ تسلی دے رہا تھا، عیادت کر رہا تھا۔ جام شیر پیش کر رہا تھا اور بڑے احترام کے ساتھ عالم حسرت و یاس میں سب لوگ کھڑے تھے کوئی جام شیر پیش کر رہا ہے کوئی آیہ شفاء پڑھ کر دم کر رہا ہے۔ لیکن امام حسنؑ نے کسی کی طرف رغبت نہیں کی۔ یہ امام حسنؑ کا آخری وقت تھا اور مجھے یاد آتا ہے کہ امام حسینؑ جب گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے تو آپ کا جسم مبارک زخموں سے چور چور تھا۔ بروایتے چار ہزار زخم جسم مبارک پر تھے اس وقت کوئی نہ تھا کہ غریب کربلا کو پانی پیش کرتا یا جام شیر دیتا، یا حسینؑ کو تسلی دیتا۔ دشمنوں کا نرغہ تھا۔ تین دن کے پیاسے حسینؑ کو ایک قطرۂ آب بھی نہ دیا۔ امام حسینؑ فرما رہے تھے کہ میرا جگر جل رہا

ہے مثل کباب سوختہ ہوگیا ہے۔ یعنی یہ حالت تھی کہ پیاس سے زبان میں کانٹے پڑے ہوئے تھے۔ جسم مبارک کی کھال خشکی اور گرمی سے پھٹ رہی تھی۔ اعداءِ دین امام حسینؑ کی تشنگی پر ہنس رہے تھے۔ ایک قطرۂ آب نہ دیا۔ پانی کے جام لاتے اور پانی گرا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اے حسینؑ یہ پانی حاضر ہے مگر تم کو ایک قطرۂ آب نہیں دیں گے۔ امام مجتبیٰ کے معالج اور درمان حاضر تھے مگر حسینؑ کی لاش پر گھوڑے دوڑائے گئے۔

توصیف حلم امام حسنؑ اور جراح بن قبصیہ کا آپ کو خنجر سے زخمی کرنا

شیخ طوسیؒ سے خصال میں روایت ہے کہ بوقت رحلت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب سیدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا اپنے فرزند امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو لے کر آئیں اور بچشم نم عرض کیا کہ باباجان! آپ کے دونوں فرزند موجود ہیں ان کو اپنی کسی شئے کا وارث بنائیے۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے حسنؑ کو اپنے خلق کا اور حسینؑ کو اپنی شجاعت وسخاوت کا وارث بنایا ہے اور حسنؑ کے لیے میری سیادت وحلم بھی ہے یعنی آقائی و بردباری، اور حسینؑ کے حصہ میں میری شجاعت وسخاوت ہے جو کہ جامع صفاتِ اخلاقیہ ہے لیکن حسن مجتبیٰ سے ایک ہی صفت حلم ظاہر ہو گی جو تمام صفات میں بہتر ہے۔ اور حسینؑ سے شجاعت وسخاوت ظاہر ہو گی اور علی ابن الحسین سید سجّاد سے عبادت کا ظہور ہو گا یعنی مقصد یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک ایک صفت کے ساتھ موسوم و مشہور ہو گا جاننا چاہیے کہ شجاعت وسخاوت ایسی صفات ہیں کہ جو کم یاب ہیں یعنی ہر ایک کے

حصہ میں نہیں ہیں۔ حکماء نے ان صفات کو انسان کے لیے بزرگ ترین صفات قرار دیا ہے جبکہ زشت خوئی یعنی بُری عادتیں منافی اخلاق ہیں۔ حضرت رسولِ خدا نے فرمایا ہے کہ خدائے تعالیٰ جہالت، تند خوئی یعنی بدمزاجی کو کبھی پسند نہیں کرتا۔ امام زین العابدین نے بھی فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص غصہ کے عالم میں بردباری سے کام لے تو اس کا اس سے بہتر کوئی اور عمل نہیں ہے۔ کسی نے حکیم (دانا) سے دریافت کیا کہ حلم کسے کہتے ہیں فرمایا کہ حروف حلم کو الٹ دیا جائے تو م ل ح، سے ملح بنتا ہے اور ملح بمعنی نمک ہے اور بغیر نمک کھانا (طعام) بدمزہ رہتا ہے۔ اسی طرح اگر انسان حلیم و بردبار نہیں ہے تو اس کے اخلاق ناقص ہیں۔ پس یہ مشہور خاص و عام ہے کہ امام حسن مجتبیٰ بڑے حلیم و بُردبار تھے اور یہ صفات از ورثہ رسولِ خدا ملی ہیں۔ پس مؤمنین کو چاہیے کہ وہ تفرقہ پردازی اور غیر حلم باتوں سے پرہیز کریں۔ یہ بھی روایت ہے کہ ایک دن مدینہ میں علی بن بشیر ہمدانی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے نُورِ دیدۂ پیغمبر خدا اور اے وارث مسند رسولِ خدا آپ ہی تو ہیئت میں سلطنت و خلافت کے مالک ہیں، آپ نے معاویہ سے کیوں صلح کی؟ امام حسنؑ نے فرمایا اے ابن بشیر خاموش رہو کہ ہم اللہ کے خزانوں کے وارث ہیں۔ دنیاوی سلطنت ہماری نگاہ میں ہیچ ہے۔ ہم اسرار الٰہیہ کے جاننے والے ہیں نہ کہ ہم زر و جواہر حکومت ظاہری کے خواہاں ہیں۔ ہمارا مقصود اصلاح مسلمین ہے اور جو خونِ ناحق معاویہ بہا رہا ہے اس کا تحفظ کرنا ہے اور ہمیں اس امر کا یقین ہو گیا ہے کہ اے ابن بشیر تمہارے لوگ دین کی اہمیت نہیں سمجھتے ورنہ جہاد کرتے۔ اگر میں صلح نہ کرتا تو ہمارے شیعہ تلف ہو جاتے اور معاویہ انھیں قتل کرا دیتا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہمارے بابا علیؑ المرتضیٰ کے ساتھ ان لوگوں نے کیا سلوک کیا۔ ان کا سر مبارک تلوار سے

شگافتہ کیا۔ اسی طرح یہ لوگ میرے ساتھ سلوک کر رہے تھے کہ میں نے صلح کر لی لوگ ظاہراً میرے ساتھ تھے اور ان کے دل معاویہ کی طرف مائل تھے۔ یہاں تک کہ لوگوں نے از زیر پا سجادہ کھینچ لیا۔ اسی دوران جبکہ آپ مدائن میں تھے کہ جراح قبصیہ اسدی ملعون نے کمین گاہ سے امام حسنؑ پر خنجر سے وار کیا اور وہ خنجر آپ کی ران میں لگا اور وہ خنجر زہر میں بجھا ہوا تھا۔ امام حسنؑ نے صدائے آہ بلند کی اور فرمایا اے ملعون میں نے تیرے ساتھ کیا کیا تھا کہ تو نے مجھے زخمی کیا۔ اس ملعون نے جواباً ناسزا الفاظ کہے۔ آپ کے خدام عقب سے آتے اور انھوں نے اس ملعون کو خنجر سے پارہ پارہ کر دیا اور وہ واصل جہنم ہوا۔ آخر آپ کو اس زخم سے شفاء ہوئی۔ کاش کربلا میں بھی کوئی زخم بار امام حسینؑ کا معالجہ کرتا۔ علاج تو درکنار امام حسینؑ جب گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے تو شمر ملعون نے سر مبارک جدا اور لاش امام پامال سم اسپاں ہوئی۔

ایک نابینا موصلی شخص کا پائے امام حسنؑ پر نیزہ مارنا

قابل تعریف وستائش تر صفات جو ایک انسان کے لیے ضروری ہیں ان میں سے ایک حلم و بردباری ہے جو خداوند عالم نے انسان کی زینت قرار دی ہے اور اس سے انسان باوقار متصور ہوتا ہے۔

بردباری خزینہ خرد است — ہر کہ را حلم نیست دیو و دد است

باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات جمیع اخلاق حمیدہ سے آراستہ تھی لیکن خداوند عالم نے پھر بھی خطاب فرمایا کہ اے رسولؐ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ۔

(اس آیت اور ملحقہ آیت کا ترجمہ یہ ہے) کہ اے رسولؐ یہ بھی خدا کی مہربانی ہے کہ تم (سا نرم دل) پیغمبر ان کو ملا۔ اور تم مزاج اور دل کے سخت ہوتے تب تو لوگ تمہارے گرد سے تتر بتر ہو گئے ہوتے (سورۂ آل عمران آیت ۱۵۹) اسی لیے صحابی کالنجوم ارد گرد جمع رہتے تھے۔ علاوہ ازیں تمہارے جد امجد ابراہیم کی بھی یہی صفت تھی کہ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ۔ یعنی کہ ابراہیم بہ تحقیق بڑے دردمند اور بردبار تھے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ حلیم و بردبار انسان سب کی نگاہوں میں محبوب متصور ہوتا ہے اور جو لوگ اچھی صفات اور بری صفات کو نہیں دیکھتے وہ دراصل کور چشم ہیں جبکہ اس کور چشم شخص موصلی نے امام حسن خوش خوؑ کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا کہ اس نے زہر آلودہ نیزہ آپ کے پاؤ مبارک پر مارا۔ اس واقعہ کا اجمالاً ذکر یہ ہے کہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو پانچ مرتبہ زہر دیا گیا۔ چار مرتبہ آپ کو شفاء ہو گئی لیکن امام حسن علیہ السلام ان زہر کی وجہ سے مستقل علیل ہو گئے۔ آپ نے اپنے عزیزوں سے فرمایا کہ دو سال کا عرصہ گزر گیا کہ میں بستر مرگ پر پڑا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ شہر موصل چند روز قیام کروں تاکہ تبدیلی آب و ہوا سے صحت ہو۔ امام حسینؑ اپنے برادر عالیقدر کی علالت سے رنجیدہ ہوئے مگر پھر بھی آپ نے سامانِ سفر تیار کیا۔ اور امام حسنؑ کے ہمراہ عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ جعفرؓ اور خود امام حسینؑ اور دوسرے اصحاب بھی گئے۔ امام حسن علیہ السلام کے دوست خوش و شاداں تھے اور دشمن جل رہے تھے ان میں سے ایک دشمن یہ کور چشم بھی جو موصلی باشندہ تھا اس کے متعلق یہ بھی وارد ہوا ہے کہ یہ شام میں تھا کہ امام ہمام کی تشریف آوری کی خبر سن کر وارد موصل ہوا۔ اس کے دل میں علی المرتضیٰؑ اور آپ کی اولاد کی طرف سے بغض و کینہ تھا لیکن اس نے موصل پہنچ کر امام حسنؑ کی خدمت میں رسائی حاصل کر لی۔ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ کور چشم ملعون اپنے عصا

کی نوک جو آہنی تھی زہر آلود کی اور اسے مثل نیزہ تیز کر لیا۔ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام شہر موصل کی مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے کہ اس ملعون نے آنحضرتؑ کے پائے مبارک پر وہ نیزہ مارا اور زہر آپ کے جسم میں سرایت کر گیا۔ اس وقت امام حسنؑ کی حالت دیکھ کر امام حسنؑ کو اپنے حلقہ میں لے لیا اور امام حسنؑ کو ہوش میں لایا گیا اور وہ نیزہ زہر آلود پائے مبارک سے نکالا اور یہ نیزہ اپنا کام پورا کر چکا تھا۔ واحسرتا امام حسنؑ کو اس طرح زخمی کیا گیا اور ان ہی کے بھائی حسینؑ جب زخموں سے چور چور ہو کر ذوالجناح سے نیچے تشریف لائے۔ زخموں کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے مگر کوئی نہ تھا کہ جو امام حسینؑ کو ہوش میں لاتا۔ ابن انس ملعون ایک نیزہ گلوئے حسینؑ پر مارا اور حسینؑ زمین پر تڑپنے لگے۔

الآخر امام حسنؑ مجتبیٰ جب ہوش میں آئے تو فرمایا اے خدا ئی دو تین دن ہی ہوئے ہیں کہ یہاں وارد ہوا ہوں اور اہل جفا نے میرے ساتھ یہ جفا کی ہے امام حسینؑ نے اپنے بھائی کو اپنی آغوش میں لیا آپ کے پائے مبارک سے خون جاری تھا فرمایا کہ یہ کور چشم دنیا و آخرت میں بھی اندھا ہے۔ جراح بلائے گئے زخم دیکھا تو کہا اے مولیٰ یہ زخم نیزہ زہر آلود ہے۔ زہر اثر کر چکا ہے۔ علاج مشکل ہے مگر خدا فضل کرنے والا ہے۔ آپ حضرات غور کریں کہ زہر آلود تلوار سر مبارک علیؑ المرتضیٰ پر بھی پڑی تھی اور آپ نے جام شہادت پیا لیکن واحسرتا امام حسینؑ کے جسم اطہر تیروں اور تلواروں سے غربال صفت تھا۔ چار ہزار زخم تھے اور ایک تن مبارک حسینؑ تھا اور کوئی نہ تھا کہ جو امام حسینؑ کے سرہانے موجود ہوتا۔ امام حسینؑ نے اپنی مادر گرامی کا نام لے کر قسم کھائی اور فرمایا کہ اے جراح اگر حسنؑ کو شفا ہو گئی تو میں تجھ کو مال دنیا اس قدر دوں گا کہ تو اور لوگوں سے بے نیاز ہو جائے گا لیکن خود امام حسینؑ کا کربلا میں یہ عالم تھا کہ تلوار پر تلوار پڑ رہی تھی، نیزہ پر نیزہ مارا جاتا تھا اور مالک بن یسر کندی ملعون نے امام حسینؑ کے سر مبارک پر

تلوار ماری اور اسی عالم میں بارہ ضربیں امام حسینؑ پر پڑیں اور شمر ملعون نے سر مبارک جدا کر کے نیزہ پر بلند کیا اور اہل حرم خیمہ میں، واحسیناہ۔

کی آوازیں بلند کر رہے تھے مگر عمر سعد ملعون نے نہ جراح بلوایا اور نہ خدا و رسول کا خیال کیا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

واقعۂ شہادت حضرت امام حسن علیہ السلام

یہ امر مسلمہ امر ہے کہ اگر شخص ناپاک اصل شروع میں کسی کے ساتھ وفا بھی کرے تو بھی انجام کار بے وفائی اور دغا پر منتج ہوتا ہے۔ جعدہ بنت اشعث بھی اسی سلسلہ کی ایک عورت تھی کہ جس نے حرم جناب امام حسن مجتبیٰ میں داخل ہونے کے بعد اوّلاً اظہار محبت وفاداری کیا لیکن انجام کار یہ ہوا کہ اس نے فرزند رسولؐ خدا، خلق مجسم امام حسن مجتبیٰ کو معاویہ کی تحریک پر زہر دے دیا۔ اس واقعہ کی اجمالاً صورت یہ ہے جیسا کہ صاحب روضۃ الشہداء نے رقم فرمایا ہے کہ مروان بن الحکم نے معاویہ کے حکم سے ایک کنیز کو بلایا جو کہ عورتوں میں دلالہ کے کام انجام دیتی تھی اور ہر ایک گھر میں آتی جاتی تھی۔ اس سے دریافت کیا آیا تو حسن مجتبیٰ کا گھر جانتی ہے اور کیا تو ان کی زوجہ جعدہ بن اشعث کو جو کہ اسماء کے نام سے مشہور ہے جانتی ہے اور اس سے دوستی رکھتی ہے یا نہیں۔ اس کنیز نے کہا تمہارا مقصد کیا ہے پہلے مقصد بتلاؤ تب میں تمہاری بات کا جواب دوں گی۔ مروان ملعون نے کہا کہ یہ ایک راز کی بات ہے اگر تو کسی پر ظاہر نہ کرے تو بتلائے دیتا ہوں۔ میں تجھ کو اس کام کی انجام دہی پر ہزار دینار دوں گا۔ یہ کہہ کر اس نے بطور پیشگی اس کو سو دینار دے دیے۔ جب اس کنیز نے سو دینار ہاتھ میں لے لیے تو کہا اب بتلاؤ کہ عمل کر سکوں۔ مروان نے کہا کہ اوّلاً تو یہ کام کر کہ اسماء کا دل حسنؑ مجتبیٰ

کی طرف سے پھر جائے۔ اور اسے جو امام حسنؑ سے محبت و الفت ہے وہ سرد پڑ جائے اور تو اسماء سے کہنا کہ تیرے حسن و جمال کا شہرہ شام تک پہنچا ہے اور یزید ابن معاویہ تجھ پر عاشق ہو گیا ہے اور اگر تو یزید لعنہ کی زوجہ بن جائے گی تو عراق و شام تیرے تصرف میں آجائیں گے تو اسماء کے پاس جا اور اگر اسماء تیرے کہنے میں آجائے تو مجھے خبر کر۔ چنانچہ وہ دلالہ مروان کے جہنم مثال گھر سے نکلی اور جنت آشیاں امام حسن مجتبےٰ علیہ السلام دولت کدہ پہ پہنچی۔ اس وقت امام حسن علیہ السلام اپنے برادران منزل عقیق تشریف لے گئے تھے۔ اور جعدہ تنہا تھی۔ وہ کنیز داخل خانہ ہوئی اور مکر و حیلہ سے گفتگو شروع کی اور اپنے یہاں آنے کی بابت گفتگو کی اور اس نے اپنا مطلب کچھ اس انداز سے بیان کیا کہ اس کا فن گفتگو اسماء پر اثر کر گیا۔

خداوند عالم نے شیطان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ ان کید الشیطان کان ضعیفا۔ بے شک شیطان کا مکر و فریب کمزور ہے مگر عورت کے لیے ارشاد ہوا ہے کیدکن عظیم "کہ عورت کا مکر و فریب عظیم ہے۔ وہ کنیز جس کا روزمرہ کا عمل ہی عورتوں کو جادۂ حق سے ہٹانا تھا۔ اسماءؑ کو اس نے ورغلا کر اپنی ہمنوا بنا لیا اور محبت یزید اس کے دل میں پیدا ہو گئی اور کنیز دلالہ اپنی کوشش میں کامیاب واپس ہوئی اور مروان بن الحکم کے پاس پہنچی سارا واقعہ بیان کیا وہ مردود ازلی بہت خوش ہوا۔

مروان نے دوبارہ اس دلالہ کو زہر ہلاہل دے کر بھیجا کہ وہ اسماء کے حوالے کرے تاکہ وہ کسی طرح حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو پلا دے اور اس ملعونہ نے اس زہر کو شہد میں حل کیا اور امام حسنؑ کو دیا کہ وہ اسے کھا لیں۔ چنانچہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے وہ شہد زہر دار پیا اور بیمار ہو گئے اور اس رات متواتر قئے فرماتے رہے۔

شکم مبارک میں درد ہونے لگا۔ صبح دم مرقد پیغمبر اسلام پر گئے کہ جو دردمندوں کے لیے دوا و شفا تھی۔ آنحضرتؐ نے توجہ فرمائی اور امام حسنؑ کو شفا ہو گئی اور گھر واپس آئے مگر جعدہ کی طرف سے بدگمان ہو گئے اور پھر اس کے گھر کی کوئی چیز نہیں کھائی۔ ایک روز امام حسن علیہ السلام اس کے گھر تشریف لائے اسماء نے کہا آقا نخلستان سے تازہ تازہ خرمے آئے ہیں اگر خواہش ہو تو پیش کر دوں۔ امام حسنؑ نے فرمایا لاؤ! بعض محدثین نے فرمایا ہے کہ ان میں زہر آلودہ خرمے ایک خاص علامتی نشان کے تھے جسے صرف جعدہ زوجہ امام حسنؑ پہچانتی تھی اور ان میں سے باقی اپنی اصلی حالت میں تھے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا اے جعدہ تو کھانے میں شریک کیوں نہیں ہوتی اسماء یعنی جعدہ بنت اشعث جو آپ کی زوجہ تھی شریک ہوئی اور صحیح خرمے اٹھا کر کھانا شروع کیے لیکن امام حسنؑ نے دونوں قسم کے خرمے تناول کیے۔ اس مقام پر سوال ہو سکتا ہے کیا امامؑ کو علم نہ تھا جان بوجھ کر دونوں قسم کے خرمے کھائے یا نادانستہ طور پر۔ یہ سوال علم امام سے متعلق ہے اور اس میں طویل بحث ہے کیونکہ اکثر علماؒ نے اپنے اپنے علم و معرفت کے مطابق جواب دیے ہیں۔ ہم اس مقام کے علاوہ جہاں مناسب ہوگا مفصل جواب سپرد قرطاس کریں گے تاکہ اس قسم کی ختم ہو جائے۔

(مترجم: یہ ایک حقیقت ہے کہ نبیؐ و امامؑ کے منازل ابتلاء عظیم ہیں اور ان کی بھی آزمائش یقینی ہے اگر آزمائش نہ ہو تو مقامات رفیعہ اور بلندی درجات حاصل نہ ہوگی جو کہ عمل کا ایک درجہ ہے۔ پس اگر ائمہ اپنے علم وہبی ولدنی کے ذریعہ آگاہ ہونے پر زہر کو جو دشمن دین دے رہا

ہے نہ کھائیں تو آزمائش ختم ہو جاتی ہے اسی لیے ہر ایک معصوم کو جب زہر دیا گیا تو باوصفیکہ مطلع بعلم امامت تھے مگر زہر کی طرف پھر بھی ہاتھ بڑھا دیا یہ کہنا کہ خدا نسیان طاری کر دیتا ہے منافی شان معصوم ہے ۔) حاصل کلام یہ ہے کہ امام حسنؑ نے سات دانہ خرموں کے جو زہر آلود تھے کھائے اور پھر ہاتھ کھینچ لیا۔ اور اسماء کے گھر سے اپنے دوسرے گھر چلے آئے اور رات بے چینی کرب و درد میں گزاری اور پھر روضۂ مبارک جدامجد پر گئے اور شفا چاہی اور عرض کیا کہ اے نانا آپ کی درگاہ درگاہِ رحمت ہے اور جو دردمند اور طالب رحمت ہیں یہاں حاضری دیتے ہیں یہ کہہ کر اپنے شکم مبارک کو قبر مطہر سے ملا اور بہ برکت روحانیت پیغمبر خدا آپ کو صحت ہوئی جب واپس تشریف لائے اسماء سے کہا کہ جب سے میں نے کہ ان خرموں نے جو تیرے پاس تھے میرا حال خراب کر دیا ہے یہاں تک کہ یہ نزدیک ہلاکت پہنچ گیا ہوں۔ اسماء نے ناروا جواب حضرت کو دیا اور امام حسنؑ اسماء کے گھر سے غمگین واپس آ گئے۔ تیسری مرتبہ مروان نے پھر زہر الماس بھیجا جس میں کئی دوسرے زہر ملے ہوئے تھے اور وہ زہر لے کر وہ دلالہ عورت ، اسماء کے پاس آئی اور اسماء سے کہا کہ یزید تیرے فراق میں بے چین ہے اگر حسنؑ کا کام تمام کر دیا تو بہت جلد ملکۂ شام بن جائے گی یہ کہہ کر اس نے اسماء کو زہر دیا۔ اسماء نے بڑے حیلہ و فکر سے کام لیا آخر کار ایک شب آپ کے پینے کے پانی کے کوزہ میں وہ زہر ڈال دیا۔ اس کوزہ پر کپڑا بندھا ہوا تھا اس ملعونہ نے اس کپڑے میں زہر چھپا دیا اور پھر وہ اپنے گھر چلی گئی۔ اے شیعیان علیؑ یہ مقام گریہ و بکا ہے کہ کچھ دیر بعد امام حسنؑ خواب سے بیدار ہوئے اور اپنی بہن زینبؑ کو آواز دی اور فرمایا کہ میں نے ابھی خواب میں دیکھا کہ نانا رسولِ خدا اور بابا علی المرتضیٰ اور میری ماں فاطمہؑ تشریف لائی ہیں اور مجھ سے

فرمایا کہ اے نور البصر اب عنقریب تم دنیا کی تکلیفوں سے نجات پاؤ گے اور ہم سب تمہارے منتظر ہیں یہ فرما کر آپ نے پانی طلب کیا اور ہاتھ بڑھا کر وہ سر بمہر کوزہ اٹھایا۔ مہر کو دیکھا تو صحیح حالت میں تھی آپ نے اس مہر کو ہٹایا اور کوزہ سے پانی لے کر پیا۔ پس پانی کا پینا تھا کہ زہر نے اثر کیا اور دہن مبارک سے خون اُگلنے لگے زینبؑ خاتون سے فرمایا اے بہن یہ پانی تو زہر آلودہ ہے جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے۔ اے بہن حسینؑ سے کہو کہ جلد آ جائیں ۔ زینبؑ خاتون نے واحسینا واحسیناہ کی صدائے دردناک بلند کی ۔ اہلحرم بیدار ہو گئے اور امام حسینؑ سر و پا برہنہ خانہ حسنؑ کی طرف پہنچے اور امام حسنؑ کی حالت خراب دیکھ کر آہ سرد کھینچی اور بھائی کی گردن میں ہاتھ ڈال کر فرمایا اے بھائی آپ کی یہ کیا حالت ہو گئی۔ اہلحرم میں کہرام بپا ہو گیا۔ بہنیں فریاد کرنے لگیں۔ آئیے ذرا کربلا میں حسینؑ کو دیکھئے کہ حسینؑ کا تن مبارک تیروں سے چھلنی ہو گیا ہے تلواروں سے چور چور ہیں گھوڑے سے زمین پر آ چکے ہیں۔ چاروں طرف دشمنوں کا نرغہ ہے۔ شمر خنجر بکف موجود ہے کہ سر امام حسینؑ جدا کرے ۔ وہاں کیا کوئی مسلمان نہ تھا کہ جو حسین فرزند رسولؐ کی مدد کرتا۔ ذبح ہونے سے بچاتا۔ دشمنوں کی تلواروں کو روکتا۔ اسی اثناء میں عبداللہ بن امام حسنؑ نے خیمہ میں اپنے چچا حسینؑ کی آواز سنی کہ اس حالتِ غربت میں ہے کوئی مدد کرنے والا ۔ میدان کی طرف دوڑا، اور امام حسینؑ کے نزدیک پہنچا اور عبداللہ بن الحسن نے شمر سے کہا اے شمر تو میرے عم نامدار کو قتل کرتا ہے کہ ایک ظالم نے تلوار اٹھائی اور اس گیارہ سالہ بچے کو حسینؑ کی گود میں ذبح کر دیا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین ۰

اب ذرا امام حسنؑ کا حال سنیئے کہ امام حسینؑ نے عرض کیا بھائی یہ کیا حالت

ہے۔ کل تک تو آپ کی یہ حالت نہ تھی۔ امام حسینؑ نے اپنا ہاتھ امام حسنؑ کے ہاتھ میں دیا اور پھر امام حسنؑ نے امام حسینؑ کو چند وصیتیں کیں۔ فرمایا اے برادر بجان برابر غم کھانا اور خون دل بہانا۔ اس کے سوا صبر کی منزل ہے۔ جادۂ صبر پر قائم رہنا۔ اب میرے بعد تمہاری مصیبتوں کا زمانہ شروع ہونے والا ہے پھر آپ نے کلمۂ شہادت لا الٰہ الا اللہ محمد جدی رسول اللہ علی ولی اللہ بالرفیق الاعلیٰ ۔ کلمۂ طیبہ و شہادتیں پڑھا اور امام حسین تلقین صبر کی۔ اور تمام اہل حرم کو اشارہ کیا کہ یہاں سے سب باہر چلے جائیں

نے فرمایا ہے۔ غرضیکہ سب حجرۂ حسن مجتبےٰ علیہ السلام سے باہر چلے گئے کہ وہ وقت رہا کہ روح حسنؑ نے جنت اعلیٰ کو پرواز کی اور امام حسینؑ نے فریاد گریہ و بکا بلند کی واحسناہ و اخاہ کہتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ اہل حرم میں اس وقت آہ فغاں کا ایک شور برپا تھا۔ واحسرتا کہ امام حسینؑ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ وقت نزع کوئی شخص یا عورت بآواز بلند گریہ کرے۔ لیکن جب حسین گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے۔ اعدائے دین شور مچا رہے تھے، خوش ہو رہے تھے کہ شمر ولد الحرام آگے بڑھا اور سینۂ امام پر قدم رکھا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

امام حسنؑ کی جس زہر سے شہادت واقع ہوئی اس کے بارے میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ زہر الماس تھا کہ جسے باریک پیس لیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ زہر ہلاہل تھا۔ بہرحال کہ وہ زہر تھا۔ ہر ایک زہر کی خاصیت و علامت جداگانہ ہے لیکن

وہ زہر جو آپ کو دیا گیا صورتاً جدوار سے (جدوار ایک جڑ ہے مخروطی شکل سیاہ رنگ کی) مشابہ تھا اور اس زہر کی مصلح یہی جدوار ہے۔ حکیم مومن نے کتاب تحفہ میں لکھا ہے کہ اس قسم کا زہر زیادہ تر خطا و ختن کی پہاڑیوں پر ہوتا ہے جبکہ ایک طرف یہ زہر ہوتا ہے اور دوسری طرف جدوار ہوتی ہے اور اس میں فرق کرنا مشکل ہے بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ جب یہ زہر کا پودا لینے جاتے ہیں تو بکری وغیرہ لے جاتے ہیں اور اگر بکری اس زہریلے درخت کو کھاتی ہے تو اس کے پستان پھٹ جاتے ہیں اور خون جاری ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس زہر سے دونوں ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اس زہر نے امام حسنؑ کے جگر کا کیا حال کیا ہوگا کہتے ہیں کہ وہ کوزۂ آب زمین پر پھینکا اور زہردار پانی زمین پر گرا تو زمین میں شگاف پڑ گئے تھے۔ اس زہر سے امام حسنؑ کی حالت زیادہ متغیر ہو گئی تھی، کسی طرح چین نہیں آتا تھا، ؎

در تاب رفت و طشت طلب کرد و نالہ کرد
دل زخون دل چند سالہ کرد

زینب خاتون نے طشت کی طرف نگاہ کی کہ طشت میں دل و جگر کے ٹکڑے پڑے ہیں واحسرتا کہ امام حسنؑ کا جگر معاویہ کے زہر سے ٹکڑے ہوا اور امام رضا علیہ السلام کا جگر مامون کے زہر سے ٹکڑے ٹکڑے ہوا۔ اور امام حسینؑ کا جگر تیر سہ شعبہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہوا جو زہرآلودہ تھا۔ امام حسنؑ نے چند مرتبہ قے کی اور شکم مبارک خالی ہو گیا۔ دل و جگر ٹکڑے ہو گئے لب ہائے مبارک سبز ہو گئے۔ ناخن سیاہ ہو گئے۔ اسی حالت میں امام حسینؑ سے کچھ وصیتیں بیان کیں۔ اوّلاً امام امام حسینؑ کو صحیفۂ امامت سپرد کیا اور حسینؑ مامور بہ امامت ہوئے (اسی طرح

آپ ماموربہ امامت ہوئے جیسے نبی مبعوث بہ نبوت ہوتا ہے) آپ نے امام حسینؑ سے فرمایا کہ اب میرے بعد تو ہی صاحب ولایت و امامت و خلافت ہے تو ہی حجت اللہ ہے اور تو ہی میرے یتیموں کا والی وارث ہے۔ اے برادر میں نے اپنے نانا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث دیکھی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ شبِ معراج مجھے بروضہ رضوان لے گیا اور میں نے ہر ایک کے درجات ملاحظہ کیے میں نے وہاں پر دو قصر دیکھے کہ ایک یاقوت سرخ کا تھا اور دوسرا مرواریدِ کا دریافت کیا کہ یہ قصر کس کے ہیں۔ رضوان نے کہا کہ ایک حسنؑ مجتبیٰ کا اور دوسرا حسینؑ شہید کربلا کا ہے۔ سوال کیا یہ دونوں ہم رنگ کیوں نہیں ہیں۔ رضوان خموش ہو گیا اس وقت جبرائیل نے کہا کہ اے رسولؐ رضوان کس طرح عرض کرے۔ واقعہ یہ ہے کہ حسنؑ زہر سے شہید ہوں گے ان کا رنگ زمرد کی طرح سبز ہوگا۔ اور قصر حسینؑ سرخ اس لیے ہے کہ جب حسینؑ دنیا سے رخصت ہوں گے اور تمام جسم مبارک خون سے رنگین ہوگا پس اے برادر یہی میرا حال ہے۔ غرضیکہ اس بیان سے اہل حرم میں شور بکا بلند ہو گیا۔ عرقِ مرگ پیشانی پر ظاہر ہوا اور روح امام حسنؑ جنت کو پرواز کر گئی۔ امام حسینؑ نے اپنے بھائی کے غم میں گریبان چاک کیا۔ حجرہ سے باہر نکلے۔ مدینہ میں ہائے حسنؑ کی صدائیں بلند تھیں۔ یہاں جناب زینبؑ نے وقت وفات حسن مجتبیٰ کی آنکھیں بند کیں اور کربلا میں جب حسینؑ نے شہادت پائی تو نیزہ پر سر حسینؑ بلند تھا کوئی نہ تھا کہ جو امام حسینؑ کی آنکھیں بند کرتا، بلکہ سینۂ امام حسینؑ تھا اور شمر ملعونؒ نے سینۂ اقدس پر قدم رکھا۔ زمین کربلا کو زلزلہ آیا۔ فضا کربلا میں آندھیاں چلنے لگیں۔ فرات کے پانی میں تلاطم پیدا ہو گیا۔

اسماء ملعونہ کا انجام

روایات سے ثابت ہے کہ جعدہ بنت اشعث کہ جو اسماء کے نام سے مشہور ہے اس نے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو زہر اس لیے دیا تھا کہ اس کے بعد وہ حبالۂ عقدِ یزید بن معاویہ میں آجائے۔ اصل میں جعدہ بدطینت تھی اس کے باپ اور بھائی نے حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے حق میں ظلم و ستم کیے ہیں۔ اسی ملعونہ کا بھائی کربلا میں محمد بن اشعث شریک افواج یزید تھا اور اس نے امام حسینؑ سے قتال کیا ہے۔ جب اس نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو زہر سے شہید کر دیا تو مروان نے خیال کیا کہ حسین علیہ السلام ضرور قاتل حسن کو اس کے کیے کی سزا دیں گے۔ اس نے جعدہ کو تہدید کی اس کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح وہ اپنے آپ کو امام حسن مجتبےٰ علیہ السلام کا وفادار ثابت کرے اور بنی ہاشم اور امام حسینؑ محاسبہ نہ کریں۔ اس نے اسماء کو یہ پیغام بھیجا کہ بنی ہاشم تجھے قتل کرنے کی فکر میں ہیں۔ تیرا اب خانہ حسن میں رہنا مناسب نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اسماء خود بھی خوف زدہ تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس نے خود زہر دیا ہے۔ وہ موقعہ پاکر مروان کے گھر چلی آئی اور مروان نے دو غلام اور تین کنیزوں کے ہمراہ معاویہ کے پاس بھیج دیا۔ اور معاویہ کو خط لکھا کہ اس عورت کو پوشیدہ رکھے اور ہرگز ہرگز ظاہر نہ ہونے دے۔ اگر اس کا شام میں پہنچنا ظاہر ہو گیا تو ایک نیا فتنہ پیدا ہو جائے گا۔ اور کشت و خون کی نوبت آئے گی۔ پس اس راز کو کسی پر ظاہر نہ کرے۔ جب مروان کے غلام جعدہ بنت اشعث کو معاویہ کے پاس پہنچے اور معاویہ کو خبر شہادت امام حسنؑ ملی تو وہ بہت خوش ہوا۔ اور اس نے فرزند رسولِ خدا کی شہادت پر مسرت و خوشی کا اظہار کیا چنانچہ یہ رسم

اب تک دشمنانِ آلِ رسول میں جاری ہے۔ لیکن معاویہ شاہی اطوار و آداب کے تحت بازار و دکانیں بند کرنے کا حکم جاری کیا اور درباری لوگوں نے ماتم داری کی اور امام حسنؑ کا سوگ منایا۔ وامصیبتاہ کہ جب امام حسنؑ کی خبر شہادت شام میں پہنچی تو معاویہ نے سوگ منایا لیکن جب بعد میں شہادت امام حسینؑ آپ کے اہلحرم رسن بستہ شام میں داخل ہوئے اور یزید لعینؑ کو خبر قتل حسینؑ پہنچی تو اس نے حکم دیا کہ شہر آراستہ کیا جائے، دربار سجایا جائے۔ عورتوں نے زیورات پہنے اور مردوں نے لباس فاخرہ پہنا گویا قتل حسینؑ پر عید منائی گئی اور جگہ جگہ لہو و لعب اور گانے کی محفلیں برپا ہوئیں، رقص و سرود کے اجتماع ہوئے۔ جب معاویہ ظاہراً سوگ منا چکا تو اس نے جعدہ بنت اشعث کو بلایا اور اس سے امام حسنؑ کو زہر دینے کا حال سُنا۔ اس ملعونہ نے جس مکر و حیلہ سے دونوں مرتبہ زہر دیا تھا وہ تفصیلاً ذکر کیا۔ معاویہ نے اس سے دریافت کیا آخر تو نے یہ امر عظیم کس لیے انجام دیا کہ فرزند رسولِ خدا حسن مجتبیٰ کو زہر سے شہید کر دیا۔ اسماء نے کہا تیری خوشنودی اور تیرے بیٹے یزید لعینؑ کو اختیار کرنے کے لیے یہ کام انجام دیا اور خدا اور رسولؐ سے بھی خوف نہ کیا۔ معاویہ بولا کہ اے زن بے وفا! تُو نے حسنؑ مجتبیٰ کے ساتھ وفا نہ کی اور تُو نے ماہ تابندہ اور شیشۂ رسولِ خدا کو چھوڑ دیا نہ صرف چھوڑ دیا بلکہ زہر سے شہید کیا تو میرے بیٹے یزید لعینؑ کے لائق نہیں ہے۔ خدا تجھ سے اس معاملہ میں باز پرس کرے، میں یزید لعینؑ کی زوجیت میں نہیں دے سکتا۔ ؎

جز جور و جفا نیاید از تو — جز فعل خطا نیاید از تو
از تو طلب وفا محال است — البتہ وفا نیاید از تو

وہ بدبخت ناسازگار زمانہ پھر دنیا امام حسنؑ کی محبتوں کو یاد کر کے رونے

لگی۔ معاویہ نے کہا اگر اس قدر گریہ کرتی ہے کہ تیری دو توں خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا بجا کم گریہ کر۔ راوی کہتا ہے کہ جعدہ نے تین شب و روز نہ پانی پیا اور ان ایمانی کہ اس باغی صاحب روضۃ الشہداء نے تحریر کیا ہے کہ معاویہ نے اپنے غلاموں کو حکم دیا یہ شخص شریعت مخفی طور پر یہاں سے لے جائیں۔ غلامان معاویہ پوشیدہ طور پر کسی جگہ لے کر کے سوا اس کے گیسو اس کے تن اور ٹانگوں کو اونٹ سے باندھ دیا۔ اونٹ ایک جزیرہ کے نزدیک پہنچا گرد و غبار کا طوفان اٹھا اور وہ ملعونہ اس طوفان میں ناپید ہو گئی۔ فی النار والسقر ہو گئی۔ اس ملعونہ کا یہ انجام امام حسنؑ مجتبیٰ علیہ السلام سے دغا کرنے کا نتیجہ ہے آپ نے اس پر نفرین کی تھی۔ امام کی نفرین بمنزلۂ عذاب ہے۔ وہ دنیا ہی میں عذاب میں مبتلا ہو کر اپنے کیفر کردار کو پہنچی۔

اور جب میدانِ حشر برپا ہو گا تو مادرِ حسن مجتبیٰ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نوحہ کناں زیرِ عرش فریاد کریں گی اور خدا سے عرض کریں گی کہ پالنے والے جعدہ نے میرے بیٹے حسن کو زہر سے شہید کیا، نہ تیرا خوف کیا اور نہ تیرے رسولؐ کا لحاظ کیا۔ اس وقت سیدۂ عالم حسن مجتبیٰ کا (دراعہ) یعنی کرتہ جو زہر آلود خون سے بھرا ہو گا اور پیراہن حسین خون آلودہ تیروں سے چھلنی، اپنے بابا رسولِ خدا کے دندان شکستہ اپنے شوہر علیؑ مرتضیٰ کا خون بھرا عمامہ، علی اصغر کا خون بھرا شلوکا۔ امام حسینؑ کی خون بھری قمیص، اور آگے آگے جبرئیل امین ایک طبق لیے ہوئے جس میں امام حسینؑ کی انگشت بریدہ، عباس علمدار کے کٹے ہوئے شانے ہوں گے۔ اس وقت ایک مجلس عزا برپا ہو گی واحسیناہ کی صدائیں بلند ہوں گی۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

اب تک دشمنانِ آلِ رسول میں جاری ہے۔ لیکن معاویہ شاہی اطوار و آداب کے تحت بازار و دکانیں بند کرنے کا حکم جاری کیا اور درباری لوگوں نے ماتم داری کی اور امام حسنؑ کا سوگ منایا۔ وامصیتاہ کہ جب امام حسنؑ کی خبر شہادت شام میں پہنچی تو معاویہ نے سوگ منایا لیکن جب بعد میں شہادت امام حسینؑ آپ کے اہلحرم رسن بستہ شام میں داخل ہوئے اور یزید لعنۃ کو خبر قتل حسینؑ پہنچی تو اس نے حکم دیا کہ شہر آراستہ کیا جائے، دربار سجایا جائے۔ عورتوں نے زیورات پہنے اور مردوں نے لباس فاخرہ پہنا گویا قتل حسینؑ پر عید منائی گئی اور جگہ جگہ لہو و لعب اور گانے کی محفلیں برپا ہوئیں، رقص و سرود کے اجتماع ہوئے۔ جب معاویہ ظاہراً سوگ منا چکا تو اس نے جعدہ بنت اشعث کو بلایا اور اس سے امام حسنؑ کو زہر دینے کا حال سُنا۔ اس ملعونہ نے جس مکر و حیلہ سے دونوں مرتبہ زہر دیا تھا وہ تفصیلاً ذکر کیا۔ معاویہ نے اس سے دریافت کیا آخر تو نے یہ امر عظیم کس لیے انجام دیا کہ فرزند رسول الخدا حسن مجتبیٰ کو زہر سے شہید کر دیا۔ اسماء نے کہا تیری خوشنودی اور تیرے بیٹے یزید لعنۃ کو اختیار کرنے کے لیے یہ کام انجام دیا اور خدا اور رسولؐ سے بھی خوف نہ کیا۔ معاویہ بولا کہ اے زن بے وفا! تُو نے حسنؑ مجتبیٰ کے ساتھ وفا نہ کی اور تُو نے ماہ تابندہ اور شیشۂ رسول الخدا کو چھوڑ دیا نہ صرف چھوڑ دیا بلکہ زہر سے شہید کیا تو میرے بیٹے یزید کے لائق نہیں ہے۔ خدا تجھ سے اس معاملہ میں بازپرس کرے، میں یزید لعنۃ کی زوجیت میں نہیں دے سکتا۔ ؎

جز جور و جفا نیاید از تو   جز فعل خطا نیاید از تو
از تو طلب وفا محال است   البتہ وفا نیاید از تو

وہ بدبخت ناسازگار زمانہ پھر دنیا امام حسنؑ کی محبتوں کو یاد کر کے رونے

لگی۔ معاویہ نے کہا اگر اس قدر گریہ کرتی ہے کہ تیری دونوں آنکھیں کور ہو جائیں گی۔ کم سے کم گریہ کر۔ راوی کہتا ہے کہ جعدہ نے تین شب و روز نہ پانی پیا اور نہ طعام کھایا معین الدین صاحب روضۃ الشہداء نے تحریر کیا ہے کہ معاویہ نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ جعدہ کو مخفی طور پر یہاں سے لے جائیں۔ غلامان معاویہ پوشیدہ طور پر کسی جگہ لے گئے اور اس کے گیسو اس کے تن اور ٹانگوں کو اونٹ سے باندھ دیا۔ اونٹ ایک جزیرہ کے نزدیک پہنچا گرد و غبار کا طوفان اٹھا اور وہ ملعونہ اس طوفان میں ناپید ہو گئی۔ فی النار والسقر ہو گئی۔ اس ملعونہ کا یہ انجام امام حسنؑ مجتبےٰ علیہ السلام سے دغا کرنے کا نتیجہ ہے آپ نے اس پر نفرین کی تھی۔ امام کی نفرین بمنزلۂ عذاب ہے۔ وہ دنیا ہی میں عذاب میں مبتلا ہو کر اپنے کیفر کردار کو پہنچی۔

اور جب میدانِ حشر برپا ہو گا تو مادرِ حسن مجتبیٰ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نوحہ کناں زیرِ عرش فریاد کریں گی اور خدا سے عرض کریں گی کہ پالنے والے جعدہ نے میرے بیٹے حسن کو زہر سے شہید کیا، نہ تیرا خوف کیا اور نہ تیرے رسولؐ کا لحاظ کیا۔ اس وقت سیدۂ عالم حسن مجتبیٰ کا (دراعہ) یعنی کرتہ جو زہر آلود خون سے بھرا ہو گا اور پیراہن حسین خون آلودہ تیروں سے چھلنی، اپنے بابا رسول الخدا کے دندانِ شکستہ اپنے شوہر علیؑ مرتضیٰ کا خون بھرا عمامہ، علی اصغر کا خون بھرا شلوکا۔ امام حسینؑ کی خون بھری قمیص، اور آگے آگے جبرئیل امین ایک طبق لیے ہوئے جس میں امام حسینؑ کی انگشت بریدہ، عباس علمدار کے کٹے ہوئے شانے ہوں گے۔ اس وقت ایک مجلس عزا برپا ہو گی واحسیناہ کی صدائیں بلند ہوں گی۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

امام حسینؑ کا مکّہ تشریف لے جانا اور منیٰ میں خطبہ دینا

مجالس مومنین میں مرقوم ہے کہ بعد شہادت حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السّلام شیعیان علی اور موالیان اہلبیت طاہرین نے امام حسینؑ کو معاویہ کے ظلم وستم سے آگاہ کرنے کے لیے خطوط تحریر کیے اور اپنے مصائب کی جو معاویہ کے ہاتھوں پڑے شکایت کی اور یہ بھی لکھا کہ آپ اس خط کو راز میں رکھیں۔ ؎

ظلم وجفا جملہ عالم گرفت　　اہرمنی مسند آدم گرفت

اے امام انس وجان، وصی وجانشین نبوی، وارث شریعت محمدی، مظہر شجاعت حیدری اے حسین ابن علیؑ مدد سے۔ مولیٰ معاویہ کے ظلم وجور نے پورے عالم اسلام کو گھیرے میں لے لیا ہے اور مسند آدم پر اہرمن قابض ہے، ظلم وجور کا دور دورہ ہے آپ مدد فرمائیے، اپنے نانا کے دین کی حفاظت کیجئے۔ جب یہ نامہ بلکہ اس قسم کے نامے متواتر طور پر امام حسینؑ کو ملے تو آپ مدینہ سے عازم مکّہ ہوئے کہ حج بھی بجا لائیں، اور چونکہ حج میں اہل اسلام کا اجتماع عظیم ہوتا ہے۔ ان سب کو ہدایت بھی کریں۔ آپ نے مدینہ میں اپنے عزیزوں، دوستوں، رفیقوں اور تمام شیعوں کو اپنے عازم سفر ہونے کی خبر کی۔ سب لوگ جمع ہوئے اولاً سب نے امام حسینؑ کو اس سفر سے روکا آخرکار امام حسینؑ کے نہ ماننے پر سب خموش ہو گئے۔ اور آپ کے ہمرکاب عبداللہ جعفر اور عبداللہ بن عباس تھے۔ روایت میں ہے کہ اس وقت تقریباً اہل مدینہ میں سے معزز ومفتخر اور باثر جو ہستیاں تھیں ان کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی۔ جب یہ حسینی قافلۂ حج باشکوہ وشان ہاشمی وارد مکّہ ہوا اور مقام منیٰ پر وارد ہوا تو امام حسینؑ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور اصحاب وانصار کے شامیانے کے نیچے تشریف لائے

اور تمام لوگ بھی جمع ہو گئے۔ اور آپ نے خطبہ دیا۔ اوّل خدائے تعالیٰ کی حمد وثنا بجا لائے پھر اپنے نانا پر درود وسلام بھیجا اور پھر فرمایا کہ اے برادران ایمانی کہ اس باغی وطاغی معاویہ جس طرح چاہتا ہے ہمارے شیعوں پر ظلم ڈھا رہا ہے۔ یہ شخص شریعت محمدیہ میں من مانی کر رہا ہے۔ عرصہ حیات لوگوں پر تنگ کر دیا ہے۔ اب اس کے سوا چارۂ کار نہیں ہے کہ ہم اپنے دوستوں کو پنجۂ ظلم سے نجات دلائیں۔ ان مظلوموں کی دادرسی ہم پر فرض ہے۔ اے حاضرین پر تمکین میں رسولِ خدا کا فرزند ہوں۔ میں مباہلہ میں آغوش رسول میں تھا۔ میں نے زبان رسولخدا چوس چوس کر پرورش پائی ہے جسے تم سب جانتے ہو، میں تم سے چند چیزوں کے متعلق سوال کرتا ہوں۔ اگر میں اپنے مقام پر صادق ہوں تو تم سب کا فریضہ ہے کہ میری تصدیق کرو۔ اور اگر معاذ اللہ میرے کلام میں کذب بیانی کو دخل ہے تو تم تکذیب کرو اور پھر اگر میرے کلام کو مانتے ہو تو پھر جو کچھ میں بیان کروں اسے پوشیدہ رکھو، کسی پر ظاہر نہ کرو۔ اور جب کسی دوسری جگہ کسی دوسرے قریہ میں جاؤ تو جو لوگ ہمارے شیعہ اور قابل اعتماد ہیں ان سے بیان کرو اور ان سے بھی اس راز کو پوشیدہ رکھنے کا عہد لو۔ اے گروہ مردمان میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگوں نے حق کو بوسیدہ اور پست کر دیا ہے حالانکہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

کہ خدا اپنے نور کو پورا کرے گا یعنی اس کی حفاظت کرے گا خواہ کافروں پر گراں گزرے۔ ؏

وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

خامس آل عبا سید الشہداء امام حسینؑ نے چند آیات قرآنی عظمت دین اسلام سے متعلق بیان فرمائیں اور وہ آیات بھی پڑھیں کہ جو خاندان رسولخدا کے حق میں

نازل ہوئی ہیں۔ اس کے بعد آپ نے اصحاب سے کہ جو وہاں موجود تھے سوال کیا کہ یہ سب روایات و احادیث ہیں یا نہیں۔ سب نے کہا اے سبط رسولِ خدا آپ نے بالکل حق فرمایا ہے اور ہم سب کے علم یہ تمام روایات موجود ہیں اور ہم سب جانتے ہیں کہ آپ ہادیٔ برحق ہیں اور مشرق و مغرب میں آپ سے زیادہ عالم دین نہیں ہے مسند خلافت نبوی آپ ہی کو زیب دیتی ہے جب یہ موعظہ تمام ہوا۔ سب لوگ متفرق ہو گئے اور اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ خطبہ امام حسینؑ نے مدینہ میں دیا تھا جب کہ عزیز و انصار، دوست و اصحاب موجود تھے۔ اور دوسرا خطبہ امام حسینؑ نے کربلا میں دیا جو کہ دشمنوں میں اتمام حجت کے لیے تھا مگر کوئی نہ تھا کہ جو امام علیہ السلام کے خطبہ پر لبیک کہتا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا اے قوم نابکار! اگر تم میری ان باتوں کی تصدیق نہیں کرتے تو زید بن ارقم، جابر بن عبد اللہ اور ایسے چند دوسرے اصحاب رسولؐ سے میری بات دریافت کر لو کہ کیا کبھی میں نے دین میں کوئی بدعت کی ہے۔ میں نے کبھی مخالفت خدا کی ہے پھر آخر تم میرا خون بہانا کیوں حلال سمجھتے ہو اور میرا خون بہانے پر آمادہ ہو، جب کہ رسولِ خدا نے میری بابت فرمایا ہے کہ حسین منی و انا من الحسین لیکن فوج یزیدی میں سے کسی نے جواب نہیں دیا۔

مروان کا شیعوں کے حالات سے معاویہ کو مطلع کرنا

شیخ کشی علیہ الرحمۃ نے رجال میں لکھا ہے کہ مروان جو معاویہ کی جانب سے حاکم مدینہ تھا ایک خط معاویہ کو تحریر کیا کہ امام حسن علیہ السلام کے انتقال کے بعد لوگ حسین ابن علیؑ کی طرف رجوع کر رہے ہیں اور اصحاب و تابعین میں سے لوگ

جوق در جوق امام حسینؑ کی خدمت میں آتے رہتے ہیں۔ ایک کثیر جماعت ان کے ساتھ ہو گئی ہے اور تحریر کیا کہ مجھے عمرو بن عثمان نے مطلع کیا ہے کہ اہل عراق میں سے شیعیان علیؑ کی ایک جماعت جو بزرگان ملت اور ثقہ لوگوں پر مشتمل ہے۔ امام حسینؑ کی خدمت میں آئی ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں تمہاری حکومت کے لیے یہ چیز باعث خرابی ہو لیکن میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ حسین بن علیؑ نے آج تک نہ دعویٔ خلافت کیا ہے اور نہ ہی ہماری مخالفت کی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اہل عراق ان کو اس بارے میں خاموش نہ بیٹھنے دیں۔ پس اے معاویہ تمہاری اس معاملہ میں کیا رائے ہے مجھے مطلع کریں تاکہ میں اس پہ کاربند رہوں۔ جب معاویہ کو یہ خط ملا۔ تو اس نے جواباً تحریر کیا کہ تمہارا نامہ ملا۔ اور مضمون خط سے آگاہی ہوئی اور میں مزید غور کروں گا لیکن اے مروان جب تک حسینؑ کی طرف سے کوئی اقدام نہ ہو تو حسینؑ سے معارضہ مت کر اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ دے۔ میں بھی حسین بن علیؑ سے تصادم نہیں چاہتا تا وقتیکہ وہ میری سلطنت کے بارے کوئی تعرّض نہ کریں۔ تو ان کی طرف سے کنارا کرے اور تیرا آمنا سامنا نہ ہونا بہتر ہے۔ والسّلام!

مؤلف فرماتے ہیں کہ معاویہ موقع شناس تھا اور عارف تھا اور جانتا تھا کہ نبی اکرمؐ کی حمیت و غیرت حسین میں ہے۔ شجاعت و غضب میں حسینؑ اپنے نانا کا آئینہ دار ہیں اور آنحضرتؐ حسینؑ کو بے حد محبوب رکھتے تھے۔ امام حسینؑ اس قدر پرواہ نہیں رکھتے جس قدر کہ حسنؑ رکھتے تھے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ خطیب نے امام حسنؑ و حسینؑ کی موجودگی میں خطبہ دیا کہ خطیب نحس نے بنی اُمیّہ کی مدح کی اس وقت حضرت امام حسینؑ کو ہاشمی غیرت آئی اور آپ نے اس خطیب کو ذوالفقار سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ غرضیکہ معاویہ نے مروان کو نصیحت کی کہ حسینؑ سے معارضہ نہ کرے۔

لیکن پھر بھی دو تین مرتبہ ایسا ہوا کہ مروان اور امام حسین علیہ السلام کا آمنا سامنا ہو گیا۔ مروان منبر پر تھا اور امام حسینؑ نے اس کو منبر سے کھینچ لیا اور عمامہ اس کی گردن میں ڈال کر مسجد سے باہر لائے اور کوچہ میں اس کے ساتھ لڑائی کی صورت پیدا ہو گئی۔ امام حسینؑ نے اسکی کمر پکڑ کر اُسے زمین پر پٹک دیا۔ اور اس کو زدوکوب کیا۔ جب معاویہ کو خبر ہوئی تو اس نے اپنے بیٹے یزید لعین کو وصیت کی کہ اگر کہیں تیرا اور حسینؑ کا آمنا سامنا ہو جائے تو حسین کے ساتھ ناروا سلوک نہ کرنا کیونکہ حسین بن فاطمہؑ اپنے نانا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بہرہ مند ہیں اور کسی میں یہ جرأت نہیں ہے کہ امام حسینؑ سے منازعہ کرے یعنی جھگڑے یا حضرت کی شان میں ناروا الفاظ کہے ایسا کرے گا تو اُسے فوراً حسینؑ سزا دیں گے لیکن واحسرتا اِنھی امام حسینؑ کی شان میں ابن زیادہ ملعون نے ناروا الفاظ کہے۔ اور یزید لعین نے بھی ناروا الفاظ کہے۔ اور روزِ عاشورا محرم اعدائے دین چاروں طرف سے امام حسینؑ کی بے کسی پر خوش ہو رہے تھے اور آپ کا سر بریدہ نیزہ پر بلند کر کے خوش ہو رہے تھے اور جب امام حسینؑ نے اصغر بے شیر کے لیے سوال آب کیا ہے تو لوگوں نے پانی نہ دیا بلکہ طنز کرتے رہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں عنقریب اپنے نانا کے پاس جا رہا ہوں اور تمہاری شکایت کروں گا اور کہوں گا نانا آپ کی امت نے پانی تک نہ دیا بلکہ بے شیر بچّہ کو تیر سہ شعبہ کا نشانہ بنایا۔ امام حسین فریاد کر رہے تھے: واجداہ ومحمداہ وعلیاہ۔ لیکن کوئی امام حسینؑ کی فریاد کو پہنچنے والا نہ تھا۔

الالعنۃ اللہ علی القوم الظّٰلمین

معاویہ کا خط بنام امام حسینؑ اور امام عالیمقام کا جواب

روایات معتبرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ کے ظلم وستم کو دیکھ کر جو اس نے شیعیان علی مرتضیٰ پر کیے امام حسین علیہ السلام کے دل پہ بہت گہرا اثر رنج تھا اور شیعہ بھی آنجنابؑ سے معاویہ کے ظلم وستم کی شکایت کرتے رہتے تھے علاوہ ازیں مروان حاکم مدینہ نے معاویہ کو اس مضمون کا ایک خط تحریر کیا کہ بعد شہادت حسن مجتبیٰ علیہ السلام ان کے بھائی حسین ابن علیؑ کے بارے میں میں خائف ہوں۔ مبادا وہ خلافت کا دعویٰ کریں۔ معاویہ نے اسی بنا پر امام حسینؑ کو ایک خط لکھا کہ: اما بعد فقد انتهيت الى امور عنك ان كان حقا فقد اظنك تركها رغبة فدعها فلعمر الله ان من اعطى الله عهده و ميثاقه لجدير بالوفاء و ان كان الذى بلغنى عنك باطلا فانك اغير الناس لذلك و عظ نفسك و اذكر بعهد الله اوف فانك متى تنكر فى انكرك و متى تكد فى اكدك فاتق شك عصا هذاه الامه۔

اے حسینؑ کچھ خبریں اور بعض امور کی بابت مجھے معلوم ہوا ہے کہ جو تم سے متعلق ہیں اگر وہ خبریں صحیح اور درست ہیں میں گمان کرتا ہوں کہ وہ تم نے ترک کر دی ہونگی اور دیگر پیراہن یعنی متعلقہ اس پاس کے امور وہ سب ترک کر دیے ہونگے اور یہ ایک مسلّم امر ہے کہ جب کوئی شخص خدا سے عہد باندھے تو اس کو پورا کرنا ضروری ہے پس اے حسینؑ اگر تم میرا انکار کرو گے تو میں بھی تمہارا انکار کروں گا۔ اور اگر تم نے اپنے عہد سے وفا کی یعنی عہد کو نہ توڑا۔ تو تم عزیز ترین مردم ہو گے اور اے حسینؑ اس عہد کی وجہ سے

کہ جو تم نے کیا تھا وفا کرو۔ ورنہ میں بھی تمہارا انکار کروں گا۔ اور اگر تم نے میرے ساتھ کسی قسم کا کید و مکر کیا تو میں بھی ایسا ہی کروں گا اور عاقبت اس میں بخیر ہے کہ شکست سے بچا جائے۔ اور تم خود مسلمانوں کو پہچانتے ہو جو کہ تمہارے آزمودہ ہیں پس تم اپنی جان اور اپنے دین پر ترس کھاؤ اور اپنے جد کی امت پر نظر رکھو ایسا نہ ہو کہ نادان لوگ تمہارے لیے گڑھا تیار کریں

ایسا نہ ہو کہ نادان لوگ تمہیں خفیف کر دیں کیونکہ وہ کچھ نہیں جانتے ہیں۔ یعنی امر خلافت تمہارے خاندان سے باہر نکل گیا ہے اور اس بارے میں ہاتھ پیر نہ مارو۔ اور اپنے مطالبہ سے دستبردار ہو جاؤ اسی میں عاقبت بخیر ہے۔ جب امام حسین علیہ السلام کو معاویہ کا خط ملا اور آپ نے ملاحظہ فرمایا تو فوراً جواب تحریر فرمایا اما بعد فقد بلغنی کتابک تذکر انہ قد بلغک عنی امور انت لی عنہا راغب وانا بغیرھا عندک جدیر یعنی اے معاویہ تیرا خط مجھے ملا، جس میں تو نے تحریر کیا ہے کہ میری چند باتیں تجھ تک پہنچی ہیں اور تو مجھ کو ان سے دور جانتا ہے اور میں بغیر ان امور کے تیرے نزدیک ان امور کا سزاوار ہوں۔ اور یہ جو تو نے تحریر کیا ہے کہ بعض خبریں جو مجھ سے متعلق بیان کی گئی ہیں، صحیح نہیں ہیں بلکہ یہ چغل خوروں کی اختراع ہیں۔ بہر حال میں تجھ سے کوئی دشمنی یا خیال حرب و ضرب نہیں رکھتا ہوں۔ خدا کی قسم اس کام کو ترک کرنے پر میں خدا سے ڈرتا ہوں اور گمان کرتا ہوں کہ ایسا کرنے سے یعنی ترک کرنے پر خدا راضی ہوگا اور میں تجھ سے معذرت نہیں کرتا نہ تجھ سے اور نہ تیرے دوستوں سے کہ جو قاسطین و ملحدین کا ایک ٹولہ ہے۔ کیا تو قاتل حجر بن العدی الکندی نہیں ہے، اور کیا تو نے نماز گذاروں اور زاہدان شب زندہ داران کو قتل نہیں کیا ہے حالانکہ وہ لوگ تجھے ظلم و ستم اور بدعتوں سے روکتے تھے۔ ان لوگوں

کو قتل کرنا ظلم و عدوان کی نشانی ہے۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ کی مراد اس سے یہ تھی کہ اگر میرے بھائی حسنؑ نے تجھ سے عہد باندھا تھا اور خلافت کے بارے میں صلح اختیار کی تھی تو ہم بھی اپنے بھائی کے عہد پر قائم ہیں وہ عہد چند شرائط کے ساتھ کیا گیا تھا اور تو نے ایک شرط پر بھی عمل نہیں کیا اور جب تو نے عمل ہی نہ کیا تو عہد خود بخود ختم ہو گیا۔ ان شرائط میں سے ایک یہ بھی شرط تھی کہ حضرت علی المرتضیٰ پر سب نہ کیا جائے گا۔ اجزاء نماز جمعہ بھی شرائط میں داخل تھے اور شیعیان علیؑ کو اذیت نہ دینا بھی جزو معاہدہ تھا حالانکہ تو نے ہمارے دوستوں کو اذیتیں پہنچائیں۔ حجر ابن العدی الکندی کو قتل کیا کہ وہ اصحاب علیؑ سے تھے۔ عمرو بن حمق خزاعی جیسے عابد کو قتل کیا۔ پس تو خدا سے نہیں ڈرتا اور اپنے عہد سے انحراف کر کے خود اسے ذلیل کر رہا ہے اور مجھے موعظہ کرتا ہے کہ میں عہد نہ توڑوں۔ ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ ہمارے محبوں اور شیعوں کو آزار دیتا ہے۔ زیاد ابن سمیہ کہ جو بنی ثقیف کے لباس شب کی تخلیق ہے اس کے بارے میں تو دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ابوسفیان (پدر معاویہ) کی اولاد ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے فرمایا ہے کہ

ایسے شخص کو تو نے قوت و شوکت دی ہے کہ وہ عراق میں شیعیان علیؑ پر عرصۂ حیات تنگ کرے اس کے علاوہ تو یہ سمجھتا ہے کہ شیعیان علیؑ امت رسولؐ نہیں ہیں یا تو امت رسول خدا نہیں ہے اور تو نے ابن زیاد کو مومنین حضر مبین قرار دیا ہے۔ حالانکہ اس سلسلہ کا تعلق علیؑ اور اولاد علیؑ سے ہے ابن زیاد کو تو نے ہمارے دوستوں کو قتل کرنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ اے ہندۂ جگر خوار حمزہؓ تیرے باپ سفیان نے ہمارے نانا کے ساتھ جنگ کی ہے۔ آخر تو بواسطۂ اسلام یہاں بیٹھا ہوا ہے اگرچہ تیرے باپ نے ظاہری اسلام اختیار

کیا تھا۔ اب جو بھی مکر کرنا چاہتا ہے ضرور کر۔ مجھے امید ہے کہ تیرا مکر و دغا سے مجھے ضرر نہ پہنچے گا۔ اور وہ ضرر تجھے ہی اپنی زد میں لے لیگا۔ تو حریص ہوگیا ہے اور عہد شکنی کر رہا ہے۔ تو نے کسی عہد کو پورا نہیں کیا۔ ہمارے وہ چند مومنین و موالی کہ جو ہماری شان و فضائل بیان کرتے تھے ان کو قتل کیا۔ اے معاویہ روز حساب پر یقین رکھ اور قصاص پر آمادہ ہو کہ روز قیامت تجھ سے قصاص لیا جائے گا اور تجھ سے جو عظیم خطا صادر ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ تو اپنے بیٹے یزید کی ولیعہدی پر بیعت لینا چاہتا ہے اور بیعت لیتا ہے حالانکہ یزید لعنہ منکر و فواحش کا مرتکب ہو رہا ہے، شراب خوار ہے اور کتوں سے کھیلتا ہے۔ اسے خلافت سے کوئی ربط ہی نہیں ہے۔ تو عنقریب لوگوں میں بدنام ہوگا اور خسارۂ آخرت سے ہمکنار ہوگا۔ والسلام!۔ جب معاویہ کو امام حسین علیہ السلام کا یہ خط ملا اور مضمون خط سے آگاہی ہوئی اس وقت یزید لعنہ بھی موجود تھا۔ اس نے بھی امام حسینؑ کا نامہ پڑھا اور وہ بدبخت و ملعون غصہ میں کانپنے لگا اور معاویہ سے کہا کہ تم بھی ایسا ہی سخت جواب دو۔ اور حسینؑ کے پدر عالیقدر علی مرتضیٰ پر سب کرو۔ اس وقت معاویہ خموش تھا کہ عمرو العاص کا فرزند عبد اللہ بھی آگیا۔ معاویہ نے وہ خط اس کو دیا کہ حسین بن فاطمہؑ نے میرے خط کے جواب میں یہ خط بھیجا ہے۔ کہنے لگا عبد اللہ تم اس خط کو نہیں پڑھتے دیکھتے ہو کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ عبد اللہ نے کہا مَاھُوَا کہ کیا لکھا ہے جب خط پڑھ لیا کہنے لگا اے امیر تم بھی ایک ایسا ہی خط لکھو۔ معاویہ نے یہ سن کر کہا اے عبد اللہ بہت خوب کہا۔ معاویہ کہنے لگا کہ تم دونوں ہی نے ایک ہی بات کہی ہے۔ لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔ تم دونوں ہی غلطی پر ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ حسینؑ کی عیب جوئی کروں۔ خدائے ذوالجلال کی قسم ہے میں حسینؑ میں کوئی عیب ہی نہیں دیکھتا ہوں۔ مرحوم شیخ

جعفر نے خصائص میں فرمایا ہے کہ دوست و دشمن سب ہی حضرت امام حسینؑ کی مدح کرتے ہیں۔ خدا و رسولِ خدا حسین کی مدح کرتے ہیں۔ علی المرتضیٰ حسینؑ کے مداح ہیں اور ان کے بھائی حسنؑ ان کی مدح کرتے ہیں اور معاویہ نے بھی اس مذکورہ موقع پر اور دوسرے موقعوں پر امام حسینؑ کی مدح و ثنا کی۔ حد یہ ہے کہ قاتلان امام حسینؑ مثل شمر و سنان، عمر سعد، اور ابن زیاد نے بھی آپ کی مدح کی ہے اور ابن زیاد نے تو کہا ہے کہ حسینؑ نے ایک مرتبہ رکاب سونے چاندی سے بھر دی تھی۔

معاویہ کا یزید لعنہ کو ولیعہد مقرر کرنا

سیرت نگار اور باخبر لوگوں نے لکھا ہے کہ جب معاویہ نے یہ مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ اپنے بیٹے یزید لعنہ کو اپنا جانشین بنائے تو اس نے مروان حاکم مدینہ کو خط تحریر کیا کہ تو تمام اشراف و عمائدین مدینہ سے برائے ولیعہدی یزید لعنہ بیعت لے اور ان سے گفتگو کر اور ان کو ہموار کر۔ اور اس کے ساتھ ساتھ عبد اللہ بن عمر بن الخطاب کے لیے صد ہزار درہم بھی بھیجے۔ خط اور وہ درہم لے کر قاصد مدینہ پہنچا اور مروان نے جب خط پڑھا تو عبد اللہ بن عمر کو بلایا اور یزید لعنہ کی ولیعہدی کے بارے میں گفتگو کی اور وہ سو ہزار درہم اس کو دیے۔ عبد اللہ بن عمر نے درہم تو لے لیے لیکن کہنے لگا کہ میں یہاں سب سے زیادہ سن رسیدہ ہوں، میری بات دین میں معتبر سمجھی جاتی ہے۔ میں اس قلیل رقم پر تجھ سے یزید لعنہ کی بیعت کی خرید و فروخت کرنا پسند نہیں کرتا اگر رقم میں اضافہ کیا جائے تو سوچوں گا۔ اس کے بعد مروان نے بیعت یزید لعنہ کے بارے میں عبد الرحمن پسر ابوبکر سے گفتگو کی۔ یہ بات عبد الرحمن کو ناگوار گذری اور کہا معاویہ اور تو دونوں غلطی پر ہو۔ معاویہ خلافت کی آڑ لے کر بادشاہان قیصر و روم اور شاہان کسریٰ کی رسومات

پر عمل پیرا ہے اور حکومت و سلطنت کو اپنی اولاد دَر اولاد مستحکم کرنا چاہتا ہے۔ جو کہ اسلام میں بدعت ہے اور بارشادِ آنحضرتؐ بدعت جاری کرنے والا گمراہ و ضلال ہے حالانکہ ابوبکر اور عمر دونوں رسولِ خدا کے خلیفہ تھے مگر انھوں نے اپنی اولاد میں سلطنت و حکومت کو قرار نہیں دیا۔ لیکن معویہ میں یہ طریقۂ شیخین اور سنت رسولِ خدا مفقود ہے معاویہ یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے فرزند یزید ایسے شراب خوار و بدخو، منکر و ذراہی پر عمل کرنے والے کو خلافت سونپے اور اے مروان تجھے بھی شرم نہیں ہے کہ تو اس کے لیے خواستگاری بیعت کر رہا ہے۔ مختصر یہ کہ مروان، عبدالرحمٰن سے مایوس ہو گیا۔ اور جب بی بی عائشہؓ کو اس امر کی خبر ہوئی تو انھوں نے بھی معاویہ کو سخت و سست کہا۔ اور مروان ان کے جواب سے بھی مایوس ہو گیا۔ عبداللہ ابن زبیر اور ان کے ہمراہیوں نے بھی خموشی اختیار کی پھر مروان نے حضرت خامس آلِ عبا امام حسین کی طرف رجوع کیا اور یزیدؔ کی ولیعہدی کے بارے میں گفتگو کی۔ تب امام حسین علیہ السلام نے عتاب آمیز لہجہ میں جواب دیا اور یزید کی اکثر بُری اور خلافِ شرع عادتوں کا ذکر کیا۔ احوال یزید اور اس کی بداعمالیوں پر روشنی ڈالی اور اپنے اولیٰ تر ہونے کا ذکر فرمایا۔ جیسا کہ روز عاشورا محرم بھی ایک لاکھ افواج شام کے سامنے کہ حرامزادہ پسر حرامزادہ عبید اللہ مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے کہ میں ان دو کاموں میں سے ایک کو اختیار کروں یا قتل کر دیا جاؤں یا بیعت فاسق کروں مجھ پر حیف ہے کہ میں اس ذلت کو برداشت کروں اور بیعت یزیدؔ کروں۔ اگر لوگ مجھے نہیں پہچانتے تو پہچان لیں انا الحسین بن علی بن ابی طالب میں ابن ابی طالب ــــــ کا فرزند ہوں (امام حسین علیہ السلام کا اس طرح فرمانا کہ میں فرزند علی ابن ابیطالب ہوں اسی طرف اشارہ ہے کہ نہ میرے بابا علی المرتضیٰ

نے اپنے زمانہ میں کسی خلیفہ کی بیعت کی تھی اور نہ میں یزید جیسے خلیفہ کی بیعت کر سکتا ہوں مقام حیرت ہے پھر بھی بعض نام نہاد مولوی بیعت علیؑ و ابوبکر کا چکر چلاتے ہیں (ہماری کتاب علیؑ اور بیعت ملاحظہ ہو) امام حسین فرماتے ہیں تعجب بالائے تعجب ہے کہ مجھ سے بیعت طلب کی جاتی ہے، میں بیعت نہیں کر سکتا خواہ میرا سر قلم کر دیا جائے اس پر عبداللہ ملعون نے ناروا الفاظ کہے جن کو حسب موقع ذکر کیا جائے گا۔

اُمورِ حکومت کے لیے شائستگی درکار ہے

علماء نے فرمایا ہے کہ امر خلافت و سلطنت چلانے کے لیے شائستگی کا ہونا ضروری ہے، یعنی عقل و دیانتِ اسلامیہ اور لیاقت نظم و نسخ کا ہونا یقینی بات ہے بغیر اس کے حکومت استوار نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا بادشاہ و حکمران کو رعایا کے ساتھ جفا کاری اور ظلم و ستم روا نہیں ہے۔ منقولہ ہے کہ بوم شوم آدمی سے کبھی برکت و سعادت کی توقع نہیں ہونی چاہیے۔ اس مقام پر ایک حکایت درج کرتے ہیں کہ پرندگان گوناگوں نے صلاح کی کہ ہمیں ایک پیر و پیشوا بنانا چاہیے۔ اور ہمیں ایک مجلس مشاورت قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ سب پرندے جمع ہوئے کیونکہ اس کے بغیر اجماع عمل میں نہیں آتا اور مسند امارت اپنے اپنے طور پر حاصل کرنے کی کوششیں شروع ہو گئیں آخر کار ایک پرند پر سب کا اجماع ہو گیا کہ اس کو امیر مقرر کیا جائے اور اکثر پرندے اس کی عدم قابلیت کو ظاہر کرتے رہے کہ یہ اس کا اہل نہیں ہے یہاں تک کہ بوم (اُلّو) کے نام پر امارت طے ہو گئی کہ اُلّو کو اپنا امیر مقرر کریں اور زمام اختیار اس کے سپرد کریں۔ اگرچہ بعض پرندوں نے اس کو رَد بھی کیا۔ اسی دوران آپس میں آتش اختلاف بھڑک اٹھی۔ فتنہ و فساد برپا ہو گیا۔ اعتدال ختم ہو گیا اور ہوائے فساد چلنے

لگی چنانچہ اسوقت ان پرندوں میں ان کے اکابر پرندوں نے کہا کہ تم سب کا خیال غلط ہے کہ بوم کو امارت سونپی جائے۔ بیوقوف اور منحوم سے امر امارت کا کیا تعلق ہے کسی باز بلند پرواز کو امیر کیوں نہ بنایا جائے کہ وہ اپنی قوم کو بلندی پر لے جائے۔ طاؤس یعنی کہ جو خوبصورتی میں اپنی آپ مثال ہے اور زینت بوستان وگلستان ہے .....

لیکن اس کے مقابلہ میں ہما زیادہ حقدار امارت ہے۔ انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے لہذا انسانوں میں بھی جو اشرف ترین ہو علم وحلم، شجاعت وسخاوت، شرافت و طریقت، زہد وتقویٰ، خاندانی شرافت وغیرہ میں سب سے افضل واعلیٰ ہو وہی حقدار امارت ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ علیؑ تم سب میں سابق الاسلام ہے۔ تم پر سبقت کرنے والا ہے، تم میں عالم ہے، تم میں افضل ہے، تم میں سب سے زیادہ شجاع ہے، تمہارا مولیٰ ہے اس کا حکم افضل ہے، کریم وسخی ہے۔ اس کے احکام ثابت ہیں حق ہیں۔ پرہیز گاری پر مبنی ہیں۔ وہ تم سب پر اولیٰ بالتصرف ہے۔ اس کا حکم رد کرنا میرا حکم نہ ماننا ہے۔ پس علیؑ مستحق امارت ہے۔ اس کی امارت سے انحراف کرنا جائز نہیں ہے اور اسی طرح ان کے بعد حسن ابن علیؑ اور پھر حسین ابن علیؑ کار امامت کے مستحق ہیں۔ لیکن مسلمانوں نے آنحضرتؐ کی فرمائش کو یاد نہ رکھا اور سایہ ہما سے محروم ہو گئے اور اپنے آپ کو بوم وشوم صفت بنالیا۔ اس حکایت کا حاصل یہ ہے کہ کوفہ و شام کے کچھ بوم صفت لوگ یزید کی بیعت کر سکتے ہیں اور عقاب اوج ولایت و امامت کو گوشہ نشین بنا کر الگ کر دینا بلکہ ان کو قتل کرنا یہ کہاں کی مسلمانی ہے جس کا ثبوت افواج یزیدؔ لعنہ نے کربلا میں پیش کیا۔ قاسم گلگوں قبا کو پائمال سم اسپاں کیا۔ علی اکبر مہر وشبیہ رسولؐ خدا کے سینہ سے سناں پار کی۔ عباس علمدار تصویر علی ابن ابی طالب کے شانے قلم کیے۔ یہ سب کچھ امام حسینؑ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا

اور صدمے برداشت کیے اور سب کے آخر میں نور جام شہادت نوش کر کے بیعت یزیدؔ لعنہ کو باطل قرار دیا اور خط تنسیخ پھیر دیا۔

معاویہ کا عمائدین شہر شام سے یزیدؔ لعنہ کی بیعت لینا

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ سلطان عادل، خلیفہ خدا اور رسول، کو خدا سے زیادہ تقرب حاصل ہوتا ہے اور اسی تقرب کی وجہ سے وہ مسند امارت اسلامیہ کا زیادہ حقدار ہوتا ہے کہ اسے امیر المومنین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن سفیان زادوں نے اس امارت اسلامیہ کو پائمال کر دیا اور معاویہ نے یزیدؔ لعنہ جیسے شخص کو کہ جس کا اسلام سے کوئی حقیقی رابطہ نہ تھا تاجدار خلافت بنا دیا۔

ضحاک بن قیس جو کہ حاکم شام تھا اس نے یہ صلاح دی کہ رؤسائے شہر شام جمع کیے جائیں اور یزید کی بیعت ان سے کرائی جائے جو بیعت سے انحراف کرے واجب القتل قرار پائے چنانچہ ایک مجلس بیعت منعقد کی گئی اور تمام اہل شام وعراق جو زیر اثر معاویہ تھے یزیدؔ لعنہ کی بیعت کی اور وہ مردود مسند خلافت پر متمکن ہوا، اور معاویہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور اپنے بیٹے یزیدؔ لعنہ کی تعریف ومدح بیان کی حالانکہ یزید میں کوئی اچھی بات نہ تھی کہ جو معاویہ نے اس کے لیے بیان نہ کی ہو ضحاک ناپاک نے بھی تائید معاویہ کی اور بعد ازاں سعید بن العاص اپنی جگہ کھڑا ہوا اور یزیدؔ لعنہ کی مدح سرائی کی جس پر معاویہ اس کو احسنت یا ابا امیۃ۔ کہا۔ بعدہ حصین بن نمیر نے بھی یزیدؔ لعنہ کی تعریف بے جا کی۔ اس وقت معاویہ نے احنف بن قیس سے کہا کہ تو بھی کچھ بیان کر، تو خموش بیٹھا ہے۔ احنف نے کہا کہ میں یزیدؔ لعنہ کے بارے میں کیا کہوں انت اعرف یزید لعنہ تو یزیدؔ لعنہ کی معرفت رکھتا ہے جو میرے

مقابلہ میں زیادہ ہے کیونکہ ہر شخص اپنی اولاد کو خوب پہچانتا ہے اور اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ یہ جمعیت صحیح کہتی ہے اور تجھ سے تمسخر واستہزا نہیں کیا ہے تو پھر خلافت یزید مقرون بر رضا الٰہی ہے یعنی اللہ کی جانب سے ہے اور اسی میں امت وملت کی بہتری ہے تو پھر مشورہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس کام کو انجام دے و الا فلا تعط زمام المسلمین و امّۃ خاتم النبیین بید من ھو خلاف ما وصفوہ ۔ ورنہ ہرگز زمام کی خلافت نبوی اس شخص کے ہاتھ میں نہ دے کہ جو میری صفات بیان کردہ کے خلاف ہو۔ معاویہ نے کہا اے احنف تو نے صحیح کہا۔ خدا تجھے جزا خیر دے جو کچھ تو نے کہا وہ خوب و بہتر ہے۔ حق سے تجاوز کرنا درست نہیں ہے۔ یزید میں تمام صفات حمیدہ واطوار پسندیدہ ہیں۔ پس اس کی خلافت رضا خدا کے قریب ہے۔ پس معاویہ نے حاضرین کی طرف رخ کرکے کہا اے لوگو! اٹھو اور میرے بیٹے یزید کی بیعت کرو۔ لوگ کھڑے ہوئے اور اس کی بیعت کی۔

اگر بیعت یزید پر غور کیا جائے تو محسوس ہوگا کہ اسی دن حضرت امام حسینؑ اور ان کے اہل وعیال اور رفقاء اسیر ظلم وستم ہوگئے تھے۔ شیطان نے اس بیعت یزید لعنہ کے آغاز میں خوشیاں کیں۔ بنوامیہ میں عیش وعشرت ظاہر ہونے لگا اور اولاد رسولؐ خدا پر عرصہ حیات تنگ ہوگیا

مظالم یزید خود اس کے دور خلافت میں

ثقہ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ یزید کے ہاتھوں خود اس کے دور حکومت میں تین حادثہ ایسے عظیم رونما ہوئے ہیں کہ جن کی مثال اور کہیں نہیں ملتی۔ تبرمذاب نقل کرتے ہیں کہ یزید اپنے دور خلافت کے پہلے سال حضرت خامس آل عبا امام حسین

علیہ السلام کو شہید کیا اور ابن زیاد حاکم کوفہ نے امام حسینؑ کا سر بریدہ اور اہل حرم کو شام میں بھیجا۔ اور جب سر امام حسینؑ اور اس کے بستہ اہل حرم داخل دربار یزید ہوئے ہیں تو یزید شراب پی رہا تھا اور اس نے چوب خیزران لب و دندان امام حسینؑ کے ساتھ بے ادبی کا مظاہرہ کیا۔ اور ان کی حرمت وتحریم کو پائمال کیا۔

یزید نے اپنی خلافت کے دوسرے سال اہل مدینہ کو قتل وغارت کیا اور تین دن تک شہر مدینہ رسول خدا میں گلیوں کوچوں میں خون بہتا رہا۔ واقدی نے نقل کیا ہے کہ اسی سال ایک جماعت اہل مدینہ کہ جن میں بزرگان مدینہ اور اشراف لوگ شامل تھے جب یہ لوگ شہر شام میں داخل ہوئے تو اہل شام پر اسلامی رنگ کے کوئی خاص نمایاں اثر نہ تھا۔ اور جب یزید کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ یزید علی الاعلان شراب نوشی کر رہا ہے۔ مطرب اور گلوکار آس پاس جمع تھے۔ جب اہل مدینہ نے اپنے خلیفہ کی یہ حالت دیکھی واپس مدینہ پہنچنے پر یزید کی بیعت توڑ دی۔ اور اس وقت کے حاکم مدینہ عثمان ابن محمد بن ابوسفیان کو مدینہ سے نکال دیا اور اس کی جگہ عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ کو حاکم مدینہ بنالیا۔ عبداللہ ایک مقتدر صحابی کا بیٹا تھا اور اسلامی اقدار کا مالک تھا۔ اعمال صالحہ بجالاتا تھا جب اس کو حاکم مدینہ بنالیا تو عبداللہ منبر پر آئے اور خطبہ دیتے ہوئے کہا یاقوم ما خرجنا علی یزید حتی خفنا ان نری بالحجارۃ من السماء ۔ یعنی اے مردان مدینہ ہم نے یزید بن معاویہ پر خروج نہیں کیا ہے اور اس کی بیعت نہیں توڑی ہے مگر اس خوف سے کہ ایسا نہ ہو کہ ہم شومیٔ خلافت یزید کی وجہ سے عذاب خدا میں مبتلا ہوں کیونکہ ہم نے دیکھا کہ یزید شراب خوار ہے اور اعمال بد کا مرتکب ہوتا ہے۔ زنا عام طور پر کرتا ہے۔ کتوں سے مشغلہ رکھتا ہے تارک الصلوٰۃ

ہے اور اولادِ پیغمبر خدا کو قتل کرتا ہے اور ان کی حرمت و تکریم کو پائمال کرتا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ جب اس واقعہ کی خبر کہ اہل مدینہ نے یزید کی خلافت باطلہ سے انحراف کیا ہے اس نے ایک لشکر ترتیب دیا اور مسلم بن عقبہ مُرّی کی سرداری میں مدینہ بھیجا جس وہاں پہنچ کر عامل مدینہ عبداللہ جو حنظلہ غسیل الملائکہ کے بیٹے تھے قتل کر دیا۔ اور پھر عام طور پر لوگوں کو تہ تیغ کیا اور تین روز تک قتل و غارت، لوٹ مار اور آتش زنی ہوتی رہی مدائنی نے اپنی کتاب وقعۃ الحرۃ میں زہری سے روایت کی ہے کہ اس قتل و غارت و بربادیٔ مدینہ کا یہ نتیجہ ہوا کہ دس ہزار زنا دادہ اس کے واقعہ کے بعد شمار میں آئے۔ اور قریش و انصار اور مہاجرین میں سے سات سو افراد قتل ہوئے اور دوسرے لوگ جو قتل ہوئے ان کی تعداد دس ہزار کے قریب تھی اور خون کی ایک نہر تھی کہ جاری تھی حتیٰ کہ روضۂ رسول خدا میں بھی یہ خون ناحق بہہ رہا تھا۔ اور حرمت روضہ رسول خدا بھی نہ رہی تھی۔ مجاہد کہتے ہیں کہ لوگ قبر رسول خدا پر فریاد کر رہے تھے۔ روحانی طور پر کوئی معجزہ قبر منور رسولؐ سے ظاہر نہیں ہوا۔

اگر بغائر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس واقعہ حرّہ ہی کا اثر تھا کہ بعد شہادت امام حسینؑ کربلا میں روز عاشورا محرم خیام حسینؑ میں آگ لگا دی گئی۔ اور اعدائے دین نے سیدانیوں کے سروں سے چادریں چھین لیکن اہلبیت حسینؑ اور سید سجاد علیہ السلام نے صبر کیا جس طرح کہ اہل مدینہ نے جب قبر رسول خداؐ پر جاکر فریاد کی تھی آں حضرت صبر کیا تھا۔ ورنہ اگر رسولؐ خدا چاہتے تو بیک وقت شامی لوگ فنا ہو جاتے حضرت امام زین العابدین نے بھی ایک جگہ ایک بڑھیا عورت پر نفرین کی تھی اور آپ کی نفرین کرنے پر اس کا حجرہ اور جو اس کے اندر تھے تباہ و برباد ہو گئے۔

یزید لعین کا اپنے دورِ خلافت میں ظلم و ستم میں حد سے گزر جانا

یزید لعین کا زمانہ حکومت تین سال اور آٹھ ماہ ہے اس مختصر سے زمانہ میں ظلم و ستم اور منافی اسلام امور میں یزید لعین بہت آگے بڑھا ہوا نظر آتا ہے جس کا اجمالاً ذکر سپرد قرطاس کیا جاتا ہے تاکہ اس کی زندگی کا سیاہ باب کردار لوگوں پر کھل جائے چنانچہ سال اوّل حضرت امام حسینؑ کی شہادت اور آپ کے اہل حرم کا قید ہونا۔ اور دربار یزید لعین میں رسن بستہ داخل ہونا۔ یزید لعین کے کارناموں سے ایک ایسا کارنامہ ہے کہ رہتی دنیا تک اہل اسلام اس پر نفرین کرتے رہیں گے۔ سال دوم میں یزید لعین نے مسرف بن عقبہ کو مدینہ کی بربادی کے لیے ایک لشکر عظیم کے ساتھ بھیجا۔ مسرف کو اس لیے مسرف کہتے ہیں کہ اس نے حد درجہ خونریزی کی ہے جو اسراف کی تعریف میں آسکتا ہے مسرف کا اصلی نام مسلم تھا اور یہی مسلم بن عقبہ ایک کثیر لشکر کے ساتھ مدینہ وارد ہوا اور قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا اور یزید نے مسرف کو مدینہ کی بربادی و قتل و غارت پر مامور کرتے وقت ہدایت کی تھی کہ بنی ہاشم اور زین العابدین سے کوئی تعرض نہ کرے کیونکہ مجھے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ان امور سلطنت و خلافت میں دخیل ہونے کا قطعی ارادہ نہیں ہے حالانکہ اہل مدینہ نے انھیں اُکسایا مگر وہ سوائے عبادت خدا کسی اور طرف متوجہ نہیں ہیں۔ یہ بھی یزید لعین نے کہا کہ تین روز تک مدینہ میں قتل و غارت کرے اور جو سرکشی کرے اس کو قتل کر ڈال۔ یہ لشکر خونخوار مدینہ رسول خدا میں داخل ہوا۔ اور بے گناہ اور بے چارے اہل مدینہ پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا۔ اور سب سے پہلے عبداللہ پسر حنظلہ جو اس وقت مدینہ کا حاکم تھا اس کے تینوں بیٹوں سمیت قتل کر ڈالا۔ اور اس کے بعد جو شخص سامنے آیا قتل کیا۔ گلی و کوچہ خون سے بھر گئے۔

آہ و فغان بلند ہو گئی حتیٰ کہ لوگ روضہ رسولِ خدا پر جا کر فریاد کرنے لگے۔ اس ہنگامہ یزیدی میں دس ہزار سے زیادہ افراد یعنی مسلمان قتل کیے گئے اور پسر ام المومنین جناب ام سلمہؓ کو جس کا نام عبداللہ تھا اور ربیعہ کا فرزند تھا، پکڑ لیا اور مسرف نے کہا کہ یزیدؒ کی بیعت کر۔ اس نے کہا کہ اگر سنت رسولِ خدا اور قرآن پر یزید عمل کرے تو بیعت کر سکتا ہوں ورنہ نہیں۔ جب اس نے بیعت نہیں کی تو قتل کر ڈالا۔ اسی طرح ابو الجہم بن حذیفہ معقل بن سنان کو تہ تیغ کیا۔ عمرو بن عثمان کو قتل کرنا چاہا مگر عبدالملک بن مروان نے اس کی سفارش کی اور اس کو قتل نہیں کیا۔ یہ دیکھ کر بہت سے اکابرین مدینہ نے بیعت یزید کر لی۔ پھر مسرف ملعون نے امام زین العابدین علیہ السلام کو برائے بیعت طلب کیا۔ اس وقت آپ کے خاندان میں ایک کہرام برپا ہو گیا۔ اس وقت کربلا کا نقشہ پیش نظر تھا کہ جس طرح امام حسینؑ وقت رخصت آخر اہل حرم میں کھڑے تھے بہنیں، بیٹیاں اور حرم گرد و پیش رو رہے تھے۔ اسی طرح آج سید سجادؑ اپنے اہل حرم میں گھرے تھے۔ غرضیکہ حضرت سید سجادؑ نے گھر والوں کو روتا ہوا چھوڑا اور روانہ ہوئے اور فرمایا کہ وہ مجھے قتل نہ کر سکے گا۔ اس وقت مسرف یعنی مسلم بن عقبہ سردار لشکر شام اپنے بالاخانہ میں بیٹھا تھا اس نے جھانک کر دیکھا کہ امام زین العابدین تشریف لا رہے ہیں فوراً باہر آیا تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آیا اور امام علیہ السلام کو مسند پر جگہ دی اور مدح سرائی میں بہت مبالغہ کیا۔ اور پھر کہا اے امام عالیمقام! یزیدؒ نے آپ کو سلام کہا ہے اور چونکہ آپ نے اہل مدینہ کی موافقت نہیں کی ہے اس لیے وہ بہت خوش ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ میں نقصانات کی تلافی کرنے کیلئے تیار ہوں۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے صرف اس قدر ہی فرمایا کہ ہم اس کام سے اور اس کام سے کراہت رکھتے ہیں اور آپ اپنی جگہ سے اٹھے اور باہر آئے

اور اپنی سواری کے ذریعہ اپنے گھر واپس آ گئے۔ اس وقت آپ کے اہل حرم با حال پریشان تھے اور آہ و زاری کر رہے تھے۔ امام زین العابدین علیہ السلام مسلم کے پاس سے عجلت کے ساتھ اس لیے اُٹھے کہ مبادا اہلِ حرم ہلاک نہ ہو جائیں۔

خلافت یزیدؒ کا تیسرا سال اور کعبۃ اللہ پر چڑھائی

سال سوئم خلافت یزیدؒ میں یہ حادثہ عظیم رونما ہوا کہ اس نے بیت اللہ کو نذرِ آتش کرایا اور سامان خانہ خدا کو اس کے لشکر نے لوٹ لیا۔ حالانکہ خانہ کعبہ بڑی حرمت والا مکرم و مقدس گھر ہے اور اہل اسلام کا قبلہ اس وقت بھی تھا اور آج بھی ہے اور روز قیامت تک قبلہ رہے گا۔ اور ایک کلمہ گو پر اس کی حرمت کرنا واجب و فرض ہے اور یہ شرف کعبہ کو حاصل ہے کہ وہ ہر ایک جاندار کے لیے جائے امن ہے۔ یزیدؒ سے پہلے خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کے لیے ابرہہ نے چڑھائی کی تھی اور اس کا لشکر ہاتھیوں پر مشتمل تھا۔ یہ بھی روایات سے ثابت ہے کہ اس کے بڑے ہاتھی کا نام محمود تھا۔ خداوند عالم نے اپنے گھر کی خود حفاظت کی اور ابابیل کا آسمانی لشکر اپنی چونچ میں کنکری ہوئے پیدا ہوا اور آسمان سے کنکریوں کی بارش ہونے لگی۔ کچھ اسقدر کنکریوں میں طاقت تھی کہ ہاتھیوں میں بھاگ دوڑ شروع ہو گئی، فوج کے قدم اُکھڑ گئے۔ خانہ خدا محفوظ رہا۔ معلوم خدا کی کیا مصلحت تھی کہ یزیدؒ کے ہاتھوں خانہ خدا برباد ہوا۔ اور خدا نے ابابیل کا لشکر نہیں بھیجا۔ غالباً اس لیے ایسا نہ ہوا کہ دنیائے اسلام دیکھ لے کہ یزیدؒ کیسا مسلمان ہے کہ مدینہ رسول بھی برباد کیا اور خانہ خدا بھی برباد کیا۔ منجنیق بیت اللہ کی دیوار کے ساتھ نصب کی گئی اور خانہ خدا پر پتھر برسائے گئے۔ مسجد الحرام کو بھی خراب و خستہ کیا۔ رکن و مقام ابراہیمی کو برباد کیا۔ اور حصین نے

بھی یہاں پناہ لی تھی قتل کیا گیا کہ اس اثنا میں مالک دوزخ نے مسرف یعنی مسلم بن عقبہ کو دوزخ کی طرف کھینچ لیا اور وہ فی النار ہوا تو حصین بن نمیر کی سرداری میں لشکر بھیجا گیا اس نے کوہ ابوقبیس پر منجنیق نصب کر کے خانہ کعبہ پر پتھر برسائے اور لوگ کثیر تعداد میں زخمی ہوئے اور مارے گئے۔ اسی دوران یزید بن معاویہ کا انتقال ہو گیا اور جب خبر مرگ یزید پہنچی تو کعبہ کی بربادی ختم ہوئی۔ کعبہ کو یزیدی لشکر نے آگ لگائی اور کربلا میں روز عاشورا محرم یزیدی افواج نے خیام امام حسینؑ کو آگ لگائی اور برباد و تاراج کیا اہلحرم کو لوٹ لیا۔ اس وقت اہلحرم اور چھوٹے چھوٹے بچے فریاد کر رہے تھے۔

یزید بن معاویہ کے امام حسین علیہ السّلام کے ساتھ عداوت کے اسباب

السید نعمت اللہ انوار نعمانیہ میں کلینی علیہ الرحمۃ سے روایت کرتے روایت کرتے ہیں کہ یزید بن معاویہ کی حضرت امام حسین علیہ السّلام سے عداوت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ولد لعبد مناف ولدان ھاشم وامیۃ ملزقا ظھر کل واحد منھما یظھر الآخر۔ یعنی کہ عبد مناف کے دو بیٹے پیدا ہوئے ایک ہاشم اور دوسرا امیہ، یہ دونوں جڑواں پیدا ہوئے اور اس طرح کہ ایک کی پشت دوسرے کی پشت سے باہم چسپاں تھی ان دونوں کو پیدا ہوتے ہی تلوار سے جدا کر دیا گیا کیونکہ یہ دونوں تلوار سے جدا ہوتے تے لہٰذا ان کے درمیان کشیدگی و تلوار ہمیشہ رہی۔ چنانچہ حرب بن اُمیّہ جناب عبدالمطلب بن ہاشم سے ہمیشہ خصومت و دشمنی رکھتا تھا اور ابوسفیان بن حرب حضرت محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب

جنگ و جدال رکھتا تھا۔ معاویہ ابن ابوسفیان حضرت علی سے برسر پیکار رہا۔ اور یزید بن معاویہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے برسر جنگ رہا۔ یہ اس کی جنگ ذہنی و فطری تھی اور اس جنگ کا سبب حسد و بغض تھا کہ جو امیہ والے بنی ہاشم سے بہ سبب ان کی وجاہت ظاہری رکھتے تھے۔ کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ بنی ہاشم اوّل ہی سے بالمقابل بنی اُمیّہ۔ صاحب خلق و مروّت اور صفات حمیدہ کے حامل رہے ہیں جبکہ بنی امیہ کا دامن صفات حسنہ سے خالی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب معاویہ کو خلافت ظاہری یعنی حکومت شام مل گئی تو الحوار پسندیدہ، اور اسوۂ حسنہ سرکائنات سے اس کا دامن خالی تھا۔ اور یزید نے تو تخت سلطنت پر قدم رکھنے کے بعد جن امور شنیعہ اور مظالم کا مظاہرہ کیا ہے اس کا اندازہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ہو سکتا ہے۔ صاحب کشاف لکھتے ہیں کہ جب معاویہ ابن ابوسفیان کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر پہنچی تو معاویہ نے صدائے تکبیر بلند کی اور خوش ہوا۔ حالانکہ حضرت امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کر لی تھی پس نزاع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہٰذا معاویہ کا خوشی کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ معاویہ اموی ہونے کی وجہ سے بنی ہاشم کو پسند نہیں کرتا تھا۔ (از مترجم: اس کا ثبوت یزید نے بھی دیا ہے کہ جب اس کے دربار میں اہل حرم اسیر ہو کر پہنچے ہیں اور سر بریدۂ امام حسینؑ اس کو نذر کیا گیا ہے تو اس وقت وہ ملعون بہت خوش ہوا اور چھڑی سے دندان مبارک کی بے ادبی کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے۔

لیت اشیاخی ببدر شھدوا	وقعتہ الخزرج من وقع الاسل
قد قتلنا القرأن من ساوانھم	وعدلنا قتل بدر فاعتدل
لعبت بنی ھاشم بالملک فلا	خیر جاء ولا وحی نزل
لست من خندف ان لم انتقم	من بنی احمد ما کان فعل

یعنی کاش کہ یزید کے بزرگ جو جنگ بدر میں قتل ہوئے تھے وہ دیکھتے کہ کس طرح یزید ان کے قاتلوں اور اولاد رسولؐ سے بدلہ لے رہا ہے۔ بنی ہاشم نے سلطنت کا ایک کھیل کھیلا تھا ورنہ ان کی طرف نہ خدا نے کوئی وحی بھیجی تھی۔ مجھے بنی خندف میں سے نہ سمجھنا اگر میں آل رسولؐ سے پورا پورا بدلہ نہ لے لوں۔ یہ اشعار یزید کے اسلام کا آئینہ دار ہیں۔

تاریخ کامل ابن اثیر جزری میں ہے کہ جب جنگ احد میں جناب امیر حمزہؓ شہید ہو گئے تو ہندہ زوجہ ابوسفیان نے حضرت امیر حمزہ کو مثلہ کیا۔ اور آپ کے کان، ناک کاٹ کر بطور زیور پہنے اور اپنے بدن کے زیورات وحشی قاتل امیر حمزہ کو دیے اور معاویہ ابن ابوسفیان کا حضرت امیر المومنین حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے آپ کی خلافت ظاہری کے موقعہ پر صفین میں جنگ کرنا۔ خود خلیفۃ المسلمین بن کر شام میں حکومت قائم کر لینا، یہ سب کچھ بنی ہاشم سے دشمنی کے مظاہرے ہیں۔

خاندانی عداوت جو بنی اُمیّہ اور بنی ہاشم میں تھی وہ ایک طرف دوسری طرف یزید جیسے فاسق و فاجر کا حضرت امام حسین علیہ السلام سے بیعت طلب کرنا واقعہ کربلا میں بنیادی جنگی حیثیت رکھتا ہے چونکہ امام حسین علیہ السلام نے بیعت یزید سے انکار کر دیا تھا اور یہ ایک ایسا انکار تھا کہ جو قتل امام حسینؑ پر ختم ہوا۔ پس سبب عداوت یزید با امام حسین علیہ السلام یزید کا خلیفہ باطل ہونا تھا اور خانوادہ نبوت و رسالت کے لیے ممکن ہی نہیں تھا کہ امام حسینؑ بیعت یزید کریں۔ پس بنیاد واقعہ کربلا مطالبہ بیعت ہے جو یزید بن معاویہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے کے لیے تھا اور اس چیز کا مظاہرہ واقعہ کربلا کو محیط کیئے ہوئے ہے۔)

*

کلثوم بنت عبداللہ بن جعفر کی تزویج قاسم بن محمد بن جعفر طیّار کے ساتھ

حضرت عبداللہ بن جعفر طیّار کی ایک بیٹی بطن جناب زینب خاتون بنت علیؑ و فاطمہؑ سے تھی۔ اس کا نام کلثوم تھا۔ جب یہ دختر نیک اختر سن بلوغ کو پہنچی تو معاویہ نے اپنے بیٹے یزید لعنہ کے لیے اس کی خواستگاری کی اور مروان کو جو حاکم ملک حجاز تھا اس کام پر مامور کیا کہ وہ عبداللہ بن جعفر سے اس لڑکی کی یزید کے لیے خواستگاری کرے۔ چنانچہ مروان عبداللہ بن جعفر کے پاس آیا۔ اور ان کی دختر کی یزید لعنہ کے لیے خواستگاری کی۔ عبداللہ جعفر نے فرمایا کہ حضرت خامس آل عبا امام حسین علیہ السلام ہمارے بزرگ ہیں۔ جیسا وہ فرمائیں گے عمل کیا جائے گا۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو اس خواستگاری کی خبر ہوئی تو آپ نے خدا سے خیر طلب کی اور کہا کہ خداوندا اس دختر نیک اختر کے لیے آل محمدؐ میں سے جسے تو نے پسند کیا ہے میسر فرما۔ چنانچہ ایک روز نماز ظہر کے لیے لوگ مسجد نبویؐ پر جمع ہوئے کہ مروان داخل مسجد ہوا۔ اسوقت اکابرین مدینہ جمع تھے۔ اور شریف بنی ہاشم، نور دیدہ نبوی امام حسین علیہ السلام بھی عبداللہ بن جعفر کے ساتھ موجود تھے۔ مروان گورنر مدینہ بھی حضرت امام حسینؑ کے پاس بیٹھا اور کہا کہ مجھے معاویہ نے حکم دیا ہے کہ اس کے بیٹے یزید کے لیے خواستگاری کلثوم بنت عبداللہ بن جعفر طیّار کے لیے کر دوں۔ پھر اس نے کہا کہ جس قدر مہر ان کے باپ عبداللہ طلب کریں گے۔ وہ دیا جائے گا اور عبداللہ کا قرض بھی ادا کر دیا جائے گا اور یہ رشتہ دونوں قبیلوں یعنی بنی ہاشم اور بنی اُمیّہ کے درمیان موجب صلح ہوگا اور باعث مفاخرت طرفین ہوگا۔ اس وقت عبداللہ بن جعفر طیّار تو خموش

رہے اور حضرت امام حسین علیہ السلام برگزیدۂ دوعالم کی طرف مروان متوجہ ہوا اور کہا کہ آپ جواب دیجئے۔ حضرت امام حسین نے فرمایا کہ میں حمد کرتا ہوں اس خدا کی کہ جس نے ہم کو اپنے لیے اختیار کیا ہے اور ہمیں امامت وخلافت کے لیے چن لیا ہے پھر فرمایا کہ اے مروان تو کہتا ہے کہ اس لڑکی کا باپ جس قدر مہر چاہے طلب کر سکتا ہے وہ ہم دیں گے۔ ہمیں یہ تعجب ہے کہ یزیدؔ کہاں سے مہر ادا کرے گا۔ اور یہ بھی قابل غور امر ہے کہ یزیدؔ کو کسی کی بیٹی نہیں ملی۔ آپ نے فرمایا کہ ہم آل رسولؐ میں محافظ سنت رسولخداؐ ہیں اور ہمارے نانا کی سنت دربارہ مہر پانچ سو درہم ہے۔ اس سے زیادہ مہر ہم پسند نہیں کرتے اور تو نے جو کہا کہ میں اس دختر کے باپ کا قرضہ ادا کردوں گا۔ یہ چیز بنی ہاشم پسند نہیں کرتے کہ ہماری عورتیں ہمارا قرضہ ادا کریں اور یہ جو کہتا ہے کہ دونوں قبیلوں میں اس رشتہ سے مصالحت ہو جائے گی تو واضح رہے کہ ہماری دوستی محض قربۃ الی اللہ ہے۔ اور ہماری دشمنی بھی محض قربۃ الی اللہ ہے اور ہماری لڑکیوں کے کفو ہمارے لڑکے ہیں کیونکہ ہمارے نانا حضرت رسولخداؐ نے فرمایا ہے کہ ہماری بیٹیاں ہمارے بیٹوں کے لیے اور ہمارے بیٹے ہماری لڑکیوں کے کفو ہیں۔ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد اس طرف راجح ہے کہ لڑکی کی شادی اپنے کفو میں کرنی چاہیے۔ یعنی اپنے خاندان میں شادی کرنی چاہیے۔ یہ رواج کہ سیدہ فاطمہ زادی کا عقد غیر سید کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ کس حد تک صحیح وپسندیدہ امر ہے۔ اس سلسلہ میں ہماری کتاب عقیدہ وعمل اور نجات ملاحظہ ہو۔ از مترجم) بعدہٗ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ یزید کے لیے اس کے باپ کی بادشاہی جو جبر وستم سے ہے کب باعث شرف ہو سکتی ہے اور اس کے بعد حضرت امام حسینؑ نے باواز بلند فرمایا اے حاضرین یا تمکین اور اشراف مدینہ

میں نے اس لڑکی کلثوم بنت عبداللہ بن جعفر طیار کو اس کے چچازاد بھائی قاسم بن محمد بن جعفر طیارؔ سے پانچ سو درہم مہر پر تزویج کیا اور میں اس دختر کو وہ زمین مزروعہ جو مدینہ میں میری ملکیت ہے اور میرے قبضے میں ہے بخش دی اور ہر سال آمدنی زمین ہذا آٹھ ہزار دینار طلاء ہوتی ہے جو کہ کلثوم کے اخراجات کے لیے کافی ہے جب مروان نے یہ کلام حسین سنا تو کہنے لگا کہ بنی ہاشم تم نے میرے ساتھ مکر کیا اور اپنی دیرینہ عداوت سے تم دست بردار نہیں ہوتے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے مروان ہم نے مکر نہیں کیا۔ بعدہٗ مجلس برخاست ہو گئی اور مروان چلا گیا۔ اور معاویہ کو سارے حالات سے مطلع کیا۔ یزیدؔ کے دل میں اس واقعہ سے حضرت امام حسینؑ کی طرف سے اور بھی عداوت بڑھ گئی۔

ولیعہدیٔ یزیدؔ اور مروان کا اشراف مدینہ سے بیعت لینا

معاویہ نے یزید کو خلیفہ مقرر کرنے کے بعد حاکم مدینہ بن الحکم کو نامہ تحریر کیا جس میں اس کو ہدایت کی کہ اکابرین واشراف مدینہ سے یزیدؔ کی بیعت لے یزید میری جگہ اب خلیفۃ المسلمین ہے تجھ کو چاہیے کہ انتہائی جدوجہد اور سعی بلیغ کے ساتھ لوگوں کو مجبور کرکے وہ سب کے سب بیعت یزیدؔ کریں۔ چنانچہ یہ نامہ مروان کو ملا۔ نامہ پڑھا اور حکم جاری کیا کہ اصحاب رسولخدا اور ان کے تابعین اور موالیان علی المرتضیٰ سب مسجد نبویؐ میں جمع ہوں۔ جب ابرار واشرار نیک وبد ہر کس وناکس مسجد میں جمع ہو گئے مروان بھی مسجد میں پہنچا اور منبر پر جاکر چند لمحے خموش بیٹھا رہا۔ پھر اس نے ادھر

اُدھر نظر ڈالی اور خطبہ شروع کیا کہ اے ایہا الناس تمہارا امیر یعنی معاویہ نے اپنی ضعیفی کے سبب خلافت سے یزید لعنہ کے حق دست بردار ہوگیا ہے اور یزید کو خلیفۃ المسلمین مقرر کیا ہے کیونکہ یزید لعنہ جوان ہے جوانی کا انجام پیری ہے اور پیری کا انجام موت ہے معاویہ کی رائے تمہاری رائے سے وابستہ ہے اور اب تم لوگ کیا کہتے ہو۔ چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں سمعنا و اطعنا یعنی کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی لیکن ہمارا امیر ایسا ہو کہ رضا خدا اور حسن سیرت و عدالت و سخاوت سے آراستہ ہو۔ مروان نے کہا بس یزید تمہارا خلیفہ ہے اس کی بیعت کرو اور اسے خلیفہ تسلیم کرو۔ اس میں یہ تمام صفات مطلوبہ موجود ہیں یہ کہا اور منبر سے اُتر آیا۔ لوگوں میں شور و غل پیدا ہوگیا عبدالرحمٰن پسر ابوبکر نے کہا واحسرتا یزید لعنہ میں کوئی ایسی صفت نہیں ہے کہ جو خلیفہ کے لیے مطلوب ہے۔ اے مروان کیا تجھے معاویہ نے اس امر پر مامور کیا ہے کہ منبر رسول خدا پر تو کذب بیانی سے کام لے، دروغ گوئی اختیار کرے مروان کہنے لگا پھر تو شاید تم لوگ مستحق خلافت ہو اور یزید لعنہ اس آیت کی رو سے خلافت کا حقدار ہے اس نے یہ آیت پڑھی کہ وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْہِ اُفٍّ لَّکُمَا۔ یعنی جس نے اپنے ماں باپ سے کہا تمہارا بُرا ہو۔ اس وقت عبدالرحمٰن بن ابوبکر غصہ میں آگیا اور کہا اسے لکع تو یہاں تک جرأت کرنے لگا کہ آیات قرآنی غلط طور پر بیان کرتا ہے اے مروان تجھے اور تیرے باپ کو رسول خدا نے دو مرتبہ مدینہ بدر کیا ہے مدینہ سے نکال دیا ہے۔ یہ کہہ کر عبدالرحمٰن نے اس کو منبر سے کھینچ لیا اور کہا منبر رسول کجا اور تو کجا۔ اس وقت بنو امیہ نے ایک شور مچا دیا اور سب لوگ مسجد سے چلے گئے مجمع پراگندہ ہوگیا اور عبدالرحمٰن نے اپنی خواہر ام المومنین بی بی عائشہ رضا سے سارا واقعہ بیان کیا۔ بی بی عائشہؓ نے کہا اے مروان میں اللہ کو گواہ کرکے کہتی ہوں کہ

تجھے تیرے باپ کو حضرت رسولِ خدا نے مدینہ سے لشکر روانہ کیا کہ وہ مدینہ پہنچ کر اہل مدینہ گیا ہے کہ ہم پر جسارت کرتا ہے۔ عبدالرحمٰن میرا بھائی بے روانہ ہوکر مدینہ پہنچا تو امام اور حکم دیا کہ مروان کا سر قلم کر دیا جائے۔ مروان نے یہ سارا واقعہ معاویہ کو لکھا اور لیکن معاویہ سے فوجی مدد طلب کی اور لکھا اگر تجھے یزید کی بیعت مطلوب ہے تو عبدالرحمٰن اور لوگوں کی ریشہ دیوانیاں کاٹ دیں۔ ان کی موجودگی میں لوگوں سے یزید لعنہ کی بیعت کرانا مشکل ہے جب معاویہ نے یزید لعنہ کا خط پڑھا تو پیچ و تعجب کھانے لگا۔ اس نے لوگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے اوّلاً مروان کی تعریف کی کہ وہ یزید لعنہ کے حق میں بڑا کام کر رہا ہے اور پھر کہا کہ مروان نے مجھ سے سیاسی مدد طلب کی ہے۔ مروان عجیب بے وقوف شخص ہے اور کہنے لگا عبدالرحمٰن ہو سکتا ہے کہ بیعت یزید کرے لیکن حسین ابن علیؑ سے مجھے خطرہ ہے۔ یزید لعنہ نے معاویہ سے کہا اگر عبدالرحمٰن کی لوگ اسی طرح بات سنتے ہیں اور اطاعت کرتے ہیں جیسی کہ ام المومنین بی بی عائشہ کی بات قابل پذیرائی ہے تو تمہیں یہ سوچنا چاہیے کہ حسین ابن علیؑ کے بارے میں کیا کریں۔ جیسا حسنؑ کے ساتھ ہوا ہے ویسا ہی حسینؑ کے ساتھ ہونا چاہیے جس پر معاویہ نے کہا اے پسر میں قاتل حسین کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ رسولِ خدا نے بشارت دی ہے۔ اے بیٹا تو حسینؑ سے متصادم نہ ہونا، حسینؑ سے دشمنی نہ رکھنا، حسینؑ ایک ایسے شخص ہیں کہ جو دیندار، زاہد و عالم، اور فرزند رسولِ خدا ہیں۔ میں حسین بن فاطمہ میں سوئی کے روزن کی برابر بھی کوئی عیب نہیں دیکھتا۔ شیخ طبرسی فرماتے ہیں کہ معاویہ تو اس طرح یزید لعنہ کو ظاہراً کہہ رہا تھا ورنہ اس کا ارادہ تھا کہ امام حسینؑ کو خط تحریر کرے اور ان کو خوف زدہ کرے لیکن پھر بھی بعض عوارض مانع رہے خط نہ لکھ سکا۔ بلکہ کچھ ہوا یا امام حسینؑ کو ارسال کیے۔ یزید ملعون نے تخت پر قدم رکھتے ہی اپنے باپ معاویہ کی تمام رسومات اور مراعات

اُدھر نظر ڈالی اور خطبہ شروع کیا کہ اے ایہا الناس تمہارا امیر یعنی معاویہ نے اپنی ضعیفی کے سبب خلافت سے یزید لعین کے حق دست بردار ہو گیا ہے اور یزید کو خلیفۃ المسلمین مقرر کیا ہے کیونکہ یزید لعین جوان ہے جوانی کا انجام پیری ہے اور پیری کا انجام موت ہے معاویہ کی رائے تمہاری رائے سے وابستہ ہے اور اب تم لوگ کیا کہتے ہو۔ چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں سمعنا و اطعنا یعنی کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی لیکن ہمارا امیر ایسا ہو کہ رضا خدا اور حسن سیرت و عدالت و سخاوت سے آراستہ ہو۔ مروان نے کہا بس یزید تمہارا خلیفہ ہے اس کی بیعت کرو اور اسے خلیفہ تسلیم کرو۔ اس میں یہ تمام صفات مطلوبہ موجود ہیں یہ کہا اور منبر سے اُتر آیا۔ لوگوں میں شور و غل پیدا ہو گیا عبدالرحمٰن پسر ابوبکر نے کہا واحسرتا یزید لعین میں کوئی ایسی صفت نہیں ہے کہ جو خلیفہ کے لیے مطلوب ہے۔ اے مروان کیا تجھے معاویہ نے اس امر پر مامور کیا ہے کہ منبر رسولِ خدا پر تو کذب بیانی سے کام لے، دروغ گوئی اختیار کرے مروان کہنے لگا پھر تو شاید تم لوگ مستحق خلافت ہو اور یزید لعین اس آیت کی رو سے خلافت کا حقدار ہے اس نے یہ آیت پڑھی کہ وَالَّذِىْ قَالَ لِوَالِدَيْكَ اُفٍّ لَّكُمَا ۔ یعنی جس نے اپنے ماں باپ سے کہا تمہارا بُرا ہو۔ اس وقت عبدالرحمٰن بن ابوبکر غصہ میں آگیا اور کہا اے لکع تو یہاں تک جرأت کرنے لگا کہ آیات قرآنی غلط طور پر بیان کرتا ہے اے مروان تجھے اور تیرے باپ کو رسولِ خدا نے دو مرتبہ مدینہ بدر کیا ہے مدینہ سے نکال دیا ہے۔ یہ کہہ کر عبدالرحمٰن نے اس کو منبر سے کھینچ لیا اور کہا منبر رسول کہاں اور تو کہاں۔ اس وقت بنو امیہ نے ایک شور مچا دیا اور سب لوگ مسجد سے چلے گئے مجمع پراگندہ ہو گیا اور عبدالرحمٰن نے اپنی خواہر ام المومنین بی بی عائشہ رضا سے سارا قصہ بیان کیا۔ بی بی عائشہ رض نے کہا اے مروان میں اللہ کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ

تجھے تیرے باپ کو حضرت رسولِ خدا نے مدینہ سے خارج کر دیا تھا تو اس قدر گستاخ ہو گیا ہے کہ ہم پر جسارت کرتا ہے۔ عبدالرحمٰن میرا بھائی ہے اور بہ جان برابر ہے۔ اور حکم دیا کہ مروان کا سر قلم کر دیا جائے۔ مروان نے یہ سارا واقعہ معاویہ کو تحریر کیا اور معاویہ سے فوجی مدد طلب کی اور لکھا اگر تجھے یزید کی بیعت مطلوب ہے تو عبدالرحمٰن اور عائشہ کی ریشہ دوانیاں کاٹ دیں۔ ان کی موجودگی میں لوگوں سے یزید لعین کی بیعت کرانا مشکل ہے جب معاویہ نے یزید لعین کا خط پڑھا تو پیچ و تعجب کھانے لگا۔ اس نے لوگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے اوّلاً مروان کی تعریف کی کہ وہ یزید لعین کے حق میں بڑا کام کر رہا ہے اور پھر کہا کہ مروان نے مجھ سے سیاسی مدد طلب کی ہے۔ مروان عجب بے وقوف شخص ہے اور کہنے لگا عبدالرحمٰن ہو سکتا ہے کہ بیعت یزید کرے لیکن حسین ابن علیؑ سے مجھے خطرہ ہے۔ یزید لعین نے معاویہ سے کہا اگر عبدالرحمٰن کی لوگ اسی طرح بات سنتے ہیں اور اطاعت کرتے ہیں جیسی کہ ام المومنین بی بی عائشہ کی بات قابل پذیرائی ہے تو تمہیں یہ سوچنا چاہیے کہ حسین ابن علیؑ کے بارے میں کیا کریں۔ جیسا حسنؑ کے ساتھ ہوا ہے ویسا ہی حسینؑ کے ساتھ ہونا چاہیے جس پر معاویہ نے کہا اے پسر میں قاتل حسین کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ رسولِ خدا نے بشارت دی ہے۔ اے بیٹا تو حسینؑ سے متصادم نہ ہونا، حسینؑ سے دشمنی نہ رکھنا، حسینؑ ایک ایسے شخص ہیں کہ جو دیندار، زاہد و عالم، اور فرزند رسولِ خدا ہیں۔ میں حسین بن فاطمہ میں سوئی کے روزن کی برابر بھی کوئی عیب نہیں دیکھتا۔ شیخ طبرسی فرماتے ہیں کہ معاویہ تو اس طرح یزید لعین کو ظاہراً کہہ رہا تھا ورنہ اس کا ارادہ تھا کہ امام حسینؑ کو خط تحریر کرے اور ان کو خوف زدہ کرے لیکن پھر بھی بعض عوارض مانع رہے خط نہ لکھ سکا۔ بلکہ کچھ ہدایا امام حسینؑ کو ارسال کیے۔ یزید ملعون نے تخت پر قدم رکھتے ہی اپنے باپ معاویہ کی تمام رسومات اور مراعات

جو امام عالیمقام کے لیے تھیں بالکل ختم کر دیا۔ اور حق از مال بھی دینا بند کر دیا اور حاکم مدینہ کو تحریر کیا کہ حسین بن فاطمہؑ کے اموال و زمین میں تصرف کرے تاکہ وہ تنگ آ کر میری بیعت کر لیں۔ یزید کی حکومت کے شروع سال ہی میں حاکم مدینہ نے آپ کی جائیداد وغیرہ پر قبضہ کرنا شروع کیا اور امام حسین اسی سال اسّی ہزار تومان کے مقروض ہو گئے حتیٰ کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے امام حسینؑ کی شہادت کے بعد وہ قرضہ ادا فرمایا۔ اور حالات زیادہ تنگ ہوئے تو بعض اصحاب باوفا امام حسینؑ کو نصرت و مدد کا یقین دلایا مگر امام حسینؑ نے فرمایا کہ اب عرصۂ حیات گراں گزرتا ہے نہ مدینہ میں حسینؑ کو امان ہے اور نہ مکہ میں حالانکہ کعبہ سب کے لیے جائے امن ہے۔ بلکہ یزیدؑ چاہتا ہے کہ خون امام حسینؑ زمین پر بہہ جائے۔

یزیدؑ کا سفرِ مکہ معظمہ و مدینۂ منورہ اور عقب یزیدؑ روانگی معاویہ

ثقہ روایات میں ہے کہ جس سال معاویہ نے اپنے فرزند یزید کو اپنا جانشین مقرر کیا اور اشرافِ شام سے اس کی بیعت لی۔ اسی سال یزیدؑ باشان و شوکت خسروانہ بڑے کرّ و فر سے غلاموں اور مال و دولت لے کر عازم سفر مکہ ہوا اور پہلے مدینہ پہنچا اور راستہ میں جہاں کہیں فروکش ہوا لوگ جو بغرض استقبال جمع ہوتے انھیں انعام و اکرام درہم و دینار سے نوازتا تاکہ وہ لوگ اس کی بیعت کرنے میں سبقت کریں لیکن جو دیندار اور خدا و رسولؐ کے مطیع اور آل رسولؐ کے محب تھے وہ لوگ اپنے اپنے مقام پر جمے رہے اور ثابت قدم رہے کیونکہ ان کی نگاہ میں تھا کہ مال و متاع دین کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ سونا چاندی دشمن مذہب ہیں۔ دین فروش مردان حق کلام نہیں ہے۔ یزیدؑ کے شام سے روانگی کے بعد معاویہ خود بھی عازم حج بیت اللہ

ہوا اور اس نے ایک ہزار شجاعان پر مشتمل ایک لشکر روانہ کیا کہ وہ مدینہ پہنچ کر اہل مدینہ کے ہمراہ معاویہ کا استقبال کریں۔ جب معاویہ شام سے روانہ ہو کر مدینہ پہنچا تو امام حسین علیہ السلام بھی اس سے ملنے کیلئے سب سے اوّل تشریف لائے لیکن معاویہ نے ناروا طور پر گفتگو کی اور کہا اے حسینؑ میں تمہیں خوش آمدید نہیں کہتا اس نے خوفزدہ کرنے کے لیے کہا کہ عنقریب تمہارا خون زمین پر بہے گا لیکن امام عالیمقام نے جواباً خموشی اختیار کی۔ اسی اثناء میں عبدالرحمٰن بن ابوبکر آ گئے۔ معاویہ کو سلام کیا لیکن معاویہ ان پر سخت برہم ہوا اور کہا اے پسر ابوبکر تو پیر ہو گیا ہے اور عقل ضائع ہو گئی ہے۔ اسی لمحہ عبداللہ بن عمر بن الخطاب بھی آ گئے ان سے بھی معاویہ سخت لہجہ میں پیش آیا ان کے بعد عبداللہ ابن زبیر بھی آ گئے اور معاویہ کو سلام کیا۔ معاویہ نے ان سے بھی ناراضگی کا اظہار کیا اور کہا کہ تو نے میرے پسر یزیدؑ کی بیعت کیوں نہیں کی۔ کہنے لگا مجھے تم سب کے افعال و حرکات کا علم ہے اور تم لوگوں کے سینوں میں کس قدر کینہ بھرا ہوا ہے۔ اس وقت امام حسین علیہ السلام نے رئیس شام تاریک انجام سے کہا اے معاویہ صبر کر تندیٔ و تیزیٔ کلام سے باز آ۔ نرمی سے کلام کر ہم اس طرح کے کلام کے مستحق نہیں ہیں۔ معاویہ نے کہا ضرور مستحق ہو کیونکہ تم لوگ نہیں چاہتے کہ یزیدؑ خلیفہ مقرر ہو۔ سب نے مبارک باد دی مگر ان چار حضرات ابوعبداللہ امام حسینؑ، عبداللہ بن عمر، اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر، برادر عبداللہ ابن زبیر، ان سب نے امام حسینؑ کی اتباع میں بیعت یزید نہیں کی اور نہ ہی مبارک باد دی اور یہ لوگ معاویہ کے ہمراہ اس وقت تک رہے کہ معاویہ دار الامارہ میں داخل ہوا۔ ان سب نے بھی دار الامارہ میں داخل ہونے کی اجازت مانگی مگر توجہ نہ کی اور درشتگی سے جواب دیا اور اندر داخلہ کے لیے رستہ نہ دیا۔ اور واپس تشریف لے آئے حضرت اباعبداللہ

یعنی امام حسینؑ نے فرمایا کہ ان دنوں میں مدینہ میں ہمارا رہنا مناسب نہیں ہے کہ معاویہ شام واپس چلا جائے اور یہ چاروں حضرات اس خیال سے مکّہ چلے گئے کہ حرم خدا میں پناہ لیں اور بیعت فاسق سے بچ جائیں۔ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے دو مرتبہ حرم خدا میں پناہ لی ہے۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا اوّل معاویہ کے زمانہ میں اور دوسرے یزید بن معاویہ کی خلافت کے شروع میں حرم میں پناہ لی ہے۔ دوسری مرتبہ جب امام حسین نے مدینہ سے ہجرت کی ہے اور مکہ میں پناہ لی تو بنی امیّہ کے سرکش حاجیوں کے لباس میں خنجروں سے لیس کعبہ پہنچ گئے تھے۔ حضرت امام حسینؑ کو اس کا علم ہوگیا تھا لہٰذا امام حسینؑ آٹھویں ذی الحجہ کو کعبہ سے باہر آگئے اور حج کو عمرہ سے بدل دیا۔ تو عبداللہ بن عمر نے عرض کیا کہ میں آپ پر فدا ہوں خدا آپ کے ساتھ ہے اور پھر قدم بوسی کرکے آپ کو رخصت کیا۔

فقر کے اقسام اور حضرت کمیل کی شہادت

علماء نے بیان کیا ہے کہ فقر یعنی افلاس و فقیری ہے اس کی دو قسمیں ہیں فقر ظاہری و فقر باطنی، فقر ظاہری اور ظاہری فقیری ممدوح نہیں ہے اس لیے حیا جو کہ جزو ایمان ہے جاتی رہتی ہے اور انسان نگاہوں سے گر جاتا ہے مثلاً کوئی فقیر مدح و ثنا کرتا ہے تو ممدوح کے نزدیک طمع پر منحصر ہے اگر زیادہ مدح کرے تو اُسے زبان دراز کہتے ہیں اگر فقیر کنج خلوت میں جائے تو اسے دیوانگی تصور کرتے ہیں غرضیکہ فقیری باعث عزت نہیں ہے نہ دنیا میں نہ آخرت میں ممدوح ہے۔ فقر باطنی ایک بادشاہت ہے اور الفقر و فخری نے اس کا درجہ بلند کر دیا ہے۔ حکماء نے فرمایا ہے کہ فقر کی باطنی کی مذمت کرنا درست نہیں ہے جو لوگ حقیقت میں سالک راہ

فقر باطنیہ ہیں۔ وہ نقد دنیا اور سرمایۂ آخرت کو ہیچ سمجھتے ہیں۔ صاحب فقر اور گداگر میں یہ فرق ہے کہ فقیر وہ ہے کہ جو دنیا ترک کر دے اور گداگر وہ ہے کہ جسے خود دنیا ترک کر دے۔ فقر میسّر توحید ہے۔ خلاصۂ تجید و بزرگی ہے۔ فقر انسان کے چہرہ کو گرد و غبار دنیوی سے پاک کرتا ہے، صاف کر دیتا ہے۔ فقر خزانہ انفرادیت ہے یعنی وہ دنیا سے الگ ہوتا ہے۔ فقر ایک کیمیا ہے جو لفظ کن سے وجود میں آتی ہے۔ فقر سید اولاد آدمؑ ہے لیکن فقر اس پر فخر نہیں کرتا۔ لیکن الفقر فخری اسے زیب دیتا کہ جس نے دنیا کو طلاق بلکہ تین بار طلاق دیدی ہو اور وہ امیر مومنان ہیں کہ جنھوں نے حقیقی اور باطنی فقر کے منازل طے فرمائے ہیں اور حسین ابن علیؑ ہیں کہ جنھوں نے کربلا میں دنیا کی ہر ایک چیز سے کنارہ کشی کر لی تھی اور رضائے الٰہی آپ کے پیش نظر تھی۔

روایات سے ثابت ہے کہ حضرت شاہ ولایت امیر المومنین تاجدار فقر و غنا علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے کمیل بن زیاد نخعی نے روحانی فیض حاصل کیا تھا اور آپ صاحب سرّ امیر المومنین تھے۔ آپ کی یہ منزلت تھی ؎

در حجرۂ فقر پادشاہی	در عالم دل جہاں پناہی
شاہستہ بے سریر و بے تاج	شاہانش بخاک پائی محتاج

ان ہی بزرگوار کو حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب علیہ نے ایک سریع الاثر دعا تعلیم کی جو دعائے کمیل کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ یہ ایک ایسی دعا ہے کہ اگر اس کو متواتر پڑھا جائے تو بحر علوم و معرفت علیؑ مرتضیٰ سے دُرہائے نایاب مل سکتے ہیں اور ان ہی دُرہائے معرفت کی وجہ سے کمیل بن زیادہ نخعی کی نگاہ میں دنیا ہیچ تھی۔ ان کے روشن ضمیر ہونے کی بابت اس طرح مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ حضرت

شاہ ولایت امیرالمومنین نے ان سے فرمایا کہ اطرف السراج فقد
طلع الصبح - - کہ چراغ گل کردو صبح نمودار ہو رہی ہے مقصد
یہ تھا کہ خودی ترک کردے اور ازمن توی سے درگذر کرنا تاکہ نورِ خدا کو دیکھے۔ کمیل
اپنے اعتبار سے صفار باطنی پر فائز تھے اس وقت عاقبت خراب حجاج بن یوسف بن
ثقفی نے ان کو شہید کیا۔ مجالس المومنین میں ہے کہ حجاج نے کمیل کو طلب کرنے
میں جلدی کی۔ لیکن وہ اس کو نہ مل سکے کیونکہ آپ صحرا میں زندگی بسر کر رہے تھے
حجاج نے ان کے قبیلے کے لوگوں کو قتل کرنا شروع کیا اور ہراساں بھی کرنے
لگا۔ جب یہ خبر کمیل کو پہنچی تو آپ بہت رنجیدہ ہوئے اور حجاج بن یوسف ثقفی
کے پاس آئے۔ حجاج نے دیکھا تو خوش آمدید کہا اور کہنے لگا کہ دیر سے آئے
ہوئے ہیں تو تمہیں یہاں اس سے پیشتر دیکھنا چاہتا تھا تاکہ تمہاری باتوں سے
اپنا دل خوش کردں۔ کمیل نے فرمایا کہ میں تو از خود آیا ہوں حالانکہ میں اس عمل کو
پسند نہیں کرتا تھا کہ میری اور تیری بازگشت اللہ کی طرف ہے۔ مجھے میرے مولیٰ
وآقائے نامدار حیدر کرار علی مرتضیٰ علیہ السلام نے خبر دی کہ تو میرا قاتل ہے، کہ
اسی اثناء میں جلاد بھی حاضر ہوگئے۔ اس وقت کمیل تنہا تھے۔ جلادوں نے
آپ کو گرفتار کرلیا اور ایک ایسی ضرب لگائی کہ سر مبارک کمیل جدا ہوا اور آپکی
روح جنت اعلیٰ کو پرواز کرگئی۔ امام زمانہ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کمیل کو جلاد
نے گئے اور چمڑے کے بستر پر چہرہ کے بل لٹکا کر گردن کاٹ دی اور عاشورا
محرم امام حسینؑ کو شمر ملعون نے سجدہ کی حالت میں ذبح کیا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

اب ہم اصل مضمون کی طرف آتے ہیں یہ کہ جب معاویہ داخل دارالامارہ

ہوگیا اور چاروں عبداللہ حضرات یعنی امام حسین ابوعبداللہ علیہ السلام، عبداللہ بن عمر
اور عبداللہ ابن زبیر اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر کو معاویہ نے دارالامارہ میں داخل ہونے
کی اجازت نہیں دی۔ امام حسین علیہ السلام مدینہ سے مکّہ کا رخ کیا اور ان تینوں مذکورہ
حضرات نے آپ کی معیّت میں مکّہ میں پناہ لینے کی خاطر سفر اختیار کیا۔ جب یہ خبر
معاویہ تک پہنچی تو وہ مسجد نبوی میں آیا اور اہل مدینہ کو جمع کیا جب سب لوگ جمع ہوگئے
منبر پر گیا اور خطبہ دیا اور یزید کی جانشینی و خلافت کے متعلق کہا کہ میں نے یزید کو
اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے تم سب یزید کی بیعت کرو۔ اور مدح وسرائی یزید کرتے
ہوئے اس قدر کذب بیانی سے کام لیا کہ کہنے لگا کہ میری نگاہ میں یزید سے
زیادہ حقدار خلافت کوئی نہیں ہے میں دیکھتا ہوں کہ اکثر حاسد لوگ یزید کے
بارے میں غلط خیال رکھتے ہیں اور مزید کہا کہ اگر حسین ابن علیؑ، عبدالرحمٰن بن ابو
بکر، عبداللہ بن عمر، اور عبداللہ بن زبیر یزید کی بیعت کرلیں تو بہتر ہے ورنہ وہ
دیکھیں گے کہ ان کا خون زمین پر بہایا جائے گا۔ میں اوّلاً ان کو نصیحت کرتا ہوں
اور ان کو انحراف بیعت کے انجام سے آگاہ کرتا ہوں یہ کہہ کر معاویہ منبر سے اُتر
آیا۔ لوگ متفرق ہوگئے اور ایک شوروغل برپا ہوگیا۔ اور یہ تمام گفتگو ام المومنین
بی بی عائشہؓ کے گوش کی گئی تو عائشہ نے غیظ و غضب کی حالت میں چادر سر پر ڈالی
اور عورتوں کے ایک ہجوم کے ساتھ مسجد نبوی میں پہنچیں اور فرمایا کہ اے ابن ابو
سفیان تیرے لیے یہ کافی نہ ہوا کہ تو نے میرے ایک بھائی محمد بن ابی بکر کو قتل
کرایا۔ اس کی جدائی کی آگ میرے سینہ کو جلا رہی ہے۔ اب تیری یہ جرأت ہو
گئی ہے کہ مدینۂ خیر الانام جو مسلمانوں کے لیے دارالسلام ہے یہاں بھی تو
برادران اسلام کا خون بہانا چاہتا ہے تیری حیا کیا ہوئی اور تو مجھ سے بھی شرم

نہیں کرتا آخر کو میں تیرے رسول کی شریک حیات ہوں اور مؤمنین کی ماں کا درجہ مجھے
اللہ کی طرف سے حاصل ہے۔ اور تو حسین بن فاطمہؑ فرزند رسول الثقلین کی جان
کے درپے کیوں ہو رہا ہے۔ عبداللہ عمر و، عبداللہ زبیر کہ یہ لوگ اکابرین کی اولاد
ہیں تو ان کو کیوں مجبور کرتا ہے کہ بیعت یزید لعین کریں جبکہ تو خود لائق خلافت نہیں
ہے تو تیرا بیٹا یزید لعین کیوں کر لائق خلافت ہو سکتا ہے۔ تو نے اپنے باپ کو کیوں
بھلا دیا ہے کہ وہ دشمن خدا اور رسول خدا تھا۔ اس نے ہمیشہ آنحضرتؐ کے خلاف
سازشیں کی ہیں اور کفار سے مل کر حرب و ضرب میں حصہ لیا ہے۔ کبھی تو کہتا ہے
کہ میں کاتب وحی ہوں حالانکہ تو جانتا ہے کہ مدینۂ رسولخدا میں خونریزی کرنا حرام
ہے۔ جب معاویہ نے دیکھا کہ عائشہ سخت برہم ہیں۔ نرم لہجہ سے کہا اے
ام المؤمنین آپ مجھ پر اس قدر سخت و سست لہجہ سے پیش آ رہی ہیں آپ تو
اسلام میں قابل احترام ہستی ہیں۔ ذرا میری باتوں کو گوش دل سے سنیں آپ جو کہتی
ہیں کہ محمد بن ابی بکر کو میں نے قتل کیا ہے ایسا نہیں ہے میں نے قتل نہیں کیا۔
مصر میں ان کی اور عمرو بن العاص کی گفتگو ہوئی اور معاویہ بن خدیج نے تمہارے بھائی
کو قتل کیا۔ میں بخدا اس کے قتل پر راضی نہیں ہوا۔ جب عائشہؓ نے معاویہ کی فریب
آمیز چکنی چپڑی باتیں دیکھیں غصہ کم ہو گیا اور آرام سے گفت کرنے لگیں۔ فرمایا کہ
میں نے سنا ہے کہ تو نے فرزند رسولخدا حسین علیہ السلام، عبدالرحمٰن برادرم،
عبداللہ عمر و اور عبداللہ پسر زبیر کے بارے میں ناروا باتیں کی ہیں یہ سب بلند
رتبہ ہیں۔ حد ہے کہ تو نے ان کو دارالامارہ جانے کی راہ نہ دی تو ان لوگوں کی
خاطر خواہی کرتا ہے کہ جو فاسق و فاجر ہیں۔ معاویہ نے یہ سن کر ان کو اطمینان
دلایا کہ آئندہ ایسی چیزوں کا اعادہ نہیں کروں گا کہ جو تمہاری مرضی کے خلاف ہوں

جن کے تم نے نام لیے ہیں یہ میرے نزدیک آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی روشنی
ہیں۔ لیکن اے ام المومنین میں نے اپنے فرزند یزید لعین کو اپنا ولیعہد قرار دیا ہے
اور مملکت اسلامیہ کے یعنی شام و مصر و عراق کے اکابرین نے اس کو خلیفہ تسلیم کر
لیا ہے۔ ان چاروں بزرگواروں نے مخالفت کی ہے کیا تم اس کو جائز سمجھتی
ہو کہ میں ان چار ہستیوں کی وجہ سے یزید کو خلافت سے دور رکھوں اور رضائے
خدا جو یزید لعین کی متوفق ہے اس کو ہاتھ سے دے دوں۔ عائشہؓ یہ سن کر کہنے لگیں
کہ مجھے اس سے کیا واسطہ غرض کہ میں یہ فتویٰ دے دوں خلافت حق جائز ہے
یا نہیں، بیعت یزید لعین توڑنا جائز ہے یا نہیں، لیکن میں اتنا ضرور کہوں گی کہ اپنے
ان آقازادوں کے حق میں لطف و مہربانی سے پیش آؤ۔ اگر تیرا مقصود و مطلب
بھی حل نہیں ہوتا ہے تو بھی ارزدہ خاطر نہیں ہونا چاہیے۔ اے ابوسفیان کے
بیٹے خدا سے ڈرو اور اس قدر بے دین بننا ترک کر دے۔ بہر حال معاویہ قبر
و حشر کو نگاہ میں رکھنا ضروری ہے۔ معاویہ نے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ کر
کہا کہ تمہاری فرمائشات سر آنکھوں پر۔ یہ دیکھ کر عائشہؓ خوش ہو گئیں اور اپنے
گھر واپس چلی گئیں۔ عبدالرحمٰن بن ابوبکر کی حمایت میں بی بی عائشہؓ تھیں۔ عبدالرحمٰن
خانہ نشین ہو گیا۔ عبداللہ بن عمر مال دنیا کے فریب میں آ گیا اور عبداللہ بن زبیر نے
مکہ میں دعویٰ خلافت کیا۔ لیکن امام حسینؑ تنہا رہ گئے وارد کربلا ہوئے غدیر و اقربا
بھائی بھتیجے سب آپ کے ہمراہ وارد کربلا ہوئے اور کربلا میں شہید ہو گئے۔ ہائے
افسوس مخدرات عصمت کو بعد شہادت حسین اسیر کیا گیا اور اعدائے دین ان کو
شتران بے عماری پر سوار کر کے کوفہ و شام لے گئے۔

معاویہ کا بارادۂ قتل اُمّ المومنین بی بی عائشہؓ کو دعوت پر بلانا

جب اُمّ المومنین بی بی عائشہؓ معاویہ سے سخت دست لہجہ میں گفتگو کرکے اپنے گھر واپس چلی گئیں تو معاویہ نے دیکھا کہ بی بی عائشہ کا وجود یزیدؔ کی ولیعہدی کے لیے ہرگز موافق و سازگار نہیں ہے ان کو راہ سے ہٹانے کے لیے ان کے قتل کے منصوبہ سوچنے لگا۔ آخر کار ایک بات اس کی سمجھ میں آئی اور اس نے اُمّ المومنین بی بی عائشہ کو اپنے گھر دعوت پر بلانے کا پروگرام تیار کیا۔ اس نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ خاص میرے رہائشی کمرہ میں ایک چاہ عمیق کھودا جائے اور اس چاہ کا منہ عام طور چاہ کے منہ کے مطابق نہ رکھا جائے بلکہ زیادہ کشادہ ہو۔ غرضیکہ چاہ تیار ہوا اور اس کے منہ پر کچھ ریشمیں مخلمیں کالین اس طرح بچھائے گئے کہ وہ بالکل ڈھک گیا۔ ان قالینوں پر ایک طاؤسی تختی جو چمک و دمک میں مثل تارہ تھی رکھ دی گئی تھی اور وہ بہت زیادہ سجائی گئی تھی۔ پھر معاویہ نے اُمّ المؤمنین کو پیغام بھیجا کہ اے مادرِ گرامیقدر آپ اگر میرے غریب کدہ پر تشریف لائیں تو زہے عزّ و شرف، میرا خوابیدہ بخت بیدار ہو جائے گا کہ میں زوجۂ رسولِ خدا کا میزبان ہوں گا۔ بی بی عائشہؓ نے دعوت معاویہ کو شرف قبولیت بخشا اور کہا امیر معاویہ کو میرا سلام کہنا۔ میرا بلانا اگر ہلاکت پر منتج ہے یا بقا بخشی ہے۔ بہر حال حکم نافذ العمل ہے میں جلد پہنچ رہی ہوں، بعدہٗ اپنے غلام احمر کو حکم دیا کہ حمار مصری لائے، شام کے وقت حمار مصری حاضر کیا اور ام المومنین سوار ہو کر پہنچیں۔ خدا آخر خدا ہی ہے۔ مثل کاروان روانہ ہوا اور مانند اجل پہنچ گیا۔ احمر غلام رسّی پکڑے

ہوئے تھا کہ خانہ معاویہ پہنچا۔ معاویہ نے درِ خانہ پر آکر استقبال کیا۔ اُمّ المؤمنین حمار سے اُتریں اور پیادہ پا وہاں پہنچیں کہ جو جگہ آراستہ کی گئی تھی۔ اس جگہ دوسرے اشخاص موجود نہیں تھے۔

بروایات صحیحہ وارد ہوا کہ معاویہ نے چند ہودج بھی آراستہ کرائے تھے اور جو لوگ معاویہ کے راز دار تھے وہ اس امر پر مطلع تھے کہ ان میں بی بی عائشہؓ سوار نہ تھیں بلکہ محرمِ راز جو راستوں میں متعین کیے تھے وہ دریافت کرتے کہ زر نگار ہودج میں کون مخدرہ سوار ہے۔ ایک دوسرا راز دار فوراً کہتا کہ اس میں ام المومنین بی بی عائشہؓ سوار ہیں۔ لوگ اس طرف دوڑتے مگر آثار سواری نہ پاتے تھے۔ نامعلوم ہودج سے سواری بطرف آسمان پرواز کر گئی یا زمین نے اُسے اپنے دامن میں چھپا لیا ہے۔ مگر معاویہ آرام و استراحت میں تھا یعنی وہ اصل حال سے مطلع تھا۔ یہ سفرِ ام المومنین، گویا صلہ تھا کہ جنگ جمل میں حضرت علی ابن ابی طالب سے جنگ و جدال کرنے کے لیے جمل میں موصوفہ آئی تھیں اور اسی طرح جنازہ حسن علیہ السلام کے جلوس میں موجود تھیں اور امام حسینؑ کے جنازہ پر تیر برسائے جس سے لاش امام حسینؑ غربال صفت ہو گئی۔ مجھے اس وقت امام حسین علیہ السّلام کی لاش مبارکہ کا پائمال ہونا یاد آتا ہے واحسرتا کوئی نہ تھا کہ جو امام مظلوم کی لاش کو بچاتا۔

اُمّ المومنین عائشہؓ کا معاویہ کے تیار کردہ کنوئیں میں گرنا اور عبداللہ ابن عباسؓ کو بلا کے بیعت طلب کرنا

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ عائشہؓ معاویہ کے گھر پہنچیں تو معاویہ نے ظاہراً ان کا

استقبال کیا اور وہ اس جگہ پہنچیں کہ جہاں چاہ مخملیں قالینوں سے ڈھکا ہوا تھا معاویہ ان کے ہمراہ زمین سخت پر قدم رکھتا تھا اور ام المؤمنین عائشہؓ کو چونکہ معاویہ کی مکاری اور پُر دغا ہونے کا علم نہ تھا قدم بہ قدم چل رہی تھیں کہ اس چاہ کے منہ پہ قدم رکھا جو صرف قالین سے ڈھکا ہوا تھا اور اس کے اندر چونا بھرا ہوا تھا۔ قدم کا رکھنا تھا کہ ام المؤمنین اس چاہ میں گر پڑیں اور معاویہ نے اس کا منہ مستحکم طریقہ سے بند کرا دیا۔ اس طرح معاویہ نے ام المؤمنین بی بی عائشہؓ کا کام تمام کر دیا۔

جب معاویہ کو اس کار عظیم سے فرصت ہوئی اور یزید لعنتہ کی ولیعہدی کے لیے کسی قدر راہ ہموار ہو گئی تو معاویہ اکابرین مدینہ کے قتل کی طرف متوجہ ہوا اور اس کی نظر چاروں عبد اللہ یعنی ابو عبد اللہ حسینؑ۔ عبد الرحمٰن بن ابو بکر، عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن زبیر پر پڑی۔ معاویہ کی نظر میں سب سے زیادہ پُر وقار شخصیت کہ جس نے بیعت یزید لعنتہ سے قطعی طور پر جواب انکاری دے دیا تھا وہ امام حسینؑ فرزند رسولِ خدا تھے۔ اور مذکورہ تینوں عبد اللہ بھی امام حسینؑ کی اتباع میں بیعت یزید لعنتہ کے مخالف تھے۔ اور امام حسین اس خیال سے کہ مدینہ میں معاویہ سوال بیعت کرے گا مکہ معظمہ تشریف لے گئے تھے اور معاویہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ عبد اللہ بن عباسؓ کی طرف متوجہ ہوا اور ان کو طلب کیا۔ ابن عباسؓ تشریف لائے معاویہ نے اھلاً و سھلاً کہا اور پھر اس طرح گفتگو کا آغاز کیا کہ اے عبد اللہ ہم اور تم ایک ہی شجر کی شاخیں ہیں۔ تم دیکھ رہے ہو کہ حکومت میرے زیر قدم ہے مسند خلافت پر میں متمکن ہوں۔ ہم سے پہلے یہ خلافت ایک مرد تیمی کے پاس تھی وہ عدو بھی تھا کیا تم راضی تھے کہ خلافت ان کے پاس ہے لیکن تم نے کچھ محسوس نہ کیا میں جبکہ خون عثمان کے لیے کھڑا ہوا ہوں اور قاتلوں سے انتقام

چاہتا ہوں تم مجھ سے نزاع کرتے ہو حالانکہ ہم اور تم دونوں بنی عبد مناف کے دیدہ و دل ہیں اور جب سے میں تاجدار سلطنت ہوا ہوں میں نے تمہارے حقوق ادا کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے لیکن تم نے کبھی خوش روئی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اور نہ دوسرے ہاشمیوں نے اپنی روش بدلی ہے۔ اے عبد اللہ تم اپنی روش بدل ڈالو۔ خدا ہی نے مجھے ملک و خلافت عطا کی ہے اور تمہارا یہ گمان غلط ہے کہ خلافت کے مستحق علیؑ اور حسنؑ ہیں۔ جب معاویہ خموش ہو گیا۔ تو ابن عباس نے کہا اے امیر میں نے سنا جو کچھ تم نے کہا اب تم سنو کہ تم جو کہتے ہو کہ ہم سب اولاد عبد مناف ہیں یہ صحیح تو ہے اور ہم سے توقع محبت بھی رکھ سکتے ہو اور آج کل تم حکمران بھی ہو اور احسان بھی کرتے صرف اس لیے ہے کہ تمہاری خلافت تمہارے حق میں استوار ہو اور تمہارا یہ کہنا کہ اب علیؑ اور حسنؑ کی مثل ہم میں نہیں ہے سراسر غلط ہے کیونکہ حسینؑ بن علی بفضلہ تعالیٰ موجود ہیں اور انھی خوبیوں کے وارث ہیں جو علی المرتضیٰ اور حسن مجتبیٰ میں تھیں حسینؑ ہی امیر المؤمنین ہیں اور حسینؑ ہی امام امت ہیں، امام حیؑ ہیں۔ اے معاویہ حسنؑ و حسینؑ ہر دو باغ نبوت کے دو پھول ہیں۔ چشم و چراغ رسولِ خدا ہیں ان دونوں کی اصل ایک ہے۔ ہر دو قرۃ العین بتولؑ ہیں۔ یہ ایک ہی درِ علم نبوی کے دو باٹ ہیں۔ اور شروع پیغمبر کے دونوں ثمرات ہیں۔ دونوں قرآن ناطق ہیں۔

؎ عجب مدار کہ کوتاہ نظر ندید جمالش ✺ کہ چشم مرغ شب انوار آفتاب نہ بیند

اے معاویہ دین و دولت رو باصلاح اسی وقت ہیں کہ حسین بن علیؑ کو اس پر اعتراض نہ ہو۔ اور اے معاویہ ان کی رضا خدا کی رضا ہے۔ معاویہ نے بظاہر ابن عباس کا یہ کلام پسند کیا اور کہا اے ابن عباس راست گفتی۔ یعنی تم نے سچ کہا۔ خوب نصیحت کا حق ادا کیا۔ بعدہ دیکھا جائے گا کہ حسینؑ کا میرے ساتھ کیا سلوک ہو گا

ان کو تحریر کرو اور خبر دے دو کہ میرے ساتھ حسین تالیف قلب سے کام لیں کہ میں وہ معاویہ نہیں ہوں کہ خیال بد تمہارے بارے میں رکھوں۔ دوستی اور خاندانی حالات بجائے خود برقرار ہیں مولف کتاب فرماتے ہیں کہ وہ زمانہ کیسا زمانہ تھا کہ معاویہ نے خیال بد نہیں کیا بلکہ حسین ابن علیؑ کا احترام کیا لیکن زمانہ یزید کیسا زمانہ تھا کہ ہر طرح کی مصیبت امام حسینؑ کے لیے روا رکھی گئی لیکن کسی میں جرأت نہ تھی کہ امام حسینؑ کے حق میں زبان کھولتا۔ جب سر امام حسینؑ عبا کے دامن سے چھپائے ہوئے منبر رسول خدا پر آیا اور پھر عبا کا دامن ہٹایا اور سب کو سر امام حسینؑ دکھایا۔ تعریف یزید پلید کی۔ اس وقت مدینہ میں کہرام بپا تھا۔

عبداللہ ابن عباسؓ کا تقویٰ و پرہیزگاری

تمام امت مسلمہ کے نزدیک یہ متفق علیہ امر ہے کہ جناب عبداللہ ابن عباسؓ تقویٰ و پرہیزگاری، زہد و عبادت، علم قرآن و احادیث میں اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ اور حضرت باب مدینۃ العلم علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے شاگرد رشید اور مولائی تھے۔ اور آپ مخالفین حضرت امیر المومنین سے ہمہ وقت مجاہدہ کرتے اور آپ کی تفسیر و حدیث و فقہ مشہور و مسلّم ہے۔ یہ بھی روایات سے ثابت ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے حق میں دعاء خیر فرمائی ہے۔ ارشاد فرمایا ہے اللھم بارك فيه وابشر منه واجعله من عبادك الصالحين۔ یعنی اے اللہ! تو ابن عباسؓ کو مبارک قرار دے اور اس کو عباد صالحین میں قرار دے۔ علامہ حلّیؒ نے کتاب خلاصۃ الاقوال فی معرفۃ الرجال میں تحریر کیا ہے کہ ابن عباسؓ مولائے کائنات امیر المومنین علی

مرتضیٰ علیہ السلام کے خاص دوستداروں میں سے تھے اور آپ کی بزرگی اور اخلاص و محبت خدا و رسولؐ دائرہ شبہات سے بالاتر ہے۔ صاحب مجالس المومنین نے تحریر کیا ہے کہ عبداللہ ابن عباسؓ کی ولادت شعب ابوطالبؑ میں ہجرت سے تین سال قبل ہوئی ہے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحلت پائی تو عبداللہ ابن عباسؓ کی عمر تیئس سال تھی اور سنہ ۶۸ھ میں آپ نے وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۶۱، یا ۶۴ برس کی تھی، یہ بھی مروی ہے کہ جب عبداللہ ابن عباسؓ غسل و کفن دیا جا چکا تو ایک خوبصورت مرغ سفید کفن کو چیرتا ہوا نکلا اور غائب ہو گیا۔ امام حسن علیہ السلام کے زمانہ میں بھی عبداللہ ابن عباسؓ حقوق اہلبیتؑ کے نگران رہتے تھے اور اسی طرح امام حسینؑ کے زمانہ میں بھی ارادت و اخلاص رکھتے تھے جیسا کہ آپ کی گفتگو سے جو معاویہ کی ہے ظاہر ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ میرے چچا عباسؓ کے گھر چار چیزیں ایسی تھیں جو کسی دوسرے خانوادہ میں نہیں پائی جاتیں اور وہ یہ ہیں کہ خداوند عالم نے علم کے لیے میرے چچا عباسؓ کو عبداللہ جیسا پسر عطا کیا اور ان کے بیٹے فضل بن عباس میں سخاوت رکھ دی، اور صباحت و وجاہت کو قثم بن العباس میں رکھ دیا اور جود و کرم کو عبیداللہ بن عباسؓ میں رکھ دیا۔ عبادات و اطوار شخصی میں یہی چار صفات کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔ مگر خداوند عالم نے یہ چاروں صفات الگ الگ اولاد جناب عباس میں جمع کر دی۔ صاحب استیعاب نے از عبداللہ بن صفوان بن امیہ سے نقل کیا ہے کہ ایک روز مکہ میں عبداللہ بن عباس کے دروازہ کے پاس سے گزرا۔ دیکھا کہ گروہ در گروہ لوگ داخل خانہ ہو رہے ہیں یعنی ایک اژدحام مردمان ہے۔ دسترخوان پر کھانا چنا ہوا ہے۔ لوگ کھانا کھاتے ہیں انعام ملتا ہے اور چلے جاتے ہیں اور دوسرے

لوگ آجاتے ہیں۔ عبداللہ بن صفوان کہتا ہے کہ میں عبداللہ بن زبیر کی مجلس میں گیا یعنی زبیر کے گھر گیا وہ زمانہ تھا کہ زبیر نے بنی اُمیّہ پر خروج کیا تھا اور اپنی نسبت و قرابت کو جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھی دعویٰ خلافت کی دلیل بنایا تھا حاصل کلام یہ ہے کہ جب عبداللہ بن صفوان بن اُمیّہ مجلس عبداللہ زبیر میں گیا اس کو مدعی خلافت پایا۔ تو میں نے اس سے بطور طنز کہا تُو دعویٰ خلافت کرتا ہے حالانکہ تجھے پسران عباسؓ نے تیرا دروازہ بند کر دیا ہے اور اپنا دَر کھول دیا ہے۔ یہ عجیب بات ہے پس تیرے لیے کوئی فضیلت نہیں ہے۔ عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ تُو نے کیا دیکھا میں نے کہا کہ یہ دیکھا ہے کہ مکان کے ایک دروازہ کو چھوڑ کر طلبا علوم دینیہ، فضلاء و علماء گروہ در گروہ عبداللہ ابن عباس کے دستر خوان کرم پر جمع ہوتے ہیں اور کھانا تناول کرتے ہیں، علوم دینیہ حاصل کرتے ہیں۔ جب عبداللہ زبیر نے یہ سخن سُنا تو عبداللہ بن مطیع سے جو اس کے پاس بیٹھا تھا کہا کہ پسرانِ عباسؓ کے پاس جا اور ان سے کہو کہ امیر المومنین نے فرمایا ہے کہ تم اور اہل عراق کو جو تمہارے ساتھ ہیں مکّہ سے باہر چلے جائیں ورنہ میں ان کے حق سختی برتوں گا۔ عبداللہ بن مطیع نے زبیر کا یہ پیغام عبداللہ ابن عباسؓ کو پہنچایا۔ عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ جاؤ اور زبیر سے کہو کہ یہ گروہ مردمان بوجہ ادعاء خلافت نہیں ہے ہم نے تو صرف دینی درس گاہ قائم کی ہے ہمیں کسی دوسرے کام سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ مجلسی علیہ الرحمۃ نے مناقب قدیم سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ زبیر نے عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ یا تو تم میری بیعت کرو یا مکّہ سے باہر چلے جاؤ۔ ابن عباسؓ نے منع کر دیا، اور بیعت نہیں کی۔ اس واقعہ کی خبر یزید ابن معاویہ کو ہوئی تو اس نے ابن عباسؓ کو خط تحریر کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے تم کو اپنی بیعت و اطاعت

کی دعوت دی اور تم اس کو شریک کار اور پشت و پناہ ہو۔ اور اس گناہ میں شریک ہو۔ ایک شخص کو یہ سزاوار نہیں ہے کہ دو امیر تسلیم کرے مجھے دیکھو کہ میں نے تمہیں مراعات دی ہیں۔ تمہارے حقوق بحال کر دیئے ہیں۔ تم نہ خود ابن زبیر کی بیعت کرو اور دوسروں کو دعوتِ بیعت دو۔ میری تعریف و نصرت کرو اور ابن زبیر کی تکذیب کرو۔ جب یہ خط عبداللہ ابن عباس کو ملا تو آپ کو از حد تعجب ہوا کہا کہ میں نے تو ابن زبیر کی بیعت نہیں کی اور یزید اس قدر کذب بیانی کر رہا ہے۔ چنانچہ ایک خط یزید کو تحریر کیا اور واضح کیا کہ میں نے ابن زبیر کی بیعت نہیں کی ہے نہ کسی شخص کو ابن زبیر کی بیعت کے لیے کہا ہے اور بخدا میں نے تجھ سے قطع دوستی کر لیا ہے اور تو مجھ سے چاہتا ہے کہ میں تجھ سے محبت و دوستی کے ساتھ ملوں اور تو نے جو ہمیں جزی مال بھیجا ہے اس لیے قبول کر لیا ہے کہ تو ہمارا کُل مال کھا رہا ہے اور تُو جو یہ کہتا ہے کہ میں تیری طرف لوگوں کو ترغیب دلاؤں ماسوائے ابن زبیر لوگوں سے بیعت کے لیے کہوں۔ تو کس دل سے اور کس خوشحالی کے لیے ایسا کروں جبکہ اے بے حیاء قد قتلت حسینا علیہ السلام یعنی تو نے حسین بن فاطمہ کو قتل کر دیا اور حسینؑ کے بیٹوں، بھتیجوں، بھانجوں اور انصار کو قتل کر ڈالا۔ حالانکہ یہ سب کے سب درخشندہ ستارہ با عبدالمطلب تھے۔ چراغ ہدایت تھے روشنیٔ دین کا مینارہ تھے اور تُو نے کسی کی فریادرسی نہ کی۔ اور ان کی صدائے استغاثہ پر لبیک نہ کہا۔ اور افسوس تیری فوج کے سرداروں نے ان کے لاشہائے پاکیزہ کو دفن بھی نہ کیا اور تو مجھ سے محبت طلب کرتا ہے اور حال یہ ہے کہ تیری تلوار ہمارے خون سے رنگین ہے۔ ہمیں خدا سے امید ہے کہ آلِ محمدؐ تجھ سے انتقام لیں گے کیونکہ خدا مظلوموں کا ناصر اور ظالموں سے انتقام لینے والا ہے۔

اے بے حیا، تو نے عبدالمطلب کی عورتوں کو اور دختران رسولؐ خدا کس گناہ میں اسیر کیا کس گناہ میں انھیں کوچہ بکوچہ تشہیر کیا مجھے اُمید ہے کہ قتل حسینؑ کے بعد تو خوشی نہ دیکھے گا۔

اے مومنین، اے شیعو آپ کے امام زمانہ نے فرمایا ہے اے جد بزرگوار اے حسینؑ غریب مجھے قسمت نے دور رکھا ہے میں کربلا میں ہوتا تو آپ کی نصرت و یاوری کرتا۔ اب میں صبح و شام آپ پر گریہ کرتا ہوں۔ اگر آنسو خشک ہو جاتے ہیں تو خون دل برساتا ہوں۔ کبھی خیام کے جلنے کا تصور اور کبھی اہلحرم کے اسیری و بے کسی کا تصور ہوتا ہے اور آنکھیں خون کے آنسو برساتی ہیں۔

معاویہ کا مکہ معظمہ میں داخلہ اور استقبال

موثق روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ معاویہ اپنے پسر یزیدؔ لعین کی بیعت کے سلسلہ میں مدینہ آیا اور بعد ہلاکت ام المومنین عائشہؓ اور بعد ازاں عازم مکہ معظمہ ہوا کہ وہاں پر بھی اشراف و اکابرین سے بیعت یزیدؔ لعین لے۔ معاویہ مکہ میں وارد ہوا اس وقت عبداللہ ابن عباس اتفاقی طور پر موجود تھے۔ اور عبادل اربعہ یعنی امام حسین علیہ السلام اور عبدالرحمٰن ابن ابوبکر۔ عبداللہ بن عمر، عبداللہ ابن زبیر نے معاویہ کا استقبال کیا۔ جب معاویہ نے ان سب کو دیکھا تو اس نے ان کو مخاطب کر کے اھلا و سھلا و مرحبًا کہا۔ اور اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ چار عربی گھوڑے مرصع زین کے لائے جائیں جواہر اور موتیوں سے ان کے زین آراستہ ہوں اور معاویہ ان حضرات سے مشغول گفتگو ہوا۔ معاویہ نے ان کو درہم و دینار دیے۔ سب نے قبول کیے لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایک درہم بھی

قبول نہ کیا حالانکہ اصلاً یہ مال، مال خدا و رسول تھا اور اپنا ہی مال تھا۔ معاویہ چند روز مکہ معظمہ میں مقیم رہا لیکن اس نے اپنے قیام کے دوران یزیدؔ لعین کی ولیعہدی اور بیعت کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اور ان حضرات نے بھی معاویہ سے ایسا کوئی ذکر نہیں کیا۔ پھر امام حسینؑ تشریف لائے اور معاویہ نے ان کا بہت زیادہ اکرام و احترام ادا کیا۔ اور بعدہٗ اس نے کہا اے ابوعبداللہ آیا اجازت ہے کہ میں کچھ باتیں کروں آپ سنیں اور جواب مرحمت کریں۔ امام عالیمقام نے فرمایا ہاں کہو کہ کہنا چاہتے ہو۔ معاویہ اس طرح گویا ہوا کہ چند دنوں پہلے میں اطراف مدینہ اور شہر مدینہ والوں کو لکھا تھا کہ میرے بیٹے یزیدؔ لعین کی بیعت کریں۔ چنانچہ اکثر لوگوں نے سبقت کی اور بیعت کر لی۔ مگر بہت لوگوں نے انحراف کیا اگر میں یہ دیکھتا کہ اہالیان مدینہ میں سے بھی کوئی سزاوار خلافت ہے تو میں اس کو ترجیح دیتا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ یزیدؔ لعین میں تمام اوصاف موجود ہیں کہ جنکی بناء پر میں نے اُسے ولیعہد قرار دیا ہے آپ کیا فرماتے ہیں میں نے اچھا کام کیا یا بد؟ امام حسینؑ مخاطب ہوئے اور فرمایا اے معاویہ زیادہ چرب زبانی اچھی چیز نہیں ہے۔ ایسی پوچ گفتگو تجھے زیب نہیں دیتی۔ مدینہ میں ایسی ہستیاں موجود ہیں جو بدرجۂ اولیٰ مستحق خلافت ہیں اور وہ ہر ایک اعتبار سے تیرے بیٹے یزیدؔ لعین سے برتر و افضل و اعلیٰ ہیں۔ حسب و نسب، علم و فضل دین و شریعت، شان و شوکت میں یزیدؔ لعین سے افضل ہیں۔ اور اے معاویہ تو خود یزیدؔ لعین سے باخبر ہے اس پر معاویہ نے کہا اے حسینؑ لعلك اردت بذلك نفسك۔ معاویہ نے کہا کہ یہ ساری تعریفیں جو آپ کر رہے اس لیے ہیں کہ آپ خود مستحق خلافت سمجھتے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر مجھ میں اور خلافت میں کیا دوری ہے۔ معاویہ لعین کہنے لگا اے حسینؑ لوازم سلطنت و حکومت یزیدؔ لعین

بہتر جانتا ہے۔ اور جہانبانی کا تاج یزید کے سر پر موزوں ہے۔ یہ سن کر امام حسینؑ نے فرمایا کہ تعجب ہے کہ تو یزید ایسے بدکردار کو مجھ پر ترجیح دے رہا ہے۔ یہ سن کر معاویہ غصہ میں آگیا اور کہنے لگا اے حسینؑ چپ رہو۔ بخدا ہرگاہ کسی مجلس میں بھی یزید لعنہ پر نکتہ چینی گوارا نہیں سوائے اس کی تعریف۔ اس پر امام عالیمقام نے فرمایا کہ جو کچھ یزید کے بارے میں میں جانتا ہوں کہتا ہوں اور یزید لعنہ میرے بارے میں جو جانتا ہے وہ بیان کرے۔ میرے بارے میں میرے نانا رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ حسین

منی وانا من الحسین ؂

منم آنکہ فرمود در شان من * بنی الورع شافع مرد وزن
کہ مہر حسینم چو جان درتن است * منم از حسینؑ و حسینؑ از من است

معاویہ زعم سلطنت میں کہنے لگا اے حسین اہل شام عون آشام کی تلواروں سے ڈرو۔ امام حسینؑ نے اتنا فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ میرا قاتل کون ہے۔ امام حسینؑ اپنے گھر تشریف لے آئے۔ اس تمام گفتگو کو یزید لعنہ کے کانوں تک پہنچایا گیا اور اس بے حیا نے اس کو اپنے دل میں محفوظ کر لیا اور جب امام حسینؑ کا سر مبارک طشت میں اس کے سامنے لایا گیا تو یزید لعنہ بدکردار حاضرین دربار کی طرف رُخ کر کے کہا کہ لوگو کیا تم پہچانتے ہو کہ یہ کس کا سر ہے اور اس کا صاحب کون ہے۔ اے مومنین جانتے ہو کہ یہ کون ہے جو کہہ رہا ہے کہ میرا باپ یزید کے باپ سے بہتر ہے۔ پھر یزید لعنہ نے ایک چھڑی یعنی چوب خیزران امام کے لبوں پر لگانے لگا۔

معاویہ کا مکّہ معظمہ میں چاروں عبداللہ سے بیعت یزید لعنہ لینا

جب معاویہ مکّہ معظمہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے بیعت یزید لینے میں مایوس ہوگیا تو اس نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو طلب کیا کیونکہ عبدالرحمٰن مکہ میں موجود تھا معاویہ سے جب وہ ملنے آیا تو خیال کیا کہ چاپلوسی اور نرمی سے بیعت لی جائے۔ چنانچہ ابھی معاویہ نے گفتگو شروع بھی نہیں کی تھی کہ بطور دخل در معقولات۔ عبدالرحمٰن نے اپنی گفتگو کا آغاز کیا۔ اور کہا اے معاویہ تجھے چاہیے کہ مجلس شوریٰ قائم کر اور اس میں ولیعہدی کے مسئلہ کو حل کرنا چاہیے کیونکہ دیندار لوگ یزید کی ہرگز بیعت نہیں کریں گے۔ معاویہ یہ سن کر مبہوت ہوگیا۔ کہنے لگا کہ اے عبدالرحمٰن میں تیری بے عقلی کو پہلے ہی سے جانتا ہوں اور تو جلد دیکھے گا کہ جو میں دیکھ رہا ہوں تیری بلائیں اور تیرا حال کیا ہوگا اس پر عبدالرحمٰن نے کہا کہ خدا ہمارا انتقام تجھ سے ضرور لے گا کہ تو نے اپنے دل میں ہمارے بارے میں جو خیال قائم کیا ہے۔ معاویہ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور کہا اے خداوندا اس کے شر سے مجھے محفوظ رکھ۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ یہاں سے چلا جا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اہل شام سے تجھے کوئی اذیت پہنچے۔ عبدالرحمٰن نے کہا، اے معاویہ تو ہمیں اہل شام سے اسقدر ڈراتا ہے۔ ہم سوائے خدا کسی اور سے نہیں ڈرتے اور اے بے دین تو میری جان لے کر کیا حاصل کرے تو دست ظلم کو کوتاہ نہیں کرتا تو ہمیں مجبور نہ کر کہ ہم اپنا ہاتھ یزید لعنہ ایسے بدکار کے ہاتھ میں دیں اور اسے خلیفہ تسلیم کریں اور پھر معاویہ نے عبداللہ بن عمر کو طلب کیا اور جب وہ آیا تو معاویہ اکرام و تعظیم کے ساتھ اس سے ملا۔ اور کہا اے عبداللہ مجھے امید ہے کہ تم ہماری موافقت کرو گے۔ یزید کی خلافت کو سب نے تسلیم کر لیا ہے اور تمام اہل مصر و اعراق

متفق ہیں۔ عبداللہ ابن عمر نے کہا کہ میں بیعت یزید لعنہ اسی صورت میں کر سکتا ہوں کہ اگر جملہ دیندار لوگ اور عام اہل اسلام بیعت کریں۔ بعدہٗ معاویہ نے عبداللہ ابن زبیر کو طلب کیا اور جب وہ دور سے نظر آئے تو معاویہ نے کہا کہ میں اس سے پناہ مانگتا ہوں ابن زبیر اسے معاویہ نے کہا اے ابن زبیر اپنی جان خطرہ میں نہ ڈالو اور دیکھو کہ خلافت یزید استوار ہو چکی ہے مخالفت کرنا ترک کر دو۔ ابن زبیر نے کہا کہ اے معاویہ مختصراً یہ ہے کہ تو اس معاملہ کو شوریٰ پر چھوڑ دے۔ مجلس شوریٰ میں جیسا طے ہو ہم بھی ساتھ ہیں۔ اور اگر تو نے امر خلافت یزید کے سپرد کیا تو وہ چونکہ اس کا اہل نہیں ہے۔ اور پھر تو خدا کی بارگاہ میں جواب دِہ ہو گا۔ معاویہ نے کہا اے ابن زبیر اپنا منہ بند رکھو اور اپنی زبان کو اپنے قابو میں رکھو۔ ابن زبیر غصہ کے عالم میں وہاں سے اٹھے لیکن خوف دہر اس کی وجہ سے دل کانپ رہا تھا کہ نامعلوم معاویہ کا دست ظلم کب دراز ہو جائے مولف کہتے ہیں کہ یہ چاروں عبداللہ کہ جنھوں نے بیعت یزید لعنہ نہیں کی۔ ان کا حال یہ ہے کہ عبدالرحمٰن خانہ نشین ہو گیا۔ عبداللہ بن عمر مالِ ومتاع کی طمع میں آگیا۔ اور عبداللہ ابن زبیر نے مکہ میں دعویٰ خلافت کیا۔ اور ان چاروں اشخاص میں صرف حضرت امام حسین علیہ السلام کی ذات اقدس ایسی تھی کہ جو بیعت یزید سے انکار کرنے پر نشانۂ ظلم وستم اہل شام وکوفہ بنی۔ آپ نے سر دیدیا مگر بیعت یزید نہ کی (حقیقت یہی ہے کہ واقعہ ہائلہ کربلا بیعت یزید لعنہ سے انکار کرنے کی وجہ سے رونما ہوا کیونکہ یزید لعنہ کسی طرح بھی خلافت رسولِ خدا کا سزاوار نہ تھا۔ لس یہ تاثر دینا کہ واقعہ کربلا دو شہزادوں کی جنگ پر مبنی ہے۔ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ واقعہ کربلا حق وباطل کی جنگ کا آئینہ دار ہے)

جب معاویہ مذکورہ چاروں عبادل (عبدالرحمٰن بن ابی بکر، عبداللہ بن عمر اور

عبداللہ بن زبیر اور حضرت سبط رسول خدا امام حسینؑ) سے بیعت نہ لے سکا تو وہ متوجہ ہوا۔ اکابرین شہر مکہ کی طرف کہ ان سے بیعت یزید لے۔ خانہ کعبہ کے پہلو میں منبر نصب کیا گیا اور اہالیانِ مکہ کو جمع کیا گیا اور خود منبر پر گیا اور چاروں طرف نگاہ دوڑائی، دیکھا کہ چاروں عبادل بھی موجود ہیں۔ مصلحتاً ان کو خوش آمدید کہا اور باصرار تمام ان کو بالکل منبر کے نزدیک بلا کر جگہ دی۔ امرا شام اور شامی فوج کے جوان منبر کے آس پاس موجود تھے۔ آخر کار معاویہ نے خطبہ پڑھا اور تعریف اولی الامر کی اور اس کی اطاعت کے واجب ہونے پر روشنی ڈالی اور پھر کہا اے گروہ مردم! مجھے معلوم ہوا ہے کہ فلاں جگہ حسین بن علیؑ اور عبدالرحمٰن بن ابی اور عبداللہ بن عمر اور ابن زبیر نے جمع ہو کر یزید کی خلافت اور اس کی عدم لیاقت اور قابلیت کا ذکر کیا ہے اور بیعت یزید سے اعراض کیا ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ چاروں اشخاص کل جب میرے حضور موجود تھے اور میں نے جب ان سے علیحدہ علیحدہ گفتگو کی تو ان لوگوں نے رغبت وخوشی کے ساتھ یزید کی بیعت کی اور اب یہ بیعت سے انحراف کی باتیں کر رہے ہیں۔ جب معاویہ کی گفتگو اس مقام پر پہنچی تو حسین بن علیؑ اور ان کے رفقاء نے چاہا کہ معاویہ کی کذب بیانی بند کریں تو ایک مرتبہ اہل شام شمشیر بکف کھڑے ہو گئے اور جنگی حربہ ہاتھوں میں اُٹھا لیے۔ چاروں طرف سے آوازیں بلند ہونے لگیں کہ اے معاویہ ہم یہ ہرگز نہیں مانتے کہ ان چاروں حضرات نے پس پردہ یعنی پوشیدہ طور پر بیعت کی ہے۔ یا یہ کہ یزید لعنہ کو ان کی بیعت درکار نہیں ہے۔ اگر واقعات صحیح طور پر بیان کیے جائیں تو خیر، ورنہ اگرچہ بیت اللہ میں کشت وخون کرانا حرام ہے لیکن ہم مجبور ہو کر کشت وخون پہ آمادہ ہوں گے۔ معاویہ کہنے لگا اے بے حیا لوگو خاموش ہو جاؤ اور تلواریں غلاف میں کر لو۔ شرارت اور فساد نہ کرو۔ اور

اس مکانِ محترم میں خونریزی جائز نہیں ہے۔ اس وقت اشرافِ اربعہ نے کوئی حرف نہیں کہا بلکہ ہمراہی کا ثبوت دیا اور جن لوگوں نے بیعت نہیں کی ہے وہ آئیں اور منبر پر بیعت کریں۔ چنانچہ جان کے خوف سے لوگ اٹھے اور منبر کی طرف گئے اور بیعت یزید کی۔ لیکن یہ چاروں مذکور بزرگوار حیرت زدہ بیٹھے رہے اور آپس میں کہنے لگے کہ اب ہم کیا کریں۔ لیکن انھوں نے خموشی اختیار کی۔ اس لیے کہ اگر اس ہنگامہ میں قتل کر دیے گئے تو قاتل کا پتا نہیں چلے گا کہ کس نے قتل کیا ہے۔ اکثر اکابرینِ مکہ نے ان پر اعتراض کیا تو فرمایا کہ حاشا و کلا ہم نے خفیہ یا اعلانیہ بیعت یزید ہرگز نے نہیں کی ہے۔ جب معاویہ اس امر سے مایوس ہو گیا کہ لوگ بیعت یزید نہیں کرتے تو اس نے یہ بات دل سے بنالی کہ عبادل اربعہ نے بیعت کی ہے۔ حالانکہ امام حسین علیہ السلام نے مدینہ سے لے کر مکہ تک برابر اس بات کا اعلان فرمایا ہے کہ ہم بیعت یزید ہرگز نہیں کر سکتے۔ مکہ معظمہ میں امام کے رفقاء نے کوئی تلوار نہیں اٹھائی لیکن کربلا میں امام حسین علیہ السلام حالتِ زخمی و بے کسی میں جب شامیوں اور کوفیوں پر حملہ کیا ہے تو ذوالفقار دستِ مبارک میں تھی اور ایک حملہ میں ایک ہزار نو سو ملعونوں کو واصلِ جہنم کیا۔ اور جب طاقت و توانائی نے جواب دیا تلوار غلاف میں رکھ لی اس وقت آپ پر تیر برسنے لگے اور آپ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے۔ زمین پر تشریف لائے۔ الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

معاویہ کی شام کو واپسی اور ملک الموت کی گرفت

احادیث و روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب معاویہ مکہ میں بعض اکابرین سے بہ جبر بیعت یزید لے چکا تو شام واپس پہنچا تو اس نے منزل ابلار میں خیمہ

اور شامیانہ نصب کرایا۔ اور شامیانے کے نیچے ایک تختِ مرصع بچھایا گیا کہ اس پر بیٹھے۔ ؎

ناؤ کاغذ کی کبھی چلتی نہیں
ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں!

معاویہ رفعِ ضرورت کی غرض سے خیمہ سے باہر نکلا اور ایک کنوئیں کے پاس بیٹھ کر فارغ ہوا کہ بوجہ تاریکی و اندھیرا کچھ نہ دیکھ سکتا تھا۔ نگاہ چاہ کی طرف تھی کہ یکایک بادل کی گرج و کڑک پیدا ہوئی جس نے معاویہ کو اپنی گرفت میں لے لیا اور معاویہ کانپنے لگا۔ بدن میں لرزہ تھا اور معاویہ اس قدر بے حس ہو گیا تھا کہ وہاں سے اٹھنے کی قوت و طاقت جواب دے گئی تھی۔ افتاں و خیزاں خیمہ کی طرف چلا اور نحیف و پریشان حال میں بستر پر دراز ہو گیا۔ رفتہ رفتہ حالت بگڑتی چلی گئی۔ صدقہ دیا گیا۔ لوگ اس کے پاس سے ہٹ گئے تو وہ زور زور سے رونے لگا۔ اسی اثناء میں مروان ابن الحکم بھی پہنچ گیا۔ حالت معاویہ خراب دیکھی۔ سوال کیا اے امیر کس لیے روتا ہے کیا شدتِ مرض کی وجہ سے؟ اس نے کہا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس لیے روتا ہوں کہ غرباء و مساکین کو ان کا حق نہ دے سکا۔ ہم کہتے ہیں کہ علاوہ غرباء و مساکین کی حق تلفی کے اس نے حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کا حق بھی غصب کیا تھا اور اپنے آپ کو امیر المومنین کہلواتا تھا حالانکہ خدا اور رسول کی طرف حضرت علی ابن ابی طالب ہی امیر المومنین ہیں معاویہ مروان سے کہنے لگا کہ یہ ایک تازہ گناہ اپنے سر لیا کہ میرا بیٹا یزید لائقِ مسندِ خلافت نہیں تھا اور میں نے بہ جبر و اکراہ لوگوں سے اس کی بیعت کرائی۔ کسی نے سچ کہا ہے خود کردہ را علاج نیست۔ پھر اس نے حکم دیا کہ ابلار سے روانہ ہوں اور دمشق چلیں۔ شام پہنچ کر روز بروز اس کی حالت

غیر ہوتی رہی۔ کبھی خواب میں ہوتا تو ایک دم بیدار ہو جاتا اور کہتا اے حجر بن عدی تو نے میرا کچھ نہ کیا تھا اور میں نے تجھے ناحق قتل کیا۔ اسی طرح جن شیعیان علیؑ کو اس نے قتل کیا تھا سب کو یاد کرتا اور نام بنام پکارتا تھا مگر اس کی موت تو عذاب کا پیغام تھی۔ کبھی آنکھ کھولتا کبھی بند کرتا تو ایسا نظر آتا تھا کہ کچھ مہیب صورتیں حملہ آور ہیں۔ غرض کہ پیغام اجل پہنچا اور ملک الموت نے اس کو اس جگہ پہنچا دیا کہ جہاں اس کے لیے اس کی کردار کی بدولت وہ چاہ تیار تھا۔ کہ جیسا کہ اس نے ام المومنین عائشہؓ کے لیے بنوایا تھا اور اسی چاہ میں گر کر ام المومنین نے رحلت فرمائی تھی۔ جب یزید نے دیکھا کہ حالت سنبھلنے والی نہیں ہے۔ معاویہ سے کہا اے بابا جان تم نے میرے لیے وہ کچھ کیا جو کوئی اور اپنے اولاد کے لیے نہیں کرتا، مجھے مسند خلافت عطا کی آپ ایک مرتبہ اور تمام اکابرین سے بیعت کی تجدید کرا دیں چنانچہ معاویہ نے دنیا سے جاتے ہوئے بھی یزید کی بیعت کے لیے اکابرین شام کو بلایا اور ان لوگوں نے یزید کی بیعت کی گو یا یزید نے ہاتھ پر اپنا دین و ایمان فروخت کر ڈالا اسی مرض میں معاویہ کی موت واقع ہوئی اور یزید مسند خلافت پر متمکن ہوا۔

آیات قرآنی و بلندی شہادت اور مرتبۂ امام حسین علیہ السلام

حضرت خامس آل امام حسین علیہ السلام کی جملہ صفات حمیدہ و اطوار پسندیدہ کا خلاصہ یہ ہے کہ خداوند عالم، ملکوت اعلیٰ، انبیاء و اوصیاء حتّٰی کہ آپ کے دشمن بھی آپ کی مدح و توصیف بیان کرتے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر امام حسینؑ کی مدح فرمائی ہے۔ اوّلاً جیسا کہ خدا نے ذکر فرمایا ہے یَاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ

رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۝ سورۃ الفجر آیات ع۲۸، ۲۷

دوم یہ کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے: کِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ (الحدید : ۲۷)

سوم یہ کہ خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ۝ (سورۃ البقرہ آیت ع۸۳) اور آپ کی شہادت کو یاد رکھنا ارشاد ہوا ہے کہ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا ۝ سورۃ بنی اسرائیل آیت : ۳۳) اور ذبح امامؑ کو خدا نے عظیم فرمایا ہے - وَ فَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ۝ (سورۃ الصّٰفّٰت آیت ع۱۰۷)

اور خداوند عالم نے بطور رمز و کنایہ حروف مقطعات کٓھٰیٰعٓصٓ (مریم : ۱) چند القابات بھی مذکور ہوئے ہیں جیسے وَالْفَجْرِ، وَالزَّیْتُوْنِ (التین : ۱) وَالْمَرْجَان (الرحمٰن : ۵۸) اور قلم قدرت نے یمین عرش لکھا ہے کہ ان الحسین مصباح الهدی وسفینة النجاة ، یعنی حسینؑ چراغ ہدایت اور کشتی نجات امت ہے۔ احادیث قدسیہ میں ہے کہ جب اس چندے ماہ تاب چند آفتاب نے جلوہ فرمایا تو ایسا کہ بورك من مولود علیه صلوٰتی ورحمتی وبرکاتی۔ مبارک ہے مولود اس پر میری رحمت میری برکت اور صلوات ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں اس مولود کی اس طرح تعریف کی ہے کہ انه نور اولیای وحجتی علی خلقی والذخیرة للعصاة ۔ یعنی بے شک حسینؑ نور اولیاء ہے حجت خدا ہے اور ذخیرۂ شفاعت و نجات گنہگاران ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عجب عجب انداز سے حسینؑ کی مدح کی ہے۔ فرمایا ہے مرحبا بك یا زین السموٰت والارضین یعنی خوش نصیب کہ حسینؑ تمام آسمانوں اور زمینوں کے

وجہ زینت ہے۔ اُبیّ بن کعب نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ کے علاوہ بھی کوئی دوسرا شخص آسمانوں اور زمینوں کی زینت ہے آنحضرتؐ نے فرمایا قسم ہے پروردگار کی کہ جس نے مجھے نبوت و رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے یہ حسینؑ کہ جسے دیکھتے ہو اس کا مرتبہ اہل آسمان میں عظیم و اعظم و ارفع ہے بہ نسبت اہل زمین کے خداوند تعالیٰ نے اس کا نام عرش پر مصباح الہدیٰ اور سفینۃ النجاۃ لکھا ہے۔ پس اے اہل ایمان دامن حسینؑ ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔ آنحضرتؐ نے حسینؑ ہاتھ پکڑ کر فرمایا یاایھا الناس ھٰذا الحسین فاعرفوہ ۔ یعنی لوگو یہ حسینؑ ہے اسے پہچانو اور اس کو مت بھولو اس کی قدر و قیمت کو جانو۔ دل چاہتا ہے کہ رسول خدا سے عرض کروں یا رسول اللہ کیا یہی حسینؑ کی قدر و قیمت ہے کہ کربلا میں آپ کے کلمہ گو افواج شام نے حسینؑ پر مصائب کے پہاڑ توڑے۔ پانی بند کر دیا۔ وا حسرتا غرضیکہ تمام انبیاء و مرسلینؑ اولیاء و اوصیاء نے امام حسینؑ کی مدح کی ہے اور اپنوں کا کیا ذکر کیا ہے غیروں اور دشمنوں نے بھی مدح کی ہے۔ ذات امام حسینؑ از سر تا پا ستائش و حمد کے لائق ہے (درود و سلام ہو حسینؑ پر) کتاب امالی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ معاویہ نے اپنی موت کے ہنگام یزیدؑ کو اپنے پاس بلایا اور کہا اے بیٹا! میں نے تجھے مسند خلافت پر بٹھا کر ایک کار عظیم انجام دیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ افراد تیری مخالفت کریں گے تو میری نصیحت سن اور اس پر عمل کر وہ یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر مال و دولت کو پسند کرتا ہے اس کو مال و دولت سے نوازتا تاکہ اس کی زبان بند رہے دوسرے عبداللہ ابن زبیر ہے اگر تو اس پر ظفر پائے تو اس کو مہلت نہ دینا کیونکہ وہ بہت چالاک ہے اور تیری مخالفت میں لگا رہتا ہے اور اس کو شہر بدر کرنا اور تیسرے واما الحسین بن علی فقد عرفت حظہ من رسول اللہ یعنی اے بیٹا اپنے آپ

کو حسینؑ کا ہمسر شمار نہ کرنا بلکہ ان کے ساتھ مدارت و مروّت کے ساتھ پیش آنا ان کی ہمراہی اختیار کرنا کیونکہ حسینؑ نے رسولؐ سے حصہ پایا ہے حسینؑ کا خون رسولؐ کا خون ہے حسینؑ کا گوشت رسولؐ کا گوشت ہے اور تجھے آگاہ ہونا چاہیے کہ اہل عراق حسینؑ کی خاطر تجھ پر شورش کریں گے کیونکہ وہ اس کا مرتبہ جانتے ہیں اور اس کا زمانہ دیکھا ہے لیکن اس کو متابعت پر اہل عراق بیابان میں حاصل نہ ہوگی کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس صورت میں اہل عراق اس کو تنہا چھوڑ دیں گے لیکن اے بیٹا اگر تو ان پر ظفر پا جائے تو ان سے مواخذہ نہ کرنا کوئی ایسی بات نہ کرنا کہ جس سے ان کی شان میں فرق آئے۔ بعض کتب تاریخ و سیر میں یہ بھی درج ہے کہ معاویہ نے تین مرتبہ آہ کی اور کہا اے یزیدؑ حسینؑ زہد و تقویٰ اور عبادت، فقہ و شریعت اور دین میں اپنا نظیر نہیں رکھتے۔ ان کے درپے نہ ہونا۔ میں نے عبداللہ ابن عباسؓ سے سنا ہے اور اس نے رسولِ خدا سے سنا ہے کہ جب رسولِ خدا کا آخری وقت آیا تو آنحضرتؐ نے حسینؑ کو سینہ سے لگایا اور ایک آہ حسرت کھینچی۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور فرمایا کہ ان ابنی ھٰذا من ابرار عترتی و اخیار اھلی - یعنی یہ میرا فرزند حسینؑ میری عترت میں سب سے زیادہ ابرار و متقی ہے اور میرے اہل بیت میں سب سے زیادہ نیک خو ہے۔ اور رسولؐ خدا نے فرمایا کہ اے خدا تو اپنی برکات اس پر نازل نہ کر جو حسینؑ کو چھوڑ دے اور پھر غش طاری ہوا اور جب ہوش میں آگئے تو فرمایا کہ اے حسینؑ میدان حشر میں تیرے قاتل کا گریبان ہوگا اور میرا ہاتھ ہوگا اس کے بعد معاویہ نے یزیدؑ کو چند اور وصیتیں کیں۔ منجملہ ان کے یہ بھی کہا اے فرزند میں ایک روز خود آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر تھا کہ جبرئیل امین نازل ہوئے اور یہ پیغام خدا پہنچایا کہ اے رسولؐ اللہ تمہارا فرزند حسینؑ کہ تمہاری امت قتل کرے گی اور اس کا قاتل

ملعون ہے پس رسولؐ خدا نے قاتل حسینؑ کے حق میں لعنت کی۔ (یعنی قاتل امام حسینؑ بزبان حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملعون وجہنمی ہے پس کسی مفتی کا یہ کہنا کہ قاتل امام توبہ کرے تو وہ بخشا جا سکتا ہے سراسر تکذیب رسالت ہے۔ کیونکہ شہادت حسینؑ کی خبر بزبان امین وحی ملی ہے) ایسا نہ ہو کہ تو قاتلان حسینؑ میں سے ہو اور تیرا اشمار بزبان رسولؐ خدا ملعونوں میں سے ہو۔ یہ بھی معاویہ نے کہا کہ پھر رسول خدا نے حسینؑ کے گلوے نازنین کو چوما۔ لبوں کے بوسے لیے اور فرماتے تھے کہ میں نے یزید کا کیا کیا ہے ہو سکتا ہے اے بیٹا وہ یزید تو ہی ہو کہ جو قاتل حسینؑ ہے لیکن واحسرتا جب امام حسینؑ سر مبارک شمر نے دربار میں پیش کیا تو یزید تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ سر مبارک طشت میں رکھا گیا اور چوب خیزران یزید امام کے لبوں پر مار رہا تھا یہ بھی وارد ہوا ہے کہ عمر بن سعد ملعون نے بھی کربلا میں امام حسینؑ کی جنگ کی تعریف کی ہے اور دوسرے قاتلان امام حسینؑ نے بھی مدح کی ہے مگر واحسرتا کہ پھر بھی امام حسینؑ کو بھوکا پیاسا شہید کیا۔ اور دربار یزید میں جب اہل حرم داخل ہوئے اور ہندہ دختر عبداللہ زوجہ یزید کو خبر ہوئی کہ زینب وام کلثوم دربار میں رسن بستہ لائی گئی ہیں روتی ہوئی گھر سے نکل آئی اور دربار میں پہنچی یزید نے اس کو سمجھا کر حرم سرا میں بھیج دینا چاہا۔ اس وقت زینب بے کس نے فرمایا اے یزید دختران رسول خدا تو بے پردہ دربار میں ہوں اور اپنے حرم کو پردہ میں بھیج رہا ہے۔ جب ہندہ نے کہا اے یزید تو نے فرزند رسولخدا کو قتل کر ڈالا۔ وہ ملعون کہنے لگا اے ہندہ میں نے قتل نہیں کیا ابن زیاد نے قتل کیا ہے۔ اس وقت دربار یزید میں واحسیناہ کی صدائیں بلند تھیں۔ آہ و بکا ہو رہا تھا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

حاکم مدینہ کا حضرت امام حسینؑ کو بیعت یزید کیلئے بلانا

علامہ قزوینی علیہ الرحمۃ جو کہ ثقہ محدثین میں سے ہیں لکھتے ہیں کہ جب رجب ۶۰ھ میں معاویہ کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ یزید بن معاویہ تخت خلافت پر بیٹھا اور عنان حکومت سنبھالی تو سب سے پہلے ولید حاکم مدینہ کو خط تحریر کیا اعلم یا ولید ان ابی معاویۃ خلیفۃ الرسول اللہ قد مضی بسبیلہ الحق من الدار الفانیہ الدنیویۃ الی الباقیۃ۔ یعنی اے ولید تجھ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میرے باپ معاویہ نے اس دار فانی سے بطرف عالم جاودانی انتقال کیا ہے اور سب لوگ واقف وآگاہ ہیں کہ میرے باپ نے مجھ کو اپنی زندگی ہی میں اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا اور وقت مرگ کچھ وصیتیں بھی کیں تھیں۔ منجملہ ان کے یہ بھی وصیت کی تھی کہ اولاد ابوتراب پر نگاہ رکھنا ان کا خون بہانے سے دریغ نہ کرنا کیونکہ عثمان بن عفان کے خون کا ان سے انتقام لینا اور اس کام کو اولاد ابوسفیان ہی بدرجہ اولیٰ انجام دے سکتی ہے اور اس خطبہ میں ایک رقعہ خصوصی طور پر اس مضمون کا لکھ کر رکھا کہ اشراف اربعہ مدینہ (یعنی ابوعبداللہ حسین، عبدالرحمن بن ابوبکر، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ ابن زبیر) سے میری بیعت لے اگر وہ کوئی حجت یا بہانہ کریں یا تامل یعنی غور و فکر کریں تو انھیں مہلت نہ دے اور ان کا سر قلم کر کے میرے پاس بھیج دے۔ چنانچہ یہ نامہ یزید جب ولید کو ملا اوّلاً انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور پھر سوچنے لگا کہ ما لی ولحسین بن فاطمۃ بنت رسول اللہ مجھے پسر دختر رسولخدا سے کیا کام۔ خدا وہ دن نہ دکھلائے کہ میں فرزند رسولؐ خدا کو قتل کروں۔ اگر یزید دنیا یا جو کچھ اس کے قبضہ میں ہے دیدے تب بھی اس کام کو انجام نہ دوں گا لیکن اس

خوف سے کہ مردمان مدینہ بحکم یزید شورش برپا کریں اس نے مروان بے ایمان کو کسی
کے ذریعہ بلوایا اور سارا واقعہ اس سے بیان کیا اور اس سے مشورہ طلب کیا۔ مروان
نے کہا تو امیر وقت کا اطاعت گزار ہے تیری ڈیوٹی یہ ہے کہ ان چاروں عبادل سے
بیعت طلب کرے کہ وہ یزید کو خلیفۂ رسول مان لیں اور اس کی اطاعت کریں۔ اور اگر
یہ چاروں انکار کریں تو پھر ان کے خلاف تلوار اٹھا اور ان کو قتل کر دے بشرطیکہ عبداللہ
بن عمر اور عبدالرحمن پسر ابوبکر سے تیری امید قطع ہو گئی ہو ورنہ نہیں۔ لیکن حسینؑ ابن فاطمہؑ
اور عبداللہ ابن زبیر کے بارے میں تاخیر مت کر قبل اس کے کہ مرگ معاویہ ظاہر ہو ان سے
فوراً بیعت لے لے۔ مروان کے بعد ولید حاکم مدینہ نے عمرو بن عثمان کو طلب کیا۔
اور اس سے کہا کہ ما بقی شرفاء اربعہ مدینہ کے پاس جا اور ان سے کہو کہ وہ مسجد نبویؐ
میں حاضر ہوں چنانچہ عمرو بن عثمان ان تک پہنچا اور اجیبوا الامیر فانہ
یطلبکم کہ ولید تم کو مسجد نبویؐ میں بلاتا ہے۔ چاہیے کہ تشریف لاؤ۔ ان
لوگوں نے کہا کہ تم چلے جاؤ۔ ابن عثمان پیغام دے کر چلا آیا۔ عبداللہؓ بن زبیر نے
امام حسین علیہ السلام سے عرض کیا اے فرزند رسولؐ خدا نے تم کو علم بلایا اور منایا عطا کیا
ہے۔ آپ اسرار و ضمائر ساکنان دمائیکں سے آگاہ ہیں آپ بتلائیں کہ ولید نے ہمیں
کس لیے بلایا ہے۔ حضرت خامس آل عبا امام حسینؑ نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے
کہ معویہ کا انتقال ہو گیا ہے اور اس کے سوا کوئی اور دوسری چیز نہیں کہ ہمیں بلایا گیا
اور یزید نے ولید کو خبر دی ہے اور ہم سے مطالبۂ بیعت کیا ہے۔ میں نے کل
شب یہ خواب بھی دیکھا ہے کہ منبر معاویہ الٹ گیا ہے اور آگ اس کے دارالخلافہ
میں بھڑک اٹھی ہے۔ عبداللہ ابن زبیر نے کہا کہ اگر ایسا ہی ہے تو پھر ہمیں کیا کرنا
چاہیے۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ ابن معاویہ رجل خمر فاجر و

کیف یجوز لنا و نحن بقیتہ رسول اللہ یحل لنا
متابعۃ و مبایعۃ ـــــ یعنی کہ ہمیں سزاوار نہیں
ہے کہ یزید ایسے فاسق و فاجر کی بیعت کریں۔ اسی اثنا میں ولید کا پھر غلام آیا اور کہا
آپ لوگ کیوں نہیں تشریف لائے امیر آپ کا انتظار کر رہا ہے۔ مظہر عزت کردگار امام
حسینؑ نے صیحہ بلند کیا اور غلام سے فرمایا کہ اس قدر جلدی کیا ہے اور اگر کوئی نہیں آتا
تو میں آتا ہوں۔ غلام واپس گیا اور کہا کہ حسین بن علیؑ خود تشریف لاتے ہیں اور دوسروں
کے بارے میں مجھے کچھ پتہ نہیں۔ مروان ملعون نے کہا اے ولید انہ لا یجیء
یعنی حسین نہیں آئیں گے۔ ولید نے کہا کہ تو حسینؑ ابن علی کے بارے میں کیوں
سوئے ظن رکھتا ہے ان الحسین لیس بغدار ابن
حسین۔ ہرگز غدر و مکر نہیں کریں گے وہ ضرور تشریف لائیں گے اور اپنے
وعدہ کو پورا کریں گے۔ ادھر حضرت امام حسینؑ نے اپنے رفقاء سے فرمایا کہ میں اپنے
گھر جاتا ہوں اور پھر وہاں سے ولید کے پاس جاؤں گا کہ دیکھیں کہ ولید کیا کہتا ہے۔
عبداللہ زبیرؓ نے عرض کیا فدیتک بہ نفسی یا ابا عبد اللہ انی
لست امن علیک کہ اے حسینؑ میری جان تم پر فدا ہو میں آپ کے وہاں جانے
میں امن نہیں دیکھتا ایسا نہ ہو کہ آپ کو کوئی گزند پہنچے ولید تم کو یا قید کر دے گا یا قتل
کر دے گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ توکلت علی اللہ امام حسینؑ
اولاً اپنے گھر تشریف لائے۔ ابن طاؤس کہتے ہیں فدعی ثلثین رجلا
من اھل بیتہ و موالیہ۔ حضرت امام حسینؑ نے زرہ پہنی اور آپ کے اعزا
و رفقاء آپ کے ہمرکاب ہوئے جو تیس افراد تھے جن میں اسد کردگار کے فرزند
حضرت عباس علمدار علیہ السلام اسلحۂ جنگ سجائے ہوئے تھے اور باقی حضرات بھی

اسلحۂ جنگ سے آراستہ تھے اور قصرِ ولید کی طرف چلے۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ نے اپنے عزیز و انصار سے فرمایا کہ میرے ہمراہ چلو۔ ولید نے مجھے بلایا ہے میں اس سے امن و امان نہیں پاتا۔ ممکن ہے کہ وہ کسی کی تکلیف دے اور دیکھو جب میری آواز بلند ہو تو تم سب دلیرانہ اندر چلے آنا کیونکہ اس کی بات کو ماننا خلاف شریعت ہے سب نے کہا کہ بسر و چشم ہم آپ کی آواز پر لبیک کہیں گے اور آپ کی اطاعت ہم پر فرض ہے پس فصار الحسین ابی الولید، امام حسینؑ داخل خانہ ولید ہوئے وہ فوراً ہی تعظیم بجالایا اور اپنی جگہ بٹھایا۔ اس وقت مروان بن الحکم مردود بھی موجود تھا اور بیٹھے بیٹھے مکر و دغا کی حرکات اس سے ظاہر ہو رہی تھیں۔ اس وقت ولید نے سب سے پہلے مرگ معاویہ کی آپ کو خبر دی۔ امام عالیمقام نے کلمۂ انا للہ وانا الیہ راجعون اپنی زبان پر جاری کیا۔ بعدہٗ اس نے یزید ملعون کا خط حضرت کو دیا کہ پڑھ لیں۔ اس خط میں مطالبۂ بیعت بھی تھا کہ حسینؑ بن فاطمہ سے میری بیعت لی جائے۔ امام حسینؑ ولید کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ انی لا اراك تقتنع به بیعتی لیزید سرا ۔ یعنی اے ولید تم اس امر پر راضی نہ ہو گے کہ مجھ جیسا آدمی در پردہ بیعت کرے بلکہ یہ چاہو گے کہ مجمع عام میں بیعت کروں۔ پس اگر ایسا ہے تو یہ وقت شب ہے صبح نزدیک ہے۔ اس کام کو صبح پر چھوڑیں میں غور و فکر بھی کر سکوں۔ ولید نے امام حسینؑ کی رائے مبارکہ سے اتفاق کیا اور کہا بسم اللہ آپ تشریف لے جائیں۔ اس وقت مروان کہنے لگا کہ اے ولید ایسا مت کر اگر اس وقت ان سے بیعت نہ لی تو پھر ان سے بیعت لینا ممکن نہ ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ پھر کشت و خون زیادہ ہو اور اگر اس وقت حسینؑ بیعت نہ کریں تو ان کی گردن کاٹ دے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ امام حسین علیہ السلام غضب ناک

ہوئے اور مروان سے فرمایا کہ اے ابن الزرقا۔ انت تقتلنی او هو اے ابن کے بیٹے تو یا تیرا امیر مجھے قتل کر سکتا ہے۔ جب حضرت کی آواز بلند ہوئی تو جوانانِ بنی ہاشم شیرانہ و دلیرانہ اندر پہنچ گئے۔ تلواریں سونپ لیں۔ ایک ہنگامہ بلند ہو گیا۔ مروان کے جسم میں لرزہ پیدا ہو گیا۔ اے ایمان والو خوش نصیب ہے وہ شخص کہ جس کے یار و انصار پشت پناہ ہوں جب تک برادر زندہ رہے امام حسینؑ کی کمر مضبوط تھی جب تک زندہ تھا نور نظر برقرار رہا اور ظہر تک تو امام حسینؑ کے چند احباب و انصار بھی زندہ تھے امام حسینؑ کی قوت برقرار تھی لیکن بعد ظہر روز عاشورا جب امام حسینؑ کے عزیز و اقربا، انصار و یار سب شہید ہو گئے تو امام حسینؑ نے ان کی یاد میں استغاثہ بلند کیا۔ فرمایا یا ابطال الصفا و یا فرسان الهیجا مالی انادیکم فلا تجیبونی وادعوکم فلا تنصرونی۔ اے بہادرو! اے سوارو! اے یار و انصار میں تمہیں آواز دے رہا ہوں کہ ہے کوئی کہ جو میری مدد کرے مگر تم جواب نہیں دیتے تم نیند سے اٹھو۔ غرضیکہ آمدم بر سر مطلب۔ علامہ مجلسی نے ارشاد فرمایا ہے کہ مروان حیاتِ معاویہ میں مدینہ کا گورنر رہ چکا تھا۔ جب معاویہ اپنی اصلی جگہ پہنچ گیا تو یزیدؔ نے اپنے چچا عتبہ بن ابو سفیان کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا جیسے عتبہ مدینہ وارد ہوا تو مروان مدینہ سے بھاگ گیا کسی اور جگہ چلا گیا علامہ قزوینی کے والد ماجد نے بھی ریاض میں لکھا ہے کہ مجلسیؒ کا یہ کہنا بالکل درست ہے۔ الشیخ مفید علیہ الرحمۃ نے اس امر کی توثیق کی ہے کہ ولید بن عتبہ حاکم مدینہ آخر سال عمر معاویہ میں مدینہ کا حاکم تھا اور بعد از ہلاکت معاویہ۔ یزیدؔ نے ولید کو برقرار رکھا اور اس وقت مدینہ کا حاکم ولید بن عتبہ ہی تھا جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ مروان بھاگ گیا تو بعض درباریوں نے کہا کہ امام حسینؑ کو قید کر دے یا قتل کر دے غرضیکہ

امام حسینؑ گھر واپس تشریف لے آئے۔ جب یزیدؔ کو یہ خبر پہنچی کہ ولید نے امام حسینؑ کو جانے دیا حالانکہ انھوں نے بیعت سے انکار کر دیا تھا تب یزیدؔ نے ولید کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ عمرو بن سعید بن العاص کو قائمقام بنایا اور اس نے مدینہ کی گورنری کا کام سنبھال لیا اور حکومت مکہ بھی اس سال مدینہ کی حکومت میں آگئی موسم حج میں عمرو بن سعید مکہ میں تھا کہ حضرت سید الشہداء امام حسینؑ نے حالات ناسازگار دیکھ کر مکہ سے عراق کی طرف ہجرت کی اور کربلا پہنچے۔

میثم تمّار کا خبر مرگ معاویہ دینا

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے کہ جب معاویہ کا انتقال ہو گیا تو ابھی خبر مرگ مدینہ میں منتشر نہ ہوئی تھی عبداللہ ابن الزبیر کہتے ہیں کہ میں ایک روز بعد نماز عصر گھر سے نکلا اور مدینہ کے ایک بازار میں سے گزر رہا اس نے دیکھا کہ عبداللہ ابن ابی السرح کو اس صورت میں دیکھا کہ منہ پر اس طرح کپڑا لپیٹا ہوا تھا کہ صرف آنکھیں نظر آتی تھیں۔ میں نے ان کو پہچان کر کہا یا بن ابی السرح کیف کنت بعدی وکیف ترك امیرالمؤمنین معاویۃ یعنی اے پسر ابی السرح ہمارے شام سے آنے کے بعد وہاں کے کیا حالات ہیں، معاویہ کو دیکھا ہے۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے کہا آخر کیا بات ہے کہ جواب تک نہیں دیتا۔

امات معاویۃ۔ کہا معاویہ مر گیا اس کا بھی اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں اس سے جدا ہو کر واپس آیا اور اس واقعہ کو امام حسینؑ علیہ السلام سے بیان کیا کہ اے عبداللہ کس فکر میں ہو ابھی ولید کا گماشتہ آتا ہے اور وہ تم سے یزیدؔ کی بیعت کا سوال کرے گا۔ اپنی فکر کرو میرے پاس شتر اور سواری موجود ہے اگر

مکہ جانا ہو تو فوراً چلے جاؤ مگر کسی کو خبر تک نہ ہو اور کوئی تمہیں جاتے ہوئے نہ دیکھے۔ (ماخوذ از روضۃ الصفا) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کو عبداللہ ابن زبیر نے خبر مرگ معاویہ دی تھی جیسا کہ ابن ابی السرح کے واقعہ میں ہم ذکر کر چکے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے علم منایا اور علم بلایا کی بناء پر مرگ معاویہ سے مطلع ہو کر عبداللہ ابن زبیر کو خبر دی تھی۔ علم منایا اور علم بلایا تو غلامان امیرالمومنین علی ابن ابیطالب میں آپ کے خاص اصحاب کو بھی حاصل تھا چنانچہ میثم تمار کے واقعہ میں پایا جاتا ہے کہ انھوں نے کوفہ میں اسی روز خبر مرگ معاویہ دی تھی کہ جس دن وہ فوت ہوا ہے۔ علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں ابو خالد تمّار سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ میں ایک روز دریائے فرات کے کنارے کشتی میں بیٹھا ہوا تھا اور میرے ہمراہ میثم تمار بھی تھے وہ روز جمعہ تھا آندھی اٹھی اور میثم ان کشتیوں میں سے جو خرما فروشاں (خرما بیچنے والے) کی تھی۔ کشتی سے باہر نکلے نظر اٹھائی اور کہا اے ہوا کس لیے سرکشی کر رہی ہے بالکل ٹھہر جا، آندھی فوراً ٹھہر گئی اور اسی وقت معاویہ ہلاک ہوا تھا۔ ابو خالد کہتا ہے کہ جب دوسرا جمعہ آیا اور شام سے قاصد کوفہ پہنچے میں نے دریافت کیا کہ تازہ خبر ہے ایک قاصد نے کہا اے بندۂ خدا یہ خبر ہے کہ معاویہ کا انتقال ہو گیا ہے اور اس نے تخت خلافت پر یزیدؔ کو اپنا جانشین بنا دیا ہے اور لوگ اس کی بیعت کر رہے ہیں۔ ابو خالد کہتا ہے کہ میں نے پھر دریافت کیا کہ کس روز معاویہ کا انتقال ہوا تو اس نے کہا کہ جمعہ کا دن تھا، اب اندازہ کیجئے جب امام حسین کے غلاموں کی یہ شان ہے کہ علم بلایا اور علم منایا رکھتے ہیں تو پھر امام حسینؑ اگر غیب کی خبریں بتا دیں تو کیا تعجب ہے نبی اور امام کو علم غیب ہوتا ہے۔ ہماری کتاب رسول اور علم غیب ملاحظہ ہو) امام منصوص من اللہ کی شان یہ ہے کہ بغیر اذن امام ملائکہ بھی اپنی جگہ سے حرکت

نہیں کرتے، ملک الموت ان کی اجازت کے بغیر روح قبض نہیں کرتا تو اگر امام اور اخبار
غیب دے تو کیا تعجب ہے اور پھر ایسے شخص کی خبر موت دینا کہ جو دشمن خدا اور دشمن
رسول، دشمن اہلبیت و مومنین ہو یقیناً معاویہ کی خبر موت اہل ایمان کے لیے باعث مسرت
تھی کہ ممکن ہے کہ اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں۔ اور احادیث میں منقول ہوا
ہے کہ ہر شب جمعہ تمام عالم کے حوادث جو واقع ہونے والے ہیں امام کے سامنے عمود
نور میں پیش ہوتے ہیں۔ اسی لیے اس سلسلۂ امامت کی آخری فرد حضرت امام العصر مہدیؑ
زمانہ بقید حیات ہیں ہماری نظروں سے غائب ہیں اور جملہ عالم حضور پُرنور کی نگاہ کے
سامنے مستحضر رہتا ہے۔

اور جب ولید نے خبر مرگ معاویہ بیان کی تو حضرت امام حسینؑ نے کلمۂ استرجاع زبان
سے ادا کیا کہ ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہماری بازگشت خدا ہی کی طرف ہے۔ یہ کلمہ
انا للہ و انا الیہ راجعون، امام حسینؑ کی مصائب کے آغاز اور اختتام دونوں کو ظاہر کر رہا
ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ واقعہ کربلا آپ کے پیش نظر تھا جو کہ ایک ابتلاء عظیم
تھا اور اسی پہ درجات کا انحصار ہے

استقلال یزید بعنوان حاکم سلطنت

جب یزید ملعون کی تخت نشینی مستحکم ہو گئی تو اس نے سب سے پہلے حاکم
مدینہ ولید کو خط تحریر کیا کہ اشراف مدینہ سے میری بیعت لے اور اشراف مدینہ سے
خصوصاً عبادل اربعہ مراد ہیں جو کہ یہ ہیں: (۱) ابو عبد اللہ الحسین (۲) عبد اللہ ابن زبیر۔
(۳) عبد الرحمٰن بن ابو بکر۔ (۴) عبد اللہ بن عمر۔ اور یہ بھی یزید لعین نے تاکید کی کہ حسین بن
علیؑ سے ضرور بیعت لے۔ لیکن مطالبہ بیعت پہ امام حسین علیہ السلام نے ولید سے

ایک شب کی مہلت مانگی جو کہ ولید نے آپ کو مہلت دی۔ ولید نے عبد اللہ بن زبیر کو
بھی طلب کیا لیکن ابن زبیر ٹالتے رہے۔ ولید نے کچھ سپاہی بھیجے وہ ابن زبیر کو بہ جبراً
لے آئے۔ جب عبد اللہ ابن زبیر کے بھائی کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو ولید کی طرف گئے
اور کہا تو نے میرے بھائی کو شب میں ہراساں کر کے بلایا ہے اور ان کو اپنے گماشتوں
کے ذریعہ گرفتار کیا ہے کیا صبح نزدیک نہیں ہے کیا تو نہیں جانتا کہ خداوند تعالےٰ
قرآن میں فرماتا ہے اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ۭ اَلَيْسَ الصُّبْحُ
بِقَرِيْبٍ ۝ (ھود: ۸۱) اور ان (کے عذاب کا) وعدہ بس صبح ہے
کیا صبح قریب نہیں ہے ولید نے کہا جاؤ آج کی شب بسر کرو۔ جعفر بن زبیر اور عبد اللہ
دونوں گھر واپس آ گئے اور نصف شب کے وقت مدینہ سے مکہ کی راہ اختیار کی اور
جلدی جلدی منزلیں طے کرتے ہوئے مکہ پہنچ گئے۔ داخل حرم ہوئے اور بیٹھ گئے
شیخ مفید نے ارشاد میں فرمایا ہے کہ جب صبح ہوئی تو ولید نے اسی سوار عبد اللہ
بن زبیر کے گھر بھیجے کہ ان کو بلا کر لائیں ہر چند کوشش کی مگر وہ ان کو نہ پا سکے اور انہوں
نے ولید کو اس کی خبر دیدی۔ جب ولید اس امر پر مطلع ہوا کہ زبیر مدینہ میں نہیں ہیں تو
کہیں چلے گئے ہیں سب کو یہ حکم دیا کہ جہاں کہیں عبد اللہ ملیں ان کو گرفتار کیا جائے
مگر عبد اللہ نہ مل سکے تو ولید نے ان کے ایک قریبی حقیقی وفادار دوست عبد اللہ
بن مطیع کو قید کر لیا۔ عبد اللہ ابن عمر کو جب اس امر کی خبر ہوئی تو وہ ایک کثیر گروہ لے
کر بہمراہ ابو جہیم بن الحذیفہ آیا اور اس کے تمام زندان کو دیکھا مگر اس میں ابن زبیر
کو نہیں پایا۔ ولید حاکم مدینہ کو ان کی یہ مداخلت ناگوار گزری اور یزید کو پورے حالات
سے مطلع کیا جس پر یزید نے ولید کو سخت اور عتاب آمیز لہجہ میں جواب دیا اور
یہ تحریر کیا کہ وہ دوسرے لوگوں سے اور حسین ابن علیؑ سے بیعت لے یا ان کا سر

قلم کر کے بھیج دے۔

امام حسینؑ کا عزم ترک مدینہ

السید نے لہوف میں درج کیا ہے جب صبح ہوئی تو امام حسینؑ اپنے گھر سے برآمد ہوئے اور عبداللہ ابن زبیر کے مدینہ سے مکہ چلے جانے کی خبر سنی اور یہ بھی سنا کہ ولید کے نوکر چاکروں نے ابن زبیر کے گھر والوں کو قید کر لیا ہے اور یہ سنا کہ عبداللہ بن عمر نے ایک جمیعت کے ساتھ جا کر ان کو آزاد کر لیا ہے۔ لوگوں میں ایک ہنگامہ تھا معاویہ کی موت کی خبر پھیل چکی تھی۔ امام حسینؑ دولت سرا سے برآمد ہوئے مسجد نبوی کا رُخ کیا۔ خود اپنی ذات کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں نے ولید کی رائے سے اختلاف کیا ہے اور یزید بن معاویہ کی بیعت سے انکار کر دیا ہے نجات و رستگاری اسی میں ہے کہ بیعت یزید کر لی جائے کہ امام حسینؑ نے پھر از خود فرمایا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون علی الاسلام السلام دریں مسلمانان تاثحہ کو ہمارا حافظ و نگہبان یزید فاسق ہو پھر دل سے مخاطب ہوئے کہ میں حضرت رسول خدا سے سُنا ہے کہ الخلافۃ محرمۃ علی آل ابی سفیان آل ابوسفیان پر خلافت حرام ہے بھلا میں کیونکر فعل حرام پر آمادہ ہو سکتا ہوں (یہ گفتگو اس طرف راجع ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے ہر ایک دیندار کو یہ درس دیا ہے کہ عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر اور مفید آخرت ہے۔ مقام حیرت ہے کہ پھر بھی بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے حضرت ابو بکر کی بیعت کر لی تھی۔ ایسی روایات شیعوں کے نزدیک قطعی طور پر مسترد و مردود ہیں۔ کتاب علیؑ اور بیعت ملاحظہ فرمائیں) امام حسینؑ نے یہ بھی مروان سے فرمایا کہ مروان جب تو اپنی ماں کے شکم میں تھا

تجھ پر ہمارے جد رسول خدا نے لعنت کی ہے اور تو ہی وہ شخص ہے کہ دو مرتبہ خارج از مدینہ کیا گیا ہے اس وقت مروان ملعون کو غصہ آگیا اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا کہ میں آپ کو ہرگز نہ چھوڑوں گا جب تک کہ آپ یزید لعنۃ کی بیعت نہ کریں میں یزید کو خلیفہ برحق سمجھتا ہوں۔ امام حسینؑ بھی اس وقت جلال میں آگئے اور فرمایا کہ تو ہم اہلبیت نبوۃ سے یزید لعنۃ کی بیعت کا طالب ہے ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ میں بیعت یزید لعنۃ کر دوں۔ فرمایا کہ خدا تجھ سے مواخذہ کرے۔ اس وقت مروان حضرت امام حسینؑ سے جدا ہو گیا اور پھر اس وقت مروان ملا ہے کہ جب سر امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اہل حرم رسن بستہ دربار یزید لعنۃ میں پیش ہوئے ہیں۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظّٰلمین۔

ولید نے امام حسینؑ سے بیعت یزید کے لیے اصرار کیا تو امام حسین علیہ السلام نے اس سے ایک شب کی مہلت مانگی اور امام حسینؑ نے مدینہ والوں کا نظری طور پر جائزہ لیا تو محسوس ہوا کہ اب یہاں کوئی یار و مددگار نہیں ہے۔ ارادہ سفر عراق کیا اور فرمایا اے اہلبیت، اے میرے غلاموں اور اے میرے دوستو حسینؑ عازم سفر عراق ہے لوازمات سفر تیار کر لو۔ جناب ابوالفضل عباس علیہ السلام اسباب سفر تیار کیا۔ غرضیکہ تمام ہمراہیانِ سفر آمادۂ سفر ہو گئے۔ اٹھارہ جوانانِ بنی ہاشم ہمرکاب ہوئے۔ امام حسینؑ اپنے نانا کی قبر مبارک اور اپنی ماں فاطمہؑ کے مزار پر رخصت آخر کے لیے گئے۔ ذرا تصور کیجئے کیا سماں ہوگا۔ ایک کہرام برپا ہوگا کہ جب اہلبیت نبوۃ رخصت ہوئے ہیں مدینہ سے نکلتے وقت امام حسینؑ نے اس آیہ مجیدہ کی تلاوت کی فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ ۖ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ (سورۃ القصص آیت ۲۱)

یعنی آپ خوف کی حالت میں نکل کھڑے ہوئے اور بارگاہ خدا میں عرض کیا

پروردگار اب مجھے ظالموں کے ہاتھ سے نجات دے۔

سکینہ خاتون فرماتی ہیں کہ اہلبیت میں سے کوئی بی بی لرزاں نہ تھیں جیسی کہ میں تھی کہ ایسا نہ ہو کہ حکومت کے غلام عقب میں نہ آجائیں۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ جب حضرت مدینہ سے نکلے اور راہ مکہ اختیار کی لزم طریق الاعظم کہ آپ نے شاہراہِ اعظم اختیار کی۔ تو انصار و یاوران نے آپ سے دریافت کیا اے مولیٰ ہم آپ کے قربان کہ آپ غیر معروف راہ سے چلیں۔ عبد اللہ ابن زبیر بھی راہ غیر معروف سے گیا ہے ہم خائف ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ ولید کے لوگ آجائیں۔ امام عالیمقام نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں راہ غیر معروف سے نہیں جاؤں گا جادہ راست ہی پر چلوں گا اور جو کچھ اللہ کا حکم ہے وہ ہو کر رہے گا۔ جناب سکینہ خاتون نے جب زیادہ ہراساں ہوئیں تو عرض کیا رُدَّنا الی حرم جدنا رسول اللہ مدینہ کہ اے بابا ہمیں ہمارے نانا کے روضہ پر پہنچا دیجئے۔ امام حسینؑ علیہ السلام معصومہ کی آنکھوں سے آنسو پونچھے اور فرمایا اے بیٹی اور تسلی و تشفی دی اور فرمایا موسیٰ پیغمبر فرعونیوں کے خوف سے مدائن سے نکلے۔ عیسیٰ پیغمبر نے یہودیوں کے خوف سے ایک جگہ فرار پکڑی ہمارے نانا رسولِ خدا نے کفار قریش کے خوف سے مکہ سے مدینہ ہجرت کی۔ اسی طرح اے دختر نیک سیر ہیں۔ یزید ابن معاویہ کے خوف سے ولید کی نگاہوں سے بچ کر نکلا ہوں کہ مکہ معظمہ حرم خدا میں پناہ لوں۔ ادھر یزید کو معلوم ہوا کہ ولید نے حسینؑ بن علیؑ پر کوئی سختی نہیں کی ہے بلکہ حضرت مدینہ سے نکل گئے ہیں وہ مردود بعین ولید پر غضبناک ہوا۔ اسے حکومت مدینہ سے ہٹا دیا اور اس کی جگہ اپنے چچا عقبہ ابن ابو سفیان کو والیٔ مدینہ مقرر کیا۔ مختصر یہ ہے کہ وہ حضرت پر قابو نہ پاسکا۔ لیکن واحسرتا کہ امام حسینؑ کو دشمنوں نے چین سے مکہ میں بھی نہ رہنے دیا۔ مکہ سے امام حسینؑ حج

کو عمرہ سے بدل کر کربلا کا رخ کیا۔ کربلا میں دسویں محرم کو شہید ہوئے۔ اہل حرم اسیر ہوئے اور دربار یزیدؑ میں داخل ہوئے اسوقت دربار آراستہ تھا اور اہل حرم رسن بستہ کھڑے تھے۔ مجلسی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ امام حسینؑ مکہ سے مدینہ واپس ہوئے ہیں۔ اور رسولِ خدا کی قبر مبارک سے وداع ہوئے ہیں۔ اور پھر اپنی مادر گرامی کی قبر پر گئے ہیں اور قبر کو وداع کیا ہے۔ بروایتے محمد ابن ابیطالب امام حسینؑ قبر رسولؐ کے نزدیک گئے، اور قبر پر جھکے اور فرمایا السلام علیک یا رسول اللہ انا الحسین۔ اے جد بزرگوار میرا اسلام قبول فرمائیے میں حسین بن فاطمہ ہوں۔ اور میں وہ ہوں کہ جسے تم نے امت میں بطور امانت چھوڑا ہے اور اے رسول اللہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ امت نے ہماری حرمت بھلا دی ہے اور ہمیں ضائع کرنے پر آمادہ ہے۔ حضرت مجلسی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اسوقت قبر رسولِ خدا سے ایک نور ساطع ہوا۔ حضرت امام حسینؑ نے چند رکعت نماز ادا کی۔ صبح دم قبر مبارک کو وداع کیا آپ گھر تشریف لائے اور وقت چاشت دولت سرا سے برآمد ہوئے۔ انصار و غلامان اور اعزا و اقربا حاضر خدمت امام تھے کہ بعد دوپہر ولید کا مقرر کیا ہوا غلام آیا اور بیعت کے بارے میں سوال کیا کہ امیر نے دریافت کیا ہے۔ امام عالی مقام نے فرمایا کہ اب وقت آگیا ہے کل دیکھا جائے گا اور حضرت کا یہ ارادہ تھا کہ شب کو مدینہ سے روانہ ہو جائیں گے۔ علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ جس شب کو مدینہ چھوڑنا تھا امام حسینؑ پھر روضۂ رسولِ خدا پر دوبارہ گئے اور پھر چند رکعت نماز پڑھی دعائیں مانگ رہے تھے کہ غنودگی غالب ہوئی خواب میں دیکھا کہ حضرت سرورِ کائنات پیغمبر اسلام تشریف ہیں اور حسینؑ کو اپنے سینہ سے لگالیا۔ آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ہیں فرمایا میرے ماں باپ تجھ پر قربان اے حسینؑ کَاَنِّیْ اَرَاکَ مُرَمَّلاً بِدَمَائِکَ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ جلد تیرا

[illegible] اپنا [illegible] جائے گا۔ اے فرزند بہشت میں تیرے مقامات جو شہادت سے تجھے حاصل ہوں گے تیرے مشتاق ہیں۔ محمد ابن ابیطالب لکھتے ہیں کہ آنحضرت نصف شب گزرنے کے بعد قبر فاطمہ زہراؑ پر تشریف لے گئے پھر ماں کی قبر سے رخصت ہو کر حسنؑ مجتبےٰ کی قبر پر گئے۔ آنسو نذر برادر کئے اور بزرگوں کی قبروں پر سورہ فاتحہ ہدیہ کر کے گھر تشریف لائے۔ اور امام حسین علیہ السلام نے سارے عزیز و اقارب اور انصار کے سامنے اپنا خواب بیان کیا اپنی شہادت کی خبر دی۔ اس وقت حرم محترم میں صدائے نالہ و شیون بلند ہو گئی۔ وقت روانگی از مدینہ خود امام حسینؑ نے خواب بیان کر کے اپنی شہادت کی خبر دی تھی اور روز عاشورا محرم جب حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے تو خالی ذوالجناح در خیمہ پر آیا اور صیحہ کیا۔ بیبیاں در خیمہ پر آئیں دیکھا کہ خالی ذوالجناح کے قدموں سے لپٹی ہوئی بین کر رہی تھیں میرے بابا کو کیا کیا۔ کہاں چھوڑ آیا۔ میرے بابا کو پانی پلایا نہیں پلا۔

الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

جناب زینبؑ کا سفر عراق کی خبر سُننا

جب حضرت امام حسینؑ کے مدینہ سے عراق پر جانے کی خبر آپ کے اعزاؑ و اقربا کو معلوم ہوئی تو بنی ہاشم کے گھروں میں کہرام برپا ہو گیا اور واحسیناہ کی صدائیں بلند ہو گئیں اور جب حضرت علیا زینبؑ خاتون کو یہ خبر معلوم ہوئی تو بے ساختہ آہ دلسوز کھینچی اور آپ غش کر گئیں۔ جب ہوش آیا تو حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں افتاں و خیزاں آئیں۔ اہل حرم میں اس وقت ایک شور گریہ و بکا بلند ہوا امامؑ اندر تشریف لائے۔ بہن نے بھائی کے چہرہ پر نظر کی اور بھائی کی بلائیں لیں۔ امام

حسینؑ نے فرمایا کہ اے بہن تمام اہل حرم نے سفر پر کمر باندھ لی ہے۔ کوچ ہونے والا ہے۔ جناب زینبؑ نے فرمایا کہ بھیا دل بے چین ہے۔ مؤمنین کرام ذرا غور کریں کہ مدینہ سے روانگی کے وقت جناب زینبؑ کا یہ حال تھا تو کربلا میں جب امام حسین رخصت آخر کو تشریف لائے ہیں تو آپ کی کیا حالت ہو گی۔

عمر بن علی مرتضیٰ کا امام حسین کی خدمت میں حاضر ہونا

ابن طاؤس علیہ الرحمۃ نے کتاب لہوف میں لکھا ہے کہ محمد بن عمر نسّابہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے پدر عمر بن علیؑ سے اور دوسرے قریبی رشتہ داروں سے سُنا ہے وہ کہتے ہیں کہ جس روز امام حسینؑ مدینہ چھوڑنے والے تھے حضرت تنہائی کے عالم میں بیٹھے تھے کہ میں نے عرض کیا جعلت فداك یا ابا عبد اللہ۔ مجھے میرے برادر ابی محمد حضرت حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار سے سنا ہے۔ ابھی کلام ختم نہ ہوا تھا کہ گریہ گلوگیر ہوا۔ امام حسینؑ نے عمر بن علیؑ کو اپنے سینہ سے لگایا۔ دریافت کیا بھائی حسنؑ نے کہا پھر کہا کاش کوئی صورت نکل آتی کہ آپ اور یزیدؔ کے درمیان صلح ہو جاتی۔ ہم بے سہارا ہونے سے بچ جاتے۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے جان برادر میں نے بابا علیؑ مرتضیٰ سے سُنا ہے کہ ان سے رسولخدا نے فرمایا۔ اے علیؑ تم بھی شہید ہو گے اور حسین بھی شہید ہونگے اور معاویہ و یزید کے ظلم و جور کا دونوں نشانہ بنے گیں۔ چنانچہ بابا تو شہید ہو گئے۔ بھائی حسنؑ بھی شہید ہو گئے اب حسینؑ باقی ہے اور اے برادر جب تم یہ جانتے ہو کہ حسنؑ نے یہ فرمایا ہے کہ حسینؑ عراق میں شہید ہوں گے تو تم پھر مجھے سفر عراق سے کیوں روکتے ہو۔ مؤلف کہتے ہیں کہ میں

یہ نہیں سمجھ سکا کہ حسینؑ کی ماں فاطمہ زہرا میدان حشر میں جب زیر عرش تشریف لائیں گی تو حسینؑ کی شہادت کی شکایت کریں یا زینبؑ و ام کلثوم کی اسیری کی شکایت یا بچوں کی پیاس کی شکایت کریں گی کہ اعدائے دین نے پانی بند کر دیا تھا یا زخم ہائے تیر و سنان کی شکایت کریں گی یا پائمالی لاش قاسم کی شکایت کریں گی۔ اس وقت میدانِ حشر میں انبیاء و مرسلین اور ایمان والوں میں ایک مجلس عزا برپا ہوگی۔ سیدہ عالم ذاکرہ ہوں گی اور واحسیناہ واہ مظلوماہ کی صدائیں بلند ہوں گی۔

محمد حنفیہ ابن علیؑ کا امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہونا

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے عزیز و اقربا اور یار و غلاموں کے ساتھ ۲۸ ویں ماہ رجب ۶۰ھ شب یک شنبہ میں مدینہ سے مکہ جانے کا عزم کیا اور آپ کے ساتھیوں نے آپ کا یہ اعجاز دیکھا کہ مدینہ کے رہنے والوں میں سے کسی مخالف اور دشمن کو آپ کے اس سفر کی آگہی حاصل نہ ہوئی۔ امام حسین نے جناب عباس بن علیؑ کو حکم دیا کہ مرکب آراستہ کیے جائیں اور خود اپنے واسطے ایک گھوڑا طلب کیا۔ آپ نے دُلدُل پر زین رکھی اور در دولت پر سے کر حاضر ہوئے۔ اس کی خبر جناب محمد حنفیہ رض کو ہوئی تو بحال تباہ روتے ہوئے امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا اے حسین تم میرے لیے مثلِ محمد ہو اور میں تمہارے لیے علیؑ کی نشانی ہوں۔ میں اور تم ایک ہیں مگر تم بزرگ اہلبیت ہو۔ اے جانِ برادر کس لیے یہ سفر اختیار کر رہے ہو۔ میری یہ نصیحت ہے کہ تم بے شک یزید کی بیعت نہ کرو۔ یزید بن معاویہ کی بیعت کو ٹھوکر مار دو۔ اور دور نکل جاؤ۔ اگر لوگ تم سے متابعت کریں اور تمہاری بیعت کریں تو بہر حال

مقام شکر خدا ہے اور اگر لوگ تمہاری بیعت سے دور رہیں تو تمہارے دین اور آئین پر کوئی حرف نہیں آئے گا۔ نہ عقل و مروت اور نہ ہی بزرگی جو خداوند عالم نے تم کو عطا کی ہے متاثر ہوگی۔ اور ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ پھر فرمایا کہ اے برادر من! تم مکہ چلے جاؤ وہ جا دار امن ہے اور اگر مکہ میں آپ کو سکون حاصل ہو اور دل مطمئن رہے تو خیر ورنہ یمن چلے جاؤ۔ وہاں پر تمہارے بابا علی مرتضیٰ کے یاور و انصار بکثرت ہیں اور شہر یمن بھی دوسرے شہروں سے وسیع تر ہے اور وہاں کے تمام لوگ آپ پر مہربان ہوں گے۔ اور اگر یمن جانا بھی پسند خاطر نہیں ہے تو صحرا کی طرف نکل جائیے وہیں زندگی گزاریئے اور دیکھیے کہ خدا کیا کرتا ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی کا کلام سنا اور فرمایا کہ اے برادر بخدا اگر تمام روئے زمین پر پناہ نہ ملے تو بھی میں بیعت یزید بن معاویہ نہیں کروں گا۔ محمد حنفیہ نے جب یہ کلمات حسرت آیات سنے تو بے حد گریہ فرمایا۔ اور امام حسین نے بھی ان کے ساتھ گریہ فرمایا۔ بعدہ امام حسینؑ نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور فرمایا کہ میں سردست تو عازم مکہ ہی ہوں۔ یہ سن کر محمد حنفیہ نے کہا داغ برادر و عزیزان عظیم مصیبت ہے غرضیکہ امام حسینؑ اپنے تمام بھائیوں، بھتیجوں، اپنے موالیوں اور اپنے مخدرات حرم کے ہمراہ مدینہ سے نکلے اور عازم سفر مکہ ہوئے آپ کے تمام بھائیوں میں حضرت قمر بنی ہاشم، حضرت عباس علمدار علیہ السلام خدمت امام حسینؑ میں پیش پیش تھے اور آپ کی مثل کوئی اور شجاع و بہادر نہیں تھا۔ شب و روز خدمت امام میں زندگی گزاری۔ اور کربلا میں جام شہادت نوش فرمایا۔

وصیّت نامۂ امام حسینؑ محمد حنفیہؓ کے نام

قبل اس کے کہ وصیت نامۂ امام حسین سپردِ قرطاس کیا جائے مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ اگر انسان ذرا بھی غور کرے تو معلوم ہوگا کہ یہ دنیا نا پائیدار ہے۔ یہ دنیا بے وفا ہے اور خاصانِ خدا نے کبھی دنیا طلب نہیں کی چنانچہ حضرت امام حسین علیہ السلام بھی اپنے جد و پدر کی طرح دنیا کو نا پائیدار اور بے قدر سمجھتے رہے۔ آپ نے مال دنیا کی طرف توجہ نہ کی اگر مال دنیا ملا بھی تو بس یہی کہ کربلا کی سرزمین کو اپنا مدفن بنانے کے لیے اختیار کیا۔ چنانچہ فتح مکّہ سے آپ عراق اسی لیے تشریف لائے اور کربلا کی زمین کو شرف عطا کیا۔ حضرت امام حسینؑ نے اپنے برادرِ عالیقدر جناب محمد حنفیہ کو وصیت نامہ تحریر کیا اور ان بنی ہاشم کو بھی مخاطب فرمایا کہ جو حکم امام سے مدینہ میں رہ گئے تھے تحریر فرمایا کہ فکان الدنیا لم تکن و الاخرۃ لم تزل و السلام۔ یعنی کہ دنیا کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہے اور نہ ہم دنیا طلبی کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ دنیا عارضی قیام گاہ ہے اور آخرت دائمی قیام گاہ ہے ہمیں دنیا سے کنارہ کشی کرنی چاہیے اور آخرت پیش نظر رہنی چاہیے۔ امام حسینؑ وصیت نامہ پر دستخط کیے اور محمد حنفیہ کو وصیت نامہ عطا کیا۔ اور پھر جب آپ نے درِ دولت سے قدم باہر رکھا تو کہ مکہ روانہ ہوں تو فرمایا اے برادر آگاہ رہو کہ اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ہے اور ہمارے نانا رسولِ خدا ہیں اور موت حق ہے جنت و نار حق ہے الخ۔ بنی امیّہ اگر حب دنیا میں مبتلا ہیں اور میرا وطن میں رہنا گوارا نہیں ہے تو زمین خدا بہت وسیع ہے اور اے برادر اس بات کو یاد رکھو اگر میں نے دنیا سے نظر بچا لی ہے لیکن میں نے دین کو ہاتھ سے نہیں دیا ہے۔ پس پھر

آپ دوات و قلم اور بیاض طلب کی اور و کتب علیہ السلام هذه الوصية لاخيه محمد بسم الله الرحمٰن الرحيم هٰذا وما اوصى به الحسين بن علي بن ابي طالب الى اخيه محمد المعروف با بن الحنفية ان الحسين يشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له وان محمدا عبده ورسوله جاء بالحق من عند الحق وان الجنة والنار حق وان الساعة اٰتية لا ريب فيها وان الله يبعث من في القبور ــــــــ

یعنی امام حسینؑ نے یہ وصیت اپنے بھائی محمد حنفیہ کے نام تحریر کی سرنامۂ وصیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو قرار دیا ہے اور فرمایا کہ یہ وصیت حسینؑ ابن علی کی طرف سے اپنے بھائی محمد کے نام ہے جو ابن حنفیہ کے نام سے موسوم ہیں کہ اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول الحق ہیں یعنی اللہ کی طرف سے ہیں جنت و نار، قبر سے اٹھنا قیامت کا برپا ہونا یہ سب کچھ برحق ہے۔ بعدہٗ وصیت کے یہ الفاظ ہیں انی لم اخرج اشرا ولا بطرا ولا مفسدا ولا ظالما وانما خرجت لطلب الاصلاح في امة جدي اريد ان امر بالمعروف وانهى عن المنكر واسير سيرة علي بن ابي طالب۔

یعنی آگاہ رہو کہ میں اپنے وطن پسندیدہ سے دشمنوں اور ظالموں کی وجہ سے ہجرت نہیں کر رہا ہوں بلکہ امت محمدی کی اصلاح میرے پیش نظر ہے کہ میں لوگوں کو امر بالمعروف کروں یعنی اچھی باتوں کے کرنے کا حکم دوں اور بُرے کاموں سے روکوں

اپنے نانا کی شریعت کو تازگی بخشوں۔ اشریعت پر عمل کرنے سے شریعت تازہ رہتی ہے اور اگر عمل نہ کیا جائے تو شریعت معطل مفقود ہوتی ہے اور میں اپنے بابا علیؑ مرتضیٰ کی سیرت پر عمل کروں۔ فمن قبلنی فالله ولی بالحق ومن رد علی هذا اصبر حتی یقضی الله بینی و بین القوم بالحق وهو خیر الحاکمین۔ یعنی جس کسی نے میرا حکم قبول کیا تو اس کا حق اللہ پر ہے اور جس نے میرا حکم رد کیا وہ مرتد ہو گیا۔ اے برادر تم صبر کرو خدا بہترین کرنے والا ہے پھر آپ نے وصیت نامہ لپیٹ دیا اور محمد حنفیہ کو دیا۔ اور فرمایا اے بھائی یہ میرا وصیت نامہ ہے اس کی حفاظت کرو۔ اور رات گئے گھر سے سفر کے لیے نکلے قمر بن ہاشم عباس علمدار نے رکاب توسن پکڑی اور امام حسینؑ گھوڑے پر سوار ہوئے اور مکہ کا سفر اختیار کیا۔ اس وقت اپنی ماں و نانا کے روضہ کو بار بار دیکھتے تھے اور آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا۔ الالعنۃ اللہ علی القوم الظٰلمین۔

مکہ معظمہ میں ورود امام حسین علیہ السلام

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ دخل الحسین مكة وكان دخوله ایاها لیلة الجمعة لثلث مضین من شعبان۔ یعنی کہ حضرت امام حسینؑ روز جمعہ تیسری شعبان کو وارد مکہ معظمہ ہوئے اور جیسے آثار کعبہ دیکھے اس وقت آپ نے برائے فال نیک یہ آیت قرآنی تلاوت فرمائی کہ فَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ۔ یعنی جب موسیٰ نے مدین کی طرف رخ کیا (اور راستہ معلوم نہ تھا) تو آپ ہی آپ بولے مجھے امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھا

راستہ دکھا دے اور دن فاقہ کرتے چلے گئے۔ اس آیۂ مجیدہ کی تلاوت کرنے کا یہ مطلب تھا کہ جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے قبطیوں کے چنگل سے بچنے کے لیے ہجرت کی اور مدین وارد ہوئے تو آپ نے شکر خدا کیا کہ خدا کا شکر ہے کہ ظالموں کے ہاتھوں سے محفوظ ہو گیا۔ امام حسینؑ نے بھی اسی لیے یہ فرمایا کہ میری بھی اسی طرح ہمائی فرمائے گا اور میں ظالموں کے ظلم سے بچ جاؤں گا۔ داخلہ مکہ ہونے پر حرم اقدس کا طواف کیا۔ جب اہل مکہ کو امام حسین علیہ السلام کے مکہ پہنچنے کی اطلاع ملی تو گروہ در گروہ زیارت امام کے لیے آئے۔ اس وقت عبداللہ بن زبیر جو مکہ میں پہلے سے پہنچ چکا تھا علیحدہ نماز میں مصروف تھا۔ امام حسینؑ کی خدمت میں نہیں رہا بلکہ نماز پڑھ کر اپنے گھر چلا گیا۔ اور یہ یقین کر لیا کہ اب امام حسین مکہ میں رہائش کریں گے اس کے دل میں امام عالیمقام کی طرف سے دشمنی پیدا ہو گئی البتہ اہل مکہ امام عالیمقام کے گرد پروانہ وار جمع ہونے لگے۔ اس وقت یحییٰ بن العاص حاکم مکہ تھا اس کے دماغ میں یہ چیز پیدا ہوئی کہ چونکہ حضرت امام حسینؑ پانچ وقت اذان و اقامت کہتے ہیں۔ لوگ ہزاروں کی تعداد میں نماز کے لیے جمع ہو جاتے ہیں اور موسم حج بھی ہے زیادہ سے زیادہ لوگ آئیں گے اور امام حسینؑ کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے ایسا نہ ہو کہ لوگ مجھے قتل کر ڈالیں پس وہ مکہ سے مدینہ گیا اور اسی موقع پر یہاں مکہ میں اموی لوگ بھی خنجر وغیرہ چھپائے ہوئے وارد ہوئے کہ حج بیت اللہ کی ادائیگی کے وقت کسی نہ کسی طرح حضرت امام حسینؑ کو شہید کر دیں۔ امام حسینؑ نے حرمت خانہ کعبہ کو محفوظ رکھنے کے لیے حج کو عمرہ سے بدل کر مکہ سے باہر تشریف لے آئے۔ اور حرمت کعبہ کو برقرار رکھا۔

کوفہ والوں کا امام حسین علیہ السلام کو برائے تشریف آوری خطوط تحریر کرنا

جب ولید حاکم مدینہ کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے مدینہ سے مکہ کوچ فرمایا ہے تو وہ کہنے لگا کہ خدا کا شکر ہے کہ میں فرزند رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون ناحق میں آلودہ نہ ہوا اور اس نے یزید ملعون کو امام حسین علیہ السلام کے مدینہ سے چلے جانے کا حال تحریر کیا جب یہ خبر یزیدؔ کو پہنچی تو وہ ولید پر سخت غضب ناک ہوا اور اس نے ولید کو مدینہ کی حکومت سے معزول کر دیا اور عمرو بن سعید کو مکہ اور مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔ یہ شخص دشمنی و عداوت اہلبیت رسول خدا میں بہت مشہور تھا۔ اور اس کو حاکم مدینہ و مکہ مقرر کرتے وقت یزیدؔ نے سخت تاکید کی تھی کہ حسین بن علیؑ سے بیعت لے اور اگر وہ میری بیعت نہ کریں تو سر امام حسینؑ کاٹ کر میرے پاس شام بھیج دے اور جہاں کہیں امام حسینؑ کے یاور و انصار ہوں ان کو بھی قتل کر دے یا ان سب کو قید کر کے شام روانہ کر دے۔ ان احکام کے بعد یزیدؔ نے اسے مدینہ روانہ کیا۔ جب عمرو بن سعید بن العاص مدینہ پہنچا اور چند دن مدینہ میں قیام کیا اور حسب حکم یزید مدینہ سے مکہ روانہ ہوگیا۔ جب وہ مکہ وارد ہوا اور اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شان و شکوہ انبوہ خلائق دیکھا۔ امام حسینؑ نے بعد نماز خطبہ دیا اور وعظ و نصیحت فرمائی۔ عمرو بن سعید بن العاص چونکہ امام حسینؑ پر فوقیت نہیں لے جا سکتا تھا اس نے دو چار دن قیام کر کے وہاں کے مفصل حالات یزید کو تحریر کیے۔ امام حسین علیہ السلام نے مکہ میں چار ماہ اور کچھ روز قیام فرمایا۔ جب یہ خبر اہل کوفہ کو پہنچی کہ امام حسینؑ مکہ میں رونق افروز ہیں تو انھوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو کوفہ میں تشریف لانے اور

ہدایت کرنے کے لیے خطوط تحریر کیے کہ ہم بغیر امام ہیں آپ تشریف لائیں اور ہماری ہدایت کریں اور تحریر کیا کہ ہم یزید کی بیعت نہیں کریں گے ان خطوط کی تعداد بروایتے چھبیس ہزار بتائی جاتی ہے (ان میں سے چند اکابرین کے یہ نام ہیں۔ سلیمان بن صرد خزاعی، مسیب بن نجبہ۔ رفاعہ بن شداد بجلی۔ حبیب ابن مظاہرؓ۔ ان لوگوں نے اپنے خطوط مصحوب عبداللہ بن سمع ہمدانی و عبداللہ بن وال کے ہاتھ ارسال کیے۔ یہ دونوں قاصد دسویں رمضان المبارک تھی کہ مکہ معظمہ بخدمت امام حسینؑ میں پہنچے اور خطوط دیے) ان تمام خطوط کا ماحصل یہ ہے کہ تحریر کیا کہ اگر آپ تشریف نہ لائے تو ضلالت میں پڑے رہیں گے۔ اور علاوہ ازیں موسم حج قریب ہے۔ مبادا اہل شام حاجیوں کے لباس میں وارد مکہ ہوں گے اور ان کی تلواریں ان کے خنجر آپ کے خون سے رنگی ہوں گی۔ اس بنا پر امام حسینؑ نے عراق کی طرف رُخ کرنے کا عزم کر لیا کہ حرمت خانہ برقرار رہے اور ظاہراً تکالیف اٹھانا برداشت کیں لیکن باطناً مشیئت الٰہیہ یہی تھی کہ امام حسینؑ کربلا میں شہید ہوں اور اُمت رسولخدا کی نجات کا وسیلہ بن جائے (اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ امام حسینؑ نجات کے لیے فدیہ بن گئے۔ بلکہ یہ مقصد ہے کہ اگر امام حسین علیہ السلام کربلا میں شہید نہ ہوتے تو دین اسلام اپنی حقیقی صورت میں باقی نہ رہتا اور احکام الٰہیہ میں تغیر و تبدل ہو جاتا۔ اس صورت میں جبکہ اسلام ہی نہ رہتا تو نجات تو حقیقی دین سے وابستہ ہے پس امت مسلمہ کی نجات نہ ہوتی۔ امام حسین علیہ السلام کی شہادت نے راہِ نجات کھولی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا تھا کہ میرا بیٹا حسینؑ عراق میں شہید ہوگا۔ اور بموجب صحیفۂ سماویہ کہ یا حسین اخرج بقوم للشہادۃ۔ امام عالیمقام نے عراق جانا اختیار کیا اور شہادت قبول کی۔

عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ بن عمر کا خدمت امام حسینؑ میں مکہ معظّمہ پہنچنا

اہل تاریخ و سیر لکھتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ معظمہ میں تشریف رکھتے تھے۔ عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن عباس مدینہ سے برائے زیارت امام حسینؑ حاضر ہوئے یہ چند چند روز تک وہاں مقیم رہے۔ عبداللہ بن عمر نے امام حسینؑ سے کہا اے فرزند رسول خدا اہل مکہ کو آپ خوب جانتے ہیں یہ پرانی عداوت رکھتے ہیں آپ مکہ میں نہ ٹھہریں بہتر ہوگا کہ آپ مدینہ واپس تشریف لے چلیں۔ تمام اہل مکہ نے یزیدؔ کی بیعت کر لی ہے۔ یہ دغا کریں گے مدینہ میں آپ کے دوست و عقیدت کیش موجود ہیں۔ آپ روضہ رسولخدا پر گوشہ نشینی کی زندگی بسر کریں۔ ہم نے رسولخدا سے یہ بھی سنا ہے کہ عاقبة امر ابنی الحسین الی الشهادة والقتل کہ میرے بیٹے حسینؑ کا انجام کار شہادت ہے اور یہ بھی آنحضرت نے فرمایا ہے کہ جو کوئی میرے حسینؑ کی نصرت نہ کرے گا وہ بروز قیامت روسیاہ ہوگا۔ امام حسینؑ نے یہ باتیں سن کر عبداللہ بن عمر سے فرمایا کہ تمہارا مقصد صلاح یہ ہے کہ میں زبان سے یزیدؔ کی بیعت کر لوں اور صبر سے بیٹھا رہوں جیسا کہ معاویہ کے زمانہ میں صبر کیا۔ اگر تمہارا مقصد یہ نہیں ہے تو آخر کیا چاہتے ہو؟ کیا میں یزیدؔ کی بیعت کر لوں اور دستار پیغمبر اس کے سر پر رکھ دوں حاشا کلا ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں بیعت یزید کروں (یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ یزیدؔ کا کردار اچھا نہ تھا اس لیے امام حسینؑ نے بیعت کرنا پسند نہیں کیا۔ ایسا نہیں ہے، بیعت اس لیے نہیں کی کہ وہ مستحق خلافت رسولخدا ہرگز نہیں تھا اور بعد آنحضرت آپ کا نامزد خلیفہ ہی دین اسلام کی بقا کا ضامن ہے امام

حسینؑ پوری امت مسلمہ کے بانص رسولؐ امام ہیں۔ پس بیعت یزید کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ امام حسین کی شہادت اس امر کی دلیل ہے کہ خلیفہ برحق اور امام برحق اُمّت میں سے کسی کی بیعت نہیں کرتا) یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ عبداللہ ابن عباس بھی متوجہ بہ طرف امام حسینؑ علیہ السلام ہوئے اور کہا کہ میں نے رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ مالی ولیزید ولا بارک اللہ فی یزید انه لیقتل ابنی و اهل بیتی۔ یعنی مجھے یزیدؔ سے کیا سروکار اس سے کیا تعلق کہ وہ میرے بیٹے حسین اور ان کے اہلبیت یعنی اولاد و اعزاء کو قتل کرے گا۔ یہ کہہ کر ابن عباسؓ پر گریہ طاری ہو گیا اور امام حسینؑ نے بچشم پرنم فرمایا کہ اے ابن عباس کیا تم مجھے پسر پیغمبر خدا نہیں جانتے ہو۔ کہا واللہ کہ اے حسینؑ آپ پسر رسول خدا ہیں۔ فاطمہ زہراؑ کے فرزند ہیں۔ کیا امت رسول پر میری نصرت یاوری کرنا واجب نہیں ہے اے ابن عباس نماز میں ہم پر ہی درود واجب ہے کسی اور پر نہیں۔ اے ابن عباس کیا تم نہیں دیکھتے کہ مدینہ میں لوگوں نے یاوری نہیں کی اور مجھے مدینہ سے نکلنا پڑا اور اب لوگ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ نہ میں نے سنت رسولؐ کو بدلا ہے اور نہ شریعت رسولؐ میں تحریف کی ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا فرزند رسولخداؐ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ جو کچھ آپ نے فرمایا حق و صداقت پر مبنی ہے اور میری سعادت مندی ہوگی کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر رہوں اور نصرت کروں حتیٰ کہ میں بھی قتل کر دیا جاؤں۔ عبداللہ ابن عمر نے کہا اے ابن عباسؓ تم اپنے آپ کو بلا و مصائب میں کیوں ڈالتے ہو۔ لیکن ابن عباس نے کہا کہ فرزند رسول خدا حق پر ہیں اس پر امام حسینؑ عبداللہ ابن عمر کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اگر تم میری نصرت نہیں کرتے ہو تو اتنا ضرور کرو کہ اگر تیرا پدر زندہ ہوتا اور مجھے اس حالت غربت میں دیکھتا تو کیا وہ میری نصرت و یاوری

نہ کرنا، اس نے کچھ جواب نہ دیا اور پھر یہ دونوں مکہ سے مدینہ واپس آگئے۔ امام حسینؑ نے ہر چند کہ مدد طلب کی۔ مگر ابن عمر نے آواز امام حسینؑ پر لبیک نہ کہا کربلا میں بھی امام حسینؑ استغاثہ فرما رہے تھے: ھل من ناصر ینصرنی ھل من معین یعنینی۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

شیعیان علیؑ کا کوفہ میں اجتماع اور استحقاق خلافت پر گفتگو

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے بیان کیا ہے کہ جب کوفہ والوں کو شام سے یہ خبر پہنچی کہ معاویہ کی زندگی ختم ہو گئی اور یزید لعین اس کی جگہ مسند خلافت پر متمکن ہو گیا ہے اور حضرت خامس آل عبا امام حسینؑ نے یزید لعین کی بیعت کرنے سے انکار فرما دیا ہے اور آپ مدینہ ترک کر کے مکہ وارد ہو گئے ہیں اس وقت شیعیان مرتضیٰ علی موالیان اہلبیتؑ طاہرین اور ان لوگوں نے بھی جو بظاہر دوستی کے دعویدار تھے لیکن باطن میں دشمنی رکھتے تھے، نے ایک خصوصی اجلاس کیا اور یہ سب کے سب سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان میں جمع ہوئے۔ اس وقت سلیمان صرد صدر مجلس تھے۔ انھوں نے کہا کہ وہ عمر رسیدہ پیر یعنی معاویہ وہاں پہنچ گیا جہاں کا وہ مستحق تھا اور اس نے یزید لعین کو مسند خلافت پر بٹھا دیا ہے۔ اور ان حسینا علیہ السلام قد تعیص علی القوم وقد خرج الی مکۃ وانتم شیعتہ۔

یعنی کہ امام حسینؑ نے بیعت یزید کو ٹھکرا دی ہے اور مدینہ سے مکہ آگئے ہیں تم سب ان کے اور ان کے بابا علیؑ مرتضیٰ کے شیعہ ہو، تم ان کی نصرت کرو اور ان کے دشمنوں سے جہاد کرو۔ پس ہمیں چاہیے کہ ان کو عریضہ لکھیں اور ان سے عرض کریں کہ

کہ آپ کوفہ میں تشریف لے آئیں اور اگر تم لوگ سستی کرو اور پیمان و مودت و محبت کو بھلاتے ہو تو بہتر ہے کہ تم لوگ گھروں میں بیٹھے رہو پس اس مجمع میں سے ستر آدمی جو اکابرین کوفہ سے تھے مثل مسیب خزاعی، رفاعۃ بن شداد، حبیب ابن مظاہر، محمد بن کثیر، ورقا بن عازب، محمد بن اشعث و عبد الرحمن بن نجف، عبد اللہ بن عفیف، طارق بن اعمش اعمش بن طارق، مختار بن ابو عبیدہ اور ایسے ہی اور لوگ کھڑے ہوئے اور حلفاً قسمیں کھائیں کہ ہم نصرت آل نبی و علیؑ میں تقصیر نہیں کریں گے۔ اور امام حسین کو اپنا امام تسلیم کریں گے اس پر سلیمان صرد نے کہا کہ پھر ہمیں امام حسین علیہ السلام کو عریضہ لکھنا چاہیے چنانچہ باتفاق آراء طے پایا کہ عریضہ تحریر کیا جائے۔ عریضہ ارسال کیا گیا جس کا ذکر گذشتہ باب میں کیا جا چکا ہے۔ السید نے لہوف میں تحریر کیا ہے کہ ابھی امام عالیمقام نے جواب تحریر نہیں کیا کہ پے در پے اور بھی خطوط پہنچے۔ حضرت کے پاس جو خط کوفہ پہنچا آپ اس کو عقبہ بن سمعان کے سپرد فرما دیتے تھے اور ارشاد فرمایا اے عقبہ ان خطوط کو محفوظ رکھو ایک دن یہ کام آئیں گے۔ امام عالیمقام کا اس روز سے اشارہ تھا یوم عاشورا محرم کی طرف۔ کیونکہ ان نامہ نگاروں میں سے اکثر لوگ کربلا میں فوج یزیدی میں موجود تھے اور چہروں پر نقاب ڈالے ہوئے تھے حضرت امام حسینؑ ان کو پہچانتے تھے۔ روز عاشورا آپ نے عقبہ بن سمعان سے فرمایا کہ ان خطوط کی دو تھیلیاں لے آؤ۔ آپ نے ان کی نشاندہی کی تھی۔ عقبہ وہ تھیلیاں لے آئے اور امام حسینؑ کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تمام خطوط زمین پر پھیلا دو۔ چنانچہ وہ خطوط زمین پر ڈال دیے گئے۔ امام حسینؑ نے ان میں چند خطوط نکالے اور پکار کے فرمایا کہ یہ خط فلاں بن فلاں کے ہیں جو اس وقت فوج یزیدی میں تھے۔ آپ نے نام بنام آواز دی اور فرمایا کیا یہ خطوط تمہارے نہیں ہیں۔ مجھے بلایا اور اب تم خود ہی میرے قتل کے درپے

ہو۔ آخر ایسا کس لیے کر رہے ہو میرا کیا کوئی قصور ہے۔ ادھر سے یہ جواب ملا اے حسینؑ ہم کچھ نہیں جانتے سوائے اس کے کہ تم یزید لعین کی بیعت کرو ورنہ تمہارا خون زمین کربلا پر بہے گا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

تفصیل اہل کوفہ

سلیمان بن صرد خزاعی نے جو کہ اکابرین کوفہ سے ایک با اثر شخص تھے بعد انتقال معاویہ اشراف کوفہ کو اپنے گھر جمع کیا تاکہ امام حسین علیہ السلام کو امام امت قرار دیں جیسا کہ گذشتہ اوراق میں ذکر کیا جا چکا کہ اسی لیے امام حسین علیہ السلام کو خطوط ارسال کیے گئے اس میں شک نہیں کہ سلیمان صرد کی یہ کوشش بالکل خلوص و عقیدت پر مبنی تھی۔ وہ دوستدار اہل بیتؑ طاہرین تھے لیکن کوفہ والوں میں اکثریت ایسی تھی کہ جو یزید لعین کی خلافت کو برحق سمجھتی تھی۔ ان لوگوں نے سلیمان کا ساتھ نہیں دیا البتہ معدودے چند اشخاص کے سوا کہ جو اپنے عہد و پیمان پر قائم رہے اور ان کی دلی آرزو یہی تھی کہ امام حسین علیہ السلام کوفہ تشریف لائیں اور ہم ان کو اپنا امام و ہادی مانیں۔ ان لوگوں میں خصوصاً یہ بزرگوار شامل تھے۔ جناب حبیب ابن مظاہر، مسلم بن عوسجہ۔ عابس بن شبیب وغیرہم اور بھی کچھ افراد تھے کہ جو ہم نوا تھے سب کے سب کربلا میں نصرت امام حسین علیہ السلام میں شہید ہوئے ہیں۔ کوفہ والوں کی کثیر تعداد ابن زیاد کے ساتھ تھی اور ان کے سرکردہ لوگوں میں عمر بن سعد ملعون، محمد اشعث، مسیّب بن نجبہ وغیرہم تھے کہ جو لشکر یزیدی کے سالار تھے اور امام حسینؑ کے قاتلوں میں تھے۔ سلیمان بن صرد خزاعی کے دوسرے ساتھی مثل عبداللہ بن حر، مختار، اور سلیمان وغیرہ منتشر ہو گئے تھے کیونکہ کوفہ میں اس زمانہ میں خوف و ہراس پھیل گیا تھا اور ابن زیاد نے سخت روّیہ اختیار کر لیا تھا۔

استیعاب میں مروی ہے کہ سلیمان بن صرد خزاعی اسلام لانے سے قبل ہی فاضل تھے اور امور خیر میں ان کا نام آتا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس کا نام سلیمان رکھا تھا جنگ صفین میں سلیمان حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے ہمرکاب تھے اوائل فتح کوفہ میں یہ کوفہ ہی میں رہتے تھے کہ انتقال معاویہ کے بعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضرت خامس آل عبا امام حسینؑ کے موالیوں میں تھے۔ اور ان کی دلی خواہش تھی کہ امام حسینؑ کی خدمت میں اپنی زندگیاں گزاریں۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے مسلم بن عقیل کو اپنی نیابت میں کوفہ بھیجا سلیمان اور ان کے گروہ نے سب سے پہلے آپ کے ہاتھ پہ بیعت کی اور جب ابن زیاد ملعون کوفہ پہنچا اور اس نے یزید لعین کی طرف سے مسند امارت سنبھالی یہ لوگ اس کے خوف سے منتشر ہو گئے اور مسلم بن عقیل تنہا رہ گئے۔ لیکن بعد شہادت حضرت مسلمؑ ان کو محسوس ہوا کہ ہم نے یہ کام کر کے خدا و رسول کی ناراضگی خرید لی۔ سخت پشیمان ہوئے اور اپنے اس فعل پر لعنت کی۔ بعدہٗ سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر پھر پانچ نامور اشخاص جمع ہوئے جن کے یہ نام ہیں۔ سلیمان، مسیّب بن نجبہ، عبداللہ بن سعد ازدی، و عبیداللہ ال تیمی، رفاعہ بن شدّاد اور یہ پانچوں اشخاص معارف حضرت امیر المومنین علیہ السلام تھے۔ ان لوگوں نے گفتگو کا سلسلہ شروع کیا کہ خدا نے ہم کو طول عمر عطا کی اور ہم نوع بہ نوع فتنوں کو دیکھ رہے ہیں اور ہم سے ناشائستہ امور ظاہر ہو رہے ہیں کہ ہم نے مسلم بن عقیل کو تنہا چھوڑ دیا۔ خداوند تعالیٰ رحمت نازل کرے۔ ان پر جو امام حسینؑ کی رفاقت میں کربلا گئے اور شہید ہو گئے اب ہمارے لیے کوئی چارۂ کار نہیں ہے سوائے اس کے کہ ہم اپنی تلواروں سے اپنا گلا کاٹ لیں کیونکہ بنی اسرائیل نے اس وقت جبکہ گوسالہ پرستی شروع کی اور بعدہٗ ندامت محسوس کی تو خداوند تعالیٰ نے

نے فرمایا کہ تمہاری توبہ اور ندامت صرف یہی ہے کہ تلوار سے اپنا گلا کاٹ لو۔ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ الخ (سورۃ البقرۃ آیت : ۵۴) یعنی کہ ہم نے فرزند رسولؐ کی نصرت سے ہاتھ کھینچ لیا۔ کنارہ کشی کی اور دوسروں کے وابستہ ہو گئے اس کا علاج یہ نہیں ہے کہ زبانی طور پر استغفار کریں بلکہ علاج یہ ہے کہ ہم اپنی تیغ براّن نیام سے نکالیں اور دشمنان آل محمدؐ اور قاتلان امام حسینؑ جہاں بھی ہوں ان کو تہ تیغ کریں۔ اگر ہم ایسا کریں تو ہماری توبہ قبول ہو سکتی ہے اور اس امر کا عہد کریں کہ ہم اس پر قائم رہیں گے۔ سلیمان بن صرد خزاعی اس دن سے امیر التوابین کے لقب سے پکارے جانے لگے یہاں تک کہ سنہ ۶۱ھ کے آخر میں انھوں نے سامان جنگ فراہم کر لیا اور ساتھی بھی جمع کر لیے اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی امامت پر جمع ہو گئے اور اطراف میں جگہ بہ جگہ اپنے قاصد اور خطوط روانہ کیے اسی کام میں سنہ ۶۱ھ ختم ہو گیا لیکن یزید پلید تھا۔ شیعیان علی مرتضیٰ اس کے دست جور و ظلم کا نشانہ بنتے رہے۔ جب سنہ ۶۴ھ میں یزید پلید سفر جہنم پر روانہ ہو گیا تو مختار بن ابو عبیدہ ثقفی نے سلیمان صرد سے کہا کہ اب خون امام حسین کا ان کے قاتلوں سے بدلہ لینے کا اچھا موقع ہے کیونکہ یزید کا بیٹا تخت خلافت کا خواستگار نہیں ہے تخت شام بغیر سلطان پڑا ہوا ہے ہمیں خروج کرنا چاہیے اور کوفہ و اطراف کوفہ میں حکومت قائم کرنی چاہیے تاکہ دشمنوں کا صفایا کر سکیں۔ لیکن سلیمان نے مختار کی بات پر کوئی توجہ نہ دی اور کہا کہ ہم اس وقت تک باہر نہیں نکلیں گے جب تک کہ مناسب وقت نہ آ جائے۔ اس پر مختارؒ اس کے پاس چلے گئے اور کہنے لگے کہ یہ مرد پیر دشمن کو قوت دینا چاہتا ہے حالانکہ وہ اب کمزور تر ہے۔ اس

وقت سلیمان صرد کی جماعت منتشر ہو چکی تھی جسے مختارؒ نے دوبارہ جمع کیا —— اور مختارؒ نے جناب محمد حنفیہؒ سے اعانت مردماں طلب کی اور سلیمان صرد نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو دعوت دی مختصر یہ کہ سلیمان محرم سنہ ۶۵ھ کی پہلی تاریخ معہ لشکر کے کوفہ سے باہر نکلا اور مقام نخیلہ پر پڑاؤ ڈالا۔ اور چاروں طرف کے لوگوں کو خون امام حسین کا انتقام لینے کے لیے دعوت دی حتیٰ کہ یک دم سو ہزار لوگوں نے اس کے ہاتھ پر اس امر کے لیے بیعت کی اور بارہ ہزار آدمیوں کا لشکر اس کے پاس جمع ہو گیا۔ سلیمان نے اس خیال سے کہ کوئی مبادا وفا نہ کریں اپنے خاص اصحاب سے مشورہ کیا کہ کس طرح اور کس مقام سے ابتدا کی جائے کہ ہم دشمنوں کا صفایا کریں۔ ایک کثیر جماعت نے کہا کہ عمر بن سعد اور اس کے ساتھیوں نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا ہے جو کہ کوفہ میں موجود ہے بلکہ ابن زیاد کی سرکردگی میں اس کو قتل کرنے کے لیے مہم شروع کی جائے اور اگر آپ لوگ مناسب سمجھیں تو ایک کثیر لشکر شام کی طرف روانہ کیا جائے اور عبیداللہ ابن زیاد کو قتل کیا جائے۔ سلیمان صرد خزاعی نے شام جانا بہتر سمجھا اور نخیلہ کہ جہاں لشکر پڑاؤ ڈالے تھا۔ ایک دن شام کے لیے روانہ ہو گیا جیسے ہی سلیمان بن صرد کربلا کے نزدیک پہنچا خیال کیا کہ پہلے قبر امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرے اور مثل حرؑ بن یزید ریاحی توبہ کرے حسین کریم ابن کریم ہیں توبہ قبول فرمائیں گے آخر امام حسین نے حرؑ کی توبہ بھی قبول کی ہے چنانچہ سلیمان اپنے مرکب سے اترا اور جب تربت امام حسینؑ کے نزدیک پہنچا گریہ و زاری کرتا ہوا قبر مبارک پر گرا دیا۔ اور اپنے گناہوں پر نادم ہوا اور مولائے کائنات سے معافی مانگی اور آپ سے مدد طلب کی (اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ موالیان امام حسین علیہ السلام شروع ہی سے استمداد طلب کیا

کرتے تھے۔ اگر معصومین شہیدوں سے مدد طلب کرنا بدعت ہوتا تو وہ لوگ مدد طلب نہ کرتے) اور وہاں سے سوئے شام پر روانہ ہوگیا۔ شام پہنچ کر لشکر شام کہ جس کا سردار حصین بن نمیر سکونی تھا مقابل ہوا۔ اس کے لشکر کی تعداد پچاس ہزار بتلائی جاتی ہے۔ عین لوزدہ شام میں دونوں لشکروں کا مقام ہوا۔ اور بہت زیادہ لوگ مارے گئے۔ رفاعہ بن شداد اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ میدانِ جنگ سے گیا۔ اس مقام پر یہ بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ ان لوگوں کا محاربہ کرنا مقبول بارگاہ ایزدی نہیں ہوسکتا کیونکہ جب حضرت مسلم بن عقیل کوفہ میں بیکسی کے عالم میں شہید کر دیے گئے تو اس دم کوفہ عذاب الٰہی کی لپیٹ میں آگیا تھا پھر انہی کوفیوں نے فرزند رسولؐ خدا سے جنگ کی ان کو ان کے رفقاء اور اعزاء کے ساتھ قتل کیا اہل حرم کو تشہیر کیا۔ ان لوگوں کو اُخروی فائدہ نہیں ہے اور اس لیے بھی کہ امام زین العابدین علیہ السلام مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے اگر یہ لوگ ان کی طرف رجوع کرتے اگر امام زین العابدین علیہ السلام ان کے گناہ معاف کر دیتے تو رسولؐ اور خداوند تعالیٰ بھی گناہ معاف کر دیتا۔ اور اگر امام زین العابدینؑ نے ان کا گناہ معاف نہیں کیا تو پھر خدا اور رسول سے معافی کی طلب کیسی؟ امام حسین علیہ السلام نے حُرِ ریاحی کی تقصیر اور امام زین العابدین نے مختار ثقفی کی تقصیر معاف کر دی تھی۔ سید سجّاد کا مختار کو معافی دینا اس وجہ سے نہیں تھا کہ اس نے خون امام حسین کا بدلہ قاتلوں سے لیا ہے اور ان کو قتل کیا ہے۔ قاتلان امام حسینؑ سے خود خدا قیامت میں انتقام لے گا۔

خون امام حسینؑ کا بدل کوئی شئے نہیں ہے۔ امام حسین کا خون تو بڑی شئے ہے خون علی اصغر معصوم کے ایک قطرہ کا بدل ممکن نہیں ہے۔ مختار کی تقصیر معاف

کرنا اس وجہ سے ہے کہ وہ اہلبیت طاہرین کو بے حد دوست رکھتا تھا اور ان سے والہانہ محبت رکھتا تھا۔ حضرت سید سجاد نے مختار کی تعریف میں فرمایا کہ۔

لا تسبوا المختار قد قتل قتلتنا و طلب ثارنا و زوج ارا ملنا و قسم فینا المال علی العسرۃ ( )

یعنی امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مختار وفادار پر سب وطعن نہ کرو اس نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا ہے اور طلب خون کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے ہماری بیوہ گان کے رشتہ کرائے ہیں۔ ہماری راہ میں مال اور زر کثیر خرچ کیا ہے اور ہماری پریشان حالی میں اس نے ہمارا ساتھ دیا ہے ہماری تنگی کو دور رکھا ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں شیخ کشیؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابی جعفر نے فرمایا کہ تم لوگ مختارؒ کو کس لیے بُرا کہتے ہو کہ مختار ہمارا اس قدر دوست تھا کہ اور وہ ہم کو اس قدر دوست رکھتا تھا کہ میری والدہ معظمہ کا مہر مختارؒ کے روپے پیسے سے ادا کیا گیا ہے۔ پس جو مقبول امام علیہ السلام ہے وہ مقبول کائنات ہے۔ کتاب شرح صحیفۂ سجاد میں مرقوم ہے کہ جب مختارؒ تخت نشین کوفہ تھا اور اس نے قاتلان امام حسینؑ کو تہ تیغ کیا تو ابن زیاد ملعون کا سر خدمت امام زین العابدینؑ میں روانہ کیا اور خط تحریر کیا کہ میں نے سُنا ہے کہ مخدّرات اہل بیتؑ نے اب تک کوئی خوشی نہیں کی ہے نہ بالوں میں کنگھی اور نہ لباس نو پہنا ہے۔ آپ کو مبارک ہو کہ ملعون ابن زیاد واصل جہنم ہوا اور اس کا یہ سر نجس بھیج رہا ہوں۔ اہل حرم سے کہئے کہ سوگ ختم کر دیں۔ اور اس نے امام زین العابدین کے لیے خضاب بھی بھیجا۔ جب مختار کے آدمی ابن زیاد کا سر بریدہ لے کر گئے امام علیہ السلام نے خدا کا شکر ادا کیا لیکن جب آپ نے خضاب دیکھا تو بے ساختہ گریہ فرمایا۔ غرضیکہ امام زین العابدینؑ

اندر تشریف لے گئے اور ابن زیاد ملعون کے قتل ہونے کی خبر سنائی آپ کے اہلحرم نے سوگ بڑھایا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظّٰلمین۔

کوفہ والوں کے خطوط کا مضمون

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ جب کوفہ والوں نے یہ خبر سنی کہ حضرت خامس آل عبا امام حسین علیہ السلام مدینہ سے مکہ تشریف لے آئے ہیں تو دوست، دشمن سب ہی نے امام عالیمقام کو اس مضمون کے خطوط تحریر کیے کہ آپ کوفہ تشریف لائیے ہمارا اب کوئی امام نہیں ہے ہم اس قسم کے مضمون خط کا سابق اوراق میں ذکر کر چکے ہیں اور ظاہر ہے کہ دوستداران اہلبیتؑ کے دعوت ناموں کا جواب مثبت انداز ہی میں ہو سکتا ہے اور اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کی تکلیف شرعیہ بھی یہی تھی۔ اس اجتماع میں جو سلیمان صرد خزاعی کے دولت کدہ پر ہوا تھا دونوں قسم کے لوگ شریک تھے!۔ منافقین میں سے اکثر یہ لوگ ہیں۔ شبیث بن ربعی، حجار بن ابجر، یزید بن حارث بن رویم، عروۃ بن قیس، عمرو بن حجّاج زبیدی۔ محمد بن عمر التیمی وغیرہم، ان لوگوں کے دل سیاہ تھے اور بہ مکر و دغا خطوط تحریر کیے تھے۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے ارشاد میں فرمایا ہے کہ ان لوگوں نے بڑھ چڑھ کر نصرت کرنے کا دعویٰ کیا تھا اور پیغام زبانی دیا تھا کہ اے پسر پیغمبر اگر تم نے ہماری طرف توجہ فرمائی تو ہمیں مخلصین میں پائیں گے لیکن ان خطوط کا امام حسین علیہ السلام نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا۔ یہ لوگ بھی کوفہ ہی کے رہنے والے تھے۔

اب ہم ان محبّان و دوستداران کا ذکر کرتے ہیں جنھوں نے فی الواقعی ایمان و مودّت کے جذبہ سے خطوط تحریر کیے تھے ان کا نفس مضمون یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الی الحسین بن علی علیہ السلام من شیعتہ من المؤمنین والمسلمین اما بعد فحیّ ہلا فان الناس ینتظرونک لا رای لہم فی غیرک العجل العجل ثم العجل والسلام۔ یعنی بنام خدائے رحمان ورحیم ہم مومنین و مسلمین شیعہ امام حسین علیہ السلام کی خدمت اقدس میں ملتمس ہیں کہ ہم سب حضور پُر نور کے منتظر ہیں کہ کب قدم رنجہ فرماتے ہیں کب ہمیں مولا کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔ خدارا تشریف لائیے اور جلد از جلد تشریف لائیے۔ اور کوفہ کی سرزمین کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے شرف بخشئے۔ مضمون خط تمام کر کے مہر ثبت کی اور دو قاصد منتخب کر کے خط روانہ بخدمت امام حسینؑ کیا۔ ان قاصدوں میں سے ایک ہانی ابن ہانی، اور دوسرا سعید بن عبد اللہ تھا جو کہ بعجلت تمام خدمت امام حسینؑ میں پہنچے۔ آپ نے خطوط ملاحظہ فرمائے اور پیغامات زبانی سنے، مگر امام حسینؑ نے اس وقت فرمایا کہ ان اللہ شاء ان یراک قتیلا۔ یعنی خدا اپنی راہ میں مجھے قتل ہونا دیکھنا چاہتا ہے۔ پس امام حسینؑ نے کوفہ کی طرف جانے کی توجہ نہیں فرمائی اور شہادت اختیار کی پس یہ حوصلہ صرف امام حسین علیہ السلام ہی کا تھا کہ عزت کی موت اختیار کی۔

امام حسین علیہ السلام کی جانب سے کوفیوں کے خطوط کا جواب اور مسلم بن عقیل کی کوفہ روانگی

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے وتلاقت الرسل کلہا عندہ فقرا الکتب و سئل الرسل۔ یعنی کوفہ کے قاصدوں نے امام حسینؑ سے جواب کے لیے اصرار کیا تاکہ وہ اپنے فرض کو ادا کر سکیں اور کوفہ والوں

کو جواب دے سکیں۔ چنانچہ امام حسین علیہ السلام نے یہ جواب تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من الحسین بن علی الی العلاء من المؤمنین والمسلمین اما بعد! فان هانیا و سعیدا قدما علی بکتبکم و کانا آخرین من قدم علی من رسلکم و قد فهمت کل الذی قبصصتم و ذکرتم و مقالة جلکم انه لیس علینا امام قبل لعل الله ان یجمعنا بک علی الحق و الهدی ...الخ

خدائے رحمن و رحیم کے نام سے یہ خط ہے حسین ابن علی ابن ابیطالبؑ کی جانب سے مومنین و مسلمین مردماں کوفہ کے نام۔ اے ہانی و سعید تمہارے خطوط ملے۔ اور یہ دونوں خط اور قاصد آخری ہے تمہارے خطوط پڑھے۔ مقصود و مضمون دونوں سے آگہی ہوئی۔ تم نے تحریر کیا ہے ہمارا کوئی سوائے آپ کے امام نہیں ہے۔ تمہارا مقصد چونکہ ہدایت ہے پس فانا باعث الیکم اخی و ابن عمی و ثقتی اعلیتی مسلم بن عقیل یعنی کہ میں اپنے اہلبیت میں سے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو بھیج رہا ہوں جو (دین و شریعت میں) ثقہ ہے جب کہ وہ مجھ کو تحریر کریں گے کہ اہل کوفہ خوش سلوکی سے پیش آئے ہیں اور اچھے برتاؤ کے ساتھ ملے ہیں تو میں یہ سمجھوں گا کہ تمہارا دل اور زبان متحد ہیں اور جو کچھ تم نے خطوط میں اظہار عقیدت و محبت کیا ہے وہ صحیح و درست ہے چنانچہ امام حسین علیہ السلام نے مسلم بن عقیل کو بلایا اور حکم دیا کہ تقویٰ و پرہیزگاری کے ساتھ کوفہ جاؤ اور حکم احکام کو پوشیدہ رکھو کسی پر ظاہر نہ ہونے

پھر ان سے فرمایا اے برادر ذی قدر اس راہ میں بلند ہمتی سے کام لینا کیونکہ تم درجۂ شہادت پر فائز ہو گے اور وہاں قتل کیے جاؤ گے۔ میں تمہارے چہرہ بشرے سے آثار شہادت دیکھ رہا ہوں۔ پھر فرمایا: ارجو الله ان یوصلنی و ایاك الی ما نرید و یرفعنا الی درجة الشهادة۔ اے برادر بجان برابر خدائے تعالیٰ ہمیں وہ مقامات نصیب کرے کہ جو ہم چاہتے ہیں یعنی کہ مقام قرب و جوار حق تعالیٰ۔ اور مجھے امید ہے کہ خداوند تعالیٰ از راہ لطف و کرم مجھے اور تمہیں دونوں کو درجات قرب و کرامت یعنی کہ شہادت عطا فرمائیگا۔ پھر آپ مسلم بن عقیل سے بغلگیر ہوئے۔ بھائی نے بھائی کو گلے لگایا۔ اور اہلبیتؑ نے مسلم بن عقیل کو رخصت کیا اور مسلمؑ نے کوفہ کی راہ لی۔ جب حضرت مسلمؑ کوفہ کے لیے روانہ ہوئے تو امام حسین علیہ السلام نے ایسے تین شخص کہ جو کوفہ سے خطوط لے کر خدمت امام عالیمقام میں آئے تھے ساتھ کر دیے۔ ان میں سے ایک شخص کا نام عمارہ اور دوسرے کا نام عبدالرحمن اور تیسرے کا نام قیس تھا۔ یہ تینوں شخص کوفہ کے لیے آپ کے ہمراہ روانہ ہوئے اور وہ راستہ اختیار کیا کہ جو مدینہ جاتا تھا۔ شیخ مفید نے ارشاد میں نقل فرمایا ہے کہ فاقبل مسلم حتی اتی المدینة فصلی مسجد رسول الله صلی الله علیه و سلم۔ یعنی جناب مسلمؑ مدینہ پہنچے تو پہلے مسجد نبوی میں گئے اور نماز ادا کی۔ قبر نبویؐ کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور پھر اپنے گھر پہنچے، اپنے گھر والوں اور دوستوں کو وداع کیا اور پھر گھر سے برآمد ہوئے۔ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ مسلمؑ کے دو فرزند مدینہ میں تھے وہ ان کو بہت دوست رکھتے تھے۔ ان کی مفارقت برداشت نہ تھی، ان کو اپنے ہمراہ لے لیا۔ (مؤلف کتاب نے اس سے اختلاف کیا ہے)

بہرحال شیخ مفید کا افادہ یہ ہے کہ مسلم کوفہ کو روانہ ہوئے اور وہ جو دو آدمی آپ کے ہمراہ ہوئے تھے اور راستہ بھول کر کسی دوسری راہ چلے اور پانی نہ ہونے کی وجہ سے تشنگی کے عالم میں ہلاک ہو گئے۔ جناب مسلمؑ کو اپنے نور ایمان کے ذریعہ ان کی ہلاکت معلوم ہو گئی آپ نے اظہار افسوس فرمایا اور آپ جب منزل مضیق پر پہنچے تو پانی ملا اور سیراب ہوا، بعدہٗ آپ نے حضرت پادشاہ دین و دنیا، ولی الامر امام حسین علیہ السلام کو عریضہ تحریر کیا جو کہ اس مضمون پر مشتمل تھا کہ فانی اقبلت مع دلیلین لی فحادا عن الطریق فضلا و اشتد علیهما العطش فلم یلبثا الا ان ماتا و اقبلنا حتی ان تهینا الی الماء فلم ننج الا بحشاشات انفسنا ۔۔۔۔۔۔ الخ۔

یعنی کہ میں بہمراہی دونوں راہ نما کوفہ سے بھٹک گئے اور ایک بے آب و گیاہ گرم تر ریگستان میں پھنس گئے۔ وہ ریگستان کوزہ آہن گراں کی طرح گرم تھا اور پیاس نے کلیجہ و دل جلا دیا تھا اور وہ دونوں راہبر ہلاک ہو گئے۔ قدرتی طور پر ہم ایک تالاب پر پہنچے۔ اس منزل کا نام مضیق تھا کہ جہاں یہ تالاب واقع ہے، اس تالاب کا پانی مثل چشمۂ حیات ثابت ہوا اور پانی پی کر ہمارے جسم میں جان آئی۔ ہم اسی منزل مضیق میں مقیم ہیں۔ میں ان دونوں اشخاص کی موت کو فال بد سمجھتا ہوں اگر حضرت والا مناسب خیال فرمائیں تو مجھے اس سفر سے معاف رکھیں، والسلام ا۔ حضرت امام حسینؑ نے اس کے جواب میں تحریر کیا: فقد خشیت ان لا یکون عملک علی الکتاب الی فی الاستعفاء من التوجه الذی وجهتک الا الجبن فامض لوجهک الذی وجهتک فیه ۔

یعنی اے برادر بجان برابر تمہارا خط اور اسمہ قابل استفہام ہے یعنی اس میں کچھ باتیں قابل دریافت ہیں۔ کوفہ جانے سے بد دلی اور خوف تم پر طاری ہو گیا بغیر کسی عذر کے تم وہاں جاؤ۔ تم وہاں جانے پر مامور کیے گئے ہو۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے خط کو تمام کیا اور دستخط فرمائے۔

حضرت مسلم بن عقیل کا کوفہ پہنچنا

جب حضرت مسلم بن عقیل کا مکتوب گرامی جناب مسلمؑ کو ملا خط پڑھ کر فوراً ہی قیام گاہ سے دوبارہ سفر کوفہ اختیار کیا۔ لیکن آپ کا دل حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں مکہ پہنچنے کو بے چین تھا مگر اطاعت امام واجب تھی سیدھے کوفہ کی راہ لی۔ اور جب حضرت مسلم بن عقیل سفیر امام حسینؑ نامزد ہو کر کوفہ وارد ہوئے اس وقت تک کسی کو خبر نہ تھی کہ مسلم کوفہ تشریف لا رہے ہیں بلکہ خموشی کے ساتھ داخل کوفہ ہوئے۔ بروایت ابی مخنف آپ سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر وارد ہوئے۔ اور ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ مختار بن ابی عبیدہ کے گھر وارد ہوئے ہیں ممکن ہے ایسا ہو کہ جناب مختار کی خواہش پر آپ سلیمان صرد کے گھر سے مختار کے گھر منتقل ہو گئے ہوں۔ شیخ مفیدؒ کہتے ہیں کہ جب شیعوں اور محبوں کو یہ خبر ہوئی تو وہ سب کے سب بہت خوش ہوئے اور بغرض زیارت آنجناب آئے اور بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا۔ اہلاً و سہلاً کہا۔ دست بوسی کی قدم مبارک چومے اور جناب مسلمؑ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا مکتوب یعنی خط پڑھ کر سنایا۔ روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اسی روز اٹھارہ ہزار کوفی لوگوں نے حضرت مسلم کے دست حق پرست پر بیعت کی اور ان بیعت کرنے والوں کا سردار سلیمان صرد خزاعی تھا جو کہ اصحاب نبیؐ و علیؑ سے تھا اور مسیب بن نجبۃ فزاری جو کہ علیؑ کا محب

تھا عبداللہ بن سعید بن نفیل الازدی، رفاعہ بن شداد بجلی۔ عبداللہ بن وال التیمی، عابس بن شبیب شاکری، حبیب ابن مظاہر الاسدی، مسلم بن عوسجہ اور ابو ثمامہ الصیداوی اور مختار بن ابوعبیدہ ثقفی اور بھی حضرات تھے جو کہ صاحب قبیلہ اور صاحب تلوار تھے اور یہ سب کے سب اکابرین کوفہ سے تھے اور صاحبان جاہ و تمکنت تھے۔

بروایتے ابی مخنف جب عابس بن شبیب شاکری حاضر خدمت مسلم ہوئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کا نامہ پڑھا تو اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے حمد و ثناء الٰہی بجا لائے اور رسالت پناہیؐ پر درود و سلام بھیجا اس کے بعد عرض کیا اے آقا میں کوفیوں کے دل اور ان کے پوشیدہ ارادوں سے جو دل میں گزرتے ہیں واقف نہیں ہوں کہ وہ لوگ چھوٹے بڑے ارادت و عقیدت رکھتے ہیں یا نہیں لیکن میرا ضمیر یہ کہتا ہے کہ یہ لوگ منافق نہیں ہیں جو ان کی زبان پر ہے وہی دل میں ہے، بہر حال میں یقین دلاتا ہوں کہ اپنی تیغ تیز سے آپ کے دشمنوں سے قتال کروں گا اور خود قتل ہو جاؤں گا یہاں تک کہ میں خداوند تعالیٰ کے حضور میں پہنچوں۔ آفرین صد آفرین کہ جیسا عابس بن شبیب شاکری نے کہا تھا ویسا ہی کربلا میں امام حسینؑ کی نصرت میں عمل کیا اور دشمنوں سے قتال کیا اور خود شہید ہو گئے۔ اس کے بعد حبیب ابن مظاہر کھڑے ہوئے اور عابس کی طرف رُخ کر کے فرمایا کہ اے برادر تم نے اپنی تقریر میں حق اطاعت و رفاقت ادا کر دیا اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل کرے اور میں بھی مثل تمہارے حق امام ادا کروں گا۔ غرضیکہ یکے بعد دیگرے اہل کوفہ خدمت جناب مسلمؑ میں آئے، اور اظہار اطاعت و نصرت کیا اور سب نے اپنی اپنی توفیق کے مطابق تحفہ جات پیش کیے مگر حضرت مسلمؑ نے کسی کا تحفہ نہیں لیا۔ اظہار تشکر کیا اور تحائف واپس کر دیے۔ اور ان کو کھانے پینے کی تکلیف بھی نہیں دی بلکہ از مال خود اخراجات برداشت کیے۔

بلکہ جس دن حضرت مسلمؑ شہید ہوئے ہیں تو آپ اس دن مقروض تھے عمر بن سعد ملعون جو کہ ابن زیاد کا مقرب تھا آپ نے اس کو وصیت کی کہ میری شہادت کے بعد میری زرہ فروخت کر کے میرا قرض ادا کرے اور فرمایا کہ میں نے اہل کوفہ کا نان و نمک نہیں کھایا ہے۔ واحسرتا اگر جناب مسلمؑ بن عقیل کوفہ والوں کے نان نمک سے بچے رہے اور ان کا پانی تک نہیں پیا لیکن بے یاریٔ سید الشہداء امام حسینؑ دیکھنے کے قابل ہے کہ اہل کوفہ نے مہمان بلایا اور کھانا پانی تک نہ دیا یہ کیسی مہمانی ہے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

فضائل جناب مسلمؑ بن عقیل

حکماء کہتے ہیں کہ بادشاہوں کے سفیر، اپنے اپنے ملک کے بادشاہ کی بمنزلہ زبان ہوتے ہیں، ان کی رفتار گفتار بادشاہ کی رفتار و گفتار ہوتی ہے۔ حضرت مسلم چونکہ امام حسینؑ کے سفیر بن کر گئے تھے اور اقتدار و مملکت امام حسینؑ، دین و دنیا دونوں کو محیط کیے ہوئے ہے پس حضرت مسلم علیہ السلام کی رفتار و گفتار، دینی امور ہوں یا مملکت ظاہری ہو، امام حسینؑ کی رفتار و گفتار کی آئینہ دار ہے۔ علاوہ ازیں خود حضرت امام حسینؑ نے جب حضرت مسلمؑ کو کوفہ بھیجا ہے تو اپنی تحریر میں ان کو ثقہ فرمایا ہے کہ مسلم میرے اہل بیتؑ میں سب سے زیادہ ثقہ اور عالم ہیں، امین ہیں اور عادل ہیں۔ اور حضرت مسلم کے لیے یہ فخر کافی ہے کہ داماد حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ ہیں اور آپ خود بھی شجاعت میں بے بدل ہیں۔ رشادت یعنی راہِ راستی میں بے مثل ہیں۔ آپ کے قد بالا کا یہ حال تھا کہ اگر کسی شخص کو اٹھا لیا ہے تو اس کو مکان کی چھت پر ڈال دیے تھے۔ اہل کوفہ جب آپ کی جسامت اور قد وغیرہ کو دیکھتے تو کانپ جاتے تھے۔

جب لوگ آپ کو دیکھتے تو بے ساختہ کہتے کہ یہ شخص سفیر آلِ محمدؐ ہونے کے واقعی قابل ہے۔
اور جیسے کہ ذکر کیا جا چکا کہ بہ روایتِ ابی مخنف اٹھارہ ہزار کوفیوں نے آپ کے ہاتھ پر
بیعت کی تھی: وجعلوا له حجابا و بوابا یعنی کہ آپ کے لیے
حاجب اور دربان مقرر کیے گئے تھے جو کسی غیر یا مشتبہ شخص کو اندر داخل ہونے سے
روکتے تھے۔ اور مسلم بن عوسجہ اسدی دربان خاص تھے اور ابو ثمامہ صیداوی خزینہ دار
مقرر کیے گئے تھے اور لشکر بھی فراہم کیا گیا تھا اور وہ لوگ اسلحہ سے آراستہ تھے۔ اس
وقت حضرت مسلمؑ نے حضرت امام حسینؑ کو عریضہ تحریر کیا اور مفصل حالات سے آگاہ فرمایا
کہ اٹھارہ ہزار لوگوں نے اس وقت تک بیعت کی ہے اور لکھا کہ ایک ہزار تیغ زن نبرد آزما
ہمارے ساتھ ہیں جو ہماری مدد کریں گے۔ واحسرتا یہ تلواریں نصرت امام کی بجائے امام
حسینؑ کے خلاف کھنچ گئیں۔

نعمان بن بشیر گورنر کوفہ کی معزولی اور ابن زیاد کا تقرّر

کتاب الارشاد میں مروی ہے کہ جب حضرت مسلمؑ کے کوفہ پہنچنے کی خبر عام ہوگئی
تو نعمان بن بشیر کہ جو ان دنوں امیر کوفہ تھا یعنی گورنر کوفہ تھا مسجد کوفہ میں آیا اور لوگوں سے
خطاب کیا کہ اے لوگو اتقوا الله عباد الله ولا تسارعوا الى الفرقة والفتنة
یعنی اللہ سے ڈرو اور فتنہ و فساد نہ کرو۔ اگر فتنہ و فساد کرو تو لوگوں کی جانیں ضائع ہوں
گی، مال و اموال تاراج ہوں گے اور یہ بھی کہا کہ میں امیر کوفہ ہونے کی حیثیت میں کسی
سے نزاع نہیں رکھتا اور نہ حرب و جنگ چاہتا ہوں۔ اگر تم نے یزید کی بیعت توڑی اور
فساد کیا تو پھر تم سب کا خون بہانا روا ہوگا۔ عبداللہ بن مسلم بن ربیعہ کہ بنی امیہ کے ہوا خوا

ہوں میں سے تھا منبر کی ایک سیڑھی پر گیا اور گورنر کوفہ سے کہا کہ تو کمزوری دکھا رہا ہے تجھے کچھ
خبر ہے کہ کوفہ میں کیا ہو رہا ہے۔ نعمان بن بشیر نے دریافت کیا کہ کوفہ میں کیا ہو رہا ہے،
کہا وہاں پر فساد برپا ہے۔ نعمان نے کہا کہ میں کمزوروں میں سے سمجھا جاؤں گا بہتر یہ ہے
کہ مغرور ہو جاؤں تاکہ سزا سے بچ سکوں وہ دار الامارہ واپس پہنچا اور دوسرے تمام
لوگ منتشر ہو گئے۔ اس وقت عبداللہ بن مسلم نے ایک خط یزید ملعون کو تحریر کیا کہ مسلم بن
عقیل کوفہ میں آ گئے ہیں اور کئی ہزار کوفیوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے، اس کے
ساتھ ساتھ عبداللہ ابن مسلم نے گورنر کوفہ نعمان بن بشیر کے بارے میں یہ تحریر کیا کہ وہ
ضعیف حال اور کم عقل ہے حکمرانی کی قابلیت سے عاری ہے اور تمہیں کوفہ میں بڑی
احتیاط اور سختی سے نوٹس لینا چاہیے۔ عمر بن سعد ملعون نے بھی علیحدہ ایک خط یزیدؔ کو
تحریر کیا جو کہ عبداللہ بن مسلم کے مضمون خط کی تائید میں تھا۔ یہ دونوں خط یزید کو ملے متفکر
ہوا اور اس نے معاویہ کے مشیر کا رسرحون نامی شخص کو جو کہ ایک رومی غلام تھا طلب
کیا اور اس سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ اور کہا کہ حسین بن علیؑ نے کوفہ کا قصد کیا
ہے اور اپنا سفیر کوفہ بھیجا ہے اور ایک انبوہ کثیر نے اس کی بیعت کر لی ہے اور
نعمان بن بشیر جو کہ سر دست عامل کوفہ ہے ایسی قابلیت و قدرت نہیں رکھتا کہ کوفہ
میں انتظام کر سکے آخر میں کوفہ کے معاملہ میں متردّد ہوں مجھے کیا کرنا چاہیے سرحون چونکہ
ابن زیاد کا رفیق تھا لیکن یزیدؔ ابن زیاد کو پسند نہیں کرتا تھا اس واسطے سرحون نے ابن
زیاد کا نام تو نہیں لیا مگر اس نے یزیدؔ سے کہا کہ اگر تجھے اپنے باپ کا عہد یاد کر تو مجھے
یقین ہے کہ تو ابن زیاد کو عامل کوفہ نامزد کرے گا وہ عہد نامہ نکالا گیا جس میں تحریر تھا
کہ چاہیے کہ کوفہ و مصر کا گورنر کرے۔ کوئی دوسرا شخص ایسا نہیں ہے کہ مصر اور کوفہ کا
انتظام سنبھال سکے۔ جب یزیدؔ نے اپنے باپ معاویہ کا عہد نامہ دیکھا تو اس نے

مسلم بن باہلی کو بلایا۔ اور فرمان گورنری مصرین (کوفہ و مصر کی گورنری کا فرمان) لکھا گیا کہ ابن زیاد مجھے معلوم ہوا ہے کہ مسلم بن عقیل کوفہ میں ہیں لوگ ان کی بیعت کر رہے ہیں تو کوفہ جاکر ان کو وہاں سے نکال دے یا ان کو قتل کر دے۔ یہ فرمان یزیدی اس کو بصرہ پہنچایا گیا۔ اس وقت ہی اس ملعون نے حتمی ارادہ کر لیا کہ وہ کوفہ جاکر مسلم بن عقیل سے جہاد کرے گا۔ دوسرے روز وہ بصرہ سے کوفہ جانے کے لیے باہر آیا اور کوفہ کی راہ لی۔

یزید لعنہ کا قرآن مجید سے تفاؤل نکالنا اور قرآن کو پھاڑ ڈالنا

کتاب زہرۃ الریاض میں ہے کہ یزید لعنہ نے کوفہ بھیجنے کے لیے ایک لشکر بھی ترتیب دیا لیکن لشکر روانہ کرنے سے قبل اس نے قرآن مجید سے فال دیکھی تو قرآن مجید یہ آیت نکلی: وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ۔ (سورۃ ابراهیم آیت ۱۵) جب اس آیت پر یزید کی نظر پڑی تو قرآن دیکھ کر غضب ناک ہوا کیونکہ اس آیہ مجیدہ کا مفہوم یہ ہے کہ ہم سے ان پیغمبروں نے فتح کی دعا مانگی وہ تو پوری ہوئی اور ہر ایک سرکش اور عداوت رکھنے والا ہلاک ہوا۔ اس آیہ مجیدہ کی رُو سے ہلاکت یزید یقینی ہے۔

قتل حسینؑ اصل میں مرگ یزید لعنہ ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

(از مولانا محمد علی جوہر مرحوم)

ہمیں یہ شعر بہت برموقعہ معلوم ہوا بنابریں چسپاں کیا گیا ہے۔ بہرحال یزید نے دوسری مرتبہ بھی فال دیکھی تو پھر یہی آیت نکلی۔ اس مرتبہ یزید لعنہ نے قرآن کو پھاڑ ڈالا

اے گروہ مومنین اے شیعیانِ علیؑ! یزید نے قرآن صامت کے ساتھ یہ بے حرمتی کی اور قرآن ناطق کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ جب سر امام حسینؑ یزید کو دربار میں عمر بن سعد لعین نے پیش کیا تو طشت طلائی میں سر امام حسین رکھا تھا۔ تخت پر یزید ملعون بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چوب خیزران تھی اور امام حسین کے لب ہائے مبارکہ پر وہ چوب مار رہا تھا۔ اہل حرم بے کس و بے بس رسن بستہ سامنے کھڑے تھے، واحسرتا، الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

ابن زیاد کے نام یزید کا اور اشراف بصرہ کے نام امام حسینؑ کا خط

یزید لعنہ نے ابن زیاد کے نام ایک خط تحریر کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ: فانی لا اجد سھما ارمی بھا عدوی اجری منک۔ یعنی اے ابن زیاد آگاہ ہو کہ تیرے ترکش میں جو ظالم تر تیر ہو وہ تو دشمن کی طرف رہا کر۔ اور جب میرا خط پڑھے تو فوراً کوفہ کے حالات کی طرف توجہ کر اور محبانِ علیؑ اور اولاد اور مسلم بن عقیل کو قتل کر۔ پس جب یہ نامۂ یزید اس کو ملا۔ اسی روز حضرت خامس آل عبا امام حسینؑ نے اہل بصرہ کے نام خط ارسال کیا تھا جو کہ ابن زیاد ملعون کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ واقعہ یہ ہوا کہ اشراف بصرہ امام حسین علیہ السلام کی تشریف آوری کے خواہش مند تھے چاہتے تھے کہ کسی عنوان امام حسین علیہ السلام بصرہ تشریف لاویں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھی اہل بصرہ کو ایک خط ارسال کیا۔ اور اس خط میں آپؑ نے اشراف بصرہ میں سے احنف بن قیس تمیمی، عبداللہ بن معمر سعدی، منذر ابن جارود حارثی، مسعود بن معمر ازدی اور چند باثر حضرات کو مخاطب کر کے تحریر کیا تھا آپ کے خط کا مضمون یہ ہے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اما بعد فان اللہ اصطفی محمد صلی اللہ علیہ و

آلہ علی جمیع خلقہ و اکرمہ بنبوۃ وحباہ برسالتہ ثم قبضہ الیہ مکرما وقد نصح العباد وبلغ رسالات ربہ و کان اھلہ اصفیائہ احق بمقامہ من بعد وقد تامر علینا قوم فسلمنا و رضینا کراھۃ الفتنہ و الطلب العافیہ وقد بعثت علیکم بکتابی ھذا وانا ادعوکم بکتاب اللہ وسنۃ نبیہ فان سمعتم قولی واتبعتم امری اھدیکم الی سبیل الرشاد والسلام علیکم۔

یعنی کہ مخلوق میں درستی وراستی استوار کرنے کے لیے خدائے کون ومکان نے ہمارے جد بزرگوار حضرت محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور ان کو نبوت کے ساتھ مکرم کیا۔ مرتبہ رسالت عطا کیا۔ اور آنحضرتؐ نے اللہ کے بندوں کو نصیحت کی پیغام الٰہی ان کو پہنچایا۔ اور بعدہٗ آپ کی روح خدا کی طرف پرواز کر گئی۔ اور یہ چیز متحقق و مسلم ہے کہ آنحضرتؐ کے اہلبیتؑ اور اوصیائے کرام کی خلافت وجانشینی کے حقدار ہیں لیکن اس کا کیا علاج کہ امت نے ہمارا حق لے لیا اور ہم پر امیر ہو گئی اور ہم محض اس خیال سے کہ فتنہ برپا نہ ہو اس سے کراہت کرتے ہوئے خموش رہے۔ اور جبکہ دین ہاتھ سے جا رہا ہے مومنین اور شیعیان علیؑ رسوا وذلیل ہو رہے ہیں۔ میں یہ خط تم کو تحریر کر رہا ہوں اور تم کو کتاب خدا اور اپنے جد کی سنت کی متابعت کرنے کی دعوت دے رہا ہوں تاکہ تم راہِ راست پر رہو، والسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ۔ ابن نما علیہ الرحمتہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین یہ نامہ کہ جو اہل بصرہ کے نام تحریر کیا تھا، ان میں سے بعض حضرات کے یہ نام ہیں: احنف بن قیس، قیس ابن الہیثم، منذر ابن جارود، یزید بن مسعود نہشلی، آپ نے یہ خط توسل سلیمان نامی ارسال کیا تھا

جواب نامۂ اہل بصرہ بنام امام عالیمقام

مروی ہے کہ احنف نے جواباً یہ تحریر کیا کہ: فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ وَّلَا یَسْتَخِفَّنَّکَ الَّذِیْنَ لَا یُوْقِنُوْنَ ۝ صبر کرو اللہ کا وعدہ حق ہے بے یقین لوگ تجھے مایوس نہ کریں یعنی تم صبر کرو بیشک خدا کا وعدہ سچا ہے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ جو لوگ (تمہاری) تصدیق نہیں کرتے یہ بھی واضح رہے کہ جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کا مکتوب گرامی بصرہ پہنچا ہے ابن زیاد کوفہ جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ وہاں پہنچ کر حضرت مسلم بن عقیل کو قید کرے۔ منذر بن جارود کہ جس نے امام حسینؑ کے خط کا جواب دینے میں احنف بن قیس کی تائید کی تھی ابن زیاد کی زوجہ کا باپ تھا۔ دختر کا نام بحریہ تھا کہ جو ابن زیاد کے گھر میں تھی السید قدس اللہ روحہٗ نے لکھا ہے کہ منذر ابن جارود گورنر کوفہ ابن زیاد سے خائف رہتا تھا کہ اس کے حال کی خبر ابن زیاد کو نہ ہو جائے اور وہ مواخذہ کرے وہ حضرت امام حسینؑ کے قاصد کو ابن زیاد کے پاس لے گیا اس قاصد کا نام سلمان اور کنیت ابورزین تھی۔ اس مقام پر صاحب روضہ لکھتے ہیں کہ ابن زیاد نے قاصد کو ڈرا دھمکا کے کچھ لالچ دے کر یہ معلوم کر لیا کہ یہ خط کس کے نام ہے جب ابن زیاد کو ان کے نام معلوم ہو گئے تو اس دن کے اول وقت اشراف اہل بصرہ کو جمع کیا۔ اور پھر وہ منبر پر گیا خط پڑھا۔ اور کہا کہ اے گروہ مردمان کہ حسین ابن علیؑ کا قاصد بصرہ آیا ہے اور ایک گروہ کے نام ان کے خط لایا ہے۔ اور تم کو اپنی طرف دعوت دی ہے۔ میں نے اس قاصد کو قید کر لیا ہے اور نامۂ حسین میرے پاس ہے، میرا نام ابن زیاد ہے میں خون بہانے سے دریغ نہیں کروں گا، یزید لعنہ نے مجھے کوفہ کا امیر مقرر کیا ہے۔ اور میں کوفہ وارد ہوتے ہی مسلم بن عقیل اور ہواداران

حسین بن علی کو تہ تیغ کر دوں گا۔ اور میں اپنے برادر عثمان بن زیاد کو بصرہ کا حاکم مقرر کرتا ہوں۔ تم اس کی اطاعت کرو۔ اور میری باتوں کو یاد رکھو۔ اگر میں نے یہ سنا کہ فلاں شخص نے میری مخالفت کی ہے تو اس کا انجام برا ہوگا جب اہل بصرہ نے اس کی تقریر سنی، اس ملعون سے بہت سے زیادہ خائف ہوئے اور پھر اس نے اس قاصد کو سب کے سامنے بلایا اور اس کو قتل کر دیا۔ ابن زیاد انتہائی سفاک اور ظالم تھا۔

السید قدس اللہ روحہ نے فرمایا ہے کہ جب سبط رسول الثقلین امام حسین علیہ السلام نے اپنے چچازاد بھائی مسلمؑ بن عقیل کو کوفہ بھیجا اور ایک خط بھی اکابرین بصرہ کے نام تحریر کیا تھا اور ان کو اپنی طرف دعوت دی تھی جب نامۂ امام حسینؑ اشراف بصرہ کو ملا تو یزید بن مسعود نہشلی نے کہ جو اہل بصرہ میں نمایاں حیثیت رکھتا تھا ایک اہل بصرہ کی نمائندہ جماعت کو بلایا۔ جب اہل قبیلہ جمع ہو گئے اور اشراف بن تمیم دبنی سعد اور بزرگان بنی حنظلہ بھی آ گئے تو اس نے ان لوگوں سے خطاب کیا اور کہا کیا تم لوگ سمجھتے ہو کہ میں نے کس لیے بلایا ہے۔ سب نے کہا کہ آپ ہمارے بزرگ اور قائد، اب فرمائیے، ہزاروں اقبال مندیاں آپ کے زیر قدم ہوں ہم آپ کے ساتھ ہیں پھر اس نے کہا کہ اے گروہ مردم معاویہ ہلاک ہو گیا ہے اور وہاں پہنچ گیا کہ جہاں کا وہ مستحق تھا اور یزید شرابی اس کی جگہ تخت خلافت پر متمکن ہو گیا ہے اس میں کوئی ایک بھی ایسا وصف نہیں ہے کہ جو خلافت کے لیے موزوں ہے۔ اس کے بعد الغوی نے امام حسین علیہ السلام کی تعریف و مدح کا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حسین صدف عصمت و طہارت کا ایک پاکیزہ گوہر ہیں عمل و نطق دونوں ممنون قرآن و سنّت رسول خدا ہیں پس حضرت والا تبار حسین

ذی وقار ہی مستحق خلافت نبویؐ ہیں یہی عروۃ الوثقیٰ ہیں یہی حبل المتین ہیں یہی اُمت کے لیے سفینۂ نجات ہیں یہی شفیع روز جزا ہیں یہی نورِ خدا ہیں یہی سبط رسولِ خداؐ ہیں رفتار و گفتار میں علیؑ ہیں یہی تاجدار امامت ہیں، جبرئیل ان کے خادم ہیں ان کے قدموں کی مٹی سرمۂ طور ہے۔ اے گروہ مردم تم سب ان کی اطاعت کرو اور ان نصرت کرو ان کی آواز پر لبیک کہو ان کی یاوری کرو۔ اسی میں فلاح ہے اسی میں نجات ہے۔ اور یاد رکھو جس نے آپ کو چھوڑ دیا وہ دنیا میں بھی ذلیل اور آخرت میں رسوا ہے۔ اس تقریر کے جواب میں بنو حنظلہ نے کہا کہ اے ابا خالد خدا تم پر رحمت کرے۔ اے بزرگ ملت جو آپ حکم کریں ہم بجا لائیں گے اس پر عمل کریں گے اور آپ کے حکم پر ہم اپنی جانیں قربان کرنے کو عین سعادت سمجھتے ہیں۔

یزید بن مسعود نے ایک عریضہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو ارسال کیا جو کتاب لہوف میں مسطور ہے۔ اس خط کا خلاصہ یہ ہے کہ اے مولیٰ و آقا امام ابن امام حسین علیہ السلام انتم حجة الله على خلقه و وديعته فى ارضه تفرعتم من زيتونة احمدية هو اصلها و انتم فرعها فاقدم سعدت يا سعد طائر ذللت بك اعناق بنى تميم و بنى سعد۔ یعنی اے حجت خدا آپ پر میں قربان۔ آپ امانت خدا ہیں، شجرۂ محمدیہ کی شاخ ہیں اور اس شجر کے پتے ہیں وہ شجر مبارکہ محمدؐ ہیں اور آپ اس کی فرع (شاخ) ہیں اور آپ کی نسل مقدس اس کی شاخیں ہیں۔ آپ پر قربان اے تشریف لائیے۔ اہلاً وسہلاً و مرحباً۔ بنی تمیم اور بنی سعد آپ کی زیارت کے مشتاق ہیں۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ امام حسینؑ نے اہل بصرہ کو کہا تھا کہ میں مکہ معظمہ سے کوفہ جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ ہمارے شیعوں کو چاہیے کہ

کوفہ حاضر ہوں، اہل بصرہ ابھی انتظار امام حسینؑ میں تھے کہ ان کو خبر ملی کہ امام حسینؑ کربلا میں محصور ہو گئے ہیں اور تمام راستوں پر ناکہ بندی ہے۔ یزیدی فوج جنگ کرنے پر تلی ہوئی ہے اور جب بصرہ والوں سے اہل بصرہ کو یہ معلوم ہوا کہ کوفیوں نے محاصرہ کر لیا ہے۔ مرحوم السیّد فرماتے ہیں کہ جب یزید بن مسعود کو یہ معلوم ہوا کہ امام حسینؑ کربلا میں کوفیوں کے درمیان محصور ہیں تو انھوں نے تقریباً بارہ ہزار جنگجو آدمیوں پر مشتمل فوج ترتیب دی جو اسلحہ سے لیس تھے۔ مدد و نصرت امام حسینؑ کو جانے والے تھے کہ یکایک یہ سنا کہ حسینؑ کربلا میں قتل کر دیے گئے اور لاش مبارک خاک و خون میں۔ غلطاں ریگ گرم پر پڑی ہوئی ہے۔ یزید بن مسعود نے بے ساختہ کہا کہ یہ کیا خبر ہے لوگ یہ کیا کہہ رہے ہیں وہ سرِ راہ آ کر انتظار کرنے لگے کہ کوئی شخص ادھر سے آئے تو حال معلوم کیا جائے ایک عربی کو دیکھا کہ کربلا کی طرف سے آرہا تھا اس سے سوال کیا کہ کہاں سے آرہے ہو۔ اس عربی نے کہا کہ کربلا سے آرہا ہوں، اے امیر کیا بیان کروں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ سر امام حسینؑ نیزہ پر بلند کیا گیا۔ اور عزیزو اقارب کے لاشہ خاک و خون میں غلطاں زمین پر پڑے ہوئے ہیں۔

ابن زیاد کی بصرہ سے کوفہ روانگی

جب ابن زیاد ملعون کو کوفہ کی گورنری کا پروانہ یزید سے ملا تو اس نے اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو بصرہ میں اپنا نائب بنا کر چھوڑا۔ اور وہ ایک انبوہ کثیر کے ساتھ کوفہ روانہ ہو گیا۔ اور جب شہر کوفہ کے نزدیک پہنچا تو کوفہ کے باہر قیام کیا اور شب کے وقت غیر معروف راستے سے کوفہ میں داخل ہوا اس وقت

اس نحس ازلی کے سر پر سیاہ عمامہ تھا اور تلوار کمر میں تھی۔ اہل کوفہ نے یہ سنا تھا کہ حضرت امام حسین کوفہ تشریف لانے والے ہیں وہ اسی خیال میں مستغرق اس کے پاس آئے اور سمجھے کہ حسین ابن علیؑ آگئے ہیں۔ سب سے پہلے جب لوگوں نے دیکھا تو کہنے لگے اے مولیٰ حسین ہماری نگاہیں آپ کی زیارت کے لیے ترس رہی تھیں لیکن جب اس منحوس ازلی نے دارالامارہ کا رخ کیا تو لوگ سمجھے کہ یہ حسین بن علیؑ نہیں ہیں نعمان بن بشیر جو کہ اس وقت عامل کوفہ تھا لب بام کھڑا لوگوں کو دیکھ رہا تھا خود بخود کہنے لگا اے فرزند پیغمبرؐ یزید تمہیں کوفہ میں نہیں رہنے دے گا کسی دوسرے شہر کا رخ کرو اور اس طرف کوفہ کے عوام نعمان بن بشیر کو پکار پکار کے کہہ رہے تھے کہ اے مرد احمق دارالامارہ کا دروازہ کھول۔ اس وقت ایک غلام نے جو ابن زیاد کے غلاموں میں سے تھا کہا کہ اے نعمان یہ ابن زیاد ہے اس کے لیے دروازہ کھول یہ کوئی اور نہیں ہے یہ ابن زیاد ہے کہ جو علی والوں کو تہ تیغ کرنے عامل کوفہ ہو کر آیا ہے۔ جب مجمع عام نے یہ سنا تو سب منتشر ہو گئے اور اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے غرضیکہ نعمان نے دارالامارہ کا دروازہ کھولا اور ابن زیاد ملعون اندر داخل ہوا اور اس نابکار نے نعمان کو معزول کیا اور امارت کوفہ سنبھال لی اور تخت حکومت کوفہ پر بیٹھتے ہی ایک فتنہ برپا کر دیا جس کا اثر یہ ہوا کہ چند دنوں بعد اس نے حضرت مسلم بن عقیل اور ہانی کو شہید کیا۔ اور آپ کے سر مطہر کو دروازۂ قصر پر آویزاں کیا اور بیمار کربلا طوق و زنجیر میں مقیّد اس کے دربار میں پیش ہوئے اور اہل حرم امام حسین اس کے خوف سے مثل بید کانپ رہے تھے۔

❋

ابن زیاد کا کوفہ میں منادی کرانا اور عام اجتماع مردم

جب ابن زیاد ملعون بصرہ سے جناب مسلم بن عقیل کے قتل کے ارادہ سے کوفہ پہنچا اور سر نیچا کیے ہوئے خموشی کے ساتھ دارالامارہ میں داخل ہوا۔ تو اس نے لوگوں کو زیارت امام حسین کے لیے بے قرار دیکھا۔ مشتاق زیارت امام حسینؑ دارالامارہ میں داخل ہوتے دیکھا کہ یہ ابن زیاد ملعون ہے وہ ان سے کہنے لگا کہ اے کوفیو تم نے کیا فتنہ برپا کیا ہے۔ یزیدؒ کی بیعت توڑ دی ہے۔ ابن زیاد کہنے لگا کہ میرا ہاتھ یزیدؒ کا ہاتھ ہے۔ بیعت کرو ورنہ جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا تو بہت سے لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت یزیدؒ کی۔ ابن نما تحریر کرتے ہیں کہ ابن زیاد ملعون مثل پاگل کتے وسور کے رات بھر بے چین رہا اور غضب ناک رہا۔ شیخ نے ارشاد میں تحریر کیا ہے کہ صبح سویرے ہی ابن زیاد لعن نے کوفہ میں منادی کرا دی کہ سب لوگ مسجد کوفہ میں جمع ہوں جب وہ لوگ جمع ہو گئے یہ مردود منبر پر گیا اور اس نے خطبہ دیا اور فرمان گورنری پڑھ کر سنایا اور کہا کہ اے گروہ مردم یزیدؒ نے مجھے کوفہ کا والی مقرر کیا ہے کہ لوگوں میں عدل و انصاف کروں اور مخالفین میں انھیں تہ تیغ کروں اور کہا کہ میرے قہر غضب سے لوگوں کو ڈراؤ۔ یہ کہہ کر وہ دارالامارہ چلا گیا۔ ابن اعثم کوفی کہتے ہیں کہ دو دن تک ابن زیاد برابر منبر پر گیا وہ سیاہ عمامہ پہنے ہوئے تھا تلوار حمائل کی تھی۔ اسد بن عبداللہ نے جو اس بدبخت کا دوست اور ہوا خواہ تھا کہا کہ خداوند تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے: ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ

امتحان مرد بقوت بخت طالع ہوتا ہے۔ امتحان شمشیر بحدت و قطع ہوتا ہے۔

گھوڑے کی آزمائش اس کی چال اور تیزی سے ہوتی ہے اور ہمارا امتحان صرف یہ ہے کہ ہم تجھے اپنا امیر سمجھیں خواہ تو ہمیں کچھ بخشے یا ہمیں مار ڈالے تو ہمارا امیر ہے۔ اسوقت ابن زیاد ملعون منبر سے اتر آیا اور دارالامارہ چلا گیا۔ ابی مخنف کہتے ہیں کہ ابن زیاد نے چار دن تک برابر منادی کرائی اور شام قبائل کو آگاہ کیا کہ لوگو یزیدؒ کی بیعت پر جمع ہو جاؤ قبل اس کے کہ شام سے لشکر آئے اور تمہیں قتل کرے۔ مؤلف کتاب نے عالم تصور میں اہل کوفہ سے اس طرح خطاب کیا وائے ہو تم پر اے اہل کوفہ کہ اولاً تم نے سید ابرار امام حسینؑ کو مدینہ سے بلایا اور اب تم ان سے کنارہ کشی کرتے ہو اور ان کو وطن سے دور کر کے ان کے ساتھ دغا کرتے ہو اور جبکہ سفیر امام حسینؑ آگئے ہیں ان کے خلاف تلواریں بلند کرتے ہو اور قتل کرنے پر آمادہ ہو

شریک بن اعور کی جلالت قدر اور قضا و قدر کا جاری ہونا

عبیداللہ بن زیاد جب بصرہ سے بارادۂ گرفتاری جناب مسلم بن عقیل کوفہ پہنچا ہے اور سریر آرائے تخت حکومت ہوا ہے متواتر مسجد کوفہ میں منبر پر جا کر موعظہ بیان کرتا۔ اور اس کی منشا یہ تھی کہ جناب مسلم بن عقیل کے خلاف لوگوں کو آمادہ کیا جائے اور کوفیوں میں دہشت پھیلا دی جائے۔ مصنف کامل السقیفہ فرماتے ہیں کہ منادی میں یہ کہا جاتا تھا کہ جو کوئی یزید بن معاویہ کے دشمن اور مخالف کو اپنے گھر میں پناہ دے گا تو اس گھر کے لوگوں سمیت گھر کو آگ لگا دی جائے گی۔ اور اس کی زمین وغیرہ ضبط کر لی جائے گی۔ صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ ان تمام حالات کی جناب مسلمؑ کو خبر پہنچ رہی تھی جس کی وجہ سے آپ خائف تھے۔ آپ مختارؓ کے گھر سے نماز عشاء کے

بعد جناب ہانیؓ کے گھر چلے آئے تھے کیونکہ جناب ہانیؒ اشراف کوفہ میں سے ایک معزز فرد تھے۔ جناب ہانیؒ نے تنہائی میں جناب مسلمؑ سے حالاتِ حاضرہ پر گفتگو کی۔ سوال کیا کہ آپ کس غرض سے تشریف لائے ہیں آپ نے فرمایا کہ تمہارے گھر پناہ لینے کی غرض سے آیا ہوں۔ کیونکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس طرح میں دشمنوں سے محفوظ رہوں گا۔ جناب ہانیؒ نے عرض کیا کہ قبلۂ عالم کہ آپ نے مجھے اور خود کو ہلاکت میں ڈال دیا اور جبکہ آپ تشریف لائے ہیں اہلاً وسہلاً میرے آپ مہمان ہیں۔ میں آپ کی حفاظت کرنا واجب سمجھتا ہوں۔ اس مقام پر ہم ایک مقولہ سپرد قرطاس کرتے ہیں۔ حکماء کا قول ہے کہ سخی لوگوں سے گریز کرنا اور بخیل و کنجوس لوگوں سے پرہیز کرنا اپنے آپ کو گرداب حوادث میں پھنسانا ہے۔ مصیبت میں صرف وہی انسان کام آسکتا ہے جو کریم النفس ہو۔ پس کریم سے گریز نہیں کرنی چاہیے۔ بہر حال جناب ہانی نے ایک کمرہ حضرت مسلمؑ کے لیے مخصوص کر دیا تاکہ بحفاظت آرام کریں اور اس نے آپ کو پوشیدہ رکھنے میں انتہائی کوشش سے کام لیا۔ روایات بتلاتی ہیں کہ شریک بن اعور ہمدانی جو کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ کے خاص محبوں میں سے تھے اور بڑی منزلت و قدر والے بزرگ تھے۔ ارباب رجال ان کو امیر المومنینؑ کے اصحاب خیر و دوستدار سمجھتے تھے انھوں نے حضرت علیؑ کی شان میں قصائد کہے ہیں اور آپ کی بہت مدح کی ہے۔ یہ بزرگ صاحب تقیہ بھی تھے اس لیے دوسرے لوگوں پر اپنے تشیع کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ یہ بصرہ کے رہنے والے تھے اور اہل بصرہ میں بزرگ تر تھے۔ صاحب اثر و رسوخ تھے۔ جب ابن زیاد کوفہ پہنچا ہے تو جناب ہانیؒ سے ملنے آیا لیکن اس وقت جناب ہانی بیمار تھے اور بوجہ بیماری کمزوری بھی غالب تھی۔ ابن شہر آشوب نے لکھا ہے کہ جب شریک بن اعور ہمدانی کو یہ خبر معلوم ہوئی

کہ حضرت مسلم بن عقیل جناب ہانی کے گھر پوشیدہ ہیں زیارت جناب مسلم کے لیے ہانی کے گھر پہنچے۔ اور اپنا اشتیاق زیارت کا اظہار کیا۔ اور دل میں حضرت مسلم کی تنہائی اور بے یاری پر رنجیدہ ہوئے اور ساتھ ہی ساتھ مردمان کوفہ کی بے وفائی پر دل کڑھنے لگا۔ اور کہا اے مسلم میں تیرے قربان ہو جاؤں۔ اور پھر ابن زیاد ملعون کی ہلاکت کے بارے میں سوچنے لگے کہ آج کل میں ابن زیاد عیادت کے لیے ضرور آئے گا۔ کمین گاہ سے اس کو قتل کیا جائے۔ پس کہا اے ہانی جب میں مشغول گفتگو ہوں تو اس اثنا میں پینے کا پانی طلب کروں گا۔ اسی اثناء میں کہ میں پانی مانگوں تم کمین گاہ سے آنا اور اس ملعون کو قتل کر دینا۔ ابی مخنف کہتے ہیں کہ جناب ہانی خود بیمار تھے باین وجہ اہل خبر میں اس کے بارے میں اختلاف ہے لیکن ابن نما کہتے ہیں کہ جب عبید اللہ ابن زیاد ملعون عیادت کے لیے پہنچا اور شریک بن اعور کے بستر کے نزدیک بیٹھا۔ مزاج پرسی کی اور جب گفتگو طویل ہوئی اگرچہ شریک بن اعور اس امر کے منتظر تھے کہ مسلم کمین گاہ سے تلوار لے کر اس کو قتل کر دیں آپ نے ہر چند پانی طلب کیا لیکن کوئی جواب بصورت اثر نہ ہوا تو خوف ہوا کہ موقعہ ہاتھ سے نکل گیا اور اشعار پڑھنے لگے کہ مسلم بن عقیل تک آواز پہنچ جائے۔ اس وقت ابن زیاد ملعون کو شبہ ہوا پانی کی طرف رخ کر کے کہا اے میرے چچا زاد کیا ہذیان طاری ہے۔ ہانی نے لرزتے ہوئے جواب دیا کہ ہاں ایسا ہی ہے۔ اس وقت ابن زیاد ملعون فوراً اٹھا اور خانۂ ہانی سے باہر ہو گیا۔ اس وقت مسلم تلوار لیے ہوئے باہر نکلے۔ شریک بن اعور کھڑے ہوئے اور کہا کہ تم نے اس دشمن ازلی کو قتل کیوں نہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایک عورت اس مکان کی عورات میں سے نکلی اور مجھے شدید ترین قسمیں دیں کہ اس کو ہرگز قتل نہ کرنا بس میں قتل نہ کر سکا۔ اس وقت ہانی نے دیکھا کہ وہ عورت اس کی زوجہ تھی۔ ابی مخنف نے

یہ بھی لکھا ہے کہ ہانی خود بھی مانع تھے کہ اس مکان میں عورات اور بچے رہتے ہیں جو کہ رقیق القلب ہوتے ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تلف ہو جائیں پس یہ خوف مانع رہا اور آپ نے جناب مسلمؑ کو قتل کرنے سے روکا۔

☆

ابو الفتوح لکھتے ہیں کہ مسلم نے بوجہ کراہت ہانی ایسا نہیں کیا کہ اس کے گھر میں خونریزی ہو خواہ کافر ہی کو کیوں نہ قتل کیا جائے۔ پس مسلمؑ نے ابن زیاد کو قتل نہیں کیا۔ ابن زیاد کو قتل نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مومن کسی کی کمین گاہ میں بیٹھ کر کسی کو قتل نہیں کرتا، یہ اس کی جوانمردی کے خلاف ہے۔ کتاب الریاض میں اس طرح مرقوم ہے کہ جناب مسلمؑ نے بوجہ اپنی کمزوری یا بزدلی قتل سے گریز نہیں کیا بلکہ ابن زیاد کو اس لیے قتل نہیں کیا کہ قضا و قدر الٰہیہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بارے میں جاری ہو چکی تھی۔ اور آپ کے ساتھ تمام شہدائے کربلا اور خود جناب مسلم کا نام نامی محضر میں ثبت تھا۔ یہی وجہ بھی ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے روز عاشورا محرم نہ ملائکہ کی نصرت قبول کی اور نہ اجنّہ کی نصرت قبول کی۔ بلکہ امام حسین لقاء الٰہی کے خواستگار تھے تاآنکہ آپ درجۂ شہادت پہ فائز ہوئے اور درجات جلیلہ حاصل کیے۔ اور خود حضرت مسلم بن عقیل چونکہ سفیر حضرت امام حسینؑ تھے اور شہدائے حسینی میں ہراول کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر ابن زیاد ملعون کو کمین گاہ سے قتل کر دیتے تو خود درجۂ شہادت پر کس طرح فائز ہوتے۔

معقل غلام کا قیام گاہ مسلم بن عقیل کا پتہ لگانا

ابن زیاد ملعون نے کوفہ پہنچ کر جناب مسلم بن عقیل کی گرفتاری کی پوری پوری

کوشش کی۔ منادی کرائی گئی یہاں تک کہ معقل غلام نے آپ کی منزل کا سراغ لگا لیا۔ یہ بدبخت ابن زیاد کا خاص غلام تھا۔ سیاہ فام تھا جس کی وجہ سے لوگ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ غلام ابن زیاد ہے۔ صاحب روضۃ الشہداء اور شیخ مفید علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ ابن زیاد نے اس غلام کو طلب کیا اور اس کام پر مامور کیا کہ وہ حضرت مسلمؑ کے قیام کی جگہ کا سراغ لگائے اس کو اس کام پر مامور کرتے وقت سو ہزار درہم دیے اور کہا تو شیعیان علی کی طرف جا، اور ان میں خلط ملط ہو جائے یعنی گھل مل جا۔ اور اپنے آپ محب امام حسینؑ ظاہر کر اور کہنا کہ میں مسلم کے لیے درہم و دینار لایا ہوں تاکہ مسلمؑ گھوڑا اور سامان اسلحہ اپنے واسطے خرید کر سکیں۔ ابن زیاد نے کہا مجھے امید ہے کہ اس طرح تو مسلم کا پتہ لگانے میں کامیاب ہو گا اور جب تو اس جگہ کو دیکھ لے کہ جہاں مسلم پناہ لیے ہوئے ہیں۔ تو فوراً میرے پاس واپس آ اور نشاندہی کر معقل وہ درہم لے کر دارالامارہ سے باہر آیا اور مسجد کوفہ پہنچا۔ اور سوچنے لگا کہ اب کیا کروں۔ ناگاہ اس کی نظر ایک شخص پر پڑی کہ وہ پاک و پاکیزہ لباس پہنے ہوئے تھا۔ اور بڑے خضوع و خشوع اور راز و نیاز سے نماز پڑھ رہا تھا۔ اس ملعون نے دل میں سوچا کہ یہ شخص ہو نہ ہو کوئی محب آل رسولؐ ہے معقل ملعون نے تھوڑی دیر توقف کیا کہ وہ شخص نماز ختم کرے تو بات کروں۔ وہ شخص نماز سے فارغ ہوا معقل آگے بڑھا اور اس کو سلام کیا اور کہا جعلت فداک کہ میں تجھ پہ فدا ہوں۔ میں ایک شخص باشندگان شام سے ہوں۔ اور خداوند تعالےٰ نے میری مَنّت پوری کی ہے اور میں محب آل رسولؐ ہوں۔ میں نے یہ مَنّت مانی ہے کہ تین ہزار درہم ان بزرگوار کو پیش کروں کہ جو کوفہ میں برائے ہدایت آئے ہیں مجھے ان کی زیارت کرنے کی تمنّا بھی ہے۔ لیکن میں ان کی منزل سے بے خبر ہوں کہ ان کا کس جگہ قیام ہے۔ اس شخص نے کہا کہ تو نے مجھے اس کام کے لیے کیوں منتخب

کیا وہ بولا کہ آپ کے چہرہ بشرہ سے ایسے آثار پائے جاتے ہیں کہ جن پر نیکی و نجات منحصر ہے تو اس خاندان مصطفوی سے لو لگائے ہوئے معلوم ہوتا ہے یہ سن کر اس پاک باطن شخص نے کہا کہ ہاں میں دوست دار اہلبیت اطہار ہوں۔ تیرا گمان صحیح ہے لیکن آنجناب تو پوشیدہ ہیں اور ان کی پوشیدگی سے پردہ اٹھانا صحیح نہیں ہے معقل مردود نے مثل شیطان قسمیں کھائیں اور اس کو یقین دلایا کہ واقعاً وہ شخص دوستدار آل رسولؐ ہے۔ اس نے نام پوچھا تو ان بزرگوار نے اپنا نام بتلایا کہ میں مسلم بن عوسجہ ہوں اور کہا کہ میں اس جناب کا دربان ہوں، اگر تو عہد و پیمان کرے کہ کسی پر راز ظاہر نہ کرے گا تو میں تجھے ان جناب تک پہنچا دوں گا۔ اب تو چلا جا اور کل پھر اسی مقام پر آنا اور مجھ سے ملنا تاکہ میں آنجنابؑ تک پہنچاؤں۔ دوسرے روز معقل مردود پھر اسی جگہ مسجد میں آیا۔ مسلم بن عوسجہ اس کو حضرت مسلمؑ کے پاس لائے۔ اور آپ سے سارا ماجرا معقل بیان کیا۔ اس نے اپنے آپ کو جناب مسلمؑ کے قدموں پر گرا دیا۔ اور وہ درہم پیش کیے۔ جناب مسلم نے فرمایا کہ اگرچہ میں اس شخص کے چہرے پر وہ آثار نہیں دیکھتا کہ جس سے یہ ظاہر ہو کہ یہ ہدایت یافتہ ہے لیکن رضا لقضاء اللہ۔ قرآن منگوایا اور اس بدبخت نے قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی کہ کسی پر اس راز کو ظاہر نہ کروں گا۔ اس روز تا شب وہ ہانی کا مہمان رہا اور بوقت اوّل شب وہاں سے اجازت لے کر واپس ہوا اور سیدھا ابن زیاد کے گھر پہنچا۔ اور تفصیل کے ساتھ پورا واقعہ بیان کیا اور ابن زیاد مردود مسلمؑ کا حال سن کر خوش ہوا۔ ابوالفتح لکھتے ہیں کہ ابن زیاد ملعون نے غلام معقل کی بہت تعریف کی اور اس کے کام کو سراہا اور کہا کہ تو ہانی کے مکان پر ٹھہرا ایسا نہ کہ مسلمؑ کو شبہ ہو جائے اور وہ مکان تبدیل کر لیں۔ شیخ مفید فرماتے ہیں کہ ہانیؒ ابن زیاد سے خائف تھے۔ اور اس کے سامنے جانے سے

گریز کرتے تھے۔ ایک دن ابن زیاد نے کہا: مالی لا اری ھانیا کیا ہوا اور مجھ سے ایسی کون سی بات واقع ہوئی ہے کہ ہانی میری مجلس میں نہیں آتے۔ لوگوں نے کہا اے امیر وہ زیادہ کمزور ہو گئے ہیں۔ جس پر ابن زیاد نے کہا اگر ایسا ہے تو تعجب ہے اگر ہمیں ان کی اطلاع ہوتی تو ہم ان کی عیادت کرتے۔ پھر اس نے عمرو بن حجاج زبیدی کی طرف رخ کیا۔ یہ شخص جناب ہانی کی زوجہ رویحہ نامی کا باپ تھا۔ عمرو بن حجاج سے کہا کہ اے حجاج کیا وجہ ہے کہ ہانی ہماری مجلس میں نہیں آتے اس نے کہا اے امیر میں کچھ نہیں جانتا میں کیا کہہ سکتا کہ ہانی کیوں حاضر مجلس نہیں ہوتے۔ کہتے ہیں کہ ان کی طبیعت ناساز ہے۔ اس پر ابن زیاد نے کہا کہ مجھے ان کی سلامتی کا علم ہے وہ صُفّہ خانہ جا کر بیٹھتے ہیں اور لوگ ان کے گرد جمع ہوتے ہیں۔ اے حجاج تم اور محمد بن اشعث اور بھی جاؤ قبل اس کے کہ میں ان کی عیادت کے لیے پہنچوں تم یہ جائزہ لو کہ اشراف کوفہ میں سے کون کون لوگ ان کے پاس جمع ہوتے ہیں۔ اسی دوران مالک بن یربوع تمیمی کہ جو ابن زیاد کا قریبی دوست تھا آیا اور کہا کہ اے امیر اصلح اللہ الامیر یعنی اے امیر بہ سلامت باشد ایک تازہ حادثہ رونما ہوا ہے۔ اس نے سوال کیا وہ کیا حادثہ ہے کہنے لگا کہ میرا ایک صحرا کی طرف گذر ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص مدنی کوفہ سے مدینہ کی راہ پر جا رہا ہے۔ جب وہ میرے سامنے سے گذرا میں نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اور کہاں جاتا ہے۔ اس نے کہا میں ایک شخص مدنی ہوں مدینہ سے کوفہ کسی کام کے لیے آیا تھا اور اب واپس جا رہا ہوں۔ میں نے اس سے کہا کیا اہل کوفہ کا کوئی نامہ لے کر جا رہا ہے۔ اس نے کہا نہیں ایسا نہیں ہے۔ میں یہ سن کر سواری سے اترا اور اس شخص کی جامہ تلاشی لی تو یہ نامہ اس کے پاس نکلا۔ حجاج نے وہ نامہ اور اس شخص کو باب القصر پر پہرہ داروں کی سپرد کر دیا

تھا۔ ابن زیاد نے حجاج سے سارا واقعہ سن کر اس نامہ بر کو طلب کیا۔ پس نامہ بر آیا اور وہ خط ابن زیاد کو دیا اس نے خط پڑھا اس خط کا مضمون یہ ہے کہ یہ خط ہے بادشاہ حجاز مسلم بن عقیل کی طرف۔ اے سید و سردار ہمیں معلوم ہوا ہے کہ کوفہ میں رہنے والے شیعیوں نے آپ کی اطاعت کر لی ہے اور سنا ہے کہ بیس ہزار مردان کوفہ نے آپ کی بیعت کی ہے اور عہد و نصرت و یاوری کیا ہے۔ جب ابن زیاد ملعون نے یہ خط پڑھا کہ لوگوں نے بیعت کر لی ہے وہ غضب ناک ہوا۔ ابن شہر آشوب تحریر کرتے ہیں کہ یہ خط جس شخص کے پاس تھا وہ عبداللہ بن یقطرؒ تھے لیکن نامہ نگار کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مسلم بن عقیل خود تھے یا خط لکھنے والا کوئی دوسرا شخص تھا ابن زیاد نے یہ خیال کیا کہ اس خط کے لکھنے والے خود حضرت مسلم بن عقیل ہیں۔

ابوالفتوح نے ترجمہ میں لکھا ہے کہ ابن زیاد نے اس شخص سے دریافت کیا کہ کیا تو غلامان بنی ہاشم سے ہے۔ اور تیرا کیا نام ہے، تو اس شخص نے اپنا نام عبداللہ بن یقطر بتلایا۔ پھر عبداللہ بن یقطر سے سوال کیا کہ یہ نامہ جو تجھے دیا گیا ہے کس نے دیا ہے کہ عجوزِ شہر نے دیا ہے اور مجھ سے کہا کہ جب مدینہ پہنچو تو یہ عریضہ آقا کو دے دینا۔ ابن زیاد نے سوال کیا کیا تو عجوزِ شہر کو پہچانتا ہے۔ اس نے نفی میں جواب دیا پھر ابن زیاد نے کہا کہ دو کاموں میں سے ایک کام کو اختیار کر تاکہ تو میرے غضب سے بچ سکے۔ وہ یہ ہیں کہ یا تو اس شخص کی نشاندہی کر کہ جس نے یہ خط تحریر کیا ہے یا پھر انتہائی دردناک طریقہ سے اپنی موت اختیار کرنے کے لیے تیار ہو جا۔ عبداللہ ابن یقطرؒ نے کہا کہ خدا شاہد ہے کہ میں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ یہ خط عجوزِ شہر نے دیا ہے نام بتانے سے یہ بہتر ہے کہ میں تیرے ہاتھ سے قتل کیا جاؤں اس پر ابن زیاد ملعون برافروختہ ہو گیا۔ جلّاد کو طلب کیا اور عبداللہ بن یقطر کو قتل

کرا دیا۔

مؤلف کتاب لکھتے ہیں کہ عبداللہ ابن یقطر کوئی معمولی شخص نہیں تھے ان کی جلالت قدر کے لیے یہی چیز کافی ہے کہ آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کے رضاعی بھائی تھے اور حضرت خامس آل عبا علیہ السلام بھی ان سے بہت محبت فرماتے تھے۔ عبداللہ عابد و زاہد تھے۔ رات عبادت میں اور اکثر و بیشتر دن روزہ سے گزارتے تھے۔ عبداللہ ابن یقطر کی شہادت حضرت مسلم بن عقیل کے شہید ہونے سے دو تین دن قبل واقع ہوئی ہے مروی ہے کہ آپ چھ ذی الحجہ کو شہید ہوئے ہیں۔ یہ وہ جنہ شہادت پاتے ہیں حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کے سفیر تھے اللہ کی رحمتیں نازل ہوں عبداللہ ابن یقطر پر۔"

ابن زیاد کے حکم سے جناب ہانیؒ کی گرفتاری

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ غلام معقل نے یہ سراغ لگا لیا تھا کہ حضرت مسلم بن عقیلؑ حضرت ہانی کے مکان میں ہیں۔ اس نے ابن زیاد کو ساری روئیداد سنا دی۔ جس کو سن کر ابن زیاد نے جناب ہانی کو طلب کیا مگر جناب ہانیؒ نے بیماری کا بہانہ کر کے وہاں جانے سے گریز کی۔ اس پر ابن زیاد نے ملعون نے عمرو بن حجاج زبیدی، محمد بن اشعث اور اسماء بن خارجہ کو جناب ہانیؒ کے پاس بھیجا کہ وہ ان کو لے کر آئیں جب حضرت ہانی مجلس ابن زیاد میں پہنچے تو اس نے کہا اے ہانی کس لیے تم آنے سے گریز کر رہے تھے اور تم مجھ سے کس لیے دور رہے۔ الشیخ مفیدؒ نے لکھا ہے کہ وقت عصر تھا کہ ابن زیاد کے بھیجے ہوئے اشخاص خانہ ہانیؒ پہنچے تو اس وقت جناب ہانی خانہ مقفہ تشریف لے گئے تھے۔ جب ابن زیاد کے یہ اشخاص

پہنچے تو دیکھا کہ ہانی صُفّہ میں بیٹھے ہوئے ہیں ان لوگوں نے دریافت کیا ما یمنعک من لقاء الامیر۔ یعنی کون سی چیز مانع ہوئی کہ تم امیر ابن زیاد سے ملنے نہیں آئے۔ حالانکہ امیر نے تم کو یاد کیا اور وہ روزانہ تمہارا حال پوچھتے رہتے ہیں۔ ان کو آپ کی علالت کی خبر نہیں تھی ورنہ وہ عیادت کے لیے ضرور آتے۔ ہانیؒ نے فرمایا کہ چند دنوں سے طبیعت میں کمزوری کی وجہ سے تساہل پیدا ہوگیا ہے بایں وجہ حاضری سے معذور رہا۔ عمرو بن حجاج نے کہا کہ امیر کو چند باتیں معلوم ہوئی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ نقاہت نہیں ہے بلکہ امیر کے پاس نہ جانے کی وجہ کچھ اور ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ برسلامت یہاں آتے جاتے ہیں لیکن امیر ابن زیاد کے پاس نہیں آتے، اور اپنے واسطے ایسے اسباب فراہم کر رہے ہو کہ امیر تم پر سختی کرے۔ وہاں پہنچنے کے لیے آمادہ ہو جاؤ۔ سستی و تساہل دور کر دو۔ پس حضرت ہانی نے بحالت مجبوری آمادگی ظاہر کی، قاطر منگوایا اور قصر کا رُخ کیا۔ جب نزدیک پہنچے اور قصر ابن زیاد پر نظر پڑی تو دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ ابن زیاد میرے احوال سے آگاہ ہو اور مجھ سے مواخذہ کرے پھر کیا ہوگا۔ آخر کار اسماء خارجہ کی طرف رُخ کیا اور کہا کہ یا ابن الاخ انی واللہ لھذا الرجل لخائف۔ بخدا میں اس سے خائف ہوں اے حسان مجھ کو یہ تبلا کہ ابن زیاد کی مجلس میں کیا گفتگو ہوئی تھی آیا تُو نے کچھ سنا ہے اور سنا ہے تو کیا سنا ہے، حسان نے کہا اے چچا جان ذرا بھی دل میں کوئی خیال نہ لائیں وہاں آپ کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا اس نے ایسا اس لیے کہا کہ اسے یہ خبر نہ تھی کہ معقل غلام نے ابن زیادؑ کو یہ خبر دے دی ہے کہ مسلم بن عقیلؑ خانہ ہانیؒ میں ٹھہرے ہوئے ہیں جناب ہانیؒ دارالامارہ جانے پر راضی ہو گئے۔

جناب ہانیؒ کا قصر ابن زیاد میں تشریف لے جانا

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ حسان کے کہنے پر جناب ہانی قصر ابن زیاد تشریف لے گئے تو اس نے سلسلہ کلام شروع کیا۔ اور کہا اے ہانی تم نے مسلم بن عقیل کو اپنے گھر میں پناہ دی ہے اور لوگوں کو اس کی بیعت کرنے کی ترغیب دیتے ہو اور تم لوگوں کو آمادہ کرتے ہو کہ حضرت حسین ابن علیؑ کی بیعت کریں۔ اس کے لیے اسلحہ بھی جمع کر رہے ہو۔ جب حضرت ہانی نے یہ باتیں سنیں تو حیران رہ گئے۔ ابن زیاد کہنے لگا تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھے اس کی خبر نہیں ہے مجھے سب کچھ معلوم ہو چکا ہے لیکن اس کے باوجود بھی حضرت ہانیؒ نے فرمایا کہ اے امیر نہ مسلم بن عقیل میرے گھر میں ہیں اور نہ یہ میرے کام ہیں کہ میں بیعت کے لیے لوگوں کو دعوت دے رہا ہوں تو نے جو کچھ کہا جھوٹ پر مبنی ہے وہ ملعون غصہ میں بھر گیا اور معقل غلام کو طلب کیا۔ اور وہ نحسِ ازلی سامنے آیا اور حضرت ہانی کی اس پر نظر پڑی تو سمجھ گئے کہ یہ سارا واقعہ اس نے ہی ابن زیاد کو بتلایا ہے۔ ابن زیاد کہنے لگا کہ اس غلام کو پہچانتے ہو؟ حضرت ہانیؒ نے شرمندگی سے سر نیچا کر لیا اور کہا اے امیر خدا وحدہٗ تعالیٰ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ مسلمؑ کو میں از خود اپنے گھر نہیں لایا ہوں۔ میری خواہش پر وہ میرے گھر نہیں آئے ہیں جب کہ وہ خود ہی میرے گھر آ گئے تو مجھے حیا آئی کہ مہمان کو کیونکر گھر سے نکال دوں اور اس کو کیونکر پناہ نہ دوں۔ اب تمہیں اختیار ہے کہ جو چاہو حکم کرو۔ میں مسلم بن عقیل کو اپنے گھر سے باہر کر دوں گا۔ جہاں چاہیں وہاں چلے جائیں۔ اس پر ابن زیاد نے کہا کہ مسلم بن عقیل کو یہاں حاضر کرو۔ جناب ہانیؒ نے فرمایا ایسا تو ہرگز نہیں ہو سکتا کہ میں اپنے مہمان کو تیرے حوالے کر دوں۔ ابن زیاد نے

سختی سے کہا کہ اس کو ضرور یہاں لاؤ۔ جناب ہانیؒ نے فرمایا کہ یہ کام ہرگز نہیں کروں گا۔ یہ کام شریعت و طریقت اور دین کے خلاف ہیں۔ اسی اثناء میں عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا اے امیر مجھے اجازت دے کہ میں ہانی سے کچھ باتیں کروں شاید کہ کام بن جائے اس نے ہانی کا ہاتھ پکڑا اور علیحدہ لے گیا۔ اور کہا وائے ہو تجھ پر کہ باوجود صاحب عقل سلیم رکھنے کے ایک شخص کی خاطر تو اپنی ذات کو اور گھر والوں کو مصیبت و آفت میں ڈال رہا ہے اور ہلاکت کو دعوت دے رہا ہے۔ اس طرح تیرے ساتھی تیری اولاد سب ہی ضائع ہو جائے گی، مسلم کو ابن زیاد کے حوالے کر دے کہ تو نے اس کو پناہ دی ہے۔ ممکن ہے کہ امیر ابن زیاد اس کو ضرر نہ پہنچائے، جو سلطنت کا مقصر ہو اس کو پناہ دینا کیا معنی؟ ہانیؒ نے فرمایا کہ تو اس قسم کی نازیبا باتیں کس لیے کر رہا ہے کہ جسے میں نے اپنے گھر پناہ دی ہو اسے قاتل کے سپرد کر دوں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ پھر جب ابن زیاد کو اس گفتگو کی خبر ہوئی تو وہ مردود بہت غضب ناک ہوا۔ اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اور ہانی سے کہا یا تو مسلمؑ کو میرے پاس حاضر کر دو، ورنہ میں تمہیں اسی وقت قتل کراتا ہوں۔ جناب ہانیؒ نے کہا کہ اگر تو ایسا کرتا ہے تو پھر کوفہ میں ایک آگ بھڑک اٹھے گی۔ ابن زیاد ملعون نے کہا اے ہانیؒ تم مجھے خائف کرنا چاہتے ہو۔ جناب شیخ مفید نے ارشاد میں تحریر کیا ہے کہ ابن زیاد نے اس وقت ایک عصا چوب حضرت ہانیؒ کے منہ پر ماری۔ ایسا ہی اس ملعون نے اس وقت بھی کیا تھا کہ جب امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک اس کے دربار میں پیش کیا گیا تو اس ملعون نے عصا چوبی سر امام حسینؑ پر مارا تھا۔ اور بے ادبی کر رہا تھا) ابن زیاد نے کہا اے ہانیؒ تم یہاں سے اس وقت تک نہیں جا سکتے جب تک کہ مسلم بن عقیل کو پیش نہ کرو

گے۔ حضرت ہانیؒ نے فرمایا کہ خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ میں مسلم کو تمہارے حوالہ کروں۔ وہ میرے مہمان ہیں ان کی حفاظت کرنا میرا دینی و اخلاقی فریضہ ہے ابن زیاد کہنے لگا کہ اے ہانیؒ مسلمؑ کو ضرور حاضر کرنا ہوگا لیکن پھر بھی حضرت ہانیؒ نے جواب نفی میں دیا کہ میں ہرگز ایسا نہیں کر سکتا۔ اس ملعون نے آپ کے سر پر اور منہ پر وہ چوب ماری جو اس کے ہاتھ میں تھی۔ جس سے آپ اپنے خون میں نہا گئے۔ اے مؤمنین کرام، اے موالیان امام عالیمقام۔ ابن زیاد ملعون نے سر امام حسینؑ پر بھی وہی چوب ماری تھی کہ جب آپ کا سر بریدہ ابن زیاد کے دربار میں پیش کیا گیا ہے اس وقت اہل حرم رسن بستہ کھڑے تھے اور آپ کے بیمار امام سید سجاد، ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پاؤں میں بیڑیاں اور گلے میں طوق پہنے کھڑے تھے اور وہ منحوس سر امام حسین علیہ السلام کے ساتھ بے ادبی کر رہا تھا۔ کتاب الارشاد میں ہے کہ

جب ابن زیاد ملعون نے حضرت ہانیؒ کو زخمی کر دیا تو اس وقت حسان بن اسماء خارجہ کھڑے ہوئے اور کہا اے امیر ہم تیرے کہنے پر ہانیؒ کو یہاں لائے۔ ہمیں یہ امید تھی کہ تو ان کے ساتھ یہ اکرام و استحسان پیش آئے گا مگر تو نے ان کو زخمی کر دیا اور قتل کرنے پر آمادہ ہے۔ تیرا یہ فعل بزرگی کے خلاف ہے۔ اس پر ابن زیاد ملعون اور بھی زیادہ غضب ناک ہوا اور اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ حسان کو قید کر دو چنانچہ غلاموں نے انھیں پکڑا اور قید خانۂ قصر میں بند کر دیا۔

حضرات جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ ابن زیاد نے سر بریدۂ امام حسینؑ پر چوب ماری۔ اس وقت دربار ابن زیاد میں زید بن ارقم موجود تھے۔ ابن زیاد سے کہا تو لبہائے مبارک پر چوب مارتا ہے حالانکہ انھی لب و دندان کا رسول خدا بوسہ لیتے تھے چومتے تھے اسے بدبخت چوب سر امام حسین پر نہ مار۔ اجرکم علی اللہ۔

جناب ہانیؒ نے جب زیاد کا یہ ظلم دیکھا تو خیال کیا کہ اب تو میری جان خطرہ میں ہے ایک خادم کی تلوار کے قبضہ میں ہاتھ رکھا اور تلوار کھینچ لی چاہا کہ ابن زیاد پر حملہ کریں۔ ابن زیاد نے کہا اوحروری سائر الیوم تمہاری عمر اب ایسی نہیں ہے کہ تم امیرالمومنین کے قائم مقام پر حملہ کرو اس کی اس سے یہ مراد تھی کہ یزید معاذ اللہ امیر المومنین ہے اور میں اس کا قائمقام ہوں۔ کتاب العوالم میں ہے کہ الحروری ای الخارجی یعنی الحروری سے خارجی مراد ہے۔ ابو مخنف لکھتے ہیں کہ ہانیؒ نے غلام کی شمشیر اس لیے کھینچ لی تھی کہ ابن زیاد پر حملہ کریں چنانچہ انھوں نے حملہ کیا مگر آپ کی تلوار اس ملعون کے سر پر پڑی جس سے اس کی پگڑی پھٹ گئی اور ابن زیاد معمولی زخمی ہوا۔ ابن زیاد نے شور مچایا اس کا معقل غلام دوڑا ہوا آیا لیکن حضرت ہانیؒ نے اس پر ایک ایسی ضرب لگائی کہ وہ دو ٹکڑے ہو گیا اور واصل جہنم ہوا۔ اس وقت ابن زیاد کے دوسرے غلام دوڑے اور حضرت ہانیؒ کے گرد ہجوم کر لیا مگر حضرت ہانیؒ نے اپنی قوت ایمانی کے ساتھ ان پر حملہ کیا اور ایک ہی حملہ میں ابن زیاد کے پچیس غلام واصل جہنم کیے اور فرمایا کہ اے اہل ظلم و شقاوت اگر ایک شخص نے جو اولاد رسولؐ خدا سے ہے میرے گھر پناہ لی ہے اور میں نے اس کو پناہ دی ہے اس کی نصرت و حمایت کر رہا ہوں وہ مسلم بن عقیل ہیں کہ حضرت سلطان کائنات فرزند رسول خدا امام حسین علیہ السلام کے نائب خصوصی ہیں تم ان کی مخالفت کر رہے ہو۔ اسی اثنا میں ابن زیاد کے غلاموں نے ان پر غلبہ پایا اور ان کو پکڑ کر قصر کے ایک گوشہ میں مقید کر دیا۔ اس وقت اس ملعون نے غلاموں کو حکم دیا کہ ان کے ہاتھ عقب گردن باندھ دیے جائیں اور ان کو برہنہ جسم کر کے تازیانے لگائے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور حضرت ہانیؒ کی روح نے جنت اعلیٰ کو پرواز کیا اور درجۂ شہادت پہ فائز ہوئے۔ خدا کی لاکھ لاکھ رحمتیں ہوں حضرت ہانیؒ

پر کہ شہیدانِ کربلا سے پہلے خدمت نبیؐ و علیؑ میں پہنچے۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ اس وقت عمرو بن حجاج موجود نہ تھا۔ بلکہ وہ اسوقت پہنچا ہے کہ جب حضرت ہانیؒ قتل ہو چکے تھے۔ عمرو بن حجاج جو کہ حضرت ہانی کی زوجہ کا والد تھا قبیلۂ بنی مذحج سے تھا اس کے قبیلہ والوں نے جب خبر قتل حضرت ہانی سنی تو اسلحہ وغیرہ جمع کیا اور ایک اژدہام عظیم کے ساتھ دارالامارہ کا محاصرہ کر لیا اور تلواریں چمکنے لگیں۔ عمرو بن حجاج شور مچانے لگا کہ میں عمرو ہوں لیکن اس وقت بنی مذحج اس قدر جذبات میں ڈوبے ہوئے تھے کہ انھیں کچھ نظر نہ آتا تھا سوائے اس کے کہ ابن زیاد کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ ابن زیاد نے اپنی جان بچانے کے لیے "قاضی شریح" سے کہا کہ تو جا اور ان لوگوں سے کہو کہ ہانیؒ زندہ ہیں کسی نے ان کو قتل نہیں کیا ہے۔ شریح ہانیؒ کے پاس گیا دیکھا کہ خون جاری ہے۔ شریح نے ہانیؒ کی یہ حالت دیکھی کہ خون جاری ہے اور فریاد کر رہے ہیں کہ اے مسلمانو! اور اے میری قوم کے جوانو، میں قریب بہ ہلاکت ہوں۔ کہاں ہیں دیندار لوگ دیکھیں کہ میرا چہرہ اور میری ریش خون سے تر ہو گئی ہے وہ ہانیؒ کو قصر کی چھت پر نہیں لایا۔ اور ان کی فریاد و آہ کو سن کر اس نے بام قصر پر آ کر یہ کہا کہ اے لوگو فتنہ مت کھڑا کرو، ہانیؒ زندہ ہیں اور امیر ابن زیاد آ رہا ہے وہ تمہاری باتیں سننے کے لیے تیار ہے اور وہ تمہارے غم و اندوہ کو سمجھتا ہے میں اسی کا فرستادہ ہوں میں نے خود دیکھا ہے کہ تمہارا صاحب تمہارا بزرگ ہانی زندہ ہے وہ قتل نہیں کیا گیا ہے جس کسی نے ان کے قتل کی خبر تم کو سنائی ہے وہ دروغ گو ہے کاذب ہے۔ لوگوں نے جب قاضی شریح کا یہ بیان سنا اس کو درست اور صحیح سمجھا۔ اس وقت عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ ہانیؒ زندہ ہیں۔ تم لوگ چلے جاؤ اور قصر سے دور ہو جاؤ۔

اے مومنین حضرت ہانی کے مددگار اور نصرت کرنے والے موجود تھے۔ مگر واحسرتا کربلا میں جب امام حسین علیہ السلام یکہ و تنہا رہ گئے اور امام حسینؑ استغاثہ بلند کر رہے تھے کہ ہے کوئی مدد کرنے والا۔ مگر کوئی نہ تھا جو امام حسینؑ کی آواز پر لبیک کہتا۔ کیا فوج یزیدی میں مسلمان نہ تھے۔ جب دربار ابن زیاد میں سیدانیاں اسیر ہو کر پہنچیں تو اس وقت بھی کوئی اہل حرم کی فریاد پر لبیک کہنے والا نہ تھا اس وقت بیمار کربلا سید سجادؑ نے ابن زیاد سے فرمایا اے ابن زیاد تو نے اہل حرم کے پردہ کا کوئی خیال نہ کیا۔

مسلم بن عقیل کا کوفہ میں باہر نکلنا

مقتل ابی مخنف میں ہے کہ قاضی شریح بادشاہ ابن زیاد قصر کی چھت پر گیا اور اس نے آل مذحج کو مخاطب کر کے کہا کہ اے لوگو! تم کس لیے دارالامارہ کا گھیراؤ کیے ہو تمہارا امیر زندہ ہے اور بہ سلامت ہے وہ ابن زیاد سے کسی مسئلہ پر گفتگو کر رہا ہے۔ یہ سن کر وہ ہجوم منتشر ہو گیا۔ ابن زیاد منبر پر آیا اور اس نے اس مضمون کا خطبہ دیا کہ اے لوگو! اللہ کی اطاعت کرو اور آئمہ کی اطاعت کرو۔ تفرقہ پردازی سے گریز کرو اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اور ذلیل و خوار نہ ہو۔ اور ارتکاب جرم سے باز رہو اور لوگوں کو خوف زدہ کیا اور منبر سے اتر آیا اور باب التمارین سے نکل کر دارالامارہ کی راہ لی کہ ناگاہ ایک شور اٹھا کہ لوگو مسلم بن عقیل شمشیر بکف آ گئے۔ شیر بیشۂ حیدر کرار بپھرا ہوا ہے۔ مسلم کیا آ گئے دشمنوں کے لیے قضا محتوم آ گئی۔ یہ دیکھ کر چہرۂ ابن زیاد کا رنگ اڑ گیا۔ رواں دواں قصر میں داخل ہو گیا اور قصر کے دروازے بند کرا دیے۔ اور نگہبان محافظ بٹھا دیے۔ عبداللہ حازم کہتے ہیں کہ جب ابن زیاد کے لوگ حضرت ہانیؒ کو اس کے پاس لے گئے ہیں تو حضرت مسلم

بن عقیل نے مجھ سے فرمایا کہ تو ان کے ساتھ رہے اور جو کچھ جناب ہانیؒ پر گزرے مجھے اس کی خبر دے۔ چنانچہ عبداللہ حازم عقب میں ان کے ساتھ ساتھ رہا یعنی جریدہ صورت میں تاکہ کوئی پہچان نہ سکے اور تمام واقعات کا مشاہدہ کیا اور حضرت مسلمؑ کو اطلاع دی۔ اس وقت خانۂ ہانی میں ایک کہرام برپا ہو گیا۔ اس وقت جیسے ہی زوجۂ ہانی نے سنا تو وہ حضرت مسلمؑ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ واسطے ہو تجھ پر کہ میں تیری بدولت بیوہ ہو گئی میرے بچے یتیم ہو گئے تو اچھا مہمان ثابت نہ ہوا وہ کہنے لگی کہ تیری مہمانی کے نتیجہ میں ہانی مارے گئے۔ عبداللہ حازم کہتے ہیں کہ جب ہانی کے گھر میں رونے پیٹنے کی آوازیں بلند ہوئیں تو حضرت مسلمؑ نے مجھ سے فرمایا کہ تم باہر جاؤ اور ان لوگوں کو خبر کرو کہ جنھوں نے میری بیعت کی ہے۔ اسی دوران تقریباً چار ہزار سے زیادہ نبرد آزما جو اہل عراق سے تھے خانہ ہانیؒ میں جمع ہو چکے تھے۔ چونکہ تمام راستے گلی کوچے لوگوں سے بھرے ہوئے تھے اس لیے لب بام جا کر منادی کی گئی کہ اے منصور امت، مدد کے لیے پہنچو چونکہ یہ منادی حضرت مسلمؑ کے اشارہ پر کی گئی تھی پس حضرت مسلم بن عقیل بھی خانۂ ہانی سے باہر نکل آئے۔ مسجد کوفہ اور اطراف دارالامارہ لوگوں سے بھر گیا۔ اس وقت ابن زیاد کی یہ حالت تھی کہ قصر کے اندر بیٹھا ہوا تھا چند لوگ اس کے ساتھ تھے اور وہ مثل بید کانپ رہا تھا۔ اور اہل کوفہ دور دور تک قصر ابن زیاد کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور کوئی شخص قصر سے باہر نہیں آ سکتا تھا۔ ابن زیاد نے اس وقت کثیر بن شہاب کی طرف رخ کیا اور کہا کہ تو باہر جا لوگوں کو خوف زدہ کر تاکہ وہ حمایت مسلم بن عقیل سے باز رہیں اور خصوصاً آل مذحج سے بہ نرمی کلام کر تاکہ ہنگامہ ختم ہو سکے اور یزید کے بارے میں کہا کہ وہ عظیم فوج رکھتا ہے تم کو فنا کر کے رکھ دے گا۔ دوسری طرف ابن زیاد ملعون نے محمد بن اشعث

باہر بھیجا کہ وہ ہنگامہ پر کنٹرول کر سکے۔ محمد بن اشعث باہر نکلا لوگوں کو نصیحت کی اور علم امان نصب کیا۔ مقصد یہ تھا کہ جو اس علم کے نیچے آگیا وہ ابن زیاد کے تشدد سے محفوظ رہے گا۔ بہر حال کثیر بن شہاب مثل تیر شہاب باہر نکلا کہ وہ آل مذحج میں تفرقہ ڈالے اور انھیں منتشر پراگندہ کرے۔ اور اس کے بعد کسی دوسری طرف سے محمد بن اشعث بھی دارالامارہ سے باہر نکلا۔ اور لوگوں کو نصیحت کی اور علم امان کے نیچے آنے کی دعوت دی۔ پھر ابن زیاد نے شبث بن ربعی تمیمی کو بھیجا تاکہ وہ بنی تیم کو بھگانے اور بعدہٗ حجاز ابن الحجر سلمی اور پھر شمر بن ذی الجوشن ملعون کو بھیجا کہ یہ سب کے سب مجتمع لوگوں کو ڈرائیں اور منتشر کریں۔ پس ان بے دینوں نے لوگوں کو فریب اور دھوکا دینا شروع کیا۔ ڈرایا دھمکایا۔ اور جب ایک گروہ چلا گیا تو دوسرے گروہ کو چلے جانے پر آمادہ کیا کہ تم کیوں اپنے اہل وعیال کے لیے مصیبت بنتے ہو۔ محمد بن اشعث نے بنی آمارہ کے مکانوں کے نزدیک ایک اور علم امان نصب کیا۔ اور کہا کہ جو شخص اس علم کے نیچے آجائے گا امان پائے گا۔ کوفی لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ شخص درست کہہ رہا ہے۔ اور علم کے نیچے جمع ہونا شروع ہو گئے۔ ادھر کثیر بن شہاب نے یہ خبر اڑا دی کہ لشکر یزید دم بدم آرہا ہے۔ اس سے اور بھی زیادہ انتشار پھیل گیا۔ مؤلف کہتے ہیں کہ اگر اس روز مسلمانوں نے اپنی تلواریں غلاف میں رکھ لیں کہ دشمنانِ علیؑ و اولادِ علیؑ سے جنگ نہ کریں اور روز عاشورا محرم ان ہی لوگوں نے حضرت امام حسینؑ کے خلاف تلواریں کھینچ لیں کہ فرزند رسولخدا کو تہ تیغ کر دیں۔

مسلم بن عقیل کا نماز جماعت کرانا اور لوگوں کا منتشر ہو جانا

مروی ہے کہ جب ابن زیاد کے لوگ حضرت مسلم بن عقیل کو گرفتار کرنے

کے لیے خانۂ جناب ہانی پر جمع ہوئے تو حضرت مسلمؑ کو سکون وقرار ہوا اور حکم دیا کہ منادی کرا دی جائے اور ہمارے شیعوں کو خبر کی جائے کہ مسلمؑ خانۂ ہانی سے باہر نکل آئے ہیں اور ابن زیاد پر خروج کیا ہے۔ جب منادی کرائی گئی تو ایک جمعیت کثیر خانۂ ہانی پر آگئی۔ اور اپنی نصرت ویاوری کا یقین دلایا۔ روسائے کوفہ باہر نکل آئے اور ان لوگوں کو خوفزدہ کیا اور کہا کہ یزید نے لشکر کثیر بھیجا ہے جو تم سب کو تباہ کر دے گا۔ یہ سن کر سب لوگ منتشر ہونے لگے اور سب نے حضرت مسلمؑ کی یاوری ونصرت سے ہاتھ کھینچ لیا حضرت مسلمؑ نے صبر کیا اسی اثناء میں نماز مغرب کا وقت ہو گیا۔ آپ مسجد کوفہ میں نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ اس وقت تک کثیر تعداد میں لوگ نماز میں شریک تھے لیکن جب حضرت مسلمؑ نے نماز تمام کی تو سب لوگ آپ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ البتہ تقریباً تیس اشخاص باقی رہ گئے۔ آپ مسجد سے باہر آئے اور جب آپ باب الکندہ پر پہنچے لوگوں پر نظر ڈالی دیکھا کہ دس آدمیوں سے زیادہ موجود نہیں ہیں۔ دل میں کہنے لگے پروردگارا یہ کیا عالم ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ یہ سارے بیعت کرنے والے کہاں چلے گئے۔ یہاں تک کہ حضرت مسلمؑ تنہا رہ گئے اور آپ اسی عالم میں باب امراق تک پہنچے اور ایک مکان کے سامنے بیٹھ گئے۔ ابی مخنف کہتے ہیں کہ اس وقت درِ خانہ پر ایک ضعیفہ کھڑی تھی جو کہ کسی وقت میں اشعث بن قیس کے گھر میں تھی اور اس کے بعد اس عورت نے عقد ثانی کر لیا جس کا نام اُسید حضرمی تھا۔ اس سے ایک لڑکا تھا۔ بعض نے لکھا ہے کہ اس لڑکے کا نام بلال تھا بعض کہتے ہیں کہ اس کا نام اسد تھا۔ یہ لڑکا بغرض تماشا گھر سے باہر گیا تھا اور اسکی مادر یعنی مالکہ مکان دروازے پر کھڑی ہوئی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ جناب مسلم بن عقیل کی نظر اس عورت پر پڑی۔ فرمایا اے کنیز خدا ایک جام آب مجھے دے کہ میں پیاسا ہوں خدا وند تعالیٰ نے

تجھے روزِ قیامت سیراب کرے گا۔ اس عورت کا نام طوعہ تھا اس نے فوراً ایک کوزۂ آب پیش کیا۔ حضرت مسلمؑ نے پانی پیا اور اسی جگہ دیوار کے سہارے بیٹھ گئے۔ طوعہ نے دریافت کیا اے بندۂ خدا تو کون ہے کہاں سے آیا ہے کیا تو مسافر ہے، تو نے پانی پی لیا اب اپنی منزل کی طرف چلا جا۔ لیکن حضرت مسلمؑ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس عورت نے پھر کہا کہ یہ جگہ بیٹھنے کی نہیں ہے تو یہاں سے اپنے گھر چلا جا۔ حضرت مسلمؑ کا دل بھر آیا۔ آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ گریہ گلوگیر ہو گیا اور پھر کچھ جواب نہ دے سکے۔ صاحب روضۃ الشہداء اور شیخ ابن الفارسی نے روضۃ الواعظین میں لکھا ہے کہ اس عورت نے تیسری مرتبہ پھر چلے جانے کے لیے کہا۔ یا عبد الله عافاك الله قم واذهب الى اهلك اے بندۂ خدا! خدا تجھے عافیت کے ساتھ رکھے اب یہاں تیرا کیا کام اپنے اہل و عیال کے پاس چلا جا۔ حضرت مسلمؑ اٹھے اور نحیف و کمزور آواز سے فرمایا کہ ای امة الله مالی فی هذا المصر منزل ولا عشيرة۔ یعنی اے کنیز خدا! میں ایک برگزیدہ خاندان سے ہوں اور اس شہر میں مسافر ہوں، خانماں خراب ہوں اور اپنی قرابتداروں سے دور ہوں، اگر تو مجھے ایک شب کے واسطے قیام کرنے کی اجازت دے تو خدا تجھے جنت الفردوس میں گھر عنایت کرے گا۔ وہ کہنے لگی وہ معزز و بزرگ خاندان کونسا ہے کہ جس کی تو ایک فرد ہے، فرمایا میں مسلم بن عقیل ہوں۔ جب اس نے یہ سنا تو اس بی بی نے حضرت مسلم کو اپنے گھر ٹھہرنے کی اجازت دی اور آپ نے اس کے گھر پناہ لی وہ عورت اہلبیت طاہرین کی دوست دار تھی کہنے لگی میں آپ پر قربان یہ آپ اپنا گھر تصور کریں۔ پس جناب مسلمؑ داخل مکان طوعہ ہوئے۔ اس مکان کے ایک حجرہ میں قیام کیا۔ وضو کے لیے پانی پیش کیا۔ حضرت مسلمؑ رات بھر عبادت میں مشغول رہے

یہ شب، شب نہم ذی الحجہ تھی جو حضرت مسلمؑ کی زندگی کی آخری شب تھی۔ طوعہ خاتون نے اس خیال سے کہ حضرت مسلمؑ امام حسینؑ کے چچازاد بھائی ہیں بہت زیادہ احترام و اکرام کیا۔ خداوند عالم خولی شقی پر لعنت کرے کہ اس نے امام حسین کے سر بریدہ کو اپنے گھر لانے کے بعد ایک تنور میں رکھا۔ زنانِ کوفہ جو طوعہ کی طرح مومنہ تھیں سر مطہر کا احترام کر رہی تھیں اور الحرم کو زندان میں بھی نہیں جانے دیا اور سر مطہر امام حسین کو تنور سے نکال کر طشت میں رکھا اور ماتم کیا۔

پسر طوعہ کا ابن زیاد کو مسلمؑ کی مخبری کرنا اور محاصرہ

صاحب روضۃ الواعظین لکھتے ہیں کہ جب یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت مسلم کو لوگ چھوڑ کر چلے گئے اور اب حضرت مسلم تنہا رہ گئے ہیں ابن زیاد ملعون نے حصین ابن نمیر کو دربارۂ گرفتاری مسلم بن عقیل مامور کیا۔ الشیخ مفید لکھتے ہیں کہ اس نے یہ منادی کرا دی کہ کوئی شخص نماز عشاء سوائے در مسجد کے کسی اور جگہ نہ پڑھے چنانچہ در مسجد کوفہ پر ایک اژدہام جمع ہو گیا۔ اس وقت ابن زیاد ملعون نے ایک خطبہ دیا اور کہا:
ایها الناس فان ابن عقيل الرجل الجاهل قد اتى ما قد رايتم من الشقاق والخلاف۔ اے لوگو ابن عقیل (معاذ اللہ) سفیہ و جاہل ہے اور اس نے فتنہ برپا کر رکھا ہے۔ اور کوفہ کے ذلیل لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا ہے۔ اور اے لوگو اگر کسی نے مسلم کو اپنے گھر میں پناہ دی تو وہ میرے غضب کا نشانہ بنے گا اور جس کسی نے مسلم کی مخبری کی اور اس کو گرفتار کرنے میں ہماری مدد کی تو بہت زیادہ انعام و اکرام ملے گا بعدہ اس نے کہا: عباد الله اتقوا الله والزموا طاعتكم وبيعتكم ولا تجعلوا

علی انفسکم سبیلاً۔ اے کوفیو! تم خدا سے ڈرو اپنی ملازمت اطاعت و بیعت کو برقرار رکھو۔ اور اپنی جانوں پہ رحم کرو۔ اس کے بعد ابن زیاد حصین بن تمیم کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ اگر تم نے مسلم بن عقیل کو کوفہ سے باہر جانے دیا اور راستوں پر کڑی نظر نہ رکھی تو اس کا انجام بُرا ہوگا۔ یہ سن کر اس نے راستوں پہ ناکہ بندی کرا دی تاکہ مسلمؑ کوفہ سے باہر نہ جا سکیں۔ اُدھر جناب مسلمؑ نے طوعہ کے گھر قیام کیا اور عبادت کرتے رہے کہ کچھ رات گئے بلال پسر طوعہ گھر آ گیا۔ اس نے گھر میں ایسی چہل پہل دیکھی کہ جس سے اس کو یقین ہو گیا کہ آج کی شب کوئی مہمان آیا ہے۔ دریافت کرنے لگا کہ کون مہمان ہے۔ صاحب روضۃ الواعظین کہتے ہیں کہ طوعہ نے ظاہر کرنے سے گریز کی۔ آخرکار اس نے بیٹے سے عہد و پیمان لیا کہ کسی پر ظاہر نہ کرے تو میں تجھے بتائے دیتی ہوں۔ ہمارے گھر مسلم بن عقیل مہمان ہیں پس جیسے ہی اس ملعون نے سنا کہ مسلم تو ہمارے گھر مہمان ہیں وہ دشمن خدا اور رسول بہت خوش ہوا۔ اُدھر جب حضرت مسلمؑ عبادت سے قدرے فارغ ہوئے تو خواب پریشان دیکھا کہ حضرت امام حسینؑ اور اپنے اہل حرم و اولاد کو یاد کر کے گریہ فرمایا۔ صبح صادق نمودار ہوئی تو طوعہ نے جناب مسلمؑ کو وضو کی خاطر پانی پیش کیا آپ نے وضو فرمایا اور دوگانہ ادا کیا۔ اس مؤمنہ نے عرض کیا کہ اے مسلمؑ رات اکثر تمہارے گریہ کی آواز آتی رہی رونے کا سبب کیا ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں اپنے چچا امیر المومنین علی ابن ابیطالب کی زیارت کی۔ وہ تشریف لائے خواب میں فرمایا کہ: الوحا الوحا العجل العجل یعنی اے مسلمؑ تم آنے میں جلدی کرو۔ پس یہ سبب تھا میرے رونے کا۔ اور اس طرف صبح ہونے کے بعد بلال پسر طوعہ نے حصین کی طرف سے منادی سنی تھی کہ جو کوئی خبر مسلم دے گا انعام پائے گا۔ بلال طمع دنیا میں اندھا ہو گیا اور اس نے حرمت

جناب مسلمؑ کا مطلقاً خیال نہ کیا اور اس عہد کی پرواہ بھی نہ کی جو اس نے اپنی ماں سے کیا تھا کہ کسی کو مسلم کی خبر نہیں دوں گا۔ الشیخ مفیدؒ لکھتے ہیں کہ وہ عبدالرحمٰن بن محمد اشعث کے پاس گیا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ اس وقت محمد بن اشعث دربار ابن زیاد میں اس کے پاس بیٹھا تھا کہ بلال کی زبانی اسے معلوم ہوا کہ مسلم طوعہ کے گھر میں موجود ہے۔ ابن زیاد نے گفتگو کے انداز سے پہچان لیا کہ یہ خبر مسلم بن عقیل سے متعلق ہے۔ اس نے خیال سے کہ اگر کسی ایک قبیلہ کے آدمی نے گرفتار کیا تو دوسرے قبیلہ والے خیال کریں گے کہ ہمارا مہمان گرفتار ہو گیا پس اس نے تمام قبائل کے آدمی مامور کیے اور آپ کی گرفتاری کے لیے طوعہ کے گھر پہنچے ______ ابن زیاد ملعون نے پسر طوعہ کے گلے میں سونے کا طوق پہنایا اور سر پر سونے کا تاج رکھا اور انعام و اکرام دیا۔ جب یہ لوگ طوعہ کے مکان پر پہنچے اور مکان کا محاصرہ کر لیا تو حضرت مسلمؑ کو خبر ہوئی آپ نے فرمایا اے مادر مؤمنہ پریشان نہ ہو مجھے امیر ابن زیاد ملعون نے بلایا ہے اور یہ لوگ مجھے قید کرنے آ رہے ہیں کہ اس کے پاس لے جائیں۔ ان لوگوں کو مجھ سے سروکار ہے اور کوئی دوسری غرض نہیں ہے۔ مسلمؑ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور اسلحہ طلب کیا۔ طوعہ نے کانپتے ہاتھوں سے اسلحہ حاضر کیا اور جناب مسلم نے اسلحہ پہنا۔ اسلحہ کے علاوہ، توکل کا عمامہ زیب سر، بیعت امام حسینؑ کا نشان، بصورت تمغہ گلے میں، قدموں میں ثبات، ارادہ میں استواری اور اسلحہ ظاہری زیب تن کیے ہوئے علیؑ علیؑ کہتے ہوئے حجرہ سے باہر نکلے۔ طوعہ نے کہا اے سیدی اراك تتاهب للموت اے آقا آپ تو موت پہ کمربستہ ہیں۔ اس پر جناب مسلم نے فرمایا بخدا سوائے موت کوئی اور چارۂ کار نہیں ہے۔

اے مومنین کرام حضرت مسلمؑ کی حالت حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام

سے کس قدر مشابہ ہے کہ امام حسینؑ نے روزِ عاشورا محرم خود اسلحہ زیب تن کیا کہنہ اور بوسیدہ لباس پہنا تاکہ اگر اعدائے دین لباس تن سے اتار لیں تو اس بوسیدہ لباس سے جسدِ مبارک چھپا رہے۔ حضرت علیا زینب خاتون نے فرمایا اے بھائی کیا تم نے بھی مرنے پر کمر باندھ لی ہے۔ عزادارو، طوعہ نے حضرت مسلم سے دریافت کیا تھا آقا کیا مرنے پر کمر بستہ ہو گئے یہاں جناب زینب خاتون نے امام حسین سے یہی سوال کیا آپ نے فرمایا کہ اے بہن میں کیا کروں میرے عزیز و انصار مقتل میں پڑے ہوئے ہیں۔ اے بہن کوئی چارہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ موت اختیار کر لوں

شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے باسنادِ خود ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دن شاہ ولایت حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابیطالبؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ! اتحب عقیلا یا رسول اللہ۔ کیا آپ برادرِ عقیل کو دوست رکھتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں اس کو دو وجہ سے دوست رکھتا ہوں۔ ایک وجہ مسلم بن عقیل کہ جو تیرے فرزند حسین پر اپنی جان قربان کرے گا۔ اور مؤمنین مسلم پر گریہ کریں گے۔ (مومنین حضرات جناب رسولِ خدا کا ہر قول و فعل سنت ہوتا ہے پس شہید راہ خدا پہ رونا سنتِ رسولؐ ہے) اور یہ بھی فرمایا کہ ملائکہ مسلم پہ نماز و صلوٰۃ بھیجیں گے۔ بعدہ آنحضرتؐ نے گریہ فرمایا حتی جرت دموعہ علی صدرہ پس پیغمبر خدا نے اس قدر گریہ فرمایا کہ آپ کے سینۂ مبارک پر آنسو گرے اور فرمایا کہ الی اللہ اشکوا ما یلقی عترتی من بعدی۔ یعنی خدا سے میں شکایت امت کرتا ہوں کہ میری عترت و اولاد سے کیا سلوک کرے گی۔ پس مومنین کرام بھی حضرت مسلمؑ پر تاسیِ رسولِ خدا میں گریاں ہوتے ہیں۔ کامل السقیفہ میں مرقوم ہے کہ حضرت مسلمؑ

سجادۂ عبادت پر بیٹھ گئے اور دعاؤں اور اوراد میں مشغول ہو گئے کہ آپ نے اسلحہ کے کھنکنے اور گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنی۔ سجادۂ عبادت سے اُٹھے، اور بعجلت اسلحہ زیب تن کیے اور طوعہ سے فرمایا کہ خدا حافظ۔ اسی اثناء میں ابن زیاد ملعون کے فرستادہ اسلحہ سے لیس خانۂ طوعہ میں داخل ہو گئے اور حضرت مسلمؑ نے اس قوم ظلوم و جہول پر حملہ کیا اور اکثر ملعونوں کو واصلِ جہنم کیا۔ ابی مخنف کہتے ہیں کہ آپ نے طوعہ کی طرف رُخ کر کے فرمایا اے مادرِ مؤمنہ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ یہ گروہ اشرار جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے مجھ پر حاوی ہونے کی کوشش کرے گی۔ کشت و خون ہو گا اے مادرِ مؤمنہ تم گھر سے باہر چلی جاؤ۔ طوعہ روتی ہوئی باہر نکل گئی۔ اور کہنے لگی اے مسلمؑ اگر تم قتل ہو گئے تو ہم بھی زندہ نہ رہیں گے۔ حضرت مسلمؑ نے باہمت مردانۂ ہاشمی ان نابکاروں پر حملہ کیا اور آپ نے پچاس اشخاص کو واصل جہنم کیا۔ باقی سوار بھاگ گئے۔ محمد بن اشعث ملعون نے جب آپ کی یہ دلیری و شجاعت دیکھی تو ابن زیاد ملعون کو پیغام بھیجا کہ کمک بھیجی جائے کیونکہ ہمارا مقابلہ شیر بیشۂ شجاعت اسد اللہ سے ہے نہ کہ کسی بنئیے بقال سے۔ ابن زیاد نے پانچ سو اشخاص اور بھیجے۔ حضرت مسلمؑ برابر مقاتلہ کرتے رہے۔ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ جب حضرت مسلمؑ حرب و ضرب سے تھک گئے تو آپ لبِ بام تشریف لے گئے جب ان دشمنوں نے دیکھا کہ مسلم مکان کی چھت پر ہیں چاروں طرف سے پتھراؤ کرنا شروع کر دیا۔ سفیر آل محمدؐ پر کوفیوں نے پتھراؤ کیا اور اس قدر آپ زخمی ہوئے کہ تاب حرب نہ رہی لیکن پھر بھی آپ نے ہاشمی شجاعت و غیرت کا مظاہرہ فرمایا اور ہیبت ناک رجز پڑھا جس سے دشمنوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ حضرت مسلم نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا: مالکم ترمون

بالاحجار کما ترمی الکفار ۔ یعنی تم لوگ تو اس طرح پتھر برسا رہے ہو جیسے کوئی کفار پر باران سنگ کرتا ہے۔ کیا میں مسلمان نہیں ہوں، کیا میں اہلبیتؑ رسولؐ خدا سے نہیں ہوں، کیا میں فرزند رسولؐ کا سفیر نہیں ہوں۔ بروایتے روضۃ الشہداء حضرت مسلم نے مکہ کی طرف رخ کر کے فرمایا اے فرزند رسول اے حسین مظلوم خبر ہے کہ آپ کے چچازاد بھائی کے ساتھ یہاں کیا ظلم ہو رہا ہے۔ پتھر برسائے جا رہے ہیں۔ واحسرتا یہ مظالم، یہ باران سنگ دراصل امام حسینؑ پر تھی کیونکہ مسلم آپ کے بھائی تھے آپ کے نائب تھے لیکن حضرت امام حسین پر کربلا میں روز عاشورا تیروں کی بارش بھی ہوئی اور پتھر بھی برسائے گئے یہاں تک کہ امام حسینؑ از سر تا قدم زخمی ہو گئے ۔ واویلا ایک تیر سہ شعبہ آپ کی پیشانی مبارک پر لگا خون جاری ہو گیا اگر حضرت مسلمؑ کربلا میں ہوتے تو دیکھتے کہ فرزند رسول خدا، مسلمؑ کے بھائی علیؑ و فاطمہؑ کے نور نظر کس طرح زخمی ہوئے ہیں۔ غرضیکہ جب حضرت مسلمؑ پر پتھروں کی بارش ہو رہی تھی تو آپ نے آسمان کی طرف نگاہ کر کے فرمایا: یا اللہ قتلنی العطش یعنی اے اللہ! مجھے پیاس نے مار ڈالا۔ پھر ان لوگوں کی طرف مخاطب ہوتے فرمایا اے قوم مسلمان اسقونی اے مسلمانوں مجھے ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ مگر کسی نے پانی تک نہ دیا۔ طوعہ کے کانوں میں یہ آواز پہنچی تو اس نے پانی پیش کیا۔ لیکن پانی قسمت میں نہ تھا۔ حالانکہ طوعہ نے پانی دیا لیکن کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام ششماہہ علی اصغرؑ ہاتھوں پر لیے ہوئے ہیں بچہ کے لیے پانی طلب کر رہے ہیں مگر اس قوم نابکار نے پانی نہ دیا بلکہ آب تیر سے علی اصغرؑ کی پیاس بجھائی۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

مسلمؑ بن عقیل کی گرفتاری

روز عرفہ یعنی نہم ذی الحجہ کو جب کہ حضرت مسلم بن عقیل حرب وضرب سے نڈھال ہو گئے اور تو اعدائے دین نے آپ پر ہجوم کر لیا۔ ابن زیاد ملعون فوج پر فوج بھیجتا رہا۔ آخر کار حضرت مسلمؑ طوعہ کے مکان سے نکلے ۔ اور مقاتلہ کیا اور کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ ابی مخنف کہتے ہیں کہ جب کوفیوں کو یقین ہو گیا کہ اس شیر بیشۂ شجاعت حیدری کو اس طرح گرفتاری نہ کیا جا سکے گا تو ان ملعونوں نے ایک گڑھا کھودا اور اس پر گھاس پھونس ڈال دیا۔ جب حضرت مسلمؑ حملہ کرتے ہوئے اس گڑھے کے نزدیک پہنچے تو اس میں گر پڑے۔ حضرت مسلمؑ کا گڑھے میں گرنا تھا کہ کوفیوں کا اژدھام گڑھے پر جمع ہو گیا اور حضرت مسلم بے بس ہو گئے ۔ شیخ مفیدؒ لکھتے ہیں کہ اس وقت محمد بن اشعث ملعون نے حضرت مسلمؑ سے کہا کہ میں تم کو ابن زیاد کی طرف سے امان دے سکتا ہوں بشرطیکہ تم اس کی امان طلب کرو۔ حضرت مسلمؑ خاموش رہے اور لوگوں نے حضرت مسلمؑ کو گڑھے سے نکال کر قصر ابن زیاد لے جانا چاہا۔ لیکن یہ حالت تھی کہ سواری کے لیے نہ قاطر نہ شتر افتاں و خیزاں دارالامارہ پہنچے ۔ ان ملعونوں میں سے کسی نے حضرت مسلمؑ کے ہاتھ سے تلوار چھین لی ۔ اس وقت حضرت مسلم انتہائی بے کس و مجبور تھے آپ کی آنکھوں سے اشک جاری ہوئے آواز گریہ بلند ہوئی۔ محمد بن اشعث کہنے لگا اے مسلم گریہ کس لیے کرتے ہو۔ کہا ابن زیاد ملعون کا خوف ہے فرمایا کہ میں سوائے خدا کے کسی اور سے نہیں ڈرتا۔ اس وقت عبداللہ سلمی نے کہا آقا جان تم کس واسطے کوفہ آئے تھے ، دعویٰ سلطنت کیوں کیا تھا۔ طمع حکومت نہ کرتے نہ اس روز بد کو دیکھتے۔ اس ملعون نے ازراہ طنز کہا تھا۔ حضرت مسلمؑ نے فرمایا اے بدبخت تو مجھ پر طنز کرتا ہے۔ حکومت و سلطنت کا

طعنہ دیتا ہے خدا نے ہمیں کائنات کا مختار و والی بنایا ہے میرے رونے کا یہ سبب ہے کہ میں نے چند روز پیشتر اپنے آقا و مولیٰ بادشاہ دین و دنیا حضرت امام حسینؑ کو عریضہ ارسال کیا تھا کہ آپ کوفہ تشریف لائیں۔ اب مجھے یہ خیال آتا ہے کہ اگر امام حسینؑ یہاں تشریف لے آئے تو تم لوگ حسین ابن علیؑ کے ساتھ بھی دغا کرو گے۔ مختصر یہ ہے کہ حضرت مسلم دارالامارہ پہنچے۔ اشراف کوفہ دربار ابن زیاد میں موجود تھے اس وقت آپ نے عبداللہ سلمی سے فرمایا کہ میرا ایک کام ہے اگر تو اس کو بجا لائے تو میں بیان کروں۔ اس پر محمد ابن اشعث ملعون بولا کہ وہ کیا کام ہے۔ بیان کرو۔ آپ نے فرمایا کہ تم امام حسینؑ کو مطلع کر دو کہ وہ یہاں تشریف نہ لائیں۔ کوفہ والوں کے فریب میں نہ آئیں اور جو قاصد روانہ کرو اس سے کہنا کہ وہ امام حسینؑ سے کہہ دے کہ میں نے دیکھا ہے کہ مسلم قوم کے ہاتھوں اسیر ہو گئے ہیں اور کوئی عجب نہیں کہ ایک شب بھی زندہ رہ سکیں۔ ان سے کہنا کہ آپ واپس مدینہ چلے جائیں۔ محمد ابن اشعث نے کہا: واللہ لافعلن یعنی بخدا یہ پیغام بھیج دیں گے اور تم دیکھو گے کہ ابن زیاد کے روبرو کس طرح تمہاری شفاعت کروں گا اور تم پر کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔ بہر طور حضرت مسلم کو انتہائی ذلت و خواری کے ساتھ دارالامارہ لے گئے۔ اس وقت دربار ابن زیاد بھرا ہوا تھا۔ ہجوم عام تھا یہ سب لوگ دارالامارہ کے صدر دروازہ پر کھڑے رہے کہ اجازت ملے تو اندر داخل ہوں۔ اس وقت عمارۃ بن ابی معیط عمرو بن حریث۔ مسلم بن عمرو باہلی اور کثیر ابن شہاب اور ان کی مثل دوسرے لوگ دیکھ رہے تھے کہ حضرت مسلم مثل شیر زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں۔ مفید علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ حضرت مسلم پیاس کی وجہ سے غش کر گئے۔ حالانکہ وہاں آب خنک موجود تھا مگر کسی نے پانی نہ دیا۔ سب لوگ پانی پی رہے تھے اور مسلم تشنہ لب تھے کہ آپ

کی نگاہ اس جگہ پر پڑی کہ جہاں پانی موجود تھا فرمایا: اسقونی من ھٰذا الماء یعنی اس پانی میں سے مجھے بھی دو۔ مسلم بن عمرو نے کہا کہ پانی تو بہت خنک ہے لیکن اے مسلمؑ تم زقوم پیو۔ کہ اس پانی کو۔ اس پر جناب مسلمؑ نے فرمایا اے ولد الحرام تو عترت رسولؐ خدا کی شان میں یہ کہتا ہے کیا تو نہیں جانتا کہ میں کون ہوں تو ہمارا حق نہیں پہچانتا میں ولی امت ہوں لیکن وہ ملعون سخت دل، سخت کمینہ اور بے حیا تھا۔ مؤلف کہتے ہیں کہ کربلا میں اس سے بھی زیادہ سنگدل بے حیا لوگ موجود تھے کہ روز عاشورہ حضرت امام حسینؑ پانی مانگ رہے تھے کسی نے پانی نہیں دیا بلکہ لوگ کہنے لگے: یاحسین لا تزوق الماء حتی ترد الحامہ وتزوق من حمیمها (اس کا ترجمہ انتہائی دل خراش ہے لہٰذا گریز کی ہے) صاحب الارشاد لکھتے ہیں کہ جب کسی نے حضرت مسلم کو پانی نہ دیا تو عمرو بن حریث نے اپنے غلام سے پانی لانے کے لیے کہا۔ غلام گیا اور ایک بڑا پیالہ پانی لے آیا۔ حضرت مسلمؑ نے پانی پینا چاہا۔ اپنے منہ کے نزدیک لے گئے کہ وہ قدح آب (پانی کا پیالہ) خون سے بھر گیا پانی پھینک دیا، دو مرتبہ ایسا ہی ہوا، پانی نہ پی سکے۔ اسی طرح کربلا میں جب پیاس نے امام حسینؑ پر غلبہ کیا۔ پیاس کی وجہ سے ہمت جواب دے گئی تھی، خود کو پانی کے کنارے تک پہنچایا۔ چلو میں پانی لیا دہن تک لے گئے پانی میں خون مل گیا اور پیاسے ہی شہید ہوئے

الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

انسانی صفاتِ حمیدہ

حضرت شاہ ولایت، باب مدینہ العلم علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اصول صفات حمیدہ چار ہیں: (۱) علم (۲) عفّت (۳) سخاوت (۴) شجاعت۔ یہ چاروں صفات جس شخص میں ہیں وہ سزاوار ہے اس امر کا کہ بزرگ قرار پائے یعنی یہ صفات بزرگی کی نشانی ہیں۔ آنجناب نے فرمایا ہے: الشجاعۃ من المعانی القائمۃ بالنفوس شجاعت ایک ایسی صفت معنوی ہے کہ جو آغاز فضائل ہے اور جس کسی کا ہاتھ شمشیر شجاعت کے قبضہ پر رہتا ہے تو ہمہ وقت موت اس کی نگاہ کے سامنے رہتی ہے بلکہ مثل خار ہے لیکن وہ موت کو اپنے لیے باعث بزرگی وحشمت جانتا ہے چنانچہ امام منصوص من اللہ کی تمام صفات حمیدہ میں شجاعت سرفہرست ہے شجاعت برائے نام نہیں بلکہ بالفعل ہوتی ہے۔ اسی لیے حضرت امیرالمؤمنین علیہ السّلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ شجاعت کا اصلی و حقیقی اظہار میدان جنگ میں ہوتا ہے۔ آہنی اسلحہ کی جھنکار میں اگر انسان شجاعت دکھلائے تو وہ بے شک شجاع و بہادر و قوی دل ہے اگر انسان ایسے وقت جزع و فزع دکھلائے یعنی بے صبری اور خوف دکھلائے تو وہ شجاع نہیں ہے۔ جزع و فزع شجاعت کے خلاف ہے۔ شجاع آدمی کا نام لوح انسانی پر ہمیشہ کندہ رہتا ہے جیسا کہ حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام نے شجاعت کا مظاہرہ فرمایا کہ باوجودیکہ آپ تنہا تھے مگر طوعہ خاتون کے گھر سے ایک جم غفیر ملعونوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیغ بکف باہر نکل آئے اور پانچ سو ملعونوں کو واصل جہنم کیا۔ اور جب ان ملعونوں نے آپ کو گرفتار کیا ہے تو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ایک

شیر جوان ہے کہ جسے زنجیر میں جکڑا ہوا ہے۔ اس حالت میں آپ دربارِ ابن زیاد میں پہنچے وہاں کسی نے آپ کو سلام تک نہیں کیا (اسے انقلاب کہتے ہیں۔ انقلاب کے معنی ہیں الٹا ہونا اور اصلاح کے معنی ہیں درست کرنا لیکن فی زمانہ لفظ انقلاب اپنے حقیقی معنی میں استعمال نہیں ہوتا) صاحب منتخب کہتے ہیں کہ اہل مجلس نے آپ سے کہا کہ اے مسلمؑ۔ سَلِّم الامیر یعنی امیر کو سلام کرو۔ (امیر سے مراد ابن زیاد ملعون ہے) آپ نے فرمایا کہ: السلام من اتبع الهدیٰ وخشی عواقب الردیٰ و اطاع الملك الاعلیٰ یعنی سلام اس کے لیے ہے کہ جو راہِ ہدایت پہ ثابت قدم ہے اور اعمال بد کے انجام سے ڈرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو مالک الملک ہے اس سے ڈرتا ہے۔ جب ابن زیاد ملعون نے آپ کے اس طریقۂ سلام کو سنا تو اس بدبخت نے قہقہہ لگایا لیکن حضرت مسلم نے فرمایا کہ میرا امیر سوائے حسین ابن علیؑ اور کوئی نہیں ہے۔" درود و سلام ہو بے کس و غریب مسلمؑ بن عقیل پر" اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس بے کسی و مجبوری کے عالم میں بھی اعلاء کلمۃ الحق حضرت مسلمؑ کی زبان پر جاری رہا اور یہ ظاہر کر دیا کہ یزید بن معاویہ ہرگز امیر نہیں ہے۔ پس آپ شجاع و بہادر ہیں۔ اس وقت ابن زیاد ملعون نے آپ سے کہا اے مسلمؑ تم نے کوفہ آکر امت کو پراگندہ کیا۔ امت میں انتشار پھیلا دیا۔ حضرت مسلمؑ نے فرمایا کہ میں نے ہرگز ایسا نہیں کیا بلکہ اس کا ذمہ دار تو ہے کہ شریعت محمدیہ کو بدل دیا ہے اور فرمایا کیا تو وہ نہیں ہے کہ جس نے مدینۂ رسول خدا میں شراب پی اور آج تو کوفہ میں امامت کا مدعی ہے کہ تجھے امیر مانا جائے۔ اس پر وہ بے حیا و بے دین کہنے لگا اے مسلمؑ تم کوفہ میں سلطنت کرنا چاہتے تھے مگر خدا کو یہ منظور نہ تھا۔ آپ نے فرمایا اے بے حیا ایسے کلام ناشائستہ سے باز رہ۔ اس پر ابن زیاد نے سخت

لب و لہجہ اختیار کیا اور کہا تم دیکھو گے کہ کس طرح بے دردی کے ساتھ تم قتل کیا جاتا ہے۔ یہ دورِ خلافت یزیدؔ ہے۔ جب اس ملعون نے خانوادہ رسالت و نبوت کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے تو آپ نے فرمایا کہ او بدبخت یہ باتیں تیرے اور تیرے باپ کے لیے ہیں ہم تو خانوادۂ نبوّت اور معدن رسالت اور وحیٔ جبرئیل ہیں۔ رحمت الٰہیہ ہمارے ہی گھر نازل ہوتی ہے اور ہمیں سے مستحقین کو پہنچی ہے اسی طرح حضرت علیاؑ زینب خاتون نے بھی دربار یزیدؔ میں یزیدؔ کو جواب دیا تھا جبکہ اس نے خانوادۂ عصمت و طہارت و نبوت کی شان میں بے ادبی کی ہے۔

اسلام میں وصیّت کا مقام

استاد الاساتید شیخ حر عاملی علیہ الرحمۃ نے کتاب ہدایۃ الامہ میں لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے وصیت کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ کسی صحابہ نے وصیت کے بارے میں آنحضرتؐ سے سوال کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا: الوصیۃ حق علی کل مسلم کہ وصیت کا ہر مسلمان سے تعلق ہے پھر ارشاد فرمایا کہ: من مات بغیر وصیہ مات میتۃ الجاھلیۃ کہ جو کوئی شخص وصیت کرے بغیر مر جائے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ ہر ایک مسلمان کو چاہیے کہ وصیت نامہ زیرِ سر رکھے کہ صبح ہو تو وصیت نامہ موجود ہو اور اگر قضائے الٰہی جاری ہو جائے تو بغیر وصیت نہ مرے۔ الشیخ کفعمی طاب ثراہ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے خدمت رسول خدا میں عرض کیا یارسول اللہ! کس وقت وصیت کرنا ضروری ہے، ارشاد فرمایا کہ جب آثار موت محسوس کرے۔ اپنے گھر والوں کو جمع کرے اور اس طرح کہے: اللّٰھم فاطر السمٰوٰت و

الارض عالم الغیب والشھادۃ الرحمٰن الرحیم اللّٰھم انی اعھد الیك فی الدار دنیا انی شھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریك لك واشھد ان محمدا عبدك ورسولك وان الجنۃ حق والنار حق وان البعث حق والحساب حق والقدر والمیزان حق وان الذین کما وصفت والاسلام کما شرعت وان القول کما حدثت وان القرآن کما انزلت وانك انت اللّٰہ الحق المبین فجزی اللّٰہ محمدا صلی اللّٰہ علیہ وآلہ خیر الجزاء وحیا اللّٰہ محمد وآل محمد بالسلام اللّٰھم یا عدتی عند کربتی ویا صاحبی عند شدتی ویا ولی فی نعمتی الٰھی لا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین ابدا فانك ان تکلنی الی نفسی اقرب من الشر وابعد من الخیر فانس فی القبر وحشتی واجعل لی عبدًا یوم القاك منشورًا۔

اس کے پڑھنے کے بعد اپنی وصیتیں ذکر کرے یا تحریر کرے اور جو حاضرین ہیں ان کو گواہ قرار دے، بلکہ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ ہفتہ میں ایک مرتبہ ایسا ضرور کرے بلکہ اس دعا کے بعد اس طرح بھی کہے: اللّٰھم ارزقنی شفاعۃ نبیك وشفاعۃ ابن عمہ واولادہ الطاھرین یوم الورود۔

شیخ حر عاملی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ وصیت کرنے کی از حد تاکید وارد

ہوئی ہے۔ واہ غربتاہ کہ حضرت مسلمؑ کو کوفہ میں کوئی ایسا شخص امین نہ ملا کہ جس سے آپ وصیت کرتے۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ جب حضرت مسلمؑ کو اپنی موت کا یقین ہو گیا تو آپ نے ابن زیادلعنہ سے کہا کہ بنی قریش میں سے کسی شخص کو میرے پاس بھیج کہ میں اس سے وصیت کردوں تاکہ اسلامی فریضہ ادا ہو سکے۔ ابن زیادلعنہ نے کہا کہ حاضرین دربار پر نگاہ کرو اور جسے چاہو وصیت کے لیے بلالو۔ جب آپ نے نگاہ ڈالی تو عمر بن سعد ملعون پر نگاہ پڑی اور فرمایا اے عمر بن سعد میری تجھ سے ایک حاجت ہے اس نے کہا کیا حاجت ہے فرمایا لیکن اس نے اوّلاً ابن زیاد کی طرف دیکھا ابن زیاد نے کہا اے احمق مجھے کیا دیکھتا ہے وصیت سن اور اسے پوری کر تو ان کی طرف سے کیوں روگردانی کرتا ہے حالانکہ مسلمؑ تیرا چچا زاد ہے۔ ابن سعد ملعون نے کہا کہ میری قرابت اور اشنائی کیسی؟ د پروردگارا ابن سعد پر عذاب زیادہ سے زیادہ کر۔ اس نے قرابت کو ٹھکرادیا۔

اے مؤمنین کرام! روز عاشورا محرم اسی عمر بن سعد ملعون سے امام حسین علیہ السلام نے بھی سوال کیا تھا لیکن اس بدبخت نے کوئی جواب نہ دیا جب دو تین مرتبہ ایسا ہی ہوا تو فوج شام کے کچھ سالار کہنے لگے اے عمر بن سعد تو فرزند رسول خدا کو جواب تک نہیں دیتا۔ پھر اس ملعون نے مجبور ہو کر کہا کہ اے فرزند فاطمہؑ کیا کہتے ہو۔ فرمایا میری تجھ سے تین حاجتیں ہیں کیا تو ان کو پورا کرے گا۔ اس نے کہا وہ کیا حاجتیں ہیں۔ فرمایا کہ مجھے راستہ دے دو۔ دوسرے یہ کہ آب خنک پلا دو، تیسرے یہ کہ تم ہزاروں ہو اور میں یکہ و تنہا ہوں، لیکن اے عزادارو! اس بدبخت نے ایک بھی حاجت پر عمل نہ کیا۔ اور شمر ملعون آگے بڑھا کر امام حسینؑ کا سر مبارک تن سے جدا کرے اس وقت حضرت زینب خاتون نے مضطربانہ حالت میں فرمایا ایقتل ابو عبد اللہ و انت تنظر الیہ اے ظالم میرا بھائی حسینؑ قتل ہو رہا ہے اور تو دیکھ رہا ہے آخر تو

دیکھ رہا ہے آخر تو بھی قریش سے ہے۔ جب اس ملعون نے یہ سنا تو وہاں سے ہٹ لیکن شمر ولد الحرام نے کند خنجر سے سر امام تن سے جدا کیا۔ غرضیکہ حضرت مسلم نے ابن سعد سے اپنی چند وصیتیں بیان کیں۔ فرمایا کہ میں اس شہر میں ایک شخص کا مقروض ہوں۔ سات سو درہم مجھ پر قرض ہیں۔ میری زرہ فروخت کر کے اس شخص کا قرض ادا کیا جائے دوسری وصیت یہ ہے کہ جب میں قتل کر دیا جاؤں تو ابن زیاد سے میرا جسد خاکی لے کر دفن کر دینا۔ تیسری وصیت یہ ہے کہ حسین ابن علی جہاں بھی ہیں ان کے پاس قاصد بھیج دے کہ وہ کوفہ تشریف نہ لائیں۔ اس پر ابن سعد خندہ زن ہوا مسکرا کر کہنے لگا کہ اے ابن زیاد سنتے ہو کہ یہ شخص کیا کہہ رہا ہے کہ ایسا ایسا عمل کرنا۔ ابن زیاد نے کہا اے پسر سعد لعنہ وصیتوں میں خیانت نہ کر۔ تجھے انھوں نے امین سمجھ کر اپنا راز دار بنایا ہے تو وصیتوں پر عمل کرنے سے گریزاں ہے اس کی زرّہ فروخت کر کے قرض ادا کر اور اس کے قتل ہونے کے بعد جو ہم چاہیں گے وہ ہوگا

شہادت حضرت مسلم علیہ السلام

شیخ مفید نے لکھا ہے کہ پھر حضرت مسلم کو قصر کی چھت پر لے گئے۔ اس وقت حضرت مسلمؑ نے تکبیر بلند کی اور حضرت رسولخدا پر درود و سلام بھیجا اور بارگاہ خدا میں عرض کیا پروردگارا تو احکم الحاکمین ہے میرے اور اس قوم نابکار کے درمیان تو ہی فیصلہ کرنے والا ہے۔ تو ہی منتقم حقیقی ہے ان لوگوں نے مجھے فریب دیا اور میرے ساتھ دغا کی اور اس وقت حضرت مسلمؑ کو لٹکایا گیا۔ تماشائی زیر قصر تماشا قتل دیکھ رہے تھے۔ حضرت مسلمؑ نے کعبہ کی طرف رخ کیا۔

یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے جلاد سے مہلت مانگی کہ دو رکعت نماز ادا کرلوں

اسی طرح حضرت امام حسینؑ نے بھی نماز ظہر پڑھنے کے لیے فوج اشقیا خصوصاً عمر بن سعد ملعون سے مہلت مانگی تھی۔ اور اصحابؓ امام حسین علیہ السلام کی اقتداء میں نماز ظہر ادا کی کتاب الارشاد میں ہے کہ جب حضرت مسلم شہید ہو گئے تو ابن زیاد نے پوچھا کہ حضرت مسلمؑ کو کس نے قتل کیا۔ اس وقت بکر ابن حمران موجود تھا کہنے لگا کہ اس نے ہی مسلمؑ کو بام پہ لے جا کر قتل کیا ہے۔ یہ ملعون حضرت مسلمؑ کو لب بام لے گیا، سر جدا کیا اور ابن زیاد ملعون کو پیش کیا۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

بکر ابن حمران ملعون نے بتایا کہ جب میں نے ارادہ کیا کہ مسلمؑ پہ ضرب لگاؤں تو مجھے خوف ہوا۔ کتاب اللہوف میں ہے کہ اس پر ابن زیاد نے دریافت کیا کہ خوف کی کیا وجہ تھی وہ کہنے لگا کہ امیر اس وقت میں نے دیکھا کہ ایک مرد سیاہ پوش غضب ناک صورت میں سامنے کھڑا ہے اور انگشت بدندان ہے۔ چنانچہ مجھے خوف محسوس ہوا۔ اور ایسا خوف اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ ابن زیاد کہنے لگا کہ یہ تیرا خیال ہے اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ تجھ پہ وحشت طاری ہو گئی۔ یہی سوال فوج اشقیاء کے لوگوں نے شمر ولد الحرام سے کیا تھا کہ جب وہ سر امام حسینؑ آپ کے تن مبارک سے جدا کرنے پر آمادہ ہو گیا اور خنجر بکف اس مظلوم کی طرف بڑھا کہ جو ایک نشیب میں پڑا ہوا تھا جسے سیدۂ عالم نے پالا تھا۔ شمر ولد الحرام کہتا ہے کہ میں مثل بید لرزاں تھا کہ میں نے صدائے گریہ وزاری سنی لیکن کسی رونے والے کو نہیں دیکھا۔ پھر آواز گریہ کے ساتھ یہ الفاظ سنے یا غریب الام ویا مظلوم الام۔ اے غریب مادر اور اے مظلوم من ..... مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے کہ بکر بن حمران ملعون بالائے بام سے نیچے اترا اور ابن زیاد کے پاس گیا۔ ابن زیاد نے پوچھا؛ واپس آ گیا وہ بولا ہاں۔ پھر ابن زیاد نے سوال کیا کیوں واپس آ گیا۔ کہنے لگا اس وقت

مسلمؑ نے تکبیر بلند کی۔ تسبیح و درود وسلام اور استغفار کیا۔ جب اس کی طرف پایئں گیا تو اس کو ضرب لگاؤں۔ اور اس کا سر جدا کر دوں۔ تو اس وقت مسلمؑ نے ایک آہ جگر دوز بھری اور خدا کی جناب میں عرض کیا پالنے میرے اور اس قوم کے درمیان حکم جاری کر۔ میں اس سے خائف ہوا۔ کسی نے شمرؒ سے پوچھا کہ جب حسین ابن علیؑ ذبح ہوئے تو اس وقت وہ کیا کہہ رہے تھے۔ شمر بولا کہ امت کے لیے دعا کر رہے تھے اور آب خنک مانگ رہے تھے۔ غرض کہ بکر ابن حمران پھر لب بام آیا۔ دیکھا کہ مسلم مناجات کر رہے ہیں پھر اس نے آپ کی گردن پہ ضرب لگائی اور سر مبارک جدا ہو گیا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

شہادت جناب ہانیؒ

جب حضرت مسلمؑ کو شہید کر دیا گیا اور آپ کی لاش مبارکہ دروازۂ قصر پہ لٹکا دی تو پھر ابن زیاد کے سامنے جناب ہانیؒ کے لیے حکم حاصل کیے گئے۔ بروایت شیخ مفیدؒ محمد بن اشعث اپنی جگہ سے اٹھا۔ ابن زیاد کے پاس آیا کہنے لگا اے امیر! ہانیؒ کی شان و مرتبہ سب پر ظاہر و آشکارا ہے اور ان کا قبیلہ بھی بہت زیادہ ہے اور یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ میں ان کو تیرے پاس لایا ہوں اور وہ میری پناہ میں ہیں ان کی تمنا تھی کہ ان کو امان دی جائے اور میں یہ نہیں چاہتا کہ ان کے قبیلہ والے مجھ سے عداوت رکھیں۔ ابن زیاد نے وعدہ کیا کہ میں ان کو امان دوں گا۔ سر دست ان کو حبس (قید خانہ) سے نکالا جائے لیکن اس ملعون نے اپنی رائے بدل لی اور حکم دیا کہ ان کو چوک بازار میں قتل کیا جائے تاکہ کوفہ والے دیکھ لیں کہ مجھے ان کے قبیلہ والوں کا کوئی خوف نہیں ہے۔ جلاد اس بزرگ کو لے گئے اور اس جگہ پہنچے

کہ جہاں گوسفند و بز وغیرہ ذبح ہوتے تھے ۔حضرت ہانیؒ دل ہی دل میں فریاد کر رہے تھے کہ اے میرے قبیلہ والو تمہیں کیا ہو گیا تم کہاں ہو۔ آج کوئی میری مدد کو نہیں پہنچا۔

روایت ہے کہ ابن زیاد کا ایک ترکی سیاہ فام غلام تھا جو بد صورت دیو عفریت مزاج تھا اس کو ابن زیاد نے مامور کیا کہ ہانی کو قتل کرنے۔ ان کی گردن قطع کرے۔ اس نے کہا اے ہانیؒ ہوشیار ہو جاؤ میں ضرب لگاتا ہوں۔ جناب ہانیؒ نے کہا کہ افسوس کوئی مددگار نہیں کہ جو میرے کام آئے۔ اس بدنام غلام نے ایک ضرب لگائی اور حضرت ہانیؒ کی روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی اور بزبان حال یہ فرمایا: ؎

خدایا حال زارم را تو دانی — کہ ہانیؒ شُد فدائے مہمانی
بجز روح را رحمت خویش — کہ از مُردن ندارم ہیچ تشویش
امید بود چندی چشم اُمید — کشائم بر جمال شکل توحید
کمر بند بجا آم وفا را — کنم یاری عزیز مصطفےٰ
دریغا ز آرزو لیش زار مردم — بمردم آرزو در خاک بروم
کہ آہ ہی بخت نافرماں چہ کردی — بدردم میکشی درماں چہ کردی
من راہ عدم کا نجام کس سینت — رہ من تا عدم جز یک نفس نیست
دراغا روز عمرم را شب آمد — بہ تلخی جان شیریں برلب آمد

حضرت ہانیؒ کا سر مبارک ابن زیاد کو پیش کیا گیا اور آپ کے لاشے کو حضرت مسلم کی لاش کے ساتھ ملحق کر کے پا یہ رسن پھیرایا گیا اور قصاب کے "قنار" پر لٹکا دیا گیا۔ (قنار اس لکڑی کو کہتے ہیں کہ جس پر قصاب لوگ بکری کو ذبح کر کے لٹکا دیتے ہیں)

ابی مخنف لکھتے ہیں کہ جب آل مذحج نے ہانیؒ کی لاش اور سر مبارک کی بے حرمتی دیکھی تو آپس میں ایک دوسرے پر ملامت کرنے لگے کیونکہ ہانیؒ کی نصرت نہ کرنے

پر نادم تھے۔ ایک جم غفیر جمع ہو گیا اور اس نے حضرت مسلمؑ اور جناب ہانی علیہ الرحمہ کے جسد ہائے مبارکہ کو اور غسل و کفن دفن کر دیا لیکن واحسرتا کربلا میں لاش ہائے شہدائے کربلا تین دن تک بے گور و کفن پڑی رہیں۔ حضرت ہانی بن عروہ کے شہید ہونے پر فرزدق شاعر نے مرثیہ کہا ہے جو کہ کتاب المنتخب میں مرقوم ہے۔ اس مرثیہ کے بعض اشعار یہ ہیں:

وان کنت لا تدرین الموت فانظری
الی ھانی فی السوق و ابن عقیلؓ
الی بطل قد ھشم السیف وجھہ
وآخر یھوی من طمار قتیل
اصابھما فرخ البغی فاصبحا
احادیث من یسری بکل سبیل

یعنی اگر تو نہیں جانتا کہ موت کیا چیز ہے تو حضرت ہانی علیہ الرحمتہ کے قتل ہونے کو دیکھ لے اور حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت پر نظر کر (تجھے حق کی راہ میں مرنے کی آرزو ہو گی) یہ دونوں بزرگوار کس بے کسی کے عالم میں شہید کیے گئے۔ کس حالت میں شہید کیے گئے، کس طرح شہید کیے گئے۔ کس قدر آزار برداشت کیے بازاروں میں نعش ہائے مقدسہ کھینچی گئیں۔ الالعنۃ علی القوم الظالمین۔

تحقیق اولاد مسلمؑ بن عقیل

کتب معتبرہ اور مقاتل سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسلم بن عقیل کے پانچ فرزند اور ایک دختر تھی۔ ان بیٹوں میں سے آپ کے تین بیٹے جو شجاعان

عرب میں شمار ہوتے تھے کربلا میں شہید ہوئے۔ ان میں سے ایک کا نام عبداللہ ابن مسلمؑ دوسرے کا نام عبیداللہ مسلمؑ اور تیسرے کا نام محمد بن مسلمؑ تھا۔ آپ کے باقی دو بیٹوں کے بارے میں یہ اختلاف ہے کہ آیا وہ دونوں آپ کے ہمراہ کوفہ آئے تھے یا نہیں۔ اور یہ بھی ان کے بارے میں ہے کہ حضرت مسلمؑ کے بعد یہ دونوں شہزادے قید خانہ ابن زیاد میں ایک سال تک رہے اور بعدازاں بدست حارث نہر فرات کے کنارے شہید ہوئے۔ ان دونوں شہزادوں کے مزار اور ان کے قتل ہونے کی جگہ اب تک موجود ہے۔ ان کے مزار زیارت گاہ خاص و عام ہیں اور ان دونوں طفلانِ مسلمؑ کے متعلق صاحب روضۃ الشہداء نے یہی لکھا ہے جو ہم نے درج کیا ہے۔ البتہ بعض دیگر حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں بیٹے بھی کربلا میں موجود تھے لیکن ان کو قید کر لیا گیا۔ ابن زیاد کے حکم سے قید خانہ میں قریب ایک سال رہے بعدازاں اس ملعون نے حارث کو حکم دیا کہ ان دونوں کو شہید کر دے جیسا کہ ذکر کیا جا چکا نہر فرات کے کنارے دونوں کو قتل کیا گیا اور ان کے سر اس ملعون کو نذر کیے گئے۔

طفلان مسلم کے متعلق قول مشہور

جب حضرت مسلمؑ قتل کر دیے گئے۔ اور ابن زیادؒ نے ان کے متعلق منادی کرائی کہ مسلمؑ کے بچوں کا پتا لگایا جائے۔ قاضی شریح نے ان بچوں کو اپنے پاس بلایا۔ ازراہ شفقت و مروت ان بچوں کے سروں پر ہاتھ رکھا۔ خانوادۂ عصمت و طہارت کے پرور۔ فوراً سمجھ گئے کہ ہم یتیم ہو گئے ہیں ہمارے بابا کا سایہ ہمارے سر سے اٹھ گیا ہے۔ روتے روتے بے ہوش ہو گئے قاضی شریح

ان کو ہوش میں لایا۔ اور کہا اے یتیمان مسلمؑ یہ گریہ وزاری کا موقع نہیں ہے۔ ابن زیاد تمہارے بارے میں معلوم کر چکا ہے اور اگر ابن زیاد کو یہ معلوم ہو گیا کہ تمہارے گھر میں ہو تو وہ گھر کو آگ لگوا دے گا۔ میں اس شہر کا قاضی ہوں ایسا نہ ہو کہ میں متہم ہو جاؤں پس مجھے اپنی اور تمہاری جان کا خوف ہے کہ ضائع نہ ہو۔ میں اس فکر میں ہوں کہ تمہیں کسی طرح مدینہ پہنچا دوں۔ قاضی کے اس رحم و کرم کو دیکھ کر وہ مجھے باپ کا غم بھول گئے۔ قاضی نے ہر ایک کو پچاس پچاس دینار دیے اور اپنے فرزند اسد سے کہا کہ سنا ہے کہ آج ایک قافلہ دروازۂ عراقین سے مدینہ روانہ ہونے والا ہے ان دونوں بچوں کو بچاؤ اور قافلہ والوں سے کہو اندروئے نیکی و صلاح ان کو اپنے ہمراہ مدینہ لے جائیں۔ اسد ان کو بوقت شب اپنے ہمراہ لے کر روانہ ہوا کہ قافلہ والوں کی سپرد کرے۔ لیکن قافلہ کوچ کر چکا تھا۔ اسد نے بچوں سے کہا اے جوانو ابھی قافلہ روانہ ہوا ہے تم بھی تیزی کے ساتھ چلو اور ان سے مل جاؤ تاکہ قتل ہونے سے بچ جاؤ وہ دونوں بچے چلے لیکن نشان راہ قدم کاروان نگاہوں سے غائب ہو گئے۔ راہ بھول گئے۔ اور یہ دونوں بچے صحرا پر حول میں پھنس گئے پاسبان شہر اتفاقاً اس طرف نکلا اسے معلوم ہوا کہ یہ دونوں پسران مسلمؑ ہیں وہ اپنے افسر کے پاس لے گئے اور اس نے ان دونوں کو ابن زیاد ملعون کے سامنے پیش کیا اس نے ان کو قید خانہ میں بند کر دیا۔ پورے ایک سال قید میں رہے۔ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ زندان بان کا نام مشکور تھا اور وہ خوش اعتقاد تھا۔ پسران مسلم نے خیال کیا کہ داروغہ زندان سے اپنا احوال بیان کریں شاید کہ وہ ہم پر رحم کرے ایک روز ان دونوں نے اس سے اپنا احوال بیان کیا اور کہا اے شیخ کیا تو محمد مصطفےٰ کو پہچانتا ہے کیا تو علیؑ مرتضیٰ کو پہچانتا ہے۔ اس نے کہا وہ ہمارے پیغمبر ہیں

اور علیؑ ابن ابیطالب ولی کائنات ہیں۔ پھر ان بچوں نے کہا کیا تو جعفر ابن ابیطالب کو بھی۔ اس نے کہا ہاں ؎

خانہ خدا است وامام ورہبر ما است پس الطفلان خر دشی برکشیدند

پسران مسلم یہ سن کر خوش ہوئے اور خیال کیا کہ اب ہماری رہائی نزدیک ہے۔ لیکن یہ خبر نہ تھی کہ عنقریب اپنے بابا مسلمؑ سے ملحق ہو جائیں گے۔ منتخب اور امالی میں ہے کہ جب پسران مسلمؑ نے اپنا حسب ونسب شیخ زندان سے بیان کیا جس کا نام مشکور تھا اور فی الواقعی محب آل محمد اور نیک دل ہے..... یعنی وہ نیکو کار تھا اس کی مساعی عنداللہ مشکور تھی نام بھی مشکور تھا۔ پسران مسلمؑ کا حال سن کر بہت زیادہ متاثر ہوا۔ بچوں سے معافی مانگی کہ میں اتنے عرصہ تک تم سے غافل رہا اس نے زندان سے باہر نکالا اور اپنے گھر لے گیا۔ بچوں نے کشادہ مکان، کھلی فضا وہوا دیکھی۔ خدا کا شکر بجالائے کیونکہ وہ ایک سال تک اس نعمت الہٰی سے محروم رہے تھے پھر مشکور نے انکو آب خنک اور لذیذ طعام پیش کیا اور وقت شب گھر سے رخصت کیا اور کہا اے بیٹو! تم شب کو سفر کرنا اور دن میں لوگوں سے پنہاں رہنا ایسا نہ ہو کہ کسی دشمن کے فریب میں نہ آجاؤ۔ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ مشکور نے راہ قادسیہ کی نشاندہی کر کے سر راہ پہنچا دیا اور ان کو اپنی انگشتری بھی دی تاکہ قادسیہ میں یہ انگشتری دکھا کر بوقت ضرورت درہم حاصل کر سکیں اور کہا اے بیٹو تم قادسیہ میں یہ انگشتری دکھلانا۔ تم کو زاد راہ درہم مل جائیں گے۔ دعا خیر کے ساتھ ان کو قادسیہ کی راہ میں چھوڑ دیا۔ شب بھر سفر کیا جب صبح ہوئی اور دن نمودار ہوا تو دیکھا کہ ہم دونوں تو کوفہ شہر کے دروازے پر ہیں۔ ان میں سے بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی سے کہا کہ جان برادر خدا یہ نہیں چاہتا کہ ہم کوفیوں کے ہاتھ سے اپنی جان بچائیں۔ صبح دم

انھوں نے دوگانہ ادا کیا۔ رات بھر کے جاگے ہوئے، راہ بے راہ ہو کر چلتے چلتے پیروں میں آبلے پڑ گئے تھے۔ اس جگہ ایک نخلستان تھا یعنی خرموں کے درخت وغیرہ تھے۔ وہاں ایک چشمۂ آب بھی جاری تھا، بچے وہاں بھی گئے۔ پانی پیا اور درختوں کے جھنڈ میں بیٹھ کر عبادت کرنے لگے مگر قسمت میں آرام وچین نہ تھا۔ وقت ظہر ایک کنیز چشمہ پانی لینے کے لیے چشمۂ آب پر آئی۔ آفتابہ پانی میں ڈالا اس نے جیسے ہی پانی پر نظر ڈالی پانی میں عکس صورت نظر آیا۔ کنیز حیران رہ گئی۔ شور مچا دیا کہ ہاں یہ کیسی صورتیں ہیں کس کی صورتیں ہیں اور جن کے یہ عکس ہیں وہ کہاں ہیں کہ اس نے درختوں کی طرف نگاہ ڈالی دیکھا کہ رشک ماہ، دو طفل موجود ہیں۔ دریافت کیا اے بچو تم کون ہو یہاں کیسے بیٹھے ہو۔ تمہارے باپ کا کیا نام ہے، جب ان دونوں نے اس کو دیکھا تو رونے لگے اور گریہ خیز آواز میں کہا اے کنیز خدا! کیا تو دوستار آل رسولؐ ہے یا نہیں۔ اس نے کہا اے بچو! میرا یہ گمان ہے کہ تم پسران مسلمؑ ہو کہا کہ ہاں ہم پسران مسلمؑ ہیں۔ اپنے گھر گئی اور مالکۂ مکان سے کہا کہ چشمۂ آب کے نزدیک درختوں کے درمیان پسران مسلم بیٹھے ہیں۔ جب مالکہ مکان نے یہ سنا تو وہ بہت خوش ہوئی کیونکہ وہ دوستدار اہل بیت تھی۔ اس نے کنیز کو آزاد کر دیا خلعت دیا اور تیزی کے ساتھ چشمہ آب پر پہنچی تو دیکھا کہ درختوں کے درمیان باغ نبوت کے دو پھول مہک رہے ہیں ان دونوں یتیموں کو وہ بی بی باعزت واحترام اپنے گھر لے آئی اور کہنے لگی کہ خوشا نصیب مجھے یتیمان مسلمؑ کا شرف ملا۔ بخت خوابیدہ جاگ اٹھا۔ اور حضرت مسلم کی شہادت کا تصور کر کے زار وقطار گریہ کیا۔ بچوں کو دلاسہ دیا۔ مولف کتاب فرماتے ہیں کہ واحسرتا سکینہ دختر امام حسینؑ قید خانۂ شام میں روتے روتے گزر گئی کون تھا کہ جو الحرم کو سکینہ خاتون کا پرسہ دیتا۔ یہاں اس بی بی نے بچوں کو مسلم کا پرسہ دیا اور لباس

بدلوایا اور خنک حاضر کیا اور کھانا پیش کیا۔ آنحضرت نے یتیم پروری کا تاکیدی حکم دیا ہے فرمایا ہے کہ جو کوئی شخص یتیم اور محزون مصیبت کو تسلی دے تو خداوند عالم اس شخص کو حُلّہ جنت عطا فرمائے گا۔ اس بی بی نے بچوں پر مثل مادر مہربان۔ مہربانی فرمائی تسلی و تشفی دی اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ جب مشکور زندان بان نے ان دونوں بچوں کو رہا کیا اور وہ راہ قادسیہ کی نشاندہی کر کے ان کو رخصت کیا تو صبح ہونے پر ابن زیاد کو بھی خبر ہو گئی کہ پسران مسلمؑ کو مشکور نے زندان سے رہا کر دیا ہے۔ ابن زیاد ملعون نے مشکور کو طلب کیا اور نگاہ تند سے اس کو دیکھا اور کہا اے مشکور تو نے پسران مسلمؑ کو زندان سے کیوں نکال دیا مشکور نے فوراً کہا کہ رضاء خدا اور خوشنودی مصطفٰےؐ کے لیے ان بچوں کو رہا کیا ہے تاکہ میں میدانِ حشر میں رسول خدا کو اپنا منہ دکھا سکوں۔ ابن زیاد ملعون بولا کہ اے مشکور تو مجھ سے نہیں ڈرتا۔ وہ بولا کہ اے ابن زیاد خدائے قہار سے ڈرنا چاہیے تجھ ایسے دشمن آل رسولؐ سے ڈرنا کیا معنی؟ میں حضرت سید الشہداء امام حسینؑ سے محبت کرتا ہوں اور ان دونوں بچوں کو براہِ مدینہ روانہ کر دیا ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ ابھی میں تجھ کو سزا دیتا ہوں۔ اس پر شیخ مذکور نے کہا اے ابن زیاد مجھے حضرت رسول خدا جزائے خیر دیں گے اور میرے نصیب میں حلّہ بائے جنت ہیں جو تیرا دل چاہے سزا دے۔ اس ملعون نے جلاّد کو بلوایا اور کہا کہ اوّل اس شخص کو پانچ سو کوڑے مارے جائیں اور پھر اس کا سر تن سے جدا کر دیا جائے۔ جلاّد بدنہاد نے اس کے حکم پر عمل کیا۔ اور جب جلاّد نے پہلا تازیانہ لگایا تو مشکور نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہا۔ دوسرے تازیانہ پر خدا سے اپنی مغفرت چاہی۔ تیسرے تازیانہ پر صبر کے لیے دعا کی۔ چوتھے تازیانہ پر کہا اے خداوند عالم میں تیرے رسولؐ کی اولاد کی محبت میں قتل کیا جا رہا ہوں۔ پانچویں تازیانہ پر کہا خدایا تو مجھے

رسول اور ان کے اہل بیتؑ کی خدمت میں جگہ دے۔ پھر آپ خموش ہو گئے۔ اور اپنی جان بحق سپرد کر دی۔ دار السرور، جنت الفردوس میں جگہ پائی۔ یہ معنی محبت ہیں کہ تازیانے پر تازیانہ پڑ رہا ہے مگر ہر نفس سے محبت اہلبیتؑ طاہرین ظاہر ہو رہی ہے

پسرانِ مُسلم کی گرفتاری کیلئے منادی کرانا

شیخ مشکور کے قتل کے بعد ابن زیاد نے اپنے عمّال کو حکم دیا کہ پسران مسلمؑ کی منادی کرائی جائے چنانچہ منادی کرائی گئی کہ من یاتینی بولدی المسلم فله الجائزة العظمی یعنی کہ جو شخص پسران مسلم کو گرفتار کر کے میرے پاس لائے گا اسے کثیر انعام دیا جائے گا چنانچہ لوگ کو فہ پھیل گئے کہ مسلم کے لڑکوں کا احوال معلوم ہو سکے۔ ایک شب جبکہ پسران مسلم اس ضعیفہ کے گھر سو رہے تھے کہ جس کا ذکر کیا جا چکا ہے ایک شور اٹھا وہ مؤمنہ ضعیفہ دروازہ پر آئی کہ دیکھے یہ شور کیسا ہے۔ کہ اس کے شوہر نے کہا کہ دروازہ کھول میں تیرا شوہر ہوں۔ بروایت امالی وہ شخص اس مومنہ کا داماد تھا۔ اس مؤمنہ نے اس سے دریافت کیا کہ اس قدر خستہ ہو رہا ہے کہاں گیا تھا وہ کہنے لگا کہ ابن زیاد نے منادی کرائی ہے کہ جو کوئی پسران مسلم کو گرفتار کر کے میرے پاس لائے گا انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔ میں ان بچوں کی تلاش میں مارا مارا پھرتا رہا حتیٰ کہ میرا گھوڑا بھی مر گیا۔ اس مؤمنہ نے کہا اے نامراد خوف خدا کر۔ فرزندان رسولخداؐ سے تیرا کیا واسطہ کہ تو ان کے قتل کے درپے ہے۔ طمع دنیا میں آ کر خون سادات کرنا چاہتا ہے۔ ان دونوں بچوں میں بڑے بھائی کا نام محمدؑ تھا اور چھوٹے کا نام ابراہیمؑ تھا۔ دونوں عمریں سات آٹھ سال کی تھیں۔ چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی کو بیدار کیا اور کہا اے برادر فان هلاکنا قد قرب یعنی اے بھائی ہماری موت قریب

ہے۔ بڑے بھائی یعنی محمد نے کہا بھائی کیا واقعہ ہوا۔ چھوٹے بھائی نے جواب دیا کہ میں نے خواب میں حضرت رسولخداؐ، علی مرتضیٰؑ، فاطمہؑ زاہرا، حسن مجتبےؑ، حسین شہید کربلا کو دیکھا یہ سب بزرگوار تشریف فرما ہیں۔ ناگاہ میری نگاہ آنحضور پر پڑی جو کچھ فاصلہ سے کھڑے ہوتے تھے۔ آنحضرتؐ نے ہمارے پدر مسلم کی طرف رخ کیا اور فرمایا اے مسلمؑ تم نے اپنے دو طفل درمیان سگ از ملعون چھوڑ دیے ہیں۔ ان کو بلالو۔ بابا نے فرمایا کہ دونوں بیٹے کل میرے پاس ہوں گے۔ اس پر محمدؑ نے کہا اے بھیا میں نے بھی خواب دیکھا ہے۔ یہ دونوں خواب بیان کر رہے تھے کہ اس مومنہ کا داماد حارث نامی بیدار ہوا اور بچوں کی آواز سنی، اس مؤمنہ سے کہا کہ حجرہ میں کون ہے۔ چراغ روشن کر۔ ضعیفہ اُٹھی قدرے اندھیرا تھا چراغ روشن کیا حجرہ کی طرف جانا چاہتی تھی کہ حارث ملعون بھی ساتھ ساتھ گیا جب حجرہ میں پہنچا دیکھا کہ دو طفل بیٹھے ہوئے ہیں مصروف گفتگو ہیں اور رو رہے ہیں۔ اس نے پوچھا کہ تم کون ہو کہا کہ اولاد رسولخدا، پسران مسلم ہیں۔ حارث نے جیسے ہی سنا خوشی کے مارے مثل خر چیخنے لگا۔ اسی وقت اس ملعون نے دونوں کے گیسو پکڑے اور کھینچتا ہوا باہر لایا اور صبح ہوتے ہی اس نے اپنے غلام فلیح سے کہا کہ دروازہ کھول۔ دروازہ کھولا گیا اور وہ ظالم ان بچّوں کو کھینچتا ہوا نہر فرات کے نزدیک لے گیا۔ وہ مؤمنہ فریاد و زاری کرتی رہی، کہتی رہی اے ظالم یہ آل رسولؐ ہیں۔ اس نے کوئی بات نہ سنی، غلاف سے تلوار نکالی اور اپنے غلام کو حکم دیا کہ یہ تلوار لے اور اس طفل کو قتل کر۔ جب وہ قتل کے ارادے سے نزدیک پہنچا تو ایک بھائی نے اس سے کہا کہ تیری صورت تو بلال سے ملتی ہے تو بالکل بلال مؤذن رسول خدا کی شبیہہ معلوم ہوتا ہے اور فرمایا کہ تو آل رسولؐ کا خون بہاتا ہے، بے گناہ ہمیں قتل کرتا ہے۔ اس غلام نے کہا تم کون لوگ ہو، فرمایا کہ ہم مسلم بن عقیل

کے فرزند ہیں ہم عترت نبیؐ ہیں۔ حارث کے گھر میں ہم مہمان تھے اور اب یہ شخص ہم کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ اس غلام نے تلوار پھینک دی۔ حارث بدبخت کہنے لگا اے غلام! تو نے میرا حکم نہ مانا۔ تُو نے نافرمانی کی اس پر وہ غلام بولا کہ اے سیاہ دل میں خدا اور رسول کی نافرمانی نہیں کرنا چاہتا۔ تو خدا کی نافرمانی کر رہا ہے۔

بروایتے روضۃ الشہداء غلام نے حارث سے کہا کہ میں بروز قیامت رسولؐ خدا کو کیونکر منہ دکھاؤں گا۔ جب آنحضرتؐ مجھ سے فرمائیں گے کہ میری عترت کے ساتھ یہ سلوک کہ بے گناہ قتل کیا۔ اس وقت حارث نے غلام کو قتل کر دیا اور پھر بیٹے سے کہا کہ تلوار لے اور پسران مسلم کو قتل کر دے۔ اس نے بھی قتل کرنا قبول نہ کیا۔ جب اس نے پسران مسلم کو قتل کرنے سے انکار کر دیا تو حارث ملعون نے بیٹے کو قتل کر دیا۔ بعدہٗ اس ملعون نے غصہ میں آکر تلوار اٹھائی کہ پسران مسلم کو قتل کرے ضعیفہ مومنہ حائل ہوگئی اور رو کہنے لگی۔ اس ملعون نے اس مومنہ کو مجروح کیا اور ایک گوشہ میں ڈال دیا۔ پھر اس حرامزادے نے بچّوں کی طرف دیکھا بچوں نے فریاد کی کہ خدایا رحم کر، ہماری ماں ہمارے انتظار میں ہے۔ آخر بچوں نے مہلت مانگی کہ دو رکعت ادا کر لیں پھر قتل کرنا۔ بچوں نے نماز ادا کی اور پھر بچشم گریان کہا کہ خداوند تو ہی ہمارے اور اس کے درمیان حکم کرنے والا ہے۔ صاحب روضۃ الشہدا لکھتے ہیں کہ جب وہ ایک بھائی کو قتل کرنا چاہتا تو دوسرا بھائی اس کا دامن پکڑ کر کہتا کہ پہلے مجھے قتل کر میں بھائی کو ذبح ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ غرضیکہ اس نے اوّل محمد کو قتل کیا، سر جدا کیا۔ اور لاش کو نہر فرات میں پھینک دیا۔ بعدہٗ اس ملعون سے ابراہیمؑ نے کہا کہ خدا کا واسطہ دیتا ہوں تو مجھے بھائی کے خون میں غلطاں ہونے دے۔ صاحب کتاب مناقب لکھتے ہیں کہ اس ملعون نے ابراہیمؑ کو اجازت

دی برادر خورد بڑے بھائی کے خون میں غلطاں ہوا اور اس بیکس نے بھائی کے غم میں صیحہ کیا اور کہا یا رسول اللہؐ! آپ دیکھتے ہیں کہ میں نے بھائی کی محبت میں خون برادر سے غسل کیا ہے میں اسی حالت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ ابھی یہ معصوم کہہ رہا تھا کہ اس ملعون نے تلوار اٹھائی اور پس گردن ضرب لگائی۔ سر مبارک جدا ہوا اور اس نے لاش ابراہیمؑ نہر فرات میں ڈال دی۔ اس وقت تک بڑے بھائی کا لاشا پانی پر ہی تھا کہ چھوٹے بھائی کی لاش اس سے ملحق ہوئی اور دونوں لاشے زیرِ آب پنہاں ہو گئے۔ اس وقت زمین و آسمان سے ایک شور بکا و گریہ بلند ہوا اور غیبی ندا آئی کہ حارث تو اپنے کیفر کردار کو جلد پہنچے گا۔

ظلم و ستم کا بدلہ

فطرت عالم یہ رہی ہے کہ ظالم کو ظلم کرنے کی سزا ضرور ملتی ہے خواہ وہ جلد تر یا بدیر ملے۔ ازراہِ عدل و انصاف بدی کا بدلہ ضرور ملتا ہے تاکہ دوسرے لوگ مکافات سے غافل نہ ہوں بلکہ عبرت حاصل کریں۔ روایت ہے کہ حارث ملعون نے طفلان مسلمؑ کو بے جرم و خطا جس بیدردی سے قتل کیا۔ زمانہ نے بصورت مکافات اُسے بھی اسی تیغ سے اس جگہ قتل کیا اور حارث ملعون داخل جہنم ہوا۔ اس واقعہ کا اجمالاً تذکرہ اس طرح ہے کہ جب حارث نابکار حضرت مسلمؑ کے دونوں شہزادوں کے سرہا بریدہ لے کر ابن زیاد ملعون کے پاس پہنچا تاکہ اس کو سر نذر کرے اور انعام و اکرام حاصل کرے۔ جب حارث دروازۂ قصر پر پہنچا، ابن زیادؒ کی نظر حارث پر پڑی، دریافت کیا اے حارث کیا تو سرہا بُرّہ یہاں لایا ہے (یعنی بکری کے بچوں کے سر) یہ کیا ہے اس ملعون نا ہنجار نے کہا اے امیر الوعدہ وفی کہ وعدہ

وفائی کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ پھر کہا کہ یہ مسلم بن عقیل کے بیٹوں کے سر ہیں۔ بُرّہ کے سر نہیں ہیں پھر اس نے دونوں سر طشت میں رکھ دیے اور کہا یہ آپ کی نذر ہیں۔ جب ابن زیاد کی نظر ان چاند سے چہروں پر پڑی۔ ابن زیاد اگرچہ بدترین شقی تھا مگر پھر بھی دونوں بچوں کے سر دیکھ رونے لگا اور اس کا رونا اس امر کی دلیل ہے کہ شہادت آل رسولؐ پر خواہ دوست ہوں یا دشمن، ذرات آسمان و زمین ہوں، یا چرند و پرند سب ہی نے گریہ کیا ہے۔ مومنین اس مضمون پر شیخ جعفر شوستری علیہ الرحمۃ کی کتاب خصائص ملاحظہ فرمائیں۔ اس نے حارث سے سارا واقعہ سنا اور کہنے لگا کہ اے مردود تو ذرا بھی خدا سے نہ ڈرا۔ روزِ جزا کو بھلا دیا۔ ان بچوں کی یتیمی اور بے کسی پر ذرا بھی رحم نہ کیا۔ بروایت امالی۔ ابن زیاد تین مرتبہ غیض و غضب کی حالت میں اپنی جگہ سے اٹھا اور بیٹھ گیا۔ حارث نے کہا اے ابن زیاد ان کو جب میں نہر فرات پر قتل کرنے کے لیے لے گیا تو اوّلاً تو ہر ایک نے یہ کہا کہ پہلے مجھے قتل کر بعدہٗ دوسرے بھائی کو قتل۔ پھر بچوں نے نماز پڑھنے کی مہلت مانگی۔ میں نے نماز پڑھنے کی اجازت دی، بچوں نے نماز ادا کی۔ اس وقت آہ و زاری نالہ و شیون کی آوازیں آنے لگیں۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ نماز پڑھنے کے بعد ان بچوں نے کیا کیا تھا وہ کہنے لگا کہ ان دونوں بچوں نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا کہ اے حیؐ و قیوم خدائے بزرگ و برتر تو ہی ہمارے اس ظالم کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے۔ پس ابن زیادؒ نے ان بچوں کے سرہا مبارکہ کی طرف دیکھا اور کہا اے پسران مسلمؑ تمہاری دعا مستجاب ہوئی۔ یہ کہہ کر اس نے درباریوں کی طرف دیکھا اور ایک شخص سے کہا کہ اس ملعون کو اسی جگہ لے جاؤ جہاں اس نے ان دونوں معصوموں کو قتل کیا ہے اور اس کو قتل کر دو ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔

وہ شخص اٹھا اور حارث ملعون کو ابن زیاد کے حکم سے گرفتار کیا اور نہر فرات پہنچ کر اسی جگہ کہ جہاں دونوں بچے قتل کیے گئے تھے۔ حارث ملعون کو بھی قتل کیا اس کی لاش کو پھینک دیا۔ اس مردِ مومن نے اس کو واصل جہنم کرتے وقت کہا کہ اگر ابن زیاد مجھے پوری سلطنت بھی دے دیتا تو میں اتنا خوش نہ ہوتا جس قدر کہ مجھے اس حرامزادہ حارث ملعون کو قتل کر کے خوشی ہوئی ہے۔ اس وقت تماشائیوں کا ہجوم تھا لیکن واحسرتا الحرم حسینؑ اس کے دربار میں کھڑے تھے۔ سیدانیاں برہنہ سر تھیں اور سید سجادؑ کے گلے میں طوق ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔

احوال مختار ثقفی رحمۃ اللہ علیہ

مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی جو کہ دوستداران اہل بیت طاہرینؑ تھے اور جناب مختارؒ نے قاتلانِ امام حسینؑ سے خوب انتقام لیا ہے اور ابن زیاد ملعون کو نہر خاذر کے کنارے بشمشیر ابراہیمؒ بن مالک اشترؒ قتل کیا ہے۔ مختارؒ جناب مسلمؑ کے زمانۂ خروج میں کوفہ میں نہ تھے بلکہ ان کو یہ خبر دی گئی کہ حضرت مسلمؑ نے خروج کیا ہے اور شیعیانِ کوفہ ان کے ہمراہ ہیں۔ کوفہ میں ایک شورش برپا ہے۔ پس مختارؒ اسلحۂ حرب پہنے اور جنگی گھوڑے پر سوار ہوئے اور جمعیت کثیر جو کہ ہوا دارانِ مختار تھے ہمراہ ہوئے کہ کوفہ پہنچیں۔ ابن زیاد ملعون نے جب وہ کوفہ پہنچا ہے تو وہ حالات کو جانتا تھا اپنی حفاظت کے لیے شاہراہوں اور سرحدات کوفہ پر زبردست فوجی پہرہ بٹھا دیا تھا کہ باہر سے دوستداران آل محمدؐ حملہ آور نہ ہو سکیں اور خصوصاً اس کی نگاہ مختار پر تھی کہ مبادا وہ حملہ نہ کرے۔ اس نے اپنے سپاہیوں

کو ہدایت کی تھی کہ مختار اور ان کے ساتھیوں کو کوفہ میں داخل ہونے سے روکیں۔ جب مختار اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کوفہ پہنچے تو ابن زیاد کی فوج نے ممانعت کی مگر جناب مختار نے تلوار کھینچ لی۔ کچھ لوگ واصل جہنم کیے اور مابقی بھاگ گئے۔ جس روز حضرت مختار کوفہ پہنچے ہیں وہ روز قتل حضرت مسلمؑ تھا جب آپ کوفہ کے قریب پہنچے تو کوفہ کے ــــ صحرائی لوگوں سے ملاقات کی۔ احوال کوفہ پوچھا تو کسی نے کہا کہ اے مختار میں کوفہ سے باہر نہیں آیا تھا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت مسلمؑ کا سر بام قصر پر کاٹا اور ان کی لاش کو نیچے پھینک دیا اور لاش کے پیروں میں ریسمان باندھ کر تشہیر کیا گیا تھا۔ جب مختار نے یہ خبر وحشت اثر سنی گھوڑے سے زمین پر اترے عمامہ سر سے پھینک دیا۔ گریبان چاک کیا خاک سر میں ڈالی اور پھر گریہ و بکا کے بعد اپنے لشکر والوں سے کہا کہ تم واپس جاؤ اپنے اپنے قبیلہ میں چلے جاؤ اور اسلحہ اپنے بدن سے اتارا اور صلح و سلامتی والا لباس پہنا کوفہ میں داخل ہوئے۔ چاروں طرف آثار وحشت نظر آئے جب کوفہ کے میدان میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک خیمہ نصب ہے اور خیمہ میں عمرو بن حریث داروغہ ابن زیاد بیٹھا ہے اور منادی کرنے والے اس کے پاس موجود ہیں ان کے پاس علم ہے کہ جو کوئی شخص اس علم کے نیچے آجائے وہ امان پائے گا۔ اگر کوئی دوسرے دن آئے گا تو اس کی جان کے لیے خطرہ ہے۔ مختار محوِ حیرت تھے کہ عمرو بن حریث کی نظر مختار پر پڑی۔ اس نے اپنے غلام سے کہا کہ مختار کے پاس جا اور ان کو میرے پاس بلاؤ۔ غلام مختارؒ کے پاس آیا اور عمرو بن حریث کا پیغام دیا۔ مختار گئے۔ اور عمرو بن حریث نے مختار کو خیمہ سرخ میں بلایا اور ملاقات کی۔ جناب مختارؒ نے دریافت کیا اے برادر یہ معاملہ ہے یہ کیسا ہنگامہ ہے۔ عمرو بن حریث نے تمام واقعہ بیان کیا اور کہا اے

مختار بہت اچھا ہوا کہ تم آج یہاں پہنچ گئے ورنہ تمہاری خیریت نہ تھی۔ اب تم علم کے نیچے آ گئے امن امان سے رہو گے۔ چلو اب ہم اور تم ابن زیاد کے پاس چلتے ہیں جناب مختارؒ نے کہا کہ ابن زیاد میری طرف سے بدگمان ہے۔ میں اس شریر کے شر سے محفوظ نہیں ہوں۔ عمرو بن حریث نے کہا کوئی خطرہ کی بات نہیں ہے۔ میں تمہاری شفاعت کے لیے موجود ہوں۔ پس مختار اٹھے اور علم امان کے نیچے آئے اور علمدار جو کہ علم کو لیے ہوئے تھا جناب مختار کو قصر ابن زیاد لے گیا پس جیسے ہی مختار نے قصر کے دروازہ پر پہنچے اور بغیر اجازت ابن زیاد آپ اس کے پاس بیٹھ گئے۔ تو وہ ملعون بحالت غیض و غضب بولا کہ اے عبیدہ کے بیٹے تو تھا کہ جس نے ہمارے دشمن کے ہاتھ پر بیعت کی اور مسلم بن عقیل کو اپنے مکان میں جگہ دی اب کس واسطے یہاں آیا ہے کیا یہاں کوئی عذر ہے تو میرے پاس بغیر میری اجازت کے بیٹھ گیا۔ اتنے میں عمرو بن حریث آ گیا اور کہا اے امیر تیری جان کی قسم مختار کا کوئی قصور نہیں ہے اس شہر میں کسی نے اس کو ہنگامہ میں ملوث نہیں دیکھا۔ یہ درست ہے کہ دو تین دن مسلمؑ اس کے گھر ٹھہرے ہیں۔ بعدازاں وہ ہانی کے گھر چلے گئے تھے۔ اور اب آئے ہیں تو سب سے پہلے از خود علم امان کے سایہ میں آ کر طالب امان ہیں یہاں تک کہ مختار ابھی گھر بھی نہیں گئے ہیں جس پر ابن زیاد خوش ہو گیا اور مختار کو خلعت سے نوازا اور ان کے ساتھ باحترام واکرام پیش آیا۔ اسی اثناء میں ایک گروہ کہ جو جناب مختار کے ہاتھوں کوفہ میں داخلہ کے وقت زخمی ہوا تھا آ گیا۔ اور اس کے ساتھ وہ لوگ بھی آ گئے کہ جو فرار کر گئے تھے۔ ابن زیاد نے دیکھا تو فوراً ہی غضب ناک لہجہ میں کہا۔ اے مختارؒ تو نے ان مسلمانوں کو کیوں مجروح اور قتل کیا ہے جناب مختار نے فرمایا کہ جب ان لوگوں نے مجھے دیکھا قتل کرنے کے لیے تلواریں کھینچ

لیں۔ میں نے ان کو مجروح و قتل کیا اور یہ لوگ وہاں سے فرار کر گئے۔ ابن زیاد نے جناب مختار پر حملہ کیا جس سے جناب مختار کی یک زیر چشم دریدہ ہو گئی اور خون جاری ہو گیا۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان کی گردن قطع کر دو۔ لیکن اشراف کوفہ نے جو وہاں موجود تھے بیک زبان سفارش کی کہ مختار کو قتل نہ کیا جائے۔ اور کہا اے امیر قتل مختار میں جلدی کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ اس کا باپ ابو عبیدہ، خالد بن ولید کے ساتھ کفار و مشرکین سے جنگوں میں شریک رہا ہے۔ مسلم بن عقیل تو بے کس و غریب تھے کہ جنھیں تو نے قتل کرا دیا۔ مختار کے تو ہوا خواہ اور یار و انصار کثیر تعداد میں ہیں ان کو قتل کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ ان کے قتل سے باز رہ۔ قتل کرنے کی بجائے ان کو قید کر دے پس ابن زیاد نے حضرت مختار کو قید کر دیا۔ شیخ ابن نما فرماتے ہیں کہ مختار کو قید کرنے کے بعد اشراف کوفہ میں سے وہ لوگ جو دوستدار علی علیہ السلام یا جن لوگوں نے حضرت مسلمؑ بن عقیل کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی ایک ایک کر کے قید کر دیے گئے۔ ان میں عبداللہ بن حارث بن عبدالمطلب بھی تھے جناب میثم تمار بھی تھے ان کے علاوہ اور بھی دوستداران اہلبیتؑ تھے کہ جو محبوس کیے گئے اور بعض لوگ ابن زیاد کے خوف سے کوفہ سے باہر چلے گئے مگر بیعت نہیں کی۔ مروی ہے کہ عبداللہ حارث تیغ دلاکی نے مختار سے ملاقات کی اور کہا اے برادر ابن زیاد تجھے قتل نہیں کرے گا اور مجھ کو بھی قتل نہ کر سکے گا یہاں تک کہ ہم در تل بصرہ اس کے پاس پہنچیں اور اس کے باپ کو جلائیں۔ بعدہٗ جناب میثم تمار نے فرمایا کہ اے برادر من ابن زیاد ہرگز تجھے قتل نہیں کرے گا بلکہ اے مختار تو ہی اسے قتل کرے گا اور وہ تیرے ہی ہاتھ سے مارا جائے گا۔ حضرت مختار اور بعض شیعیانِ علیؑ زندان میں رہے یہاں تک کہ وہ روز بد آ گیا کہ حضرت امام حسینؑ کا

سر بریدہ اور اہل حرم رسن بستہ دربار ابن زیاد میں پیش کیے گئے۔ اس وقت اس ولد الحرام نے ایک اجتماع کیا اور دربار عام بصورت جشن فتح آراستہ کیا، یعنی لوگوں کو عام اجازت تھی جس کا دل چاہے دربار میں آکر اسیران محمدؐ کا تماشا دیکھے۔ بعدہٗ اس نے زندان سے جناب مختارؒ کو طلب کیا۔ جناب مختار دربار میں تشریف لائے اس طرح پا بزنجیر دربار میں پہنچے۔ جب داخل دربار ہوئے تو تماشائیوں نے ہجوم کر لیا۔ خیال کیا کہ یہ لوگ اس قدر ہجوم کے ساتھ کیوں جمع ہوئے ہیں پھر آپ نے تخت کیطرف نظر ڈالی دیکھا کہ ابن زیاد ملعون بیٹھا ہوا ہے۔ ابن زیاد نے از تمسخر وطنز مختار سے کہا کہ ہاں اے مختار بتاؤ کیا حال ہے زندان میں قریب قریب ایک ماہ گذر چکا ہے کہ تازہ ہوا بھی تجھے میسر نہیں ہے لباس بوسیدہ ہے۔ مختار واقعۂ کربلا سے بے خبر تھے اپنے خیال سے یہ فرما دیا کہ یہ ساری ذلّت عزت میں بدل جائے گی۔ میرے امیر امام حسینؑ عراق پہنچ چکے ہیں۔ مفید علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ابن زیاد نے حضرت مسلمؑ اور حضرت ہانیؒ کو قتل کرنے کے بعد یزید پلید کو خط تحریر کیا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ میں نے شیعیان علیؑ پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا ہے۔ مسلم و ہانیؒ کو قتل کرا دیا ہے اسی اثناء میں یزید پلید کا جواب نامہ ابن زیاد کو ملا جس میں تحریر تھا کہ شیعیان علیؑ اور ان لوگوں کو جنھوں نے بیعت مسلم بن عقیل کی ہے قتل وغارت کر اسباب و اموال تلف کر دے۔ چنانچہ ابن زیاد ملعون نے ظلم و ستم کرنے میں اور بھی زیادہ شدت اختیار کی۔ شرفاء کوفہ میں سے بعض مثلاً جناب حبیب ابن مظاہر، عابس بن شبیب شاکری، مسلم بن عوسجہ اسدی وغیرہ پہلے ہی خدمت امام حسینؑ میں حاضر ہو گئے تھے اور جام شہادت نوش کر کے راہیٔ خلد بریں ہوئے۔ ابن زیاد لعین نے جناب مختارؒ کو دوبارہ زندان بھیج دیا مگر واحسرتا مختارؒ نے نبی زادیوں کو اسیری کی حالت میں کھلے سر دیکھا، سید سجاد

کو دیکھا کہ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہیں گلے میں طوق خاردار ہے اور پاؤں میں بیڑیاں ہیں

جلالت قدر جناب میثم تمارؒ رضوان اللہ علیہ

اگر بغائر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضرت علی مرتضیٰؑ کی دوستی میں ثابت قدم رہنا، خوشنودیٔ رسولؐ کا باعث ہے خوشا نصیب کہ جو شیعہ علیؑ بن کر دوستیٔ آنجنابؑ میں ثابت قدم رہے۔ ؎

ہر کہ را مہر خدا مہر علی است	افتراق ایں دو نور از احوالی است
آفتاب دوستیٔ اولیا	کے تواند شد ز مہر حق جدا (کج چشمی)
چوں ہمہ یک نور نور خالقند	ہر یکے مر دیگرے را عاشقند
شیعیانِ چوں در حقیقت پرتوند	لاجرم در دوستی ہم میروند

حضرت میثم تمار فی الواقعی دوستدار علی علیہ السلام تھے۔ آپ عاشق و جاں نثار و صادق مولائے کائنات تھے۔ آپ کو جناب امیر المومنین علیہ السلام نے پرورش کیا تھا اور آزاد کر دیا تھا۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جناب امیر المومنینؑ نے ان کو اسرار علوم غیب تعلیم کیے تھے جس سے آپ ہونے والی باتوں کی پہلے سے خبر دیا کرتے تھے۔ آن جنابؑ نے ان کو خبر دی تھی کہ ابن ملجم مجھے ضرب لگائے گا اور میری شہادت واقع ہو گی اور اے میثم میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک روز شریر لوگ تمہیں گرفتار کریں گے۔ زدو کوب کریں گے اور دوسرے دن تمہارے ناک و دہن سے خون جاری ہوگا اور تیسرے دن تمہاری داڑھی تمہارے خون سے خضاب ہو گی اور ایک جگہ کی نشاندہی کی کہ یہاں ایک درخت پر تم کو سولی دی جائے گی۔ اس پر حضرت میثم نے دریافت کیا کہ اے آقا یہ باتیں میرے ساتھ کس جرم دخطا میں

کی جائیں گی ارشاد فرمایا کہ میری محبت کی وجہ سے تمہیں قتل کیا جائے گا۔ میثم نے فرمایا کہ پھر مجھے یہ سب کچھ قبول ہے کہ میں آپ کی محبت میں شہید ہوں گا۔ جنت میرا مقام ہوگا۔ کوثر کی موجیں میرا انتظار کر رہی ہوں گی۔ سایۂ لوا الحمد نصیب ہوگا۔ شیخ مفید کتاب ارشاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ میثم نے اپنی شہادت کے سال بیت اللہ کی زیارت کی اور واپسی پر مدینہ پہنچے اور حضرت ام المؤمنین بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر گئے۔ در خانہ پر سلام بجالائے کہا کہ میں میثم تمّار ہوں۔ مطیع حیدر کرّار ہوں اور ابھی تک زندہ ہوں۔ حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ خوش خاطر کہ تم آئے ہو۔ میں نے نصف شب گذرنے کے بعد خواب میں دیکھا کہ حضرت رسولخدا نے تمہاری سفارش اپنے بھائی علی ابن ابیطالبؑ سے کی ہے۔ میثمؒ نے عرض کیا کہ اے ام المومنین یہ تو فرمائیے کہ حضرت حسین علیہ السلام کہاں ہیں فرمایا کہ وہ اندر موجود ہیں۔ عرض کیا کہ میرا سلام ان کو پہنچا دیجئے میں تو بے حد مشتاق زیارت حسین ہوں اور اب میں اجازت چاہتا ہوں حضرت ام سلمہؓ نے خوشبو وغیرہ پیش کی جسے آپ نے اپنی ریش مبارک پر ملا اور کہا اب عنقریب میری ڈاڑھی میرے خون سے خضاب ہو گی۔ جناب ام سلمہؓ نے دریافت کیا کہ تم کو یہ کیوں خبر ہوئی عرض کیا کہ شاہ ولایت علی ابن ابیطالب نے خبر دی تھی۔ ام سلمہؓ آبدیدہ ہوئیں اور جناب میثم تمار وہاں سے رخصت ہوئے اور کوفہ وارد ہوئے۔ ابن زیاد کے گماشتوں نے ان کو گرفتار کر لیا اور جب اس ملعون کے پاس لے گئے تو بروایتے شیخ ابن الفارسی۔ ابن زیاد نے لوگوں سے کہا کہ اس مرد کے امیر کو پہچانتے ہو۔ لوگوں نے کہا کہ وہ کون ہے۔ ابن زیاد ملعون کہنے لگا کہ یہ کذاب غلام علیؑ ہے اس نے حضرت علیؑ کی طرف بھی یہی نسبت دی، معاذ اللہ، پھر ابن زیاد نے لوگوں کی طرف از راہِ تامّل دیکھا۔ میثم تمار کی طرف بھی

نظر ڈالی فرمایا اے ملعون تو کیا چاہتا ہے میں صادق ہوں اور میرے آقا صادق و صدیق علی ابن ابیطالب ہیں جنھیں رسول خدا نے صدیق فرمایا ہے اور حق یہی ہے کہ علیؑ ہی صدیق ہیں کتاب الارشاد میں ہے کہ اے میثم تمہارا خدا کہاں ہے فرمایا کہ کمین گاہ تو۔ یعنی اے ظالم خدا تیری نافرمانی دیکھ رہا ہے۔ اس پر ابن زیاد ملعون غصہ میں بھر گیا اور کہا اے عجمی تو اس قدر گستاخ ہو گیا ہے۔ اور اس ملعون نے ان کو قید کر دیا اور زندان بھیج دیا۔ چند دنوں بعد ابن زیاد نے حکم دیا کہ مختارؒ اور میثم تمار کو زندان سے یہاں لایا جائے، غلام گئے اور دونوں کو زندان سے دربار میں لائے اوّل مختار کو اس کے سامنے پیش کیا۔ اس ملعون نے حکم دیا کہ مختار کو قتل کر دیا جائے ناگاہ ایک قاصد وارد ہوا اور اس نے ایک نامہ یزید اس کو دیا جس میں یزید لعنۃ نے لکھا تھا کہ مختار کو رہا کر دیا جائے۔ جب جناب مختار رہا ہو گئے تو میثم تمار کو طلب کیا وہ پیش ہوئے روضۃ الواعظین میں ہے کہ جب میثم اس ملعون کے سامنے پیش ہوئے تو اس نے کہا کہ اے میثم تم کو چاہیے کہ علیؑ پر تبرّی کرو اور مدح عثمان کرو ورنہ تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کرا دوں گا۔ جناب میثم یہ سن کر گریہ کرنے لگے تو ابن زیاد نے کہا کہ تو گریہ کرتا ہے۔ جناب میثم نے فرمایا کہ میرا گریہ کرنا کسی خاص مطلب کے لیے ہے اپنی موت کو سن کر گریہ نہیں ہے بلکہ اس لیے گریہ کر رہا ہوں کہ مجھے میرے مولیٰ و آقا صدیق اکبر حضرت علیؑ نے خبر دی تھی کہ اے میثم تمہاری ریش تمہارے خون سے تر ہو گی۔ ہاتھ پاؤں قطع نہیں ہوں گے بلکہ زبان کاٹی جائے گی۔ ابن زیاد نے جب یہ کلام سنا تو برافروختہ ہوا اور کہنے لگا کہ بخدا میں تیرے دست و پا قطع کروں گا اور تیری زبان قطع نہیں ہو گی۔ تاکہ تیرا اور تیرے آقا کا کہنا جھوٹ ثابت ہو پس اس ملعون نے حکم دیا کہ میثم تمار کے ہاتھ

پیر کاٹ دیے جائیں۔ اور پھر ایک درخت پر ان کو سولی دی جائے۔ کتاب الارشاد میں ہے کہ جب اس مردِ مومن شیعۂ علی مرتضیٰ کو دار پر کھینچا گیا تو لوگ تماشا کے لیے جمع ہو گئے۔ عمرو بن حریث اپنے مکان سے باہر آیا، میثم کو دار پر دیکھا۔ بہت متعجب ہوا اور کہا خدا کی قسم اس مردِ دیندار مجھ سے کہا تھا کہ میں تیرا ہمسایہ ہوں گا تو حق ہمسائیگی ادا کرنا۔ پس اس نے اپنی کنیز کو حکم دیا کہ اس درخت کے آس پاس جگہ صاف کی جائے زمین پر پانی چھڑکا جائے کنکریاں اور سنگریزے چن لیے جائیں مختصر یہ ہے کہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب میثم نے لوگوں کا اژدھام دیکھا اس درخت پہ کہ جسے سولی کا تختہ بنایا گیا تھا، فضائل حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ بیان کرنا شروع کیے اور بنو امیہ کی مدح کی۔ روضۃ الواعظین میں ہے کہ میثمؒ نے فرمایا اے لوگو جس کسی کو پوشیدہ حدیث فضائل علیؑ المرتضیٰ سننی ہو وہ بگوش دل سنے یہ کہہ کر آپ نے فرمایا کہ منجملہ دوسری احادیث کے ایک یہ بھی خبر ہے کہ مجھ سے میرے آقا و مولے امیر المومنین ابن ابیطالبؑ نے فرمایا تھا کہ: واللہ تقتل ھذہ الامۃ ابن بنت بنیھا فی المحرم لعشر مضین منہ یعنی قسم بخدا کہ یہ امت پسرِ دخترِ رسولِ خدا کو محرم میں قتل کرے گی پھر فرمایا کہ: یبکی علیہ کل شئ حتی الوحوش فی الفلوات والحیتان فی البحار والطیر فی جو السماء اے لوگو جب یہ امت اپنے امام کو شہید کرے گی تو تمام کائنات اس پر خون کے آنسو بہائے گی۔ یہاں تک کہ جانورانِ صحرائی، دریا کی مچھلیاں، مرغانِ ہوا، آفتاب و ماہتاب سب ہی گریاں کناں ہوں گے۔ اور پھر فضائل آلِ رسولؐ بیان کیے اور کہا میری خاک کا ہر ایک ذرّہ عشق ابوتراب رکھتا ہے کتاب الارشاد میں ہے کہ منافقین نے ابن زیاد ملعون کو اس کی خبر کی کہ میثم دار پہ

فضائل علیؑ المرتضیٰ بیان کر رہے ہیں۔ اس مقام پر ابن فارسی رقم طراز ہیں کہ جب ابن زیاد نے یہ حال سنا تو کہنے لگا کہ اب کوئی دوسرا چارۂ کار نہیں ہے۔ پس میثم کی زبان کاٹ دی جائے جلاّد کو حکم دیا کہ زبان کاٹ دے۔ جب جلاّد نے زبان قطع کرنے کا ارادہ کیا تو میثم نے فرمایا کہ کیا کرتا ہے اس نے کہا کہ زبان قطع کروں گا۔ آپ نے ابن زیاد کو مخاطب کر کے لوگوں سے کہا کہ کہہ دو اس کنیز زادہ سے کہ میرے مولیٰ و آقا امیر المومنین علی مرتضیٰ نے سچ فرمایا تھا کہ میثم تمہاری زبان ہماری محبت میں کاٹی جائے گی۔ المختصر جلاّد نے آپ کی زبان قطع کی۔ پھر اس جلاّد نے ابن زیاد کے حکم سے ہاتھ پاؤں بھی قطع کیے مگر میثم کی قوت ایمانی دیکھنے کے قابل ہے۔ آنکھ کے اشاروں سے علی ابن ابیطالبؑ کی مدح کرتے رہے۔ دار پہ ہی تھے کہ روح پاکیزہ بطرف طوبیٰ روانہ ہوئی۔ اور غلام اپنے آقا کی خدمت میں پہنچ گیا۔ مخزن البکاء میں ہے کہ خرما فروشان کچھ دور جمع ہوئے اور ایک دوسرے کو آپس میں ملامت کرتے رہے کہ ہمارا ہم پیشہ تاجر خرما کی لاش بے گور و کفن پڑی ہے۔ غرضیکہ تیسرے دن بوقت شب وہ لوگ جمع ہوئے اور جناب میثم تمار کو سپرد خاک کیا۔ واحسرتا کربلا میں لاش ہائے شہداؑ بے غسل و کفن پڑی رہیں کون تھا کہ جو دفن کرتا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

احوال رشید ہجریؒ

جناب رشید ہجریؒ دوستدار حضرت شاہ اولیاء امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام تھے۔ آپ کی جلالت قدر کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ ملکی الصفات تھے

حضرت امیر المومنین سے اسقدر فیض روحانی حاصل کیا تھا کہ اس حدیث مبارکہ کا مصداق بن گئے تھے کہ عبدی اطعنی اجعلک مثلی یعنی ارشاد خداوندعالم ہے کہ اے میرے عبد (بندہ) تو میری اطاعت کر میں تجھے اپنا جیسا بنا دوں گا (یہاں اجعلک مثلی فرمایا ہے اس کے یہی معنی ہیں کہ اطاعت خدا حد آخر یہ ہے کہ مطیع خدا میں صفات الہیّہ کا پرتو پیدا ہو جاتا ہے اور لفظ اجعلک یعنی تجھے بنا دوں گا اس امر کی دلیل ہے کہ خداوند تعالیٰ ہر حال مثل ہونے سے ارفع د اعلیٰ ہے کیونکہ مخلوق پھر بھی مخلوق ہے اور خالق پھر بھی خالق۔ مطیع بندوں میں صفات خدا عطیۂ خداوندی ہے اور خداوندعالم بذاتہ ہر صفت وکمال حسنہ کا جامع ہے)۔

بنا بریں خوارق عادات، باتیں ان سے ظاہر ہوتی تھیں یہ بھی مروی ہے۔ شیخ طوسی علیہ الرحمۃ کتاب امالی میں حسان عجلی سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کی دختر سے سوال کیا کہ مجھے یہ تبلائیں کہ تمہارے پدر عالی قدر کو کس طرح شہید کیا گیا تو اس سے بہت کچھ سننے میں آیا ہے۔ شیخ کشی فرماتے ہیں کہ اس دختر کا نام قنوا تھا۔ اس نے کہا کہ میرے والد ماجد نے اپنی زندگی میں مجھ سے فرمایا کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ آقائے من نے مجھ سے ارشاد فرمایا ہے کہ اے رشید اس روز صبر کرنا جب اموی لوگ تم کو پکڑ لیں گے اور ابن زیاد تمہارے ہاتھ پیر قطع کرے گا اور بعدہٗ تیری زبان قطع کرے گا۔ میرے پدر بزرگوار نے امیر المومنین کی خدمت میں عرض کیا مولیٰ یہ تو فرمائیے کیا ان مصائب کے بعد مجھے جنت ورضوان خداوند تعالیٰ نصیب ہوگی آپ نے فرمایا کہ ہاں بے شک نصیب ہوگی اور اے رشید تو دنیا میں بھی مجھ سے ہے اور آخرت میں بھی میرے ساتھ ہوگا۔ قنوا کہتی ہے کچھ عرصہ نہ گزرا تھا کہ دعی ابن دعی (دعی کا لفظ اشارۂ لطیف ہے لفظ ابن زیاد کی طرف بمعنی بہت سوں کا فرزند)۔

عبیداللہ نے کسی کو بھیجا اور اس نے میرے بابا سے کہا اے رشید! حضرت علیؑ کی غلامی چھوڑ دو یعنی ان کو اپنا مولیٰ و آقا نہ سمجھو جس پر رشید نے فرمایا کہ سوائے علی ابن ابی طالب میرا کوئی دوسرا شخص آقا نہیں ہے اور کہا ہائے میں خلاف عقل بات کس طرح کہوں حالانکہ میں جانتا ہوں کہ تو مجھے قتل کرے گا اور میرے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے گا اور میری زبان بھی قطع کرے گا۔ قنوا کہتی ہے کہ لوگ رشید ہجری کو ابن زیاد کے پاس لے گئے۔ اس نے پوچھا کہ رشید تم کو تمہارے مولیٰ علی ابن ابیطالبؑ کو کیونکر خبر دی ہے کہ میں تم کو کس طرح قتل کروں گا۔ رشید نے کہا کہ میرے مولیٰ نے فرمایا ہے کہ تو میرے ہاتھ پاؤں قطع کرے گا اور سولی چڑھا دے گا۔ ابن زیاد ملعون نے کہا بخدا میں تمہارے امام کا کلام جھوٹا کروں گا اور تم کو چھوڑ دوں گا۔ جناب رشید وہاں سے اُٹھے تو ابن زیاد اپنے آدمیوں سے کہنے لگا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالو۔ اور سولی دے دو۔ رشید ہجری نے کہا ایک چیز باقی رہ گئی ہے جس کی میرے مولیٰ نے مجھے خبر دی ہے اور وہ بھی تو ہی انجام دے گا۔ ابن زیاد لعین نے کہا کہ اس کی زبان بھی قطع کر دو۔ اس پر رشید بولے کہ میرے مولیٰ کا کلام کبھی جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ پس اس ظالم نے حکم دیا کہ رشیدؒ کے دست و پا قطع کیے جائیں چنانچہ رشید کے ہاتھ پاؤں قطع کر دیے گئے۔ جب اسی حالت میں ان کو گھر لائے تو ہمسایہ لوگ اور رشتہ دار جمع ہو گئے، اور اسی حالت میں میرے بابا نے فرمایا کہ دوات قلم لاؤ، دوات وقلم حاضر کیا گیا اور انھوں نے آئندہ ہونے والی خبریں اور واقعات تحریر کیے۔ کیونکہ میرے بابا کی حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے علم منایا اور بلایا تعلیم کیا تھا جب ابن زیادؒ کو اس کا علم ہوا تو اس نے حجام کو بلایا اور حکم دیا کہ رشید کی زبان قطع کرے۔ وہ ملعون آیا اور رشید کی زبان کاٹ دی گئی۔

اس وقت میرے بابا نے کہا اے ابن زیاد جو میرے مولا نے فرمایا تھا وہ سچ نکلا۔ دختر رشید یہ حالات دیکھ کر زار زار رو رہی تھی۔ اس وقت اس نے اپنے بابا رشیدؒ سے پوچھا کہ بابا کہ آپ کو درد کی تکلیف بہت زیادہ ہو گی جس پر رشید نے اشارہ سے یہی کہا بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ جلد مجھے رہائی نصیب ہو اور یہی میری بارگاہ خدا میں التجا ہے کہ مجھے جلد رہائی نصیب ہو۔ لقائے خدا کا انھیں اشتیاق تھا کہ برحمت الٰہی ملحق ہوے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

موکب امام حسین کا مکّہ معظمہ سے بطرف کربلا کوچ

شیخ مفیدؒ و سید طاؤس، شیخ ابن الفارسی رضوان اللہ علیہم معمولی سے اختلاف کے ساتھ کتب مقاتل میں بیان کرتے ہیں کہ جناب مسلمؑ نے ۸ ذی الحجہ ۶۰ھ کو کوفہ میں خروج کیا۔ یہ تاریخ یوم الترویہ ہے۔ اور حضرت مسلم کی شہادت ۹ ذی الحجہ کو ہوئی اور روز نہم ذی الحجہ یوم عرفہ کہلاتا ہے۔ اور اسی روز حضرت امام حسینؑ مکہ معظمہ سے کوچ فرمایا۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے نویں ذی الحجہ مکہ معظمہ سے اس لیے کوچ فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے کعبہ کو جائے امن قرار دیا ہے۔ ارشاد فرمایا ہے: من دخلہ کان اٰمنا (سورۃ آل عمران آیت ۹۷) یعنی جو کعبہ میں داخل ہو گیا وہ امن پا گیا اب اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے آپ کے مکّہ معظمہ سے کوچ کرنے کی دو وجوہ تھیں۔ ایک یہ کہ آپ جانتے تھے کہ جب تقدیر الٰہی جاری ہو جائے تو وہ کام ہو کر رہتا ہے۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ انیسویں ماہِ رمضان المبارک کو خانہ جناب ام کلثوم سے مسجد تشریف لائے جانتے ہوتے کہ حالت نماز میں سر کے اس مقام پر کہ جو بالوں کے درمیان لکیر ہوتی ہے ضرب پڑے گی اور خود زخمی ہوں گے۔

حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام عارفاً و عالماً گھر سے مسجد تشریف لائے اور زخمی ہوئے کیونکہ تقدیر الٰہی جاری ہو چکی تھی۔ اور مکہ معظمہ سے کوچ کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت امام حسینؑ کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ آپ ان لوگوں سے محفوظ رہ سکیں جو حاجیوں کی صورت میں آپ کے قتل کرنے کے لیے آپ کی گھات میں بیٹھے ہوئے تھے۔ پس حضرت امام حسینؑ کی نظر انجام پر تھی کہ اگر حرم میں ٹھہرتے ہیں اور قتل کر دیے جاتے تو حرمت کعبہ مٹ جاتی۔ بنابریں امام عالیمقام مکہ سے باہر نکل گئے۔

کتاب کامل الزیارت میں ابی سعید سے مروی ہے کہ میں حضرت خامس آل عبا علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا کہ عبداللہ ابن زبیر آپ کے پاس آئے۔ کچھ دیر تک آپس میں خموشی کے ساتھ محوِ گفتگو رہے کہ بعد ازاں حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ عبداللہ جانتے ہو کہ میں نے کیا کہا مقصد یہ تھا کہ عبداللہ زبیر تم نے کعبہ کو جائے امن سمجھ لیا ہے مگر تمہیں یہ خبر نہیں ہے کہ مخالفین و اعدائے دین میری جان لینے کے ارادہ سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اگر مجھے کعبہ میں قتل کر دیں تو حرمت کعبہ برباد ہو گی مجھے یہ پسند ہے کہ میں کعبہ کی بجائے میدان بے آب و گیاہ میں قتل کیا جاؤں اور میرے خون سے کعبہ کی زمین رنگین نہ ہو۔ اور اگر شط فراط پر کیا جاؤں میرے لیے باعث خوشی ہے کہ حرم الٰہی کی تقدیس باقی رہی۔ آپ نے اپنی شہادت کے لیے زمین کربلا کا انتخاب اس لیے کیا کہ مکہ کی زمین نے کربلا کی زمین پر مفاخرت کی تھی تو منجانب خدا خطاب قہر آمیز ہوا کہ: قرّی فاستقری۔ آرام سے رہ یعنی فخر مت کر۔ اگر بعد ازاں فخر کیا تو تجھے مسخ کر دوں گا اور اس طبقۂ زمین کو جہنم بنا دوں گا۔ چنانچہ کتاب انیس العہد میں اس حدیث اور اس کے مضمون کو بڑی شرح اور بسط کے ساتھ لکھا گیا ہے پس یہ دو وجوہ ایسی تھیں کہ امام حسین علیہ السلام نے مکّہ سے کوچ فرمایا اور حج کو عمرہ سے بدل دیا۔

جیساکہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ ایک وجہ اجرائے تقدیر تھی اور دوسری حرمت خانہ کعبہ کو باقی رکھنا تھی۔ شیخ مفیدؒ اور متعدد راویوں نے روایت کیا ہے کہ فرزدق نے غالب بن صعصعہ سے کہا کہ میں سنہ ۶۰ھ میں اپنی والدہ کے ساتھ حج کرنے کی غرض سے گیا اسی ہنگام کہ میں اپنے اونٹ کو چلا رہا تھا کہ مکہ کے بیرون میں نے دیکھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ سے تشریف لائے ہیں اور تمام لوگ آپ کے ساتھ ہیں میں نے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ دنیا تو حج کے لیے مکہ آ رہی ہے اور بادشاہ حجاز مکہ سے واپس تشریف لا رہے ہیں۔ میں حضرت حسین بن علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا ما عجلك عن الحج۔ کیا وجہ ہے کہ حضرت نے حج نہیں کیا اور مکہ سے باہر آنے میں عجلت فرمائی۔ فرزدق کہتا ہے کہ اس وقت امام حسینؑ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا اے فرزدق تجھے کیا معلوم اگر میں مکہ سے باہر نکلنے میں عجلت نہ کرتا تو گروہ اشرار مجھے گرفتار کر لیتا۔ فرزدق کہتا ہے کہ پھر میں نے زیادہ دریافت نہیں کیا امام حسینؑ نے مجھ سے فرمایا کہ اے فرزدق کہ تو نے میرے عقب میں لوگوں سے کیا سنا اور کیا دیکھا۔ میں نے عرض کیا مولا لوگوں کے دل آپ کی محبت سے لبریز ہیں اور ان کی تلواریں آپ کے دشمنوں کے ساتھ تیار ہیں لیکن قضائے الٰہی جاری ہو چکی ہے بفعل الله ما یشاء و یحکم ما یرید۔ خدا جو چاہے کرے۔ حضرت امام حسینؑ نے اس کی تائید کی اور فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہے لله الامر من قبل و بعد تمام کام اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں پھر حضرت نے چند امور پر روشنی ڈالی۔ میں نے کہا کہ خدا تمہیں سلامت رکھے۔

مطابقت حج ظاہری با حج معنوی

فرزدق کہتا ہے کہ میں نے امام حسین علیہ السلام سے مناسک حج کے بارے میں کچھ مسائل دریافت کیے تو عالم علوم ربّانی نے فرمایا یعنی مناسک حج بیان فرمائے اور آنجنابؑ حقیقی یعنی کربلا کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت جب وارد کربلا ہوئے اور زینت ترک کر دی مثلاً انگشتری اتارنا وغیرہ اور عیال و اطفال میں سے سب نے انگشتریاں اتار دیں۔ مکہ معظمہ میں امام حسینؑ نے ایام تشریق میں بیتوتہ کیا یعنی شب ایک جگہ بسر کی اور کربلا میں تین دن تک اہل حرم سر کے لیے خاک کربلا پر رہے اور راتیں جاگ کر کاٹیں اور لاش امام حسینؑ خاک و خون میں غلطاں پڑی رہی۔ مکہ معظمہ میں امام حسینؑ نے بعد از مناسک حج تقلیم اظفار کیا یعنی مناسک حج کے بعد ناخن کٹوا لیے اور کربلا میں بعوض ناخن دونوں ہاتھ راہ خدا میں دے دیئے۔ یعنی حضرت عباس علمدار کے شانے قلم ہوئے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ امام حسین نے مکہ میں تین قربانیاں کیں لیکن کربلا میں بہتّر قربانیاں راہ خدا میں دیں۔ ان میں ایک قربانی علی اصغر معصوم کی تھی جو صرف چھ ماہ کے تھے۔ الا لعنة الله علی القوم الظالمین۔

مرحوم سیدؒ نے اپنی کتاب لہوف میں لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ نے مکہ سے باہر نکلنے کا عزم کیا تو آپ نے ایک مجلس منعقد کی۔ یعنی سب لوگوں کو جمع کیا اور خطبہ پڑھا اور اپنے جد حضرت رسولِ خداؐ پر درود و سلام بھیجا اور پھر ارشاد فرمایا کہ اے دوستو موت کا قلادہ ہر ایک انسان، ہر ایک ذی روح کے گلے میں پڑا ہوا ہے۔ موت سے کسی کو مفر نہیں ہے۔ پھر چند ایک نصائح فرمائیں۔ پھر فرمایا ایہا الناس اللہ

کی رضا ہماری رضا ہے ہم صبر کرتے ہیں جو بھی بلا ہم پر آئے ہم راضی برضائے الہٰی ہیں جس کسی لقاء الہٰی کی آرزو ہو وہ میرے ساتھ کربلا میں چلے میں کل صبح مکّہ سے جا رہا ہوں پس خاص دوستوں اور اقربا و اعزاء نے یہ جب سنا کہ بیت اللہ کا حج، عمرہ سے بدل دیا تو سب کے سب کربلا میں حج حقیقی کی بجاآوری کے لیے آمادہ ہو گئے۔ امام حسین علیہ السلام نے کربلا پہنچ کر حج معنوی کی بجاآوری کے لیے احرام باندھا اور روز عاشورا محرم حج اکبر بجالائے۔

اعمال حج معنوی اور حضرت زینبؑ علیا

ظاہر ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام مکّہ معظمہ سے وارد کربلا ہوئے ہیں تو حضرت زینب علیاؑ اور دوسری مخدّرات حرم نے کربلا میں حج معنوی کے اعمال بجا لانے کی طرف توجہ فرمائی۔ اور ہر ایک خاتون معظمہ نے بقدر امکان اس حج معنوی کے اعمال ادا کیے۔ ہم صرف حضرت زینب علیاؑ کے اعمال حج کی نشاندہی کرتے ہیں۔ تاکہ خواتین اہل ایمان دیکھیں کہ کس طرح حضرت زینب خاتون نے کربلا میں اعمال حج سے مطابقت قائم کی ہے تاکہ حج بدل ہو جائے۔

حضرات ..... اعمال حج میں سے ایک عمل ہے احرام باندھنا۔ لباس چاک کرنا، لبیک کہنا۔ سایہ کا سر پر نہ ہونا۔ خضاب و رنگ ترک کرنا مر زینت ترک کرنا، سر برہنہ کرنا، طواف کرنا۔ استلام (یعنی خانہ کعبہ اور حجر اسود کو بوسہ دینا) کرنا، وقوف کرنا، ہدیہ (قربانی) لانا۔ بیتوتہ کرنا، یعنی رات کو جاگنا، اور قربانی دینا وغیرہ وغیرہ آئیے ہم دیکھیں کہ حضرت زینبؑ علیا نے چونکہ یہ اعمال حج مکّہ میں نہیں ادا کیے تھے۔ آپ کربلا پہنچ کر ادا فرمائی ہیں۔ اس طرح حج معنوی کسی نبی و وصی، ولی

نے ادا نہیں کیا۔ جس شان سے کربلا میں ثانیٔ زہرا حضرت معصومہ بی بی زینب خاتون نے ادا کیا ہے۔ مثلاً اعمال حج میں ہے لباس چاک کرنا۔ جناب زینب بیکس نے لباس اسطرح چاک کیا کہ جب اپنے برادر عالیقدر حسین خود اپنے بھائی کی زبانی سنی کہ کہ آپ نے فرمایا اے خواھر و لا بدان ترونی قتیلا طریحا علی الارض یعنی کہ اے بہن اس شب ہماری زندگی کی شب آخر ہے حضرت زینب خاتون نے اپنا گریبان چاک کیا ہائے حسین کہا اور غش کر گئیں۔ اعمال حج میں احرام کے لیے دو لباس سفید ہوتے ہیں جو بی بی زینبؑ نے پہنے آپ نے پہلے سے مہیا کر رکھے تھے البتہ ایک نیلگوں ہو گیا اس وقت کہ جب ضرب تازیانہ آپ پر پڑی ہے اور دوسرا خون آلودہ ہو گیا تھا کہ جب کعب ملعون نے نیزہ مارا ہے۔ اعمال حج میں تلبیہ یعنی لبیک کہنا بھی شامل ہے۔ جب حضرت امام حسینؑ نے آواز استغاثہ بلند کی تو سب نے لبیک کہا حتیٰ کہ بچوں نے لبیک کہا اور خود جناب زینب خاتون نے بھائی کی آواز پر لبیک کہا۔ اعمال حج میں استلام (یعنی حجر اسود کو بوسہ دینا) کرنا بھی ہے۔ اے شیعو! جب امام رخصت آخر کے لیے خیمہ میں تشریف لاتے ہیں۔ تو حضرت زینبؑ نے گلوئے امام حسینؑ چوما اور اس عمل حج کو بجالائیں۔ اعمال حج میں ہدیہ بھی شامل ہے۔ حضرت زینبؑ نے گوسفند کی بجائے دو چاند سے بیٹے امام حسین پر قربان کر دیئے۔ اعمال حج میں ایک عمل طواف ہے۔ جیسے حضرت زینبؑ خاتون نے اس طرح انجام دیا کہ امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر گرے۔ ملاعین نے محاصرہ کر لیا۔ چاروں طرف سے تلواریں پڑنے لگیں۔ حضرت زینبؑ نے مثل پروانہ بھائی کا طواف کیا۔ اس وقت دشمن دشمن بھی دور ہو گئے۔ اعمال حج میں کشف راس بھی شامل ہے۔ زینب خاتون کی چادر چھین لی گئی۔ اس وقت

برہنہ سر ہونا عمل حج معنوی تھا۔ دوڑی ہوئی لاش برادر پر پہنچیں۔ دیکھا کہ تلواریں امام حسینؑ پر پڑ رہی ہیں، فرماتی ہیں کیا تم لوگوں میں کوئی مسلمان نہیں ہے۔ اعمال حج میں وقوف بھی شامل ہے چنانچہ آپ لاش برادر پر ٹھہری رہیں۔ بیتوتہ بھی شامل حج ہے یعنی شب کو قیام کرنا چنانچہ گیارہویں شب کو بعد شام غریباں جب خیمہ جل چکے تو آپ نے ایک قنات چاروں طرف کھڑی کی۔ بیبیوں بچوں کو اس میں بٹھایا اور خاک سیاہ پر شب بھر بیتوتہ کیا اور صبح دم اس جگہ بھی نہ بیٹھ سکیں۔ زینت کرنا بھی ترک کیا لباس بار کہنا تمام المحرم سے پہن لیا اور ترک خضاب بھی کیا کہ بعد واقعہ عاشورا حضرت زینب خاتون نے مہندی لگانا، سایہ میں بیٹھنا، سرمہ لگانا ترک کر دیا اب زینب خاتون تھیں اور مسلسل گریہ وزاری تھی۔

عبداللہ ابن عباسؓ کا حضرت امام حسینؑ کو سفر عراق سے روکنا

جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا یہ ارادہ ہوا کہ مکہ سے سفر عراق اختیار کریں تو چند اشراف و اکابرین نے حضرت امام حسینؑ کو سفر عراق اختیار کرنے سے روکا مگر آپ نے ان کی فرمائش کو قبول نہیں کیا۔ ان ہی لوگوں میں سے عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن عمر بھی تھے۔ عبداللہ ابن عمر نے جب حضرت امام حسین سے سفر عراق کے بارے میں گفتگو کی تو آپ نے ان کی فرمائش کو بھی رد فرما دیا اور جب جناب ابن عباسؓ کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت امام حسینؑ نے سفر عراق کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ خدمت امام عالیمقام میں آئے اور کہا اے حسینؑ تمہارے والد اور تمہارے بھائی حسنؑ کے ساتھ کوفہ والوں نے جو کچھ کیا وہ تم پر آشکار ہے۔ عراق کے لوگوں نے کوئی ساتھ نہیں دیا خصوصاً کوفی لا یوفی مشہور ہیں یہ لوگ تمہارے ساتھ بھی دغا کریں

گے بہتر یہی ہے کہ ارادۂ سفر عراق ترک کر دو۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے ابن عباسؓ! مجھے مسلم بن عقیل کا نامہ پہنچ چکا ہے کہ میں کوفہ پہنچوں۔ اور خود اہل کوفہ نے بے شمار خطوط بھیجے ہیں اور مجھے بلایا ہے۔ جس پر حضرت ابن عباسؓ نے کہا مولیٰ یہ سب صحیح ہے لیکن کوفہ والوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ یہ کہہ کر ابن عباسؓ رخصت ہو گئے اور امام حسینؑ نے قرآن مجید سے تفاؤل کیا پس جیسے ہی فال دیکھے تو یہ آیہ مجیدہ

كل نفس ذائقة الموت توفون اجوركم يوم القيامة

نکلی۔ امام عالیمقام نے آیت پڑھ کر فرمایا: صدق اللہ وصدق رسولہ اور دل میں کہا کہ یہ ہی بات میرے نانا نے خواب میں مجھے فرمائی تھی۔ پھر دوسری مرتبہ ابن عباسؓ آئے اور سفر عراق سے روکنا چاہا۔ امام حسینؑ نے فرمایا میں راضی برضائے خدا ہوں، قرآن مجید سے فال نکلی ہے جو میرے لیے بمنزلہ حکم ربانی ہے اور اس کی تعمیل کرنا مجھ پر واجب ہے۔ پھر ابن عباسؓ نے کہا اچھا اگر سفر عراق اختیار ہی کرنا ہے تو اہل حرم کو ساتھ نہ لے جائیے۔ جب ابن عباسؓ کی اس گفتگو کو حضرت علیا زینب خاتون نے سنا فرمایا اے فضہ ابن عباسؓ سے کہو کہ میں حسینؑ کو تنہا نہ چھوڑوں گی۔

عمرو بن سعید والیٔ مکہ کا امام حسین کو سفر عراق سے روکنا

بروایت ابن اعثم کوفی ظاہر ہوتا ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ کے سفر عراق اختیار کرنے کی خبر عمرو بن سعید والیٔ مکہ معظمہ کو ہوئی تو اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو عریضہ ارسال کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ عازم سفر عراق ہیں اور بہ سمت کوفہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں میں یہ بہتر نہیں سمجھتا کہ آپ کوفہ تشریف لے جائیں

بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ اس ارادہ سے باز رہیں وہاں تشریف لے جانا ترک کر دیں، بہتر یہ ہے کہ آپ مدینہ میں اپنے جد کے مزار اقدس کی مجاورت اختیار کریں۔ جب یہ نامہ حضرت امام حسینؑ کو ملا۔ حضرت نے جواباً تحریر فرمایا کہ اے والی مکہ تو نے از راہ خیر خواہی مجھے جو عریضہ تحریر کیا ہے اور میرے لیے بہترین شہر برائے قیام منتخب کیا ہے۔ بیشک مدینۂ رسول خدا بہترین شہر ہے، اے عمرو بن سعید کہ میرے اور تیرے لیے رضائے خدا پر قائم رہنا بہتر ہے کہ وہی دنیا و آخرت میں جزائے خیر دینے والا ہے۔ اس کے بعد آپ اور تمام اصحاب واعزا مکہ سے باہر نکل آئے۔

شیخ مفیدؒ نے لکھا ہے کہ اس نے اپنے بھائی یحییٰ کو ایک گروہ کے ساتھ سر راہ عراق بٹھا دیا کہ حسینؑ کو کوفہ جانے سے روکے، اور کہا اے حسینؑ جدھر چاہو چلے جاؤ مگر کوفہ نہیں جا سکتے۔ اس مقام پر ابن نما نے لکھا ہے کہ یحییٰ نے کہا اے حسینؑ خدا سے نہیں ڈرتے کہ آپ کے ساتھ جو لوگ ہیں انھوں نے حج نہیں کیا اور آپ سفر پر تیار ہیں کتاب الارشاد میں ہے کہ جیسے ہی یحییٰ برادر والی کوفہ نے راہ روکی تو جوانان بنی ہاشم بپھر گئے اور تلواریں سونت لیں اور کہنے لگے کہ کس کی مجال ہے کہ سلطان دین و دنیا کے گھوڑے پر ہاتھ ڈال سکے اور ہمیں روکے، اگر ایسا ہو تو فتنہ و فساد برپا ہوگا۔ جب عمرو بن سعید کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے یحییٰ کو پیغام بھیجا کہ یہ موسم حج ہے فتنہ و فساد نہ کرے۔ وہ مقاتلہ سے باز رہا۔

جابر بن عبداللہ انصاریؓ کا حضرت امام حسینؑ کو سفر عراق سے روکنا

حضرت امام حسین علیہ السلام کو کوفہ جانے سے روکنے والوں میں جابر بن عبداللہ انصاری کا نام لیا جاتا ہے کیونکہ جناب عبداللہ انصاری اصحاب رسولِ خدا میں ایک خاص

درجہ رکھتے ہیں۔ جناب جابر بن عبداللہ انصاری نے پانچ اماموں کی زیارت کی ہے اور فیض علمیہ حاصل کیا ہے۔ آپ جلیل القدر صحابی تھے۔ الشیخ حسین بن عشفور البحرانی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ثاقب المناقب میں لکھتے ہیں کہ جب آپ کو یہ خبر ہوئی کہ امام حسین علیہ السلام عازم سفر کوفہ ہیں حاضر خدمت امام حسین علیہ السلام ہوئے اور نہایت ادب و احترام کے ساتھ فرمایا کہ اے حسینؑ تم روئے زمین پر اب ایک ہی فرزند رسولِ خداؐ ہو۔ اے حسینؑ! تم بھی دشمنوں سے صلح کر لو، آخرش امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے بھی صلح کی تھی امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے جابر جان لو کہ جو کچھ تیرے بھائی حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے کیا وہ بحکم خدا کیا تھا اور اب جو کچھ میں کر رہا ہوں وہ بھی بامر خدا تعالیٰ ہے اور میں اپنے جد و پدر و برادر اور والدہ ماجدہ کی زیارت کا مشتاق ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اے جابر آسمان کی طرف نظر کرو۔ جابرؓ نے نظر کی دیکھا کہ دریائے آسمان کھلے ہوتے ہیں اور حضرت رسولِ خداؐ، علی مرتضیٰ، حسنؑ، جعفر و حمزہ، نے آسمان نزول فرمایا۔ جابرؓ نے ان حضرات کی زیارت کے لیے قدم آگے بڑھایا ہی تھا کہ جابرؓ پر نظر پیغمبر اسلامؐ پڑی اور فرمایا کہ اے جابرؓ تو میرے فرزندوں حسنؑ و حسینؑ کے کاموں پر معترض نہ ہو جو کچھ انھوں نے کیا ہے خواہ وہ صلح حسنؑ ہو یا سفر عراق حسینؑ ہو وہ بامر الٰہی ہے اور فرمایا کہ اے جابرؓ تو معاویہ اور یزید ابن معاویہ کی آخرت کی جگہ دیکھنا چاہتا ہے یہ فرما کر حضور پرنورؐ نے زمین پر اپنا پائے مبارک مارا جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ زمین شگافتہ ہوئی اور ایک دریا پیدا ہوا۔ اور بھی سات دریا پیدا ہوئے اور وہ دریا جہنم میں جا کر گرے۔ اور جہنم میں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ بیٹھے ہوئے ہیں، ان میں ولید بن مغیرہ، ابوجہل، معاویہ، یزید پلید اور شیطان مردود ہے کہ یہ سب ایک زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں اور ان پر بدترین عذاب ہو رہا ہے۔ اس کے بعد آنحضرتؐ

نے فرمایا اے جابرؓ سر اٹھاؤ اور قدرت خدا دیکھو، جابر کہتے ہیں کہ میں نے سر بلند کیا، نظر ڈالی تو دیکھا کہ دریا آسمان کھل گئے ہیں اور درجات بہشت و حور و قصور و غلمان نمودار ہوئے۔ آنحضرتؐ نے حضرت امام حسینؑ سے فرمایا کہ اے فرزند جلد ترآؤ۔ پس میں نے دیکھا کہ حضرت امام حسینؑ رسو لخداؐ سے ملحق ہوئے اور جنت کی طرف پرواز کر گئے۔ داخل جنت ہوئے اور تھوڑی دیر کے بعد آنحضرتؐ نے امام حسینؑ کا ہاتھ تھام کر مجھ سے فرمایا اے جابر یہ میرا فرزند ہے میرا نور بصر ہے میں اس سے ہوں اور یہ مجھ سے ہے۔ جابر کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ معجزہ دیکھا تو عرض کیا اے حسینؑ میں تم پر قربان آپ سفر عراق پر روانہ ہوں، پس میں نے امام حسینؑ کو وداع کیا، اور اس کے بعد آپ کی زیارت نصیب نہ ہوئی اور چالیس دن گذرے ہوں گے کہ میں نے آپ کی شہادت کی خبر سنی کہ کربلا میں مع یاور و انصار اور عزیز و برادران و فرزندان شہید کر دیے گئے۔ میں زار زار گریہ کرتا تھا کہ ہلاکت کے نزدیک پہنچا، میں نے اپنے غلام سے کہا کہ مجھے جس قدر جلدی ہو سکے تربت حسینؑ پر لے چل، تاکہ میں کربلا میں زیارت تربت حسینؑ کروں۔ پس میں متوجہ بہ سفر کربلا ہوا۔ روز اربعین کربلا پہنچا۔ اور افتاں و خیزاں قبر حسینؑ پر جا کر گرا دیا اور روح رسول و سیدۂ عالمین کو بوسہ دیا۔

تذکرۂ اشراف اربعہ

اہل مدینہ میں چار اشخاص ایسے تھے کہ جو اشراف مدینہ کے نام سے مشہور و معروف تھے اور ان لوگوں میں حضرت امام حسینؑ بزرگ و سردار اشراف مدینہ تسلیم کیے جاتے تھے، ان چاروں کے نام یہ ہیں، ابو عبداللہ امام حسینؑ، عبداللہ ابن عباسؓ، عبداللہ

بن عمر، عبداللہ ابن زبیرؓ،

ان میں سے عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن زبیر نے جبکہ حضرت خامس آل امام حسینؑ مدینہ سے مکہ تشریف لائے ہیں قولاً و فعلاً اقتدار کی ہے۔ البتہ عبدالرحمن بن ابی بکر نے کہ جو بیماری کے بہانے خانہ نشین ہو گیا تھا امام حسینؑ کے مدینہ سے ہجرت پر کوئی ممانعت نہیں کی اور جب امام حسینؑ مکہ وارد ہو گئے تو عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن زبیر برابر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے اور سفر عراق سے روکتے تھے۔ ابن زبیر نے مکہ میں اپنی حکومت و امامت قائم کر لی تھی۔ بایں وجہ ابن زبیر حضرت امام حسینؑ کے مکہ میں قیام کرنے سے خوش نہ تھا کیونکہ وہ دیکھ رہا تھا کہ اہل کوفہ کے متواتر خطوط پہنچ رہے ہیں۔ جن میں ان لوگوں نے امام حسینؑ نے درخواست کی ہے کہ ہم بغیر امام ہیں آپ کوفہ تشریف لائیں اور جب امام حسین نے مصمم ارادہ سفر عراق کر لیا تو ابن زبیر خوش ہوا۔ ہروی ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ ابن زبیر خدمت امام حسینؑ میں آیا، عرض کیا جعلت فداك اے فرزند میں آپ پر قربان ہوں اور کہا کہ کوفہ میں میرے بیس محب و جانثار ایسے ہیں کہ جو حکومت و سلطنت کوفہ آپ کے استوار کر سکتے ہیں۔ یہ سن کر امام حسینؑ اس کو کوئی جواب دیا۔ ابن عباسؓ نے ازراہ محبت و شفقت خاندانی آپ کو سفر عراق سے روکا اور یہ بھی کہا کہ یہاں سے آپ کے چلے جانے کے بعد ابن زبیر دعوئ خلافت کرے گا اور لوگوں سے اپنی بیعت لے گا لیکن امام کو جب سفر عراق پر مصمم دیکھا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور گریہ گلوگیر ہوا اور فرمایا کہ واسفی علی الحسین ہائے افسوس کہ حسین اب جا رہے ہیں نامعلوم عراق میں آپ کا کیا حشر ہو گا۔ عبداللہ بن عمر نے ہر چند کوشش کی کہ حسین علیہ السلام سفر عراق اختیار نہ کریں لیکن جب کوئی سعی کام نہ آئی تو امام حسینؑ

کے دست مبارک چومے اور رخصت ہوئے۔

اسی اثناء میں دو شخص عراقی حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے کہ جو کوفہ سے وارد ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام محمد الواقدی تھا اور دوسرے کا نام زراۃ ابن الصالح تھا۔ یہ دونوں امام عالیمقام کی روانگی سے تین روز قبل پہنچے تھے۔ انھوں نے کوفہ والوں کی کمزوری اور بزدلی کا ذکر کیا اور کہا اے قبلۂ عالم! آپ کا کوفہ جانا مناسب نہیں ہے جب آپ نے ان کا کلام سنا، آپ نے دستِ مبارک بلند کرکے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ اس وقت آسمان کے دروازے کھل گئے اور آسمانوں سے فرشتوں کا نزول شروع ہوا اور سب کے سب کہ جن کی تعداد خدا اور رسولؐ کے سوا کوئی نہیں جانتا امام حسینؑ کی خدمت میں اس طرح صف بستہ کھڑے ہوئے جیسے کہ فوج سالار کے سامنے کھڑی ہوتی ہے اور امام حسینؑ کے فرمان اور حکم کے منتظر رہے اور دونوں عراقیوں سے فرمایا کہ یہ موج ملائکہ ہمہ وقت موجود ہے مگر میں ان کی نصرت و مدد کا طالب نہیں ہوں۔ امام حسینؑ کی ساری کوششیں یہ تھیں کہ ناموس شریعت محمدیہ کو برقرار رکھا جائے۔ اور امام حسینؑ نے باوجود قلت اصحاب و انصار دین و شریعت کی حفاظت کی اور جب کربلا میں روز عاشورا محرم سب اعزاء و اقرباء یار و انصار جام شہادت پی چکے تو آپ نے استغاثہ بلند کیا۔ ملائکہ بھی مدد کے لیے آئے اور زعفر جن بھی اپنے لشکر کے ہمراہ آیا۔ جب وہ خدمت امام حسینؑ میں پہنچا تو وہ وقت تھا کہ مقتل شہیدوں سے بھر گیا تھا امام حسین زعفر جن کو مقتل میں لے گئے۔ اور علی اکبرؑ کی لاش کے پاس لے گئے اور فرمایا اے زعفر جب ایسے ایسے جوان نہ رہیں تو زندگانی کا کیا لطف ہے۔

کتاب وسائل میں محمد بن یعقوب کلینیؒ سے منقول ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ مکہ سے روانہ ہو رہے تھے تو آپ نے دوات و قلم طلب فرمایا تاکہ اپنے قرابتیوں یعنی بنی ہاشم کو خط تحریر کریں، چنانچہ آپ نے خط تحریر فرمایا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من الحسین بن علی بنی ہاشم اما بعد فانہ من الحق بی منکم استشھد ومن تخلف عنی لم یبلغ الفتح والسلام یعنی بعد از نام خدا یہ خط حسین ابن علیؑ کی طرف سے بنی ہاشم کے لیے ہے جو کہ بہ تحقیق اس خط میں کوئی ریب و شک نہیں ہے۔ عیب سے پاک اور عذر سے خالی ہے۔ جو شخص وطن چھوڑنے پر مستعد ہے وہ میرے ساتھ رفیق سفر ہو سکتا ہے اور اس کو جاننا چاہیے کہ وہ شہید ہوگا اور تشنہ لب قتل ہوگا اور اس کا سر تن سے جدا ہوگا۔ اجل قریب تر آگئی ہے اس کے بعد المحرم کے لیے ہودج منگوائے گئے۔ سواریاں تیار ہوئیں اور جن کے اسماء گرامی صحف آل محمدؐ میں ثبت تھے آمادۂ سفر عراق ہوئے۔ حمد اللہ مستوفی نے لکھا ہے کہ محامل اور کجاوے حاضر کیے گئے جو کہ اونٹوں پر آراستہ کیے گئے۔ ایک قطار اونٹوں کی ایسی تھی کہ جن پر تلواریں نیزے زرہ و سپر اور کھانے پینے کی اشیاء بار کی گئی تھیں۔ تاریخ طبری جو محمد بن جریر کی تاریخ ہے مشہور ہے کہ بہت سے لوگ اس خیال سے کہ سلطنت حسینی میں بسر کریں گے کہ بہت سے لوگ اس خیال سے کہ دیکھیں گے کیا واردات ہوتی ہے۔ ہمرکاب حضرت امام حسین ہوئے۔ حضرت عباس علمدار علیہ السلام اور ان کے چھ یا سات بھائی جعفر بن علیؑ، عثمان بن علیؑ، عمر بن علیؑ، ابوبکر بن علیؑ، عبداللہ بن علیؑ، محمد بن علیؑ، ابراہیم بن علیؑ کمر بستہ حاضر ہوئے۔ اسی طرح امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے پانچ پسر حسن بن حسنؑ، قاسم بن حسنؑ، احمد بن حسنؑ، عبداللہ بن حسنؑ، ابوبکر بن الحسنؑ، اور اولاد مسلم، اولاد

اولادِ جعفر، اولادِ عبداللہ جعفر یہ، یہ سب کے سب اور پندرہ جوان اور بھی تھے اور اور سب کے سب ہاشمی نسل تھے اور امام حسینؑ کے دو فرزند ایک حضرت امام زینؑ العابدین، دوسرے شہزادہ علی اکبر دونوں باہر آمدے ہوئے۔ اور جب المحرم میں حضرت علیا خاتون بی بی زینب بنت فاطمہؑ نے سوار ہونے کے لیے قدم اٹھایا، تو اس وقت حضرت عباس علیہ السلام نے شمشیر بکف بآواز بلند فرمایا اے لوگو! غضوا ابصارکم و طاء طؤا رؤسکم۔ یعنی اے لوگو! اپنی آنکھیں بند کر لو، جھکا لو، دختر علی و فاطمہ باہر تشریف لا رہی ہیں تاکہ محمل میں سوار ہوں لوگوں نے آنکھیں بند کر لیں اور مثل تصویر دیوار کے سہارے کھڑے ہو گئے۔ حضرت قاسمؑ نے کرسی رکھی، حضرت علی اکبرؑ نے پردۂ کجاوہ اٹھایا حضرت عباس ابن امیر المومنین نے سہارا دے کر سوار کرایا۔ حضرت زینب خاتون محمل میں بیٹھیں بوقت روانگی یہ سواری حضرت زینبؑ کی شان تھی واحسرتا بعد شہادت امام حسینؑ یہ ہی زینب تھیں جو برہنہ سر، رسن بستہ بے کجاوہ محمل اونٹ پر سوار ہوئیں اور قیدی بن کر کوفہ و شام روانہ ہوئیں۔

حضرت امام حسین مکہ معظمہ سے کوچ

جب حاجی لوگوں کو حضرت امام حسینؑ کے مکّہ سے روانگی کی خبر ہوئی تو دن ان لوگوں کی نظر میں مثل شب تاریک ہو گیا اور خانہ امام حسینؑ پر ایک اژدھام ہو گیا اور ایک شور و غل برپا ہو گیا، اے زینت کعبہ، اے وارث حرم رسولؐ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ اس وقت سب کی زبان پر الوداع الوداع جاری تھا کہ امام حسین علیہ السلام نے مرکب منگوایا اور لوگوں کو تسلی و تشفی دی، صبر کی تلقین کی اور یہ حسینی

قافلہ منزل مقصود کی طرف روانہ ہوا، اے مومنین امام عالیمقام اس مرکب پر ہمہ وقت بڑی شان و شوکت کے ساتھ سوار رہے لیکن روز عاشورا بعد نماز ظہر جب آپ خیمہ سے باہر نکلے تو آپ نے خیام اصحاب پر نظر ڈالی، تمام خیام خالی پڑے تھے اصحاب مقتل میں موت کی نیند سو رہے تھے۔ حسینؑ کے جلو میں کوئی نہ تھا کہ جو ہمرکاب ہوتا۔ فرمایا کہ ہے کوئی کہ جو مجھے گھوڑے پر سوار کرے روایت ہے کہ بی بی زینبؑ خیمہ سے نکلیں رکاب تھامی اور حسینؑ ذوالجناح پر سوار ہوئے الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

منزل تنعیم میں پسران عبداللہ جعفر کا پہنچنا

سید ابن طاؤس لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ کی سواری منزل التنعیم میں پہنچی تو آپ کے اصحاب نے یمن کے تحفہ و ہدایہ اونٹوں پر بار کیے گئے تھے کہ یزید بن معاویہ کو دیے جائیں۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے تو اصحاب نے عرض کیا کہ والی یمن بحیر بن بسیارؒ نے یزید بن معاویہ کے لیے یہ تحائف بھیجے ہیں۔ امام عالیمقام یہ سن کر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ یہ تحائف اتار لو۔ کیونکہ میں ہی امام زمانہ اور قطب عالم ہوں ہر چیز ہمارے تصرف میں ہے۔ ابن نما علیہ الرحمۃ اس منزل کے واقعات میں سے ایک یہ واقعہ لکھتے ہیں کہ جب حضرت امام حسینؑ منزل تنعیم میں تھے کہ عبداللہ بن جعفر نے اپنے دونوں فرزندوں عون اور محمد کو بھیجا اور عبداللہ بن جعفر نے ایک عریضہ بھی لکھا تھا کہ مولیٰ آپ عراق نہ جائیں لیکن امام حسینؑ راضی برضائے الٰہی تھے۔ سفر جاری رکھا اور یہ دونوں خواہرزادے ساتھ ساتھ ہمسفر رہے اور کربلا میں روز عاشورا محرم جب میدان کارزار گرم ہوا اور حسینؑ کے اصحاب

و انصار شہید ہونے لگے تو حضرت زینبؑ نے اپنے دونوں بچوں کو لے کر حسینؑ کے سامنے آئیں اور فرمایا میں یہ صدقہ لائی ہوں انہیں قربان کرنا چاہتی ہوں شاید کہ بلاؤ دور ہو جائے امام حسین نے ان بچوں کو دیکھا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اذن جہاد دیا۔ اور دونوں شہزادے شہید ہوئے۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

جلالت قدر حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ

حضرت عبداللہ ابن جعفر طیّار بزرگ ترین مومنین میں سے تھے اور آپ حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ کے داماد تھے۔ جب جعفر طیّار ملک حبشہ میں مقیم تھے حضرت عبداللہ پیدا ہوئے تھے۔ حبشہ سے مدینہ آنے پر آپ نے خدمت رسولِ خداؐ میں حاضری دی۔ اور آنحضرتؐ کے ذی وقار اصحاب میں بھی شمار ہوئے۔ حضرت رسول خداؐ کے بعد آپ حضرت مولائے کائنات امیر المومنین علی ابن ابیطالب کے ہمرکاب رہے اور غزوات و جنگ میں امامین حسنین خوش کردار کی مصاحبت کا شرف حاصل رہا ہے۔ شیخ طبرسی نے احتجاج میں سلیم بن قیس سے روایت کیا ہے کہ ایک روز معاویہ نے حضرت عبداللہ ابن جعفر طیّار سے کہا کہ تم اس قدر احترام و اعزاز حسنین کیوں کرتے ہو حالانکہ وہ حسب و نسب کے اعتبار سے تم ان سے کمتر نہیں ہو، ان کے باپ تمہارے باپ سے افضل نہیں۔ اگر حسنین خوش کردار کی ماں فاطمہ زہرا نہ ہوتیں تو فاطمہؑ سے اسماء بنت عمیس افضل ہوتیں جناب عبداللہ ابن جعفر طیّار معاویہ کی یہ گفتگو سن کر سخت برہم ہوئے اور خودداری کا بھی خیال نہیں کیا اور معاویہ سے کہا اے معاویہ انک تقلیل المعرفۃ

اے معاویہ تو ان کی معرفت نہیں رکھتا دوسرے تو قوت ممیّزہ سے عاری ہے۔ نہ تو ان کے پدر عالیقدر علی مرتضیٰ کی شان پہنچانتا ہے اور نہ ہی تو ان کی مادر گرامی قدر کی منزلت کا عارف ہے۔ واللہ واللہ یعنی قسم بخدا، قسم بخدا وہ دونوں (حسنؑ و حسینؑ) مجھ سے بہتر و بلند تر ہیں۔ ان کے باپ میرے باپ سے اور ان کی ماں میری ماں سے افضل ہے۔ آپ نے کہا کہ میں نے اپنے بچپن کے زمانہ میں ارشاد حضرت رسول خداؐ سنا اور اسے یاد رکھا ہے۔ اور وہ قولِ خلفاء جور کے عیب اور برائیوں پر مبنی ہے اور حقائق و معارف علی مرتضیٰ اور آپ کی آل پاک پر مبنی ہے ابن الحد معتزلی جو کہ اہلسنت حضرات سے ہے۔ حضرات عبداللہ جعفر کی جلالت و قدر و منزلت کے بارے میں لکھتا ہے کہ ایک روز عبداللہ جعفر معاویہ کی مجلس میں آئے داخل مجلس ہونے کی اجازت مانگی۔ اس وقت عمرو بن العاص نے جو وہاں موجود تھا کہا اگر عبداللہ ہماری مجلس میں آئیں گے تو ہم ان کے ساتھ غش یعنی خیانت و دغا بازی کریں گے اس پر معاویہ نے کہا ایسا مت کر۔ تو ان کے عہدہ سے آگاہ نہیں ہے۔ جناب عبداللہ بن جعفر طیار اس کی مجلس میں تشریف لائے۔ معویہ نے ان کو نمایاں جگہ دی اور نمایاں طور پہ پیش آیا اور عزت و احترام کیا۔ عمرو عاص نے حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب کی شان میں ناروا باتیں شروع کیں۔ اس وقت حضرت عبداللہ کا چہرہ غصہ میں سرخ ہو گیا، جسم کانپنے لگا۔ پس آپ تخت سے نیچے اتر آئے اس طرح اور بپھر کر عمرو بن العاص کے پاس آئے اس نے کہا اے عبداللہ جعفر اپنی جگہ بیٹھو۔ آپ نے فرمایا کہ لاام لک اے عمرو بن العاص، چپ ہو جا۔ تو گمان کرتا ہے کہ ہمیں ذلیل کرے۔ ثم حسر عن ذراعیہ یعنی عبداللہ جعفر نے آستین چڑھائی اور اولاً معاویہ کی طرف

رخ کر کے کہا کہ کس قدر بے ادب اور بداخلاق ہو گیا ہے کہ اس بدزبان کو اپنی مجلس میں جگہ دی ہے نہ دین کا پاس ہے اور نہ دیندار لوگوں کا احساس ہے۔ جب معاویہ نے حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؑ کی باتیں سنیں کہنے لگا اے عبداللہ بن جعفر تم کو قسم ہے کہ اپنی جگہ صدر مقام پر بیٹھو۔ پھر اس نے عمرو بن العاص سے کہا کہ تو نہیں جانتا کہ عبداللہ فرزند ذوالجناحین ہیں اور سردار بنی ہاشم ہیں۔ معاویہ نے ہر چند کوشش کی مگر جناب عبداللہ بن جعفر طیار خموش نہ ہوئے۔ اور معاویہ کے پاس سے اٹھ کر چلے۔ معاویہ نے ان کو درہم و دینار بھیجے مگر عبداللہ نے واپس کر دیے اور قبول نہیں کیے۔

اے مومنین، حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کے شرف کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ حضرت امیرالمومنین علیؑ ابن ابیطالبؑ کے داماد تھے اور آپ کے دو بیٹے عون اور محمد کربلا میں حضرت امام حسینؑ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔ آپ کا غلام کہنے لگا کہ اے میرے سید و سردار اگر ہمارے آقا زادے امام حسینؑ کے کربلا نہ جاتے تو شہید نہ ہوتے۔ اور یہ مصیبت ہم پر نہ پڑتی۔ جناب عبداللہ نے غصہ کی حالت میں اس سے کہا اے سیاہ بدبخت کیا غلط بات کہہ رہا ہے میرے ہزار فرزند ہوتے تو میں سب کو حسینؑ کے قدموں پر نثار کرتا۔ اس وقت یہ کہہ کر آپ نے غلام کو بطور سزا زدوکوب کیا اور حضرت عبداللہ نے گریبان چاک کیا۔ عمامہ سر سے پھینک دیا اور واحسیناہ کہا اس کے بعد جب جناب زینب خاتون قید شام سے رہا ہو کر مدینہ وارد ہوئی ہیں اس وقت خانہ عبداللہ میں ماتم بپا تھا۔

جود و سخاء عبداللہ بن جعفر طیّار

جناب عبداللہ بن جعفر طیارؑ کی ہر زمانہ میں ثابت قدمی کا سب ہی نے اعتراف

کیا ہے۔ آپ کی عمر ۹۲ سال ہوئی ہے۔ کتب احادیث میں وارد ہوا ہے اور خصوصاً قاضی کتاب مجالس میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ از حد کریم، حلیم اور خوش مزاج تھے۔ بلکہ ان کو لوگ بحر سخاوت کہتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ خود یہ فرماتے تھے کہ میں نے کسی کو اپنے لطف و انعام سے منع نہیں کیا اس خیال سے کہ مبادا خدا اپنا لطف و عطا مجھ سے قطع نہ کرے۔ شیخ شہاب الدین صاحب مستطرف لکھتے ہیں کہ ایک روز مدینہ میں تین شخص بیٹھے ہوئے صاحبان جود و سخا کی تعریف کر رہے تھے کہ ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے عبداللہ ابن جعفر طیار ہیں یعنی آپ اسخی الناس ہیں۔ دوسرے نے کہا کہ ابن سعد بن عبادہ زیادہ سخی ہیں تیسرے شخص نے کہا کہ اعرابہ اوسی زیادہ سخی ہیں ان کی باتیں کعبۃ اللہ کے عقب میں ہو رہی تھیں۔ یہاں تک کہ ایک آدمی نے جو کہ ان سے چھوٹا تھا کہا کہ کلام کو طول کیوں دیتے ہو۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ ہر ایک کا حال تم پر آشکار او واضح ہو جس پر وہ تینوں گفتگو کرنے والے کہنے لگے کہ ہم ایسا ہی چاہتے ہیں اس نے کہا کہ اچھا یہاں سے اٹھو اور ان میں سے ایک شخص کو عبداللہ بن جعفر طیار کے پاس بھیجا۔ جب وہ شخص عبداللہ کے مکان پر پہنچا اس نے دیکھا کہ دروازہ میں ان کی سواری کا گھوڑا زین کسا ہوا ہے موجود ہے۔ زین زر و جواہر سے آراستہ تھا کہ عبداللہ جعفر گھر میں سے نکلے اور دروازہ پر پہنچ کر چاہا کہ رکاب میں قدم رکھیں۔ اس شخص نے سوال کیا اے فرزند عم رسول خداؐ میں تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور میں مسافر ہوں۔ مجھے ابھی راہ سفر طے کرنی ہے پس جیسے ہی عبداللہ نے سنا رکاب فرس سے قدم نکال لیا۔ اور کہا اے مرد خدا تو اس گھوڑے پر سوار ہو اور راہ سفر اختیار کر۔ اور فرمایا کہ میرے اس زین کی تھیلی میں چار ہزار درہم ہیں وہ بھی لے لے تاکہ سفر میں کام آئیں۔ آپ سخاوت میں اپنے آباؤ اجداد اور حضرت

امام حسنؑ، و حضرت امام حسینؑ کی طرح مشہور تھے۔ اس قسم کی سخاوت کے اور بھی واقعات ملتے ہیں جن کو بنظرِ طوالت درج نہیں کیا ہے۔

مدّح جود و سخاء

معلم اوّل، صاحب نبوت کبریٰ حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جود و سخا بھی خدا کی صفات ہیں اور یہ افضل ترین صفات ہیں خصوصاً سخاوت کے بارے میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ السخا شجرة فی الجنة یعنی سخاوت جنت کے درختوں میں سے ایک درخت ہے یعنی جس طرح درخت کا سایہ ہوتا ہے اور اس سے سب ہی کو فائدہ پہنچتا ہے اس طرح سخاوت سب ہی کے کام آتی ہے۔ اور جنت کی طرف نسبت اس بات کو ظاہر کر رہی ہے کہ جنتی لوگ سخاوت سے کام لیتے ہیں۔ معین الدین جوینی اپنی کتاب احسن القصص میں لکھتے ہیں کہ حضرت سید الشہداء پر میری نظر پڑی میں بے ساختہ رونے لگا حضرت امام حسینؑ نے فرمایا اے شخص تو کون ہے اور کس کا فرزند ہے اس شخص نے کہا میں فقیر ہوں، اس نے اپنا نام بتایا اور کہا کہ فلاں شخص کا بیٹا ہوں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے شخص میں تو عرصہ سے تیری راہ تک رہا تھا تیرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے اپنے والد ماجد کے کاغذات میں دیکھا ہے کہ تیرے باپ کے کچھ دینار و درہم میرے باپ کی طرف نکلتے ہیں میں تجھے اسی لیے یاد کر رہا تھا کہ وہ درہم و دینار تجھ کو دوں۔ یہ کہہ کر آپ نے اس کو درہم و دینار عطا کیے (اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام منصوص من اللہ وہ ہوتا ہے کہ جو امت رسولؐ کی حاجت روائی کرے، مدد کرے اور اس طرح اس کو کوئی شئے عطا کرے کہ وہ اسے اپنا حق

سمجھ کر حاصل کرے تاکہ سائل شرمندہ نہ ہو۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام بھی امامت پر فائز تھے اور آپ کے فرائض میں یہ خبر گیری داخل تھی اس لیے حضرت امام حسینؑ نے اس بہانہ کو اختیار کیا اور اس شخص کو درہم و دینار عطا کیے اور وہ مدح کرتا ہوا واپس چلا گیا۔ اسی قسم کے آپ کی عطا اور سخاوت کے بہت واقعات کتابوں میں پائے جاتے ہیں جن کو بہ نظر طوالت درج نہیں کیا ہے۔

اے مومنین کرام جس امام عالیمقام کی جود و سخا اور عطا و کرم کا یہ حال ہو وہی امامؑ روز عاشورا محرم اپنے ننھے بچہ کے لیے پانی کا سوال کر رہا ہے۔ مگر یزیدی مسلمانوں نے امام کے سوال آب پر پانی نہیں دیا بلکہ حرملہ لعین نے ایک تیر سہ شعبہ امام حسینؑ کی طرف کیا۔ تیر علی اصغرؑ کے گلے نازنین پر لگا اور ایک کان سے دوسرے کان کی طرف نکل گیا۔ بچہ حسینؑ کے ہاتھوں پر منقلب ہو گیا۔ الا لعنة اللہ علی القوم الظالمین۔

حضرت امیر المومنین کا سائل کو انگشتری عطا کرنا

کتاب تحفۃ الابرار میں جناب جابرؓ اور عمارؓ سے روایت ہے کہ ایک روز سید الابرار حضرت پیغمبر خدا موعظہ بیان فرما رہے تھے کہ اسی دوران ایک فقیر آیا جو پریشان حال تھا اور بالوں پر گرد پڑی ہوئی تھی اور در مسجد کے بازو کے سہارے کھڑا ہوا اور رونے لگا اور فقیرانہ صورت میں صدا دینے لگا اور آنحضرتؐ کی مدح کہنے لگا کہ میرے گھر میں کچھ نہیں ہے میں فاقہ سے پریشان حال ہوں۔ اس کا حال سن کر آنحضرتؐ پر بھی رقت طاری ہو گئی۔ آنحضرتؐ بہت زیادہ متاثر ہوئے اور حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا یا معاشر الناس قد ساق الیکم ثوابا و قاد الیکم اجرًا۔ یعنی اے میرے صحابیو ثواب نے تمہاری طرف

رخ کیا ہے اور اجرِ عظیم نہیں دیکھ رہا ہے کوئی ہے کہ جو اس فقیر کی مدد کرے اور اس کی طلب کے مطابق اس کو دے۔ اس وقت حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام مصروف نماز تھے کہ سائل کی آواز آپ کے گوش زد ہوئی۔ فرمان رسول خدا سائل کی مدد کے لیے گوش زد ہوا اور آپ نے حالتِ نماز ہی میں اپنی انگلی سے سائل کی طرف اشارہ کیا اس وقت آپ اس انگلی میں انگشتری پہنے ہوئے تھے وہ سائل آپ کے پاس گیا اور آپ کے اشارۂ انگشت کو سمجھ گیا اور انگشتری اتار لی اور واپس ہوا ابھی وہ یک نہیں پہنچا تھا کہ حضرت جبرئیل آیۂ مبارکہ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰاكِعُوْنَ (سورۃ المائدۃ آیت ۵۵) لے کر نازل ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مَنْ فِیْكُمْ عَمَلًا خَیْرًا۔ یعنی اے اصحاب تمہارے درمیان جس نے عمل خیر کیا ہے وہ علی ابن ابیطالبؑ ہیں جنھوں کو سائل کو انگشتری عطا کی ہے اور حالتِ رکوع میں انگشتری عطا کی ہے جبکہ تم میں سے کسی دوسرے شخص نے عطا نہیں کی۔ خداوند عالم نے اس فعل خیر کی مدح میں آیۃ انما ولیکم اللہ الخ نازل فرمائی ہے۔ جب اصحاب نے یہ سنا تو رشک کرنے لگے کاش ہم بھی کوئی انگشتری دے دیتے اور آیت میں ہماری بھی مدح ہوتی۔ اس کے باوجود بھر اکثر لوگوں نے سائل کو انگشتریاں دینا شروع کیں مگر آیت کسی کی شان میں نہیں اتری۔ ابن جوزی جو حنبلی ملک سے ہیں۔ چونکہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ سے خصوصی طور پر عقیدت رکھتے ہیں۔ ایک موعظہ دیتے ہوئے حضرت شاہ ولایت کی اس عطا کا پورا پورا تذکرہ کیا ہے کہ آپ نے حالتِ نماز میں انگشتری عطا کی ہے وما شغلتہ الصلوۃ عن الصلوۃ ولا الصلوۃ عن الصلوۃ۔

یعنی مقصد یہ ہے کہ نماز سخاوت کو نہ روک سکی اور سخاوت مانع اقامۂ نماز نہ ہوئی۔ اور بارگاہ خدا میں یہ دونوں افعال مقبول ہیں۔

شیخ بھائی فرماتے ہیں کہ وہ انگشتری جو شاہِ ولایت علی ابن ابی طالبؑ نے سائل کو دے دی یاقوت سرخ کی تھی جس کی قیمت چھ اونٹ پر چاندی بار کرنے کی برابر اور چار اونٹ کے طلائی بار کرنے کی برابر تھی اور اتنا ہی خراجِ ملک شام تھا چہ خوب چہ خوب علیؑ جس کو چاہیں اس قدر عطا کردیں جتنا کہ خراج ملک شام ہے لیکن مثل مشہور ہے مات الفخاء ومات الجود والکرم ۔ یعنی جب سخی مر جاتا ہے تو سخاوت وعطا ختم ہوجاتی ہے لیکن حضرت علی مرتضیٰ کی سخاوت حضرت امام حسینؑ کی ذات سے زندہ ہے۔ کیوں کہ اگر شاہ ولایت نے انگشتری یاقوت سائل کو عطا کی تو حضرت امام حسینؑ نے انگشتری خونی ہم رنگ یاقوت عطا کی۔ حضرت امیر المومنین نے صرف انگشتری عطا کی مگر امام حسین علیہ السلام نے انگشتری بھی عطا کی اور آپ کی انگشت مبارک بھی کی مگر امام حسین علیہ السلام نے انگشتری بھی عطا کی اور آپ کی انگشت مبارک بھی قطع کی گئی گویا آپ نے انگشتری اور انگشت عطا کی تو۔ حضرت امیر المومنین نے انگشتری حالتِ رکوع میں عطا کی اور امام حسینؑ نے حالت سجدہ میں سر مبارک دیا سجدہ میں تھے کہ سر مبارک جدا کیا گیا۔ اگر حضرت علیؑ نے سایۂ مسجد میں انگشتری عطا کی تو امام حسین نے آفتاب کی حدت اور تپش آفتاب میں سر مبارک دیا۔ حسینؑ نے عمامہ بھی دیا اور دشمنوں نے لباس امام جو بوسیدہ لباس کے اوپر پہنے تھے۔ جسم اطہر سے لیا۔ حضرت امیر المومنین نے حالتِ نماز میں انگشتری عطا کی اور امام حسینؑ نے سجدۂ معبود میں اپنی جان بارگاہِ خداوندی میں پیش کی اور لاش مطہر بے غسل و کفن ریگ گرم پر پڑی رہی۔ السید فرماتے ہیں کہ بجدل بن سلیم لاش امام حسینؑ پر آیا اور انگشتری کی خاطر

آپ کی انگشت مبارک قطع کی۔ ہم حکایت بجدل کو حسب موقع پیش کریں گے۔

جود و عطا امام حسین علیہ السلام

کتاب دُررالمطالب میں تحریر ہے کہ ایک روز امیر بے نظیر اسد اللہ الغالب مسجد میں مشغول نماز تھے۔ لسان اللہ محو حمد و ثناء الہٰی تھی۔ نماز ادا ہو رہی تھی کہ ایک سائل دروازۂ مسجد سے داخل ہوا۔ اس کے چہرہ بشرے سے آثار فقر و فاقہ اور مسکینیت ظاہر ہو رہی تھی۔ حضرت امیر المؤمنین نے بعد نماز اس کو وہ حُلّہ عطا کیا جو آپ پہنے ہوئے تھے اور یہ حُلّہ بہت قیمتی تھا۔ اس حُلّہ کی قیمت دو ہزار اشرفی تھی یہ حُلّہ نجاشی بادشاہ نے برائے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطور تحفہ بھیجا تھا اور آنحضرتؐ نے وہ حُلّہ حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابیطالبؑ کو عطا کیا تھا۔ جب سائل نے در مسجد پر اپنا فقر اور تنگدست ہونا ظاہر کیا تو حضرت امیر المؤمنین نے وہ حُلّہ جسم مبارک سے اُتارا اور اس حاجتمند کو عطا کیا۔ حضرت علی مرتضیٰ نے بحالت سلامتی لباس عطا کیا اور آپ کے فرزند حسین علیہ السلام نے اپنا سارا لباس دے دیا۔ اس وقت کہ جب آپ کا تمام جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا خون میں غلطاں تھے کہ آپ کا عمامہ آپ کی عبا، زرہ اور لباس دشمنوں نے لے لیا۔

مروی ہے کہ حضرت خامس آل عبا امام حسین علیہ السلام ایک مرتبہ نماز میں مشغول تھے۔ خداوند عالم سے راز و نیاز معنوی فرما رہے تھے۔ ایک اعرابی حاجتمند آیا اور اپنی عسرت و پریشانی حالی کا حضرت کے سامنے اظہار کیا۔ اس نے کہا کہ میں فقیر ہوں مفلس و پریشان ہوں۔ پس امام حسین علیہ السلام اس کا حال سن کر داخل خانہ ہوئے اور چار ہزار اشرفیاں اس کو عطا کیں اور اس قدر کثیر رقم عطا کرنے کے باوجود فرمایا کہ اے

بھائی اس قلیل رقم کو قبول کر۔ اس وقت وہ اعرابی رونے لگا۔ حضرت نے دریافت کیا کہ رونے کا کیا سبب ہے۔ اے شیخ اگر بنی امیہ ہمارا حق غصب نہ کرتے تو میں تجھے اس سے بھی زیادہ رقم دیتا۔ پھر آپ نے سوال کیا اے شیخ کیا میں نے کم رقم دی ہے۔ اس نے کہا مولیٰ میں اس لیے نہیں روتا کہ رقم کم ہے۔ رقم تو میری زندگی کے لیے کافی ہے میں اس لیے رو رہا ہوں کہ اگر دست ہائے سخاوت ایک دن مٹی میں مل جائیں گے مگر اس کو یہ خبر نہ تھی کہ یہ دست ہائے مبارک صحیح حالت میں سپرد خاک ہوں گے بلکہ طرح طرح کی مصیبت اور ظلم کا سامنا ہوگا۔ انگشتری کے لیے انگشت مبارک قطع ہوگی۔

الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

حضرت امام حسینؑ کی مناجات

شیخ طوسیؒ امالی میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰؑ کے زمانۂ خلافت ظاہری میں مال کسی جگہ سے آیا آپ نے حکم دیا کہ اس مال کو مسلمانوں میں تقسیم کر دو۔ عرض کیا کہ اے امیر المومنین کہ یہ وقت شب ہے کل صبح تعمیل حکم کی جائے گی حضرت امیر المومنین نے فرمایا کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ کل صبح تک زندہ رہو گے کیا موت کا تو وقت نہیں معلوم ہے۔ پس کس لیے تقسیم اموال کو مؤخر کرتے ہو۔ پس حضرت علیؑ نے یہ درس دیا کہ کاموں کو دوسرے دن پر نہیں چھوڑنا چاہیے۔ مبادا کہ پیام اجل آجائے۔

انسؓ بن مالک کہتے ہیں کہ ایک شب میں مکہ معظمہ میں حاضر ہوا۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ زیارت قبر خدیجۃ الکبریٰ کی۔ میں نے دیکھا کہ امام حسین اپنی نانی صاحبہ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھے آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ آہ سرد کھینچی، مجھے یہ محسوس ہوا کہ آنجنابؑ اپنے آپ کو مجھ سے مخفی رکھنا چاہتے ہیں۔ میں نے دور سے دیکھا کہ بعد گریہ آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور نماز تمام کرنے کے بعد آہستہ

آہستہ مناجات پڑھنا شروع کی وہ مناجات یہ ہے کہ:

یارب یارب انت مولاہ — فارحم عبیدا الیک ملجاہ
یا ذا لمعالی علیک معتمدا — طوبی لعبد تکون مولاہ
یشکوا الی ذی الجلال بلواہ — ومابہ علۃ وماسقم اکثر من حبۃ لمولاہ
اذا اشتکی بثہ وغصتہ — اجابہ اللہ ثم لباہ
اذا بتلی بالظلام مبتہلا — اکرمہ اللہ ثم ادناہ

اے خداوند تعالیٰ تو ہی میرا مولیٰ ہے۔ اے خدا تو مجھ پر رحم کر کہ میں تیری پناہ میں آیا ہوں۔ خداوندا تو مجھے مایوس نہ کرنا، میرے قدموں کو ثابت رکھنا اور مجھے اپنے در سے دور اور رحمت سے محروم نہ رکھنا۔ تجھ ہی سے میری دنیا اور میرا عقبیٰ قائم ہے اور تو ہی میرے لیے بہشت ہے یعنی تیری رضا حاصل کرنا میری جنت ہے اور تو ہی میری جنت کا آراستہ کرنیوالا ہے۔ جواب خدا دل پر ہویدا ہوا ہے

اے شیعہ اگر تو اس مقام پر فائز ہوجائے تو ایک مرتبہ یا اللہ کہے تو بغیر حجاب دومرتبہ اللہ کیطرف سے لبیک سنے گا۔ جن لبوں پر اس طرح مناجات جاری ہو وا حسرتا اس پر اعدائے دین نے پانی بند کر دیا، لب خشک ہوگئے۔ زبان سوکھ گئی۔

منزل ذات عرق

مروی ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ بہ سبب عداوت بنو امیہ حج بیت اللہ نہ کر سکے اور آپ نے مکہ سے بہ طرف عراق سفر اختیار کیا۔ جس روز آپ نے مکہ سے عزم سفر عراق کیا ۸ ذی الحجۃ ۶۰ھ تھی۔ مکہ سے نکلنے کے بعد پہلی منزل وادی التنعیم تھی۔ الشیخ مفید علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ سے بہ سمت عراق متوجہ ہوئے تو دوسری منزل ذات "عرق" تھی۔ منزل ذات عرق سے زمین تہامہ شروع ہوتی ہے اور آخری سرحد وادی عقیق ہے اور یہاں سے زمین مدینہ شمار ہوتی ہے۔ پس جب امام عالیمقام اس سرزمین پر وارد ہوتے تو بعض ہمراہیوں نے آپ سے ملاقات کی اور بعض لوگ آپ کے ہمرکاب ہونے کے لیے آپ کے حکم کے منتظر ہوئے اور بعض خاموش رہے۔ اس منزل میں بشر بن غالب عراق سے آتے ہوئے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو۔ سلام بجالایا حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس سے کوفہ کا حال اور وہاں کے لوگوں کی دوستی و دشمنی کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے جواباً عرض کیا کہ اے مولا کوفہ والوں کے دل آپ کی طرف مائل ہیں اور ان کی تلواریں برائے اہل باطل ہیں۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا اے برادر اسدی تم سچ کہتے ہو خدا کرے کہ ایسا ہی ہو ولکن ان اللہ یفعل ما یشاء ما یرید۔ میں تو اس کی رضا کے سامنے سربسجود ہوں۔ شیخ صدوق نے یہ تحریر کیا ہے کہ بشر بن غالب منزل ثعلبیہ پر امام حسینؑ سے ملا ہے۔ بہر حال کسی نہ کسی شخص کا حضرت امام حسینؑ سے ملاقات کرنا ثابت ہے۔ اس بارے میں ریاضی علیہ الرحمۃ نے

باسناد خود روایت کی ہے کہ راوی کہتا ہے کہ میں بارادہ حج کعبۃ اللہ کے لیے گیا تو اپنے ساتھیوں سے پہلے پہنچ گیا کیونکہ میں نے نزدیک تر راستہ اختیار کیا تھا میں چلا جا رہا تھا کہ دور سے کچھ خیام نظر آئے اور کچھ خیمے ایسے تھے کہ پردے پڑے ہوئے تھا جس سے ظاہر ہو رہا تھا۔ کہ خیام کسی بلند مرتبہ خاندان کے ہیں۔ جب میں نزدیک پہنچا میں نے دریافت کیا کہ یہ کس کے خیام ہیں جواباً یہ معلوم ہوا کہ یہ خیمے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہیں۔ میں نے سوال کیا کہ حضرت امام حسینؑ کہاں تشریف فرما ہیں اس نے تبلایا کہ وہ سامنے والے خیمہ میں ہیں۔ جب میں خدمت امام عالیمقام میں حاضر ہوا۔ اسلام بجا لایا۔ آپ نے احوال دریافت فرمایا۔ میں نے حضرت امام حسین سے سوال کیا مولیٰ اس بے آب و گیاہ زمین پر آپ کیوں تشریف لائے ہیں۔ یہاں مع اہل قیام کس لیے کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اے بھائی ہیں گروہ بنی امیہ سے خائف ہوں اس قوم نے مجھے خوف زدہ کر دیا ہے اور یہ میرے پاس اہل کوفہ کے خطوط ہیں جو انہوں نے مجھے کوفہ پہنچنے کے لیے لکھے ہیں۔ اور مجھے بلایا ہے کہ کوفہ پہنچوں حالانکہ میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ میرے قاتل ہیں اور میرے خون ناحق کا بدلہ خدا لے گا۔"

منزل حاجز سے امام حسینؑ کا خط بطرف کوفہ

حضرت امام حسین علیہ السلام کے سفر عراق میں دوسری منازل کے علاوہ ایک منزل حاجز بھی ہے۔ جو کہ زمین نجد کے بیابان میں واقع ہے۔ اس منزل میں ایک کنواں ہے جس کو بطن الرمہ یا بطن الردو کہتے ہیں بروایت شیخ مفیدؒ اس منزل میں ٹھہرنے کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام نے یہ نفس نفیس ایک نامہ اہل کوفہ کے لیے تحریر کیا۔ اور قیس بن مصہر صیداوی کو یہ دے کر کوفہ روانہ کیا۔ اس منزل میں آپ کو قیام کے دوران حضرت مسلم بن

عقیل کے شہید ہونے کی ظاہری طور پر خبر نہ تھی امام حسینؑ کے اس خط کا مضمون یہ ہے کہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من الحسین ابن علی علیہ السلام الی اخوانہ من المؤمنین والمسلمین سلام علیکم فانی احمد الیکم اللہ الذی لا الٰہ الا ھو۔

اما بعد یعنی یہ خط ہے حسینؑ ابن علی کی طرف سے برادران ایمانی و رسلائی کوفہ کے نام۔ اے ایمان دارو جاننا چاہیئے کہ مجھے میرے چچازاد بھائی مسلمؑ کا خط ملا تھا جس میں اس نے مجھے خبر دی تھی کہ رشیطان کوفہ کی رائے اور ان کا اجتماع اس امر پر [illegible] ہے کہ میں کوفہ پہنچوں اور تمہاری مراد خدا سے متعلق ہے۔ چنانچہ میں نے بروز سہ شنبہ ۸ ذی الحجۃ ۶۰ھ (ترویہ کے دن) مکہ معظمہ سے تمہاری طرف توجہ کی ہے اور اپنا قاصد قیس نامی شخص کو تمہاری طرف بھیج رہا ہوں تاکہ ہمارا اور تمہارا معاملہ استوار ہو سکے۔ اور امید ہے کہ انہی ایام میں کوفہ پہنچ سکوں انشاء اللہ والسلام۔ یعنی اگر تم لوگوں کا ہمیں قتل کرنے کا ارادہ ہے اور حرب و ضرب کا خیال ہے تو اپنے آپ کو آمادہ رکھو۔ تیار ہو کیونکہ میں اپنے بھائیوں، بیٹوں اور عزیزوں سمیت پہنچ رہا ہوں۔ امام حسینؑ نے اس لیے ایسا تحریر کیا کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب ۱۹ ویں شب ماہ رمضان المبارک جب نماز کے لیے مسجد تشریف لے گئے ہیں تو جو لوگ سو رہے تھے ان کو بیدار کیا اور خصوصاً اپنے قاتل کو بھی بیدار کیا تھا۔ ابن ملجم اس وقت زہر آلود تلوار لئے ہوئے سو رہا تھا۔ جب آپ نے بیدار کیا تو فرمایا تھا کہ بیدار ہو میں جانتا ہوں کہ تو کس لیے آیا ہے اور تیرے پاس زیر بغل کیا چیز ہے۔ حضرت امام حسینؑ نے بھی ان لوگوں کے ارادہ سے اپنی آگہی کو ظاہر کیا ہے۔

روایت ہے کہ محمد بن ابی طالب تحریر کرتے ہیں کہ ولید بن عتبہ نے مدینہ سے ابن زیاد ملعون کی نامہ لکھا کہ امام حسینؑ کوفہ پہنچ رہے ہیں تم ہوشیار رہو۔ لیکن اس

بات کا خیال رکھنا کہ امام حسینؑ کی شان اقدس میں کوئی ایسا عمل نہ ہو کہ جس کی وجہ سے تو مستحق لعنت آخروی قرار پائے وہ فرزند رسول خدا ہیں وہ فاطمہ زہرا بنت رسول خدا کے نور نظر ہیں۔ کسی قسم کی سوء ادبی جائز نہیں ہے جب نامہ ولید بن عتبہ اس کو ملا تو ابن زیاد نے کچھ پرواہ نہ کی اور حصین بن نمیر کو مقدمہ کے لیے طلب کیا حسب کتاب الارشاد حصین بن نمیر ابن زیاد لعین ہوا خواہ اور لباس شب کی مانند تھا۔ اسے حکم دیا کہ ما بین منزل قادسیہ و منزل قطقطانیہ جا کر ناکہ بندی کرے اس کو جمعیت و سپاہ دی کہ حسینؑ کا قاصد کوفہ میں نہ آسکے حصین بن نمیر گیا اور اس نے ناکہ بندی کر دی۔ اور اسی اوان قیس بن مصہر منزل قادسیہ پہنچے لوگوں نے اس کو پکڑ لیا اور حصین بن نمیر کے پاس لائے۔ اس نے سوال کیا کہ اس شہر میں کیوں آیا ہے کس نے بھیجا ہے۔ اس نے سوال کیا کہ پھر نامہ کس کے لیے لایا ہے۔ قیس بن مصہر نے نہایت حوصلہ اور اطمینان کے ساتھ جواب دیا کہ نامہ حسینؑ جن لوگوں کے نام ہے میں ان کو نہیں بتلا حصین بن نمیر مردود اس کو ابن زیاد ملعون کے پاس لے گیا قیس اس خوف سے کہیں امام حسینؑ کا نامہ ابن زیاد کے ہاتھ نہ لگ جائے اس کو چاک کر دیا بروایتے سیّد اس وقت ابن زیاد غصہ میں بھر گیا اور کہنے لگا کہ تو نے نامہ کس لیے پھاڑ ڈالا۔ غلام کی حکم دیا کہ اس کو مثلہ کیا جائے یعنی اس کے کان ناک کاٹ دی جائے۔ اس وقت ابن زیاد ملعون کہنے لگا کہ اگر تو نے نامہ کا مضمون نہ بتلایا تو میں منبر پر جا کر حسینؑ اور حسینؑ کے والد پر معاذ اللہ تبری کروں گا اور میں تجھے دو ٹکڑے کر دوں گا۔ قیس نے کہا کہ میں ان لوگوں کے نام ہرگز نہیں بتلاؤں گا۔ کہ جن کو حضرت حسینؑ ابن علیؑ نے خط لکھا ہے۔ لیکن میں منبر پہ بیان کروں گا ابن زیاد نے پھر سب لوگوں کو حکم دیا کہ مسجد کوفہ میں جمع ہوں لوگ جمع ہوئے اور قیس منبر پر گئے۔ اول حمد و ثنائے الہٰی بجا لائے اور پھر آنحضرتؐ پہ درود و سلام بھیجا۔ اس کے

بعد حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام پر درود و سلام بھیجا۔ اور پھر یزید ابن معاویہ، ابن زیاد اور بنو امیہ پر لعنت بھیجی۔ بعدہٗ فرمایا کہ ایھا الناس انا رسول الحسین الیکم وقد علقتہ بموضع کذا۔ اے گروہ اشخاص میں حسین بن علیؑ کا قاصد ہوں اور تمہاری طرف آیا ہوں اور تمہیں معلوم ہونا چاہیئے میں نے امام حسینؑ کو فلاں منزل میں چھوڑا ہے اور تمہارے پاس آیا ہوں کہ تمہیں حسین کی آمد کی خبر دوں۔ جب یہ خبر ابن زیاد ملعون کو پہنچی تو حکم دیا کہ اس کو رسن بند کیا جائے۔ اور لب بام جا کر نیچے پھینک دیا جائے۔ بروایت ارشاد ابن زیاد کے حکم سے اسے لب بام لے گئے اور پھر اس کے ہاتھ باندھ کر نیچے پھینک دیا اور قیس بن مصہر نے گریہ کرتے ہوئے فریاد کی۔ اس وقت عبدالملک بن عمیر نامی سامنے آیا اور اس کے سر کو کاٹا لوگوں نے کہا کہ ابھی یہ مرد دیندار نہیں مرا ہے سر کیوں کاٹتے ہو۔ قال السید کہ جب قیس کے قتل کی خبر حضرت امام حسینؑ کو پہنچی آپ نے بہت گریہ فرمایا۔ آسمان کی طرف سر بلند کر کے کہا۔ اللھم اجعل لنا لشیعتنا منزلا کریما واجمع بیننا و بینھم فی مستقر من رحمتک انک علی کل شیءٍ قدیر۔ اے عزیز زہرا آپ پہ ہم قربان کہ آپ نے ہر ایک شہید پر آنسو بہائے ان کی لاشوں میں گریہ فرمایا۔ اور اسی طرح اہلِ حرم نے بھی ان پر گریہ و ماتم کیا۔ افسوس صد افسوس کہ ایک تیر زہر آلود آپ کے عقب سے آپ پر لگا۔ اس وقت خون جاری ہوا اور آپ نے اس خون کو چلو میں لے کر اپنے ریش مبارک پر ملا گویا خون سے خضاب کیا۔ اور فرمایا ھکذا القی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ جب موکب مسعود امام حسین علیہ السلام منزل حاجز سے بعزم کوفہ روانہ ہوا۔ اور ایک ایسے میدان آب و گیاہ میں پہنچا کہ جہاں عرب لوگ کاشتکاری کرتے تھے وہاں پہنچنے پر عبداللہ بن مطیع از خود خیر آمد امام حسین علیہ السلام

سن کر حاضر ہوا۔ آداب عقیدت اور سلام و تحیت کے بعد عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں آپ کہاں جا رہے ہیں اور کس واسطے جا رہے ہیں حضرت نے فرمایا اے برادر اس وقت سے کہ جب معاویہ نے اس دنیا سے کوچ کیا ہے۔ مجھے اہل کوفہ نے آرام سے نہیں رہنے دیا متواتر خطوط پر خطوط لکھے کہ میں کوفہ پہنچوں چنانچہ میں عازم کوفہ ہوں۔ ان کی دعوت پر جا رہا ہوں۔ جب عبداللہ بن مطیع نے یہ سنا تو طویل گفتگو کے بعد عرض کیا کہ کوفہ جانے سے حرمت ضائع ہو جائے گی کوفی لوگ دغا کریں گے آپ کوفہ نہ جائیں جیسا کہ اموی لوگوں نے آپ کے بزرگوں کے ساتھ سلوک کیا ہے ویسا ہی آپ کے ساتھ ان کا سلوک ہوگا۔ اس سفر سے آپ درگزر کریں پھر بنز الذاب اس نے عرض کیا اے آقا آپ مکہ تشریف لے جائیں آپ سید العرب ہیں سب ہی احترام کریں گے۔ حضرت نے جواب دیا کہ مجھے شہادت منظور ہے الموت علی الحق اولی من حیوۃ علی الباطل الموت فی العز من الحیوۃ فی الذل۔ یعنی حق پر مرنا جسم کا پامال ہونا بہتر ہے زندگانی باطل سے مجھے خوشی ہوگی کہ میرا سر نیزہ پر بلند ہو قبل اس کے کہ میں بیعت یزید کروں مجھے بیعت یزید کر کے ذلت کی موت۔ مرنا پسند نہیں ہے۔ انا الحسینؑ بن علی ابن ابی طالب کہ میں فرزند علیؑ ابن ابی طالب ہوں۔ مقصد یہ تھا کہ علیؑ نے کسی خلیفہ کی بیعت کی اور نہ ہی میں بیعت یزید کروں گا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

منزل ذرود پر زہیر بن القینؓ کی امام حسینؑ سے ملاقات

از جملہ منازل امام حسین علیہ السلام ایک منزل ذرود بھی ہے۔ لفظ ذرود اگرچہ کتاب ارشاد، اور روضۃ الصفا میں "ز" کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ لیکن لغت میں یہ لفظ "ز" کے ساتھ نہیں ہے۔ پس یہ لفظ ذال ہے جو کہ مکہ کے پہاڑوں کی طرح ایک پہاڑ ہے یہاں حضرت امام حسینؑ کے پہنچنے کے بعد زہیر بن قین بجلی حاضر ہوئے ہیں شیخ مفید ارشاد میں فرماتے ہیں کہ ایک جماعت از طائفہ فزارہ اور قبیلۂ بجیلہ نے زہیر بن قین بجلی کی معیت میں سفر مکہ معظمہ اختیار کیا کہ مناسک حج بجا لائیں اثنائے سفر میں امام حسینؑ علیہ السلام کا جب قافلہ منزل ذرود پر پہنچا اور آپ نے قیام کیا تو زہیر بن قین بجلی اور امام حسینؑ سے ایک ہی جگہ قیام کیا۔ اور زہیر بن قین پردہ داری کا بہت زیادہ اہتمام کیا۔ بعدہ زہیر بن قین بجلی کھانا کھانے بیٹھے کہ اسی اثناء میں امام حسینؑ علیہ السلام کا بھیجا ہوا آدمی آیا اور بعد سلام پیغام دیا کہ تمہیں سبط رسول الثقلین ابی عبداللہ الحسینؑ یاد فرماتے ہیں۔ پس جیسے ہی سنا کہ امام حسینؑ یاد فرماتے ہیں۔ کچھ جواب نہ دیا سر نیچا کیے ہوئے داخل خیمہ ہوئے لقمہ ہاتھ سے چھوٹ گیا کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ بات ہے کہ تم ایک دم متفکر ہو گئے۔ آخر کوئی بات تو بتلاؤ زوجہ موجود تھی اور زہیر بن قین پردہ کی پشت کے سہارے بیٹھے تھے اس مومنہ نے زہیر سے اصرار کیا بعدہ زہیر سے کہا کہ اے زہیرؓ سبحان اللہ آخر کیا مطلب ہے۔ حضرتؐ پیغمبر خدا سے شرم نہیں کرتا فرزند پیغمبر خدا تجھے بلانے کے لیے

آدمی بھیجے تو کیوں نہیں جاتا۔ اٹھ اور حسینؑ کی خدمت جاؤ۔ اگر ان کی کوئی فرمائش ہے تو اس پر عمل کرو۔ خوشگوار لب ولہجہ میں باتیں کرو۔ جوش غیرت میں اٹھا اور خیمہ امام حسینؑ کے پاس پہنچا نظر عقیدت نے سجدۂ شکر ادا کیا کہ خوشا نصیب کہ در فرزند رسولؐ پر رسولؐ پہ رسائی ہوئی۔ اس وقت ایک گیارہ سالہ بچے نے زہیر کا استقبال کیا خوش آمدید کہا۔ زہیر اس کے ہمراہ خیمہ امامؑ میں داخل ہوئے رخ امام علیہ السلام پر نظر پڑی امام حسینؑ اس وقت تکیۂ امامت پر سر رکھے ہوئے بارگاہ خدا میں مشغول راز و نیاز تھے۔ زہیرؓ نے آپ کو سلام کیا امام حسینؑ نے جواب سلام دیا۔ مزاج پرسی کی اور احوال دریافت کیا بروایت روضۃ الشہداء امام حسینؑ نے فرمایا اے زہیر کیا تم راہ خدا میں ہماری نصرت کر کے درجہ شہادت چاہتے ہو۔ پھر آنحضرتؐ یا عجاز ولایت و امامت زہیر کو ان کے مقامات جنت دکھلائے اس وقت زہیر بحر فکر میں غوطہ زن ہوئے۔ عقل و نفس میں باہم جنگ و جدل ہونے لگی۔ عافیت بخیر تھی شیطانی وسوسے دور ہو گئے اور زہیر جام شہادت پینے پر کمربستہ ہو گئے عرض کی اے فرزند رسولؐ خدا اور اے نور دیدۂ زہراؑ میں تیری راہ میں اپنے مال و جان اور اہل و عیال کو اس شرط پر چھوڑتا ہوں کہ آخرت میں مجھے آپ اپنے ساتھ رکھیں امام حسینؑ نے فرمایا اے زہیر تم آخرت میں ہمارے ساتھ ہو گے۔ پس یہ سن کر زہیر اپنی جگہ سے اٹھے۔ اور اپنے خیمہ میں پہنچے۔ اس وقت آپ انتہائی خندان و شادان تھے۔ اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ خیمہ یہاں سے خیمہ امام حسین علیہ السلام کے نزدیک نصب کرو اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جو تم میں سے بہشت کا آرزو مند ہو۔ دل میں تمنا جنت ہو وہ میرے ساتھ چلے بروایت الشیخ مفیدؒ زہیر بن قین نے اپنی زوجہ کو طلاق دی مگر بروایت متعدد اقوال در روضۃ الشہداء پایا جاتا ہے کہ زہیر بن قین نے اپنی زوجہ سے کہا کہ جس قدر مال و اسباب کی خواہش ہے وہ لے لے اور اپنے بھائیوں کے ہمراہ کوفہ

چلی جاؤ وہاں مکان موجود ہے اس میں رہائش اختیار کر۔ میں حضرت امام حسینؑ کا غلام بن کر ان کے ہمراہ جا رہا ہوں۔ سر امام عالیمقام کے قدموں پر رکھ دیا ہے اور جان ان کی سپرد کر دی ہے۔ عنقریب میں سفر خلد اختیار کرنے والا ہوں اس مومنہ نے جب یہ سنا تو کہنے لگی اے زہیر میں تیری زوجہ ہوں اس قدر بے وفائی کیوں ہے کہ تو حسینؑ کی خدمت میں ان کی خدمت میں رہوں گی۔ آہ وا مصیبتاہ دل بے چین ہے کیونکہ مومنہ تو یہ سمجھتی تھی کہ مسلمانوں میں حضرت زینب خاتون بڑی عزت والی خاتون ہیں اسے یہ خبر نہ تھی کہ عزت و جلال زینت خاتون حسینؑ کی زندگی تک رہا۔ جب حسینؑ گھوڑے سے زمین پر گرے زینبؑ خاتون معدق ہوئیں۔ سر و پا برہنہ حافیہ حاسرۃ واضعۃ یدھا علی راسھا لشکر اعداء کے درمیان آئیں اور سر پیٹ کر فریاد کرنے لگیں آہ ۔۔۔۔ اما فیکم رجل مسلم۔ کیا تم میں کوئی مسلمان نہیں ہے۔

موکب امام حسینؑ کا منزل خزیمیہ میں ورود

مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ امام حسینؑ کی جملہ منازل میں ایک منزل خزیمیہ بھی ہے یہ ایک ایسی منزل ہے کہ جہاں حجاج مکہ سے آمد و واپسی پر قیام کرتے ہیں یہ منزل احفر اور منزل ثعلبیہ کے درمیان واقع ہے اور منزل احفر میں خزیمیہ و فید ہے و فید بر وزن بیع منزل ہے جو کہ مکہ کی راہ میں ہے حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایک روز منزل خزیمیہ میں قیام فرمایا ہے۔ فلما اصبح اقبلت اختہ۔ زینب خاتون صبح صادق نمودار ہونے کے وقت خدمت امام حسینؑ میں تشریف لائیں اور فرمایا اے بھائی میں اس شب برائے نماز تہجد اٹھی خیمہ سے باہر صحن قنات آئی تو میں نے ہاتف غیبی کی ندا سنی کہ کہنے والا یہ کہہ رہا ہے۔

الا یا عین فاحتفلی بجهد و من یبکی علی الشهداء۔ یعنی اے آنکھ تو آرام سے ہے پس گریہ کر شہداء پر کیونکہ اس کے بعد یہ لوگ شہید ہوں گے۔ علی قوم تسوقهم المنایا بمقدار الی انجاز وعد۔ اور وہ قوم (لوگ) جو اپنے پیروں سے موت کی طرف جا رہے ہیں اور اس جگہ جا رہے ہیں جو کہ ان کی وعدہ گاہ ہے اے بھائی حسینؑ یہ کیسی ندا ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا اختی کل الذی قضی فهو کائن۔ یعنی اے بہن زینبؑ کہ جو مقدر ہو چکا ہے وہ ہوگا ہم رضاء خدا کے سامنے سر بسجود ہیں۔ ایک مرتبہ پھر ایسا ہوا کہ شب عاشوراء محرم یہ مخدرہ معظمہ اکیلی خیمہ میں بیٹھی تھیں۔ اور حسینؑ کی بے کسی و غربت پر آنسو بہا رہی تھیں۔ ناگاہ خیمہ کے باہر سے رونے کی آواز آئی۔ اور وہ آواز ایسی تھی جیسے کوئی ماں اپنے فرزند کے لیے روتی ہے۔ اور نوحہ کرتی ہے ؎

حسینؑ ای نونہال باغ زہرا	غریب افتادہ اندر کوہ صحرا
حسینؑ ای زینت دوش پیغمبرؐ	حسینؑ اے زیب آغوش پیغمبرؐ
شہید کوفیاں کردی تو فردا	میاں خاک و خون غلطی تو فردا
بنت النبی رسول اللہ فاطمہؑ	بکت الا واحسیناہ آہ وا ولدی
رتبہ و ہجرت الغمر ساہرۃ	فراح عینی دخلی النار فی کبدی

زینب خاتون اس آواز گریہ پر باہر آئیں مگر کسی کو نہ دیکھا۔ لیکن رونے کی آواز آتی رہی۔ آپ گریہ کرتی ہوں امام حسینؑ کے پاس آئیں اور فرمایا صدائے نوحہ آ رہی ہے میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ میری ماں گریہ کر رہی ہیں کبھی خیمہ سے باہر اور کبھی خیمہ کے عقب میں رو رہی ہیں۔ جناب زینب اپنی ماں فاطمہؑ کے رونے کی آواز سن کر از حد پریشان ہوئیں۔ جب شام غریباں نمودار ہوئی تو فرمایا ہوگا اے اماں شب عاشوراء محرم

اب موجود تھیں آج کی شب۔ شب بے کسی میں بھی آئی ہوئیں اے اماں اس وقت تشریف لائیں جب ساربان نے حضرت امام حسینؑ کے دست ہائے مبارک قلم کیے۔ اے اماں تمہاری بیٹی زینبؑ نے بڑی بڑی مصیبتیں دیکھیں۔ اے مومنین اندازہ فرماتے شب عاشوراء محرم زینبؑ کے تمام بھائی بھتیجے بیٹے۔ حسینؑ کے انصار سب ہی زندہ تھے اور شام غریباں۔ خیموں میں سناٹا تھا اور خیموں میں سونے والے مقتل میں گلا کٹائے پڑے تھے الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

ان امور کی تحقیق جن کا اس کتاب میں ذکر کرنا ضروری ہے

اوّلاً حضرت امام حسین علیہ السلام کی مکہ سے روانگی بسوئے عراق، مولف کتاب ہذا کے والد ماجد علامہ محمد حسن القزوینی اعلیٰ اللہ مقامہ نے کتاب ریاض الاحزان و حدائق الاشجان میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام جب مکہ سے عازم سفر کوفہ ہوئے تو مدینہ تشریف لائے اور روضہ مبارک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور بعد ازاں شہر مدینہ اور اہل مدینہ کو وداع کیا۔ کتاب مقاتل، کتب سیر و تاریخ میں لوگوں نے خواہ وہ مخالف ہو یا موافق سب کچھ درج کر دیا ہے۔ لیکن یہ ہی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے خصوصاً مکہ سے روانگی کے وقت ہی مدینہ کا عزم کیا تھا اور بعدہ از مدینہ بطرف عراق روانہ ہوئے ہیں۔ لیکن چشم بینا سے اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضرت خامس آل عبا علیہ السلام مکہ سے مدینہ آئے ہیں اور پھر کوفہ تشریف لے گئے ہیں اور مرحوم والد مولف کتاب

نے اس بارے میں منفرد تحقیق کی ہے اور حق ان ہی کے ساتھ ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے ۲۸ رجب سنہ ۶۰ھ کو مدینہ سے مکہ کی طرف توجہ فرمائی تاکہ خانہ خدا میں پناہ لیں اور آپ نے اپنے اس عزم سفر کو پوشیدہ رکھا کسی کو خبر نہیں کی البتہ اپنے بھائی محمد حنفیہ ابن علی مرتضیٰ کو مدینہ میں چھوڑا اور فرمایا کہ تم یہاں رہو اور مدینہ کے حالات کی مجھے خبر دیتے رہنا کیونکہ میں مکہ میں پناہ لینا چاہتا ہوں۔ واقعہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، زنان بنی ہاشم کا رخصت کرنے آنا۔ زیارت روضہ رسول خدا کرنا اور خواب میں آنحضرتؐ کو دیکھنا۔ یہ تمام چیزیں اس وقت سے متعلق ہیں کہ جب آپ مکہ سے مدینہ واپس پہنچے ہیں۔ اور بعدہ، لوگوں کو سوعراق کی خبر ہوئی ہے۔ اگر کوئی شخص اس امر بحث کرنا چاہے اور ایراد پیدا کرے کہ چونکہ حضرت امام عالیمقام نے پہلی ہی مرتبہ مدینہ چھوڑا اور مکہ گئے اور پھر مکہ سے مدینہ آئے اور بعدہ سفر عراق اختیار کیا آخر دوسری بغیر کسی خوف کے مدینہ وارد ہوتا۔ دو روز یا صرف ایک شب و روز مدینہ میں قیام کرنا۔ اس کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ حالت تقیہ اس وقت مقید تھی کہ جب حضرت امام حسینؑ مدینہ سے بحالت خوف نکلے ہیں اور مکہ کا رخ کیا ہے کیونکہ حاکم مدینہ ولید بن عتبہ، حاکم شام یزید کی طرف سے اس امر پر مامور تھا کہ وہ امام حسینؑ کو گرفتار کرے اور وہ یزید لعین کی مخالفت نہیں کر سکتا تھا چنانچہ وہ ایک مرتبہ ایسا ظاہر کر چکا تھا۔ اور جب دوبارہ امام حسین علیہ السلام مکہ سے واپسی پر مدینہ پہنچے ہیں تو اس وقت حاکم مدینہ عمرو بن سعید تھا اور وہ حاجیوں کا سردار بھی تھا اور وہ مکہ چلا گیا تھا۔ اس وقت مدینہ میں کوئی حاکم نہ تھا کہ جو حکم وغیرہ نافذ کرے۔ پس وہاں پر کوئی ایسا حاکم نہ تھا کہ جس سے حضرت خامس آل عبا علیہ السلام تقیہ کی ضرورت محسوس فرماتے لہٰذا امام

حسین باطمینان مدینہ آئے اور ماں اور نانا کی قبر کی زیارت کی۔ اور تمام خویش واقربا کو وداع کیا۔ اور اپنی جدہ ماجدہ حضرت ام سلمہؓ کو اپنے مقتل کی خاک (مٹی) دی اور سپرد خدا کیا۔ ہم نے ایک ایک واقعہ کو شرح اور تفصیل کے ساتھ پیش کیا ہے تاکہ قارئین کتاب پر واضح ہو جائے کہ امام حسینؑ مکہ سے مدینہ آئے ہیں۔ اور مذکورہ واقعات مکہ سے واپسی پر مدینہ سے نکلتے وقت رونما ہوئے ہیں۔ من اللہ التوفیق وعلیہ التکلان۔

بروایت ابی مخنف یہ ہے کہ لما قتل مسلم انقطع خبرہ عن الحسین فقلق لذٰلک قلقاً شدیداً وجمع اھل بیتہ وموالیہ وامرھم بالرحیل الی المدینۃ حتی دخلوھا۔

فرماتے ہیں کہ جب حضرت مسلم بن عقیل کوفہ میں شہید ہو گئے۔ اور کوفہ سے کوئی دوسری خبر نہیں آئی تو حضرت امام حسینؑ پریشان ہوئے اور سب کو جمع کر کے فرمایا کہ مدینہ چلنا چاہیے پس محملیں وغیرہ سب تیار ہو گئیں اور امام عالیمقام نے اپنے تمام ہمراہیوں سمیت مدینہ کا رخ کیا۔ اور داخل شہر مدینہ ہو گئے۔ چنانچہ ابی مخنف کی تصریح کی رو سے حضرت کا مکہ سے مدینہ پہنچنا ظاہر ہے۔ اور بعدہ وہ لکھتا ہے کہ جب حضرت مدینہ پہنچے تو حضرت رسول خدا کی قبر مبارک پر تشریف لے گئے اور کچھ دیر قبر مبارک کے نزدیک رہے بعد ازاں غمگین حالت میں باہر نکلے تاکہ دوبارہ زیارت قبر منورہ کریں جنت البقیع میں ماں کی قبر پر گئے۔ اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ابی مخنف لکھتا ہے کہ بکا بکاءً شدیداً۔ اور گریہ و بکا کا سبب یہ بھی تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں یا ولدی العجل العجل الوحا الوحا فبادر الینا فانا مشتاقون الیک۔

اے نور دیدہ اے حسینؑ من جلدی کرو جلدی پہنچو کر میں تمہارا بہت مشتاق ہوں حضرت خواب سے بیدار ہوئے اور مسجد سے باہر تشریف لائے۔ اور اپنے بھائی محمد حنفیہ سے ملے اور فرمایا اخی ادید الرحیل الی العراق۔ اے بھائی میں عراق کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اور چاہتا ہوں۔ کہ سمت کوفہ جاؤں۔

مولف کتاب کہتے ہیں کہ تمام مرد و زن مدینہ آئے اور حضرت امام حسینؑ کی زیارت کی۔ اظہار مسرت و خوشی کیا کہ مدینہ حسینؑ سے آباد رہے گا۔ سب لوگ خوش تھے کہ دوبارہ زیارت نصیب ہوئی لیکن جب یہ خبر عام ہوتی کہ حسینؑ عراق کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور سمت کوفہ جا رہے ہیں تو اہل کوفہ میں شور گریہ و بکا پیدا ہو گیا بنی ہاشم کے مرد و زن نے ہجوم کر لیا ایسا گریہ و زاری ہوا کہ جیسا کہ وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوا تھا۔ ایک دن یہ گریہ و بکا تھا اور پھر ایک دن ایسا آیا کہ جب زینب بیکس لیئے ہوئے قافلہ کو لے کر مدینہ پہنچیں اور اہل مدینہ کو خبر ہوئی کہ حسینؑ مارے گئے مرد و زن سب ہی گھروں سے باہر نکل آئے شور گریہ و بکا بلند ہوا۔ کسی شاعر نے اس کی منظر کشی اس طرح کی ہے ؎

آج قبر مصطفےٰؐ پر ایک ہجوم عام ہے   آگئی زینبؑ مدینہ میں بپا کہرام ہے

کتاب ریاض میں فوادح حسینہ سے نقل کیا گیا ہے کہ لما عزم الحسین علی المسیر الی الکوفۃ بعد بحیتہ من مکۃ الی المدینۃ خرج ذات لیلۃ الی قبر جدہ کہ جب عالم علوم ربانی واقف رموز غیب و شہود یعنی حضرت خامس آل عبا حسین علیہ السلام نے مکّہ سے کوفہ کا رخ کیا اور آپ مدینہ وارد ہوئے بادل محزوں اپنے جدّ بزرگوار کی قبر مطہر پر تشریف لے گئے قبر مبارک پر نظر کی اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا جداہ اے رسول

خدا اے نانا میرا اسلام ہو آپ پر انا فرخک التجات الیک۔ آپ کو مبارک ہو آپ سے ایک التجا ہے بعدہٗ دو رکعت نماز ادا کی۔ (یہ نماز زیارت ہوگی) پھر سر آسمان کی طرف اٹھا کر قبر رسولؐ کی طرف اشارہ کیا اور عرض کیا۔ اللھم ان ھٰذا قبر نبیک وانا ابن بنتہ وقد حضرنی من الامر ما قد علمتہ فانی احب الامر بالمعروف وانھی عن المنکر۔ یعنی اے خدائے علیم و دانا یہ تیرے پیغمبرؐ کی قبر مبارک ہے۔ اور میں اس کی بیٹی کا فرزند ہوں کہ جس کے بعد مجھے بہت سی بلاؤں نے گھیر لیا ہے اور تو ان سب بلاؤں سے آگاہ ہے۔ اور اب حال یہ ہے کہ بغیر امر بالمعروف و نہی از منکر کے چارہ کار نہیں ہے۔ الٰھی بحق ھٰذا القبر الا ما اخترت لی من امری ما ھو لک رضاہ۔ یعنی اے خدا اس قبر مطہرہ کے تصدق سے اور اپنے حبیبؐ کے صدقہ میں تو اپنی رضا میرے کام میں شامل کر اے خدا تیری رضا میری رضا ہے۔ وجعل الحسین یبکی و یتوسل و یسال اللہ عند قبر جدہ الی قریب الفجر فخس فرای فی منامہ قد اقبل الیہ فی کبکبۃ من الملائکۃ وھم عن یمینہ و شمالہ۔

آپ گریہ و زاری میں مشغول تھے خدا کی مشیئت کے طالب تھے اور راز و نیاز کی باتیں کر رہے تھے۔ کہ نزدیک طلوع فجر آپ پر غنودگی طاری اور عالم خواب میں حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آنحضرتؐ کے گرد و پیش ملائکہ کا جم غفیر ہے خوشبوئے نبوت سے فضاء عالم خواب معطر ہو رہی ہے۔ آنحضرتؐ نے حسینؑ کے پاس آکر فرمایا۔ اے گرامی قدر فرزند فاطمہ کہہ کر امام حسینؑ کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ ملائکہ صف بستہ یہ نظارہ دیکھ رہے تھے فضم الحسین الی صدرہ وقبل ما بین

عینیہ وقال یا حبیبی یا حسینا کانی اراك عن قریب وانت مرمل بدمائك
یعنی آپؐ نے امام حسینؑ کو سینہ سے لگایا پیشانی کو چوما۔ اور فرمایا اے میرے فرزند
حسینؑ میں بہ تحقیق یہ دیکھ رہا ہوں کہ تو عنقریب میرے پاس آنے والا ہے تو تیر و تلوار
و نیزہ کا نشانہ بنے گا تیرا سر جدا کیا جائے گا۔

مذبوح من قفاك مخضوب شیبتك بدمك وانت غریب وحید ا
بارض کربلا بین عصابۃ من امتی۔ یعنی اے حسینؑ تیرا سر
پس گردن سے کاٹا جائے گا اور تیری ڈاڑھی تیرے خون سے خضاب ہوگی۔ تو غریب
و منفرد شہید کربلا ہے تستغث ولا تغاث وانت مع ذلك عطشان لا تسقی
وظمان لا تروی وقد استبنا جوا حریمك وذبحوا
فطیمك۔ یعنی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روضہ خواتی فرماتے
ہیں کہ اے حسینؑ میں دیکھ رہا ہوں کہ تو زمین کربلا پہ تنہائی کے عالم میں استغاثہ
کر رہا ہے اور کوئی تیری آواز پر لبیک نہیں کہتا نہ کوئی تجھے پانی دیتا ہے میں تیرے
اوپر ہونے والے سارے مظالم دیکھ رہا ہوں۔ اہلِ حرم کا اسیر ہونا بھی دیکھ رہا ہوں
خداوند تعالیٰ اس گروہ اشقیا کو میری شفاعت سے محروم رکھے گا۔ یا حبیبی یا
حسین ان اباك وامك واخاك قد قدموا علی وھم مشتاقون
اے حسین میں اور تیرے باپ ماں اور بھائی سب مشتاق ہیں کہ تو جلد ہمارے
پاس آ۔ وان لك فی الجنات لدرجۃ عالیۃ لا تنالھا الا بالشھادۃ فاسرع
الی درجك۔ اے حسینؑ بہشت تیرا مشتاق ہے لیکن بہشت درجات عالیہ
اس وقت ملیں گے کہ جب تو شہادت اختیار کرے گا۔ پس جلدی کر کہ قتل کیا جائے
اور ہمارے پاس پہنچے۔ پس امام حسینؑ آب دیدہ ہوئے اور عرض کیا کرنا مناسب کچھ

قبول ہے۔ پھر عرض کیا نانا جان اپنی قبر میں مجھے بلا لیجیئے کہ مجھے اب زندگانی دنیا
درکار نہیں ہے۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولا بدلك من الرجوع
الی الدنیا حتی ترزق الشھادۃ تسال ما کتب لك من السعادۃ۔
آنحضرتؐ نے فرمایا اے فرزند اس ناچاری دنیا پر صبر کرنا ضروری ہے تو صبر کر یہاں تک کہ
روزِ شہادت لے اور تو فیروزمند ہو اور جو کچھ خدا تعالیٰ نے تیرے بارے میں مقدر
فرمایا ہے اور تو نے عالم ذر میں عہد کیا ہے وہ پورا ہو تو اس پر کمربستہ رہ پس جب
آنحضرتؐ یہ سب کچھ فرما چکے تو نظر امامؑ سے غائب ہو گئے اور حضرت امام حسینؑ خواب
سے بیدار ہوئے فزعا مرعوبا (یعنی بحالت خوف) دولتسرا و واپس
آئے۔ اہلبیتؑ آپ کا انتظار کر رہے کہ صبح دم آپ گھر تشریف لائے۔ آپ نے خواب
بیان کیا جس کو سن کر اہلحرم رونے لگے۔ روایت میں ہے کہ فلم یکن فی ذالك
الیوم اشد غما من اھل البیت ولا اکثر باکیا۔ اس وقت اہلحرم
نے امام حسینؑ کے قتل ہونے کا تصور کیا امام حسینؑ نے گریہ دیکھ کر فرمایا کیا تم خود کو
ہلاک کرو گے ۔۔۔۔۔۔ خداوندا ان بے کس بی بیوں کا کیا حال ہوگا کہ جب انہوں
نے کربلا میں روز عاشورا محرم دیکھا کہ شمر ولد الحرام سینۂ اقدس پہ ہے اور کند خنجر سے
سرِ امام جدا کر رہا ہے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

امام حسینؑ کا ام المومنین ام سلمہؓ کو اپنی شہادت کی خبر دینا

جملہ دلائل میں سے کہ حضرت امام حسینؑ مکہ سے مدینہ تشریف لانا اور بعد ازاں کوفہ جانے کا عزم کرنا چنانچہ کتاب منتخب میں ہے کہ ان الحسین علیہ السلام لما عزم علی الخروج الی العراق من المدینۃ جائت الیہ ام سلمۃ زوجۃ الرسول صلی اللہ علیہ و آلہ۔ یعنی جب حضرت امام حسینؑ نے ارادہ کیا کہ مدینے بطرف عراق جائیں اس وقت حضرت ام المومنینؑ بی بی ام سلمہ زوجہ رسول خدا آپ کے پاس تشریف لائیں۔ شیخ طریحی نجفی فرماتے ہیں کہ جناب ام المومنین بی بی ام سلمہؓ نے امام حسینؑ سے فرمایا اے نور نظر اے سرور دل فاطمہؑ لا بنی لا تحزنی بخروجک الی العراق۔ اے حسینؑ مدینہ چھوڑ کر مجھے محزون نہ کرو۔ فانی سمعت من جدک رسول اللہ یقول یقتل ولدی الحسین بارض العراق فی ارض یقال کربلا۔ اے فرزند میں نے تمہارے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ میرا فرزند حسینؑ زمین عراق میں قتل ہوگا اس زمین کو کربلا کہتے ہیں۔ آپ نے سنا اور فرمایا یا اماہ وانا واللہ اعلم ذلک وانی مقتول لا محالہ ولیس لہ من ھذا بد۔ اے مادر گرامی خدا گواہ ہے کہ میں اپنے نانا سے ایسا ہی سنا ہے میں قتل کیا جاؤں گا اور قتل ہونے سے بچنے کا کوئی

راستہ نہیں ہے۔ وانی واللہ لاعرف الیوم الذی اقتل فیہ واعرف من تقتلنی واعرف بقعۃ التی ادفن فیھا وانی اعرف من یقتل من اھل بیتی و قرابتی و شیعتی۔ میں جانتا ہوں کہ کس دن میں قتل ہوں گا۔ میں اپنے روز قتل کو جانتا ہوں۔ اور میں اپنے جائے دفن کو بھی جانتا ہوں۔ اور یہ بھی جانتا ہوں کہ میرے اہلبیتؑ میں سے کون کون قتل ہوگا۔ میرے دوست اور محب بھی شہید ہو گئے۔ یا اماہ اراتک حفرتی و مضجعی یعنی اے مادر گرامی میں اپنی قبر اور اپنے ساتھ شہید ہونے والوں کی قبروں کی جگہ جانتا ہوں اگر آپ چاہیں تو ان کی نشاندہی کر دوں۔ اے مادر گرامی میں عالم علوم ما کان وما یکون ہوں پھر امام حسینؑ نے کربلا کی طرف اشارہ کیا۔

ثم اشار بیدہ الشریفۃ الی جھتہ کربلاء فالحقضت الارض حتی اراھا مضجعہ ومدفنہ وموضع عسکرہ و موقفہ ومشھدہ کما ھو الآن۔ پس اس عالم علوم ربانی نے بسمت کربلا اشارہ کیا بفرمان امام حسینؑ زمین کربلا ادھر اور نگاہ کے سامنے آگئی اور جو کچھ امام حسینؑ نے اپنی نانی صاحبہ سے فرمایا وہ سب کچھ جناب ام المومنین بی بی ام سلمہؓ نے دیکھا۔ ایک آہ سرد کھینچی، قریب تھا کہ بے ہوش ہو جائیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے نانی صاحبہ آپ صبر سے کام لیں۔ جناب ام سلمہؓ نے دیکھا کہ ایک ظالم ددعۃ بن شریک نے تلوار سے حضرت امام حسینؑ کی انگشت قطع کی اور انگشتری اتار لی۔ ام سلمہؓ نے دیکھا کہ ننھے ننھے بچے پانی کے لیے ترس رہے ہیں خالی کوزے ہاتھوں میں لیے صدائے العطش بلند کر رہے ہیں۔ اس وقت حضرت امام حسینؑ نے اپنے

شہید ہونے کی جگہ کی نشاندہی فرمائی میدان جنگ کی صورت بتلائی۔ نہر فرات نگاہ کے سامنے آ گئی اور فرمایا اے جدہ معظمہ نہر فرات جاری ہو گی اور میں اور میرے بچے پانی کے لیے تڑپ رہے ہوں گے اور کوئی قطرہ آب بھی نہ دے گا۔ واویلاہ صد واویلاہ و امصیبتاہ۔ پس ام سلمہؓ کو تاب ضبط نہ رہی۔ آخر ش فرمایا اے نور دیدہ خدا حافظ پسر خدا، کرتی ہوں۔ اور فرمایا اے زینب و ام کلثوم تمہارا خدا حافظ ہے مومنین کرام اس وقت ام المومنین بی بی ام سلمہؓ کا کیا حال ہوا ہو گا کہ جب حسینی قافلہ کربلا کے لیے اور کوفہ کے لیے مدینہ سے نکلا ہو گا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

امام حسینؑ کا ماں اور بھائیؑ کی قبر کو وداع کرنا

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام جب مکہ سے مراجعت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو سب سے پہلے قبر حضرت رسول خدا کی زیارت کی۔ اور عالم خواب میں آنحضرت نے بشارت شہادت دی اور امام حسینؑ آمادہ سفر عراق ہوئے بعد ازاں آپ اپنی مادر گرامی فاطمہ زہرا علیہا السلام کی قبر پر تشریف لے گئے۔ سلام بجا لائے جیسے امام حسینؑ نے سلام کیا قبر مبارک لرزہ میں آ گئی اور جناب سیدہ معصومہ نے اپنے نور نظر کے سلام کا جواب دیا۔ پھر امام حسینؑ نے قبر مبارک کو اپنی آغوش میں لے کر بوسہ دیا۔ بعدہ تلاوت قرآن مجید کی اور قبر مادر کو وداع کیا اس کے بعد آپ امام حسن مجتبےٰ کی قبر مبارک پر گئے اور سلام کرنے کے بعد قبر مبارک کو وداع کیا۔ اے مومنین حضرت امام حسینؑ نے خواب میں اپنے نانا رسول خدا، اپنی ماں فاطمہ زہراؑ اور اپنے بھائی حسن مجتبےٰؑ کی زیارت کی۔ کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ

کہ امام حسینؑ کو ان بزرگواروں کی دوبارہ زیارت نہیں کی۔ ایسا نہیں ہے وقت ذبح آنحضرتؐ بھی موجود تھے علی مرتضیٰ بھی تھے فاطمہ زہرا بھی تھیں اور امام حسنؑ مجتبےٰ بھی تھے امام حسینؑ کے گلوئے مبارک پر خنجر رواں تھا اور یہ بزرگوار دیکھ رہے اور امام حسینؑ ان کو دیکھ رہے تھے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

وقت روانگی امام حسینؑ بنی ہاشم کی گریہ وزاری

کتاب کامل الزیارت میں عمرو بن جابر سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ سے سنا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا لما ہم الحسین بالشخوص من المدینۃ اقبلت نساء بنی عبدالمطلب فاجتمعن للنیاحۃ یعنی جب حضرت خامس آل عبا نے ارادۂ سفر عراق کیا۔ اور سواریاں آراستہ ہو کر در دولت پر لائی گئیں اور آواز را حلہ بلند ہوئی تمام زنان ہاشمیہ جمع ہوئیں اور ان کی نگاہ حضرت علی اکبرؑ پر پڑی تو نوحہ و شیون شروع کیا اور کہنے لگیں اے اکبر جواں، اے شبیہ پیغمبر الوداع الوداع۔ بعدہ ان عورتوں نے حضرت زینب خاتون سے خطاب کیا اے جان فاطمہؑ اے نور نظر علیؑ مرتضیٰ اے خواہر حسینؑ الوداع الوداع، راوی کہتا ہے کہ ایسا شیون پکا کبھی پہلے نہ ہوا تھا۔ مدینہ ویران تھا قبر نبویؐ پر اداسی چھائی تھی قبر فاطمہ ویران پڑی تھیں حسنؑ کی قبر پر کبھی شمع جلانے والا نہ تھا۔ حضرت امام حسینؑ سب کو تلقین صبر فرما رہے تھے۔ اس وقت قالت نساء بنی عبد المطلب فلمن نستبقی النیاحۃ والبکا فھو عندنا کیوم مات فیہ رسول اللہ وعلی وفاطمۃ علیھما السلام۔ یعنی زنان بنی ہاشم نے آنسوؤں کے ساتھ عرض کیا اے حسینؑ ہم گریہ و بکا کیوں کر نہ کریں آج کا دن ایسا ہے کہ گویا نبیؐ و فاطمہؑ و علیؑ

ہم سے جدا ہو گئے اے شیعیوں ایسا ہی گریہ و بکا پھر اس دن ہوا کہ جب قید شام سے رہا ہو کر زینب بے کس اہلحرم کے ساتھ وارد مدینہ ہوئیں۔ السلام علیک یا ابا عبد اللہ، صلی اللہ علیک یا بن رسول اللہ و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام قبر ماء نبیؐ و فاطمہ و حسنؑ سے رخصت ہو چکے اور تمام بنی ہاشم اور دوستوں کو وداع کہہ چکے تو حضرت امام حسینؑ نے مواریث نبویؐ یعنی نبوی تبرکات جناب ام المومنین بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالے عنہا کو سپرد کیں۔ اور اس کے بعد سفر اختیار کیا اس وقت زنان ہاشمیہ کہنے لگیں کہ زینب خاتون کہاں ہیں اب اس وقت عماری میں تشریف فرما تھیں اور چونکہ زینب خاتون کو دیکھ رہی تھیں کہ اب مدینہ ہم سے چھوٹ جائے گا رنگ مبارک متغیر ہو رہا تھا چہرہ مبارک فق ہو گیا تھا۔ اور ادھر تمام مخدرات بنی ہاشم حجروں سے باہر نکل آئیں تھیں کہ آخری زیارت زینب کبریٰ کریں۔

جناب فاطمہؑ صغریٰ اور رخصت اہلحرم

حضرت امام حسینؑ کی بیمار بیٹی فاطمہ صغریٰ اپنے حجرہ سے نکل آئیں پس جیسے ہی اہلحرم نے بیمار دختر کو دیکھا گریہ وزاری شروع ہو گیا۔ ریاض الشہادۃ میں ہے کہ وکان لعلیہ السلام بنت صغیرۃ یقال لہا فاطمۃ و کانت فی ذلک الوقت مریضۃ۔ یعنی وہ مخدرہ معصومہ اس وقت بستر علالت تھیں ناتواں و کمزور تھیں سفر میں جانے کے قابل صحت نہ تھی۔ اس وقت جناب فاطمہ صغریٰ نے اپنی پھوپھی اور بہنوں سے کہا کہ تم سب آمادہ سفر ہو۔ اور سب باہر جا رہے ہو مجھے کس پر چھوڑ رہے ہو مجھے بھی اپنے ہمراہ لے چلو۔ اس پر صدائے گریہ بلند ہوئی جب یہ آواز گریہ امام حسینؑ کے گوش زد ہوئی حضرت اہلحرم کے ساتھ بیمار بیٹی کے پاس تشریف لائے اور اسے حجرہ میں لے گئے۔ تلقین صبر کی تسلی دی۔ اور اس کی آنکھوں سے آنسو پونچھے۔ عزادار و قافلہ روانہ ہو گیا اور صغریٰ خاتون تکتی رہ گئی۔ کب تک قافلہ کی واپسی کا انتظار کیا کہ جب روز عاشوراء محرم ایک کبوتر خون امام حسینؑ میں غلطاں دیوار حجرۂ فاطمہ صغریٰ پر آکر بیٹھا۔ اس نے اپنی زبان میں قتل حسینؑ کی سنائی دی۔ خون کے قطرے گرے فاطمہ صغریٰ نے کبوتر کی آواز سنی لشاں لشاں حجرہ سے نکلیں دیکھا کہ کبوتر خون میں رنگین ہے۔ تازہ قطرے خون ٹپک رہے آپ نے فرمایا اے کبوتر تو جلد بتلا کہ یہ کس کا خون ہے جو تیرے پروں میں بھرا ہوا ہے اس وقت وہ کبوتر گویا ہوا ذبح الحسین کربلا اے فاطمہ صغریٰ حسینؑ کربلا میں شہید ہو گئے۔ مجھے اپنے باپ بھائی اور عزیزوں کی طرف سے وسواس پیدا ہو رہا ہے جگر کباب ہو رہا ہے۔ غرض کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے کوچ کا حکم دیا۔ مخدرات سوار ہونے لگیں۔ جب حضرت زینب خاتون کے سوار ہونے کا وقت آیا۔ اور دولت سرا پر محمل سے آراستہ اونٹ موجود تھا۔ زینب خاتون صحن خانہ میں کھڑی تھیں۔ چاروں طرف زنان بن ہاشم کا ہجوم تھا وا فاطمۃ، وا محمداہ وا علیاہ کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں کہ زینبؑ خاتون نے دروازہ کی طرف قدم بڑھایا قمر بنی ہاشمؑ نے دیکھا کہ ثانی زہرا محمل میں بیٹھنے کے لیے آمادہ ہیں باواز بلند فرمایا اے لوگوں اپنی اپنی آنکھیں بند کر لو۔ خانوادۂ عصمت کی پردہ دار زینب علیا سوار ہونا چاہتی ہیں۔ لوگ ادھر ادھر چلے گئے۔ عورات بنی ہاشم کے ہجوم میں زینب خاتون اس طرح سوار ہوئیں کہ قاسم ابن حسنؑ اپنے بابا حسن مجتبےٰ کی نمائندگی کر رہے تھے کہ محمل کا پردہ اٹھایا۔ عون و محمد نے کرسی رکھی۔ اور حضرت عباسؑ کے

سہارے جناب زینبؑ محمل میں بیٹھیں امام حسین نے خصوصی طور پر زینب خاتون کو محمل میں سوار کیا اسی طرح تمام اہلحرم سوار ہوئے اور اٹھارہ جانان بنی ہاشم پردہ کا اہتمام کررہے تھے واحسرتا مدینہ سے روانگی اس شان سے ہوئی اور روز عاشورا ۱۰ محرم جب امام حسین شہید ہوگئے اور گیارہویں محرم کو لٹا ہوا قافلہ کوفہ و شام کے لیے روانہ ہوا اس شان سے کہ سیدانیاں اونٹوں پر خود سوار ہوئیں نہ علی اکبر تھے اور نہ عباسؑ نہ قاسمؑ نہ حسین تھے کون تھا کہ جو سیدانیوں کو پردہ کو ساتھ سوار کراتا۔

مکہ سے روانگی کے وقت اور فرشتوں اور جنات کا مدد امامؑ کے لیے آنا

الشیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب مولد النبیؐ اور مرحوم سید از لہوف مصحّح ذکر کیا ہے کہ لما سار ابو عبداللہ الحسینؑ من مکۃ لید خل المدینۃ لقتہ افواج من الملائکۃ۔ جیسے ہی حضرت خامس آل عبا امام حسین علیہ السلام نے مکہ سے باہر قدم رکھا اور قافلہ روانہ ہوا ناگاہ ملائکہ کی ایک فوج حضرت کی خدمت میں نازل ہوئی۔ فسلموا علیہ و قالوا یا حجۃ اللہ علی خلقہ۔ یعنی سلام کیا اور کہا کہ اے حجت خدا ہمیں حکم ہو تو

امام حسینؑ نے فرمایا اے فرشتو میرا اور تمہارا وعدہ تو کربلا سے متعلق ہے وہاں پہنچا۔ فرشتوں نے عرض کیا اے حجت خدا ہمیں تو خدا ئے تعالےٰ نے آپ کی نصرت کے لیے مامور کیا ہے۔ اور ہمیں خدا نے آپ کا نوکر و چاکر

بنا کر بھیجا ہے جیسا کہ آپ حکم دیں عمل کریں گے اگر آپ حکم دیں تو آپ کے ساتھ چلیں تاکہ راستہ میں دشمن مقابل نہ ہوسکیں امام عالیمقام نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ راستہ میں مجھے کوئی آزار نہیں پہنچائیں گے۔ یہاں تک کہ منزل مقصود کربلا نہ پہنچ جاؤں۔ اسی اثناء میں جنات کا لشکر وارد ہوا۔ حدیث امام حسینؑ میں سلام عرض کیا۔ فقالوا یا مولانا نحن من شیعتك و انصارك فمرنا بامرك۔ یعنی اے مولا ہم تو آپ کے شیعہ ہیں آپ کے ناصر ہیں ہم حکم دیجیے تو دشمنوں کو نیست نابود کردیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جزاکم اللہ خیر الجزاء ما قرأ تم کتاب اللہ المنزل علی جدی۔ یعنی اے جنوں خدا تم کو بہترین جزا دے اور تمہاری نیکیاں زیادہ کرے۔ تم نے قرآن مجید میں کہ جو میرے نانا پر نازل ہوا ہے کیا نہیں پڑھا کہ خدا فرماتا ہے کہ قل لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیھم القتل الی مضاجعھم۔ (سورۂ آل عمران آیت ۱۵۴) یعنی کہدو کہ تم اپنے گھروں میں بھی رہتے تو جن کی تقدیر میں لڑ کے مرجانا لکھا تھا وہ اپنے گھروں سے نکل نکل کے اپنے مرنے کی جگہ ضرور آجاتے پس اے گروہ جن اگر میں کہ فرزند رسول خدا ہوں اپنے مقام پر آرام سے بیٹھوں اور باہر نہ نکلوں تو کس چیز سے آزمائش ہوگی۔ میرا کربلا پہنچنا ضروری ہے۔ خدائے تعالےٰ نے میرا مدفن کربلا قرار دی ہے۔ اور میرے دوستو اور موالیوں کے لیے کربلا کی زمین کو قبولیت اعمال کی جگہ قرار دیا ہے۔ ولیکن تحضرون یوم السبت یعنی کہ وہی روز عاشورا ۱۰ محرم کہ جس دن ہنگام عصر میں شہید ہوں گا تم سب حاضر ہونا۔ یہ سن کر تمام جن و پری روتے ہوئے چلے گئے اور اس وقت پھر جن سب کے سب آئے ہیں کہ جب امام حسینؑ نے استغاثہ بلند کیا ہے۔ لیکن آپ نے ان کو اذن جہاد

نہیں دیا الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

روایت سفر
امام حسینؑ از مکہ بطرف مدینہ

ثقہ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی کافی میں درج فرماتے ہیں کہ بسند ہای معتبرہ از ابی بکر حضرمی از حضرت ابا عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام روایت ہے کہ ان الحسین علیہ السلام لما سار الی العراق استودع ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما الکتب والوصیۃ فلما رجع علی ابن الحسین دفعتھا الیہ۔ فرمایا کہ جب ہمارے جد امام حسین متوجہ بسفر عراق ہوئے تو کتب آسمانی وصحف سماوی کہ جو وصیت نامہ حسین کے تھے اور حضرت ام سلمہؓ کی سپردگی میں تھے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے واپس لیے۔ ثقۃ الاسلام نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ شہر بن حوشب روایت کرتا ہے کہ جب حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب نے مدینہ سے کوفہ ہجرت کی ہے تو ام المومنین بی بی ام سلمہؓ نے وہ تمام چیزیں حضرت علیؑ کو سپرد کی تھیں۔ بعدۂ یہ تبرکات امام حسن علیہ السلام کو ملے بہر حال اس سے جلالت وقدر ومنزلت جناب ام المومنین بی بی ام سلمہؓ ظاہر ہوتی ہے حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت امام حسینؑ مدینہ سے سفر عراق روانہ ہوئے شہر مدینہ ویران ہو گیا۔ مرد وزن شیون کناں تھے زنان بنی ہاشم ماتم کر رہی تھیں۔ عقب میں ایک جم غفیر چلا جا رہا تھا غرض کہ آپ مدینہ سے جب دور نکل گئے لوگوں نے روتے روتے گھروں کو واپسی کی آج یہ دن تھا کہ لوگ وقت رخصت

گریہ کر رہے تھے اور ایک دن ایسا آیا کہ حبیب بشیر ابن حزلم نے مدینہ میں شہادت حسینؑ کی خبر سنائی کہ اے اہل یثرب کیا چین وآرام سے بیٹھے ہو حسینؑ کربلا میں مارے گئے۔ عباسؑ وعلیؑ اکبر وقاسمؑ سب شہید ہو گئے زینبؑ اسیر محن قید سے رہا کر مدینہ آئی ہیں۔ جب جناب فاطمہ صغریٰ نے یہ سنا اپنی نانی ام سلمہؓ کے پاس آئیں الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

ائمہؑ معصومینؑ کا واقعاتِ گذشتہ وآئندہ کی خبر دینا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں علمنا غابر ومزبور ونکت فی القلوب ونقر فی الاسماع وعندنا الجفر الاحمر والجفر الابیض ومصحف فاطمۃ وان عندنا الجامعۃ فیھا جمیع ما یحتاج الناس الیھا۔ یعنی آئمہ ہدیٰ صلوات اللہ علیہم اجمعین عالم علم ما کان و ما یکون ہیں اور ان کا علم لدنی ہے یعنی ان کا علم رسمی واکتسابی نہیں ہے۔ واقعہ حضرت موسیٰؑ اور خضر سے ظاہر ہوتا ہے کہ علم اہل اولین ومخلوق آخرین ایک قطرۂ آب کی مثل ہے اور علم محمدؐ وآل محمدؐ مثل دریائے ناپیدا کنار ہے جو کچھ گزر چکا ہے جانتے ہیں اور تفصیل کے ساتھ عالم ہیں اور جو کچھ واقع ہونے والا ہے اس سے بھی باخبر ہیں۔ اور ان کی خبر بھی دے اور بالہام ربانی خبر دیتے ہیں اور فرشتے کی آواز سنتے ہیں جفر احمر ان کے پاس ہے اور اس طریقہ پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جملہ نیکیاں اس میں استوار ہیں۔ اور اس کا ظہور اس وقت ہوگا کہ جب حضرت امام مہدی علیہ السلام پردۂ غیبت سے ظہور فرمائیں گے اس زمانہ غیبت امام جعفر احمر پوشیدہ ہے۔ جفر ابیض اس طریقہ سے ہے کہ توراتِ موسیٰؑ انجیل عیسیٰؑ، زبور داؤدؑ، صحف ابراہیم

اور باقی تمام کتب سماویہ حضرات بعض میں منضوابیں۔ اور صحف فاطمہؑ ایک ایسا نوشتہ ہے کہ اس میں بادشاہاں دنیا کے نام، اور ان کے نام، ہر قسم کی کارگزاریاں اور قیامت تک کے امور چھپے ہوئے ہیں۔

جفر جامعہ۔ ایک ایسی کتاب ہے جس کا طول ستر ذراع ہے اور ذراع کہتے ہیں کہنی سے انگلیوں کے سرے تک کی لمبائی کو، اور جفر جامعہ آنحضرتؐ کا لکھایا ہوا ہے یعنی باملاء آنحضرتؐ ہے۔ اور اس کو حضرت باب مدینۃ العلم مولائے مومنین حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام نے لکھا ہے یعنی کتابت کیا ہے۔ اس میں احکام شرعیہ کلی طور پر ہیں حضرت حجۃ الاسلام ابوجامعہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ایک کتاب ہے کہ جو "جفر جامع الدنیا والآخرۃ کے نام سے موسوم ہے۔ اور وہ تمام علوم و حقائق اسرار و مغیبات، و خواص اشیاء و اثرات، مافی العلوم و خواص اسماء حروف کہ بغیر انجنابؑ اور آپ کی اولاد میں گیارہ ائمہؑ کے بغیر کوئی دوسرا ان علوم پر مطلع نہیں ہے کتب معتبرہ میں یہ بھی تحریر ہوا ہے کہ حضرت صادق آل محمدؑ اس کتاب جفر جامعہ سے (جو حضرت امیرؑ کی کتاب ہے) ظہور حوادث یومیہ (یعنی روزانہ ہونے والی چیزیں) اور کن فیکون سے متعلق خبریں اور نازل ہونے والے امور سب ہی کچھ اس کتاب سے استخراج ہوتا ہے یعنی اس میں تمام علوم موجود ہیں۔ جن میں سے بعض علوم اپنے خادمان خاص کو عطا فرماتے ہیں روایت ہے کہ ایک روز ایک شاعر جو فصحائے عرب سے تھا اس نے آنحضرتؐ کی شان میں منقبت لکھی یعنی قصیدہ انشاء کیا اس نے حضرت صادق آل محمدؑ میں حاضر ہو کر عرض کیا میں نے منقبت انشاء کی ہے میں چاہتا ہوں کہ حضور کو سناؤں۔ حضرت صادق آل محمدؑ نے سننے سے پہلے ہی تحریر شدہ منقبت اس کو دی عرب نے دیکھا

کہ یہ دس اشعار ہیں جو اس نے انشاء کیے ہیں حیران رہ گیا اور عرض کیا کہ مولا میں نے تو ابھی تک کسی کو یہ نظم نہیں سنائی ہے یہ منقبت تو میری طبع زاد ہے کوئی دوسرا شریک انشاء نظم نہیں ہے یہ سن کر حضرت صادق آل محمدؑ مسکرائے اور فرمایا اے شخص تو سچ کہتا ہے ایسا ہی ہے کہ یہ نظم تو نے ہی انشاء کی ہے لیکن کل شب کتاب جفر جامع پر میں نے نظر کی دیکھا کہ ہمارے ایک دوست نے کچھ اشعار ہماری مدح و تعریف میں کہے ہیں اور وہ علی الصباح سنانے آئے گا۔ اور جو کاغذ میں نے تجھے دیا ہے اس پر یہ ہی تیری نظم تحریر ہے۔ (اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام عالم الغیب ہوتا ہے۔ عالم علم کلی و لدنی ہوتا ہے لیکن مقصرین ائمہ معصومینؑ کو اپنا جیسا بشر سمجھتے ہیں اور مومنین کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرتے رہتے ہیں جب اس شاعر نے حضرت کے کاغذ پر لکھی ہوئی منقبت دیکھی تو حیران و ششدر رہ گیا اور امام صادق علیہ السلام کے علم پر تعجب کرنے لگا۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ امام غیب سے متعلق امور جزئی طور پر جانتا ہے نہ کہ امام عالم علم لدنی ہے۔ امام منصوص من اللہ تو ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہوتا ہے۔ (امام کو چوب محض کی طرح بے حس سمجھنا گناہ ہے) امام ہر ایک شخص کی عمر اس کے دفن ہونے کی جگہ اسباب موت وغیرہ کا عالم ہوتا ہے اپنے اور پر گزرنے والے واقعات اس کی نگاہ علمی میں مستحضر رہتے ہیں روایت کہ حضرت امام ضامن و ثامن علی نا رضا علیہ السلام نے دوسو ایک ہجری میں مامون الرشید کے ساتھ معاہدہ کیا۔ اور وہ ضبط تحریر میں آیا۔ پھر مامون رشید نے امام علیہ السلام سے وہ کاغذ معاہدہ طلب کیا۔ امام رضا علیہ السلام نے وہ کاغذ اسے دیا لیکن اس عہد نامہ کی پشت پر یہ لکھا تھا کہ اے رشید اگرچہ میں نے تیرے ساتھ عہد کیا تھا اور تجھ کو وہ عہد نامہ دے دیا تھا۔ لیکن الجفر الجامعہ

یدلان علی صند ولک وما ادری بالفعل بہ ولا بکم الحکم للہ یقضی الحق و هو خیر الفاضلین ۔ ہماری کتاب جامع جفر میں حقائق اشیاء درج ہیں اور واقعات زمانہ مندرج ہیں۔ لیکن ہر دو تیر سے خلاف گواہی دیتے ہیں یعنی ظاہر کرتے ہیں کہ تو اپنے اس عہد پر قائم نہ رہے گا۔ تو عہد کو توڑے گا۔ دل پیغمبر خدا شکستہ کرے گا اور تو مجھے زہر دے گا جس سے میرا جگر پارہ پارہ ہو جائے گا۔ صاحب کشف الغمہ فرماتے ہیں کہ میں نے ۶۷۰ھ میں یہ عہد نامہ کہ جس کا ذکر کیا گیا ہے۔ بخط مامون الرشید اور بخط حضرت امام رضا علیہ السلام بچشم خود دیکھا ہے مولف کہتے ہیں کہ اے عزیز سلطنت کلیہ الٰہیہ کے یہ ہی تاجدار ہیں بایں وجہ تمام کائنات کی واردات اور ہونے والے امور کی اطلاع آئمہ معصومین کو ہوتی ہے آئمہ معصومین بوحی الٰہی، اور ملائکہ سماوی کے ذریعہ مطلع رہتے ہیں۔ ان کو علوم لدنی ربانی اور دوسرے علوم بحر ذخار نبوت محمدیہ سے حاصل ہیں۔ جیسا کہ جناب عبداللہ ابن عباس رضؓ سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت امیر المومنین علی ابن تفسیر ثعلبی و دیگر رسال قشیری میں مذکور ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن مجید میں یہ الفاظ نازل ہوئے۔ تو آنحضرتؐ کی جبیں مبارکہ پر آثار حزن و ملال ظاہر ہوئے کسی شخص نے سوال کیا یا نبی اللہ یہ آثار کیوں کر ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے خدا وند عالم نے خبر دی ہے ان بلاؤں سے جو میری امت پر آخر زمانہ میں نازل ہوں گیں۔ ان کے صحرا خشک ہو جائیں گے سخت قحط پڑیں گے۔ بلاء ناگہانی نازل ہوں گیں وباء طاعون پھیلی گی۔ بکثرت فتنے پیدا ہوں گے۔ دجال ظاہر ہوگا۔ یاجوج و ماجوج وغیرہ جو کہ علامات قیامت سے ہیں وہ سب ان حروف میں مضمر ہیں۔ اور یہی علوم حضرت امام حسین علیہ السلام کو وراثتاً بذریعہ علوم وہبی عطا ہوئے ہیں۔ کسی نے

امام حسینؑ سے بھی سوال کیا کہ حروف کٓھٰیٰعٓصٓ سے کیا مراد ہے آپؑ نے فرمایا کہ لو اخبرتکم بہ لمشیتم علی الماء ۔ اگر تم کو ان کے بعض معنی معلوم ہو جائیں تو تم یقیناً پانی پر سے گزر سکتے ہو۔ اور تمہارے قدم پانی سے تر بھی نہ ہوں گے اس بارے میں اکثر اقوال ملتے ہیں۔ امام علیہ السلام بلکہ تمام آئمہ قرآن پاک کے عالم و وارث ہیں اسی لیے کائنات کی ہر شے ان کی مطیع ہے۔ الشیخ طریحی نے منتخب میں ابی سلمہ سے روایت کی ہے کہ میں عمر ابن الخطاب کے ساتھ ایک مرتبہ حج خانہ خدا کے لیے گیا۔ ایک وقت کہ جب واپسی میں مقام ابطح میں پہنچے ایک شخص ان کے پاس آیا اور ان سے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ کہا اے عمر انی خرجت من منزلی وانا خارج محرم فاصبت بیض النعام فاجتنیت وشویت واکلت لما یجب علی ۔ یعنی اے خلیفہ میں اپنی منزل سے حج کے لیے باہر آیا۔ محرم ہو گیا اور تقصیر کی۔ اور وہ اس طرح کہ شتر مرغ کے انڈے حاصل کیے اور ان کو بریاں کیا اور کھایا مجھ پر کیا واجب ہے کہ میں بطور کفارہ بجا لاؤں۔ حضرت عمر جواب نہ دے سکے۔ اسی طرح اثنا میں حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام آ گئے اور حضرت امام حسینؑ بھی اس وقت موجود تھے۔ اس وقت حضرت عمر نے کہا اے شخص اپنے مسئلہ کو ان سے دریافت کر اور اشارہ کیا علی مرتضیٰ علیہ السلام کی طرف حضرت علیؑ مسکرائے اور فرمایا کہ اے عرب اس جوان سے دریافت کر کہ جو میرے ہمراہ ہے حضرت کی مراد جناب امام حسینؑ تھے۔ اس وقت اس اعرابی نے کہا عجیب بات ہے۔ اس سے اس سے دریافت کروں اس پر اس اعرابی سے کہا کہ تلخی مت کر یہ فرزند رسول خدا ہے اور تمام کائنات کا رہبر ہے اس شخص نے امام حسین علیہ السلام سے مسئلہ دریافت کیا کہ حضرت نے

فرمایا اَللّٰهُ اَعْلَمُ ۔ یعنی کیا تو شتر مرغ رکھتا ہے اس نے کہا ہاں فرمایا کہ کس قدر بیضۂ شتر مرغ کہاں ہیں شتر مرغ کو مادہ شتر مرغ پر چھوڑ جس قدر اولاد اس سے پیدا ہو وہ سب بیت اللہ میں ہدیہ کر تاکہ تو اس جرم سے آزاد ہو جائے تیرا گناہ ختم ہو جائے۔ حضرت عمرؓ کو امام حسینؑ پر غبطہ ہوا سوال کیا اے حسینؑ اَلنُّوقُ یُزْلِقْنَ یعنی اکثر اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ شتر مرغ خطا بھی کر جاتا ہے اور بچہ بقدر بیضۂ مرغ نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا یا عمر الْبَيْضُ يُذْلِقْنَ یعنی ایسا اتفاق ایسا ہوتا ہے۔ کہ انڈے سے بچہ پیدا نہیں ہوتا اور انڈا گندا متصور ہوتا ہے حضرت عمر نے کہا احسنت یعنی خوش باش کہا۔ صدقت و بررت یعنی سچ کہا۔ اس وقت حضرت امیر المومنینؑ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کھڑے ہوئے امام حسین علیہ السلام وضم علی صدرہ وقال ذریۃ بعضہا من بعض واللہ سمیع علیم۔ یعنی حضرت علی علیہ السلام کھڑے ہوئے اور حسینؑ کو سینے سے لگایا اور فرمایا کہ بعض کی ذریت کو بعض پر فضیلت ہے اور خدا سننے والا اور جاننے والا ہے۔

یہ بھی خبر معتبر ہے کہ ان اللہ تعالٰی انزل الی نبیہ کتابا مختوما باثنی عشر خاتما وامرہ ان یدفعہ الی امیر المؤمنین وامرہ ان یفض اول خاتم فیہ ویعمل بما تحتہ ثم یدفعہ الی الحسن ویامرہ ان یفض الخاتم الثانی ویعمل بما تحتہ ثم یدفعہ الی الحسین علیہ السلام یعنی کہ خداوند تعالٰی نے اپنی کتاب بارہ مہروں پر ختم کی ہے۔ اور پیغمبرؐ پر نازل کی۔ اور حکم دیا کہ کتاب کو امیر المومنین علیؑ کو دیدو۔ اور وہ اپنی مہر خود کھولے گا اور جو کچھ اس میں لکھا ہے از قسم افعال و اعمال، آنا جانا، قیام و سکوت تمام پر عمل کرے۔ اور پھر وہ کتاب حسنؑ کو دے دے اور وہ اس طرح اس پر عمل کرے بعدہ علی زین العابدینؑ کو اور اسی طرح ایک کے بعد دوسرے امام کو تا اینکہ حضرت امام

مہدی علیہ السلام تک یہ کتاب پہنچی جس پر آنجناب عمل کے پابند ہیں۔ اس صحیفۂ آئین خداوندی، و مشیئت ایزدی سب کچھ درج ہوتا ہے اور امامؑ کی نگاہ میں ہر ایک شے مستحضر رہتی ہے۔ اس مقام پر بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جب کہ ہر بات امامؑ کی نگاہ میں مستحضر ہوتی ہے تو پھر ائمہ معصومین زیر بار مصائب و آلام کیوں رہے حضرت علی نے اپنے قاتل کو کیوں خواب سے بیدار کیا۔ امام حسنؑ مجتبےٰ نے کیوں زہر پیا اسی طرح اور ما بقی ائمہ کے حالات پر ایراد ہوتا ہے۔ اس کا اولاً جواب یہ ہے کہ یہ حضرات گرامی قدر دنیاوی امور کے مقابلہ میں آخرت کو ترجیح دیتے تھے اور ہر وقت رضائے الٰہی کے سامنے سر بسجود رہتے تھے۔ نافرمانی کا ان سے تعلق ہی نہیں تھا۔ اور چونکہ ان کی مشیئت الٰہیہ ہے۔ جو خدا جانتا ہے۔ وہ یہ بزرگوار بجا لاتے ہیں پس مذکورہ اعتراض کرنا سوائے وسوسہ شیطانی اور کچھ نہیں ہے یہ ہستیاں رضائے الٰہی سے فرار نہیں کرتی تھیں چنانچہ حضرت امام حسینؑ نے شب عاشورا محرم عبادت سے فارغ ہو کر اسلحہ جنگ زیب تن کئے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا اپنی شہادت کی خبر دینا

مجلسی علیہ الرحمۃ نے ابو الصلت سے روایت کی ہے کہ ایک روز آپ کی شہادت ہونے میں باقی تھا کہ آنجنابؑ نے مجھے طلب کیا۔ اور فرمایا کہ میری جائے قبر کے بارے میں معلوم کر کہ میں صرف ایک روز اور زندہ رہوں گا۔ اور کل میری زحمت و تکلیف ختم ہو جائے گی فرمایا کہ تو قبہ ہارون میں جا اور چاروں طرف کی کچھ

مٹی بقدر یکے مشت اٹھا لا۔ ابو الصلت گیا اور ایک مٹھی خاک چاروں طرف کی لایا حضرت نے وہ خاک دیکھی اور فرمایا کہ مامون کی دلی خواہش یہ ہے۔ کہ وہ اپنے باپ کی قبر کو میری قبر کا قبلہ بنائے۔ اور مجھے اس جگہ دفن کرے۔ جب وہ اپنے خیال کے مطابق قبر تیار کرے گا تو اس جگہ ایک ایسا پتھر ظاہر ہوگا کہ خراسان کے سارے بیلچہ دار بھی جمع ہو کر اس کو توڑیں تو وہ پتھر نہ ٹوٹے گا اور نہ اپنی جگہ سے جنبش کرے گا۔ پھر امام رضا علیہ السلام نے ہارون کی قبر کے سرہانے اور پائنتی کی مٹی سونگھ کر ایسا ہی فرمایا کہ یہاں بھی قبر نہ بن سکے گی۔ اور جب آپ نے قبلہ کی طرف کی خاک سونگھی تو ارشاد فرمایا کہ اس جگہ میری قبر بہت کم وقت میں تیار ہو جائے گی اور یہی میری جائے دفن ہے اسی جگہ میری قبر ہو گی۔ جب لوگ اس جگہ پھر حکم دیا کہ تو قبر کھودنے والوں سے کہنا کہ سات درجہ زمین کھودیں اور لحد کو دو ہاتھ بنا تا کہ خداوند عالم جس قدر چاہے اسے کشادہ کر کے ایک باغ باغہائے بہشت سے بنا دے پس اس وقت سرہانے سے ایک رطوبت نکلے گی اس وقت اس دعا کو جو میں تجھے تعلیم کرتا ہوں پڑھنا۔ اس وقت بقدرت خدا پانی جاری ہوگا اور قبر اس پانی سے بھر جائے گی اور کئی چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پانی میں نظر آئیں گی۔ جب وہ مچھلیاں نظر آئیں تو اس روٹی کے ٹکڑے کر جو روٹی میں تجھے دیتا ہوں پانی میں ڈالنا کہ وہ مچھلیاں کھا لیں اس وقت ایک بڑی مچھلی نکلے گی اور وہ ان سب چھوٹی مچھلیوں کو کھا جائے گی۔ اس وقت پانی پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھنا تو وہ سارا پانی زمین پر چلا جائے گا پھر قبر خشک ہو جائے گی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ان اعمال کو مامون رشید کے سامنے بجا لانا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میں کل اس کی مجلس میں جاؤں گا۔ اگر واپس آؤں برہنہ سر ہوں تو مجھ سے بات کرنا اور اگر سر پر کپڑا وغیرہ لپیٹے ہوں تو بات

نہ کرنا کیونکہ سمجھ لینا کہ مامون نے میرا کام تمام کر دیا ہے ابو الصلت یہ کلام امام رضا علیہ السلام سن کر رونے لگے۔ آپ نے ان کو تسلی دی اور تلقین صبر فرمائی دوسری صبح کو بہت جلد اٹھے دوگانہ ادا کیا۔ ذطیفہ و اوراد بجا لائے ناگاہ مامون رشید کا غلام آیا اور بعد تعظیم بجا لانے کے عرض کیا کہ مامون رشید آپ کا انتظار کر رہا ہے امام عالی مقام اٹھے لباس تبدیل کیا اور باکمال تسلیم و رضا اس کے ہمراہ تشریف لے گئے جب داخل مکان مامون رشید ہوئے تو اس ملعون نے ازراہ مکر و دغا تعظیم دی اور مسند پر جگہ دی اور بعدہ وہ انگور کا خوشہ منگایا کہ جس کے بعض دانوں میں زہر پیوست کیا تھا۔ انگور لائے گئے امام علیہ السلام کے سامنے پیش ہوئے اس ملعون نے خود صاف دانے کھائے اور امام علیہ السلام نے اس خوشہ سے چند دانہ نوش فرمائے مگر ان میں زہر پیوست تھا۔ انگوروں کا کھانا تھا کہ زہر نے اثر کیا امام علیہ السلام وہاں سے اٹھے اس نے کہا کہ آپ نے انگوروں کی تعریف نہیں کی تو آپ نے فرمایا اے مامون رشید جنت کے انگور ان سے بہتر و بدتر ہیں۔ حضرت ان انگوروں میں سے تین دانے نوش فرمائے تھے کہ حالت خراب ہونے لگی آپ نے وہ خوشہ انگور پھینک دیا۔ آپ جب اپنی دولت سرا کو واپس ہوئے تو اس ملعون نے کہا کہ کہاں جاتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جہاں تو نے بھیجا ہے کہ وہاں جاتا ہوں۔ پس آپ محزون و غمگین گھر تشریف لائے اور آپ کا یہ غمگین ہونا اس وجہ سے تھا کہ آپ کے فرزند امام محمد تقی علیہ السلام اور اپ اہل حرم وہاں موجود نہ تھے۔ بلکہ مدینہ میں تھے۔ ان کی جدائی کی وجہ سے آپ غمگین تھے۔ ابو الصلت کہتا ہے کہ جب امامؑ کی حالت بگڑنے لگی تو یکایک صحن خانہ سے آواز آئی کہ این ابیَ این ابیَ کہ بابا کہاں ہیں بابا کہاں ہیں۔ ابو صلت کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک

خوبرو جوان ہے سر برہنہ ہے گلے میں عمامہ پڑا ہوا ہے۔ چہرہ سے پریشانی و غم کے آثار نمایاں ہیں میں نے کہا اے جوان آپ کون ہیں کیا نام ہے انہوں نے جواب دیا اے ابوصلت میں محمد ہوں تقی جواد میرا لقب ہے اور میں علی رضا کا فرزند ہوں اور مدینہ سے آیا ہوں۔ اب ایک چشم زدن میں مدینہ سے آ گئے واحسرتا امام زین العابدین تھوڑے سے فاصلہ پر خیمہ میں موجود تھے۔ مگر آپ اپنے پدر سید الشہدا کی لاش پر نہ پہنچ سکے۔ امام محمد تقی علیہ السلام نے امام رضا کو غسل و کفن دیا لیکن امام زین العابدین لاش حسین کو کفن نہ دے سکے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ محمد و آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین کے علوم وہبی و لدنی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام حسین چونکہ واقف رموز خفی و جلی تھے ان کا علم علم موہبتی تھا اسی لیے جب اکابرین مدینہ نے آپ کو سفر عراق سے روکا ہے تو آپ نے کسی کے مشورہ اور گزارش کو قبول نہیں کیا تھا کیونکہ آپ کی نگاہ مشیت الٰہیہ پر تھی اور خصوصاً آپ نے برادر محمد حنفیہ سے فرمایا تھا کہ اے برادر مشیت خدا میں یہ گزرا ہے کہ زینب و ام کلثوم کا سر کھلا ہو اور قیدی بن کر کوفہ و شام کے دربار میں جائیں۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

دوران سفر عراق طرماح کی امام حسین سے ملاقات

کتاب منتخب میں منقول ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے سفر عراق کے دوران طرماح بن حکیم نے ملاقات کی۔ اور عرض کیا مولا و آقا کس مقام کا ارادہ ہے کیا آپ کوفہ تشریف لے جا رہے ہیں امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ہاں کوفہ جانے کا عزم ہے طرماح نے کہا کہ اگر کوفہ پہنچیں گے تو قتل ہو جائیں

گے اور میں ڈرتا ہوں کہ کوفہ والے دغا سے پیش آئیں گے۔ ابھی کوفہ دور ہے آپ بقدر امکان اپنی حفاظت کریں۔ ما ینزل اجاء آیئے شوق سے تشریف لائیے۔ اور ہماری منزل کہ جس کا نام آجاء ہے رہائش کیجئے۔ میرا گھر آپ کے لیے بالکل جائے امن و امان ہے کیونکہ اس کے ساتھ ایک طرف پہاڑ ہے جو بہت مضبوط ہے۔ اور ہمارا قبیلہ اور ہمارے یار و انصار ہر طرح آپ کے دوست اور ہوا خواہ ہیں یہ لوگ آپ کی نصرت و یاوری کریں گے۔ اور آپ ان کو ہمہ وقت نصرت کے لیے تیار پائیں گے رہے قسمت اگر امام عالیمقام فرزند رسول خدا ہمارے گھر قدم رنجہ فرمائیں۔ امام حسین نے جب یہ باتیں سنیں تو فرمایا اے طرماح کیا کہتے ہو۔ بس اس قدر جاننا کافی ہے کہ ان بینی و بین القوم معاہدہ اکرہ ان اخلفھا۔ یعنی اے طرماح میرے اور اہل کوفہ کے درمیان معاہدہ تھا انہوں نے بلایا ہے اور میں اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ عہد شکنی کی جائے۔ میں جاتا ہوں اگر حالات سازگار ہوئے تو خیر ورنہ شہادت قریب ہے۔ شیخ فخر الدین طریحی نے اس واقعہ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ مکہ و مدینہ کے درمیان کسی منزل کا واقعہ ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ آجاء اور سلمیٰ دو پہاڑوں کے درمیان کی جگہ ہے۔ دو مشن قلعہ ہے اور قبیلہ طی یہاں پر آباد ہے۔ کوفہ کے قریب و جوار میں ہے اور ضروریات زندگی کی خبریں کوفہ سے یہاں لائی جاتی ہیں تاریخ طبری اور معانی الاخبار میں ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ شب عاشورا محرم میرے والد ماجد نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور موعظہ فرمایا کہ خیموں کو متصل کر دو۔ اور آپ خود ایک خیمہ میں تنہائی کے عالم میں مشغول عبادت ہوئے کہ ایک سوار آپ کے پاس آیا جس کا نام طرماح

تھا وہ اپنے اونٹ سے اترا۔ اور گھٹنوں کے بل امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور چاہا کہ امام حسینؑ باہر ے جلائے اور محفوظ و مامون جگہ پہنچا وے۔ شیخ طریقت مفید علیہ الرحمۃ کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ دو شخص قبیلۂ بنی اسد سے کہ ایک کا نام عبداللہ بن سلیمان تھا اور دوسرا منذر بن مشتمل تھا دونوں اس میں مل کر حج بیت کے لیے روانہ ہوئے حج اور مناسک سے فارغ ہونے کے بعد مکہ سے باہر آئے اور یہ ارادہ کیا کہ حضرت امام حسینؑ کی طرف چلیں تاکہ دیکھیں کہ امام حسینؑ کس طرف جاتے ہیں یہاں تک کہ یہ دونوں شخص منزل ذرود پر حضرت امام حسینؑ کے قافلہ تک پہنچ گئے جب آنحضرتؑ کی دور سے ان دونوں کوتی اشخاص پر نظر پڑی گھوڑے کو قدرے روکا کچھ توقف فرمایا کہ یہ لوگ یہاں تک پہنچیں تو کوفہ کے حالات معلوم کریں مگر ان دونوں نے امام حسینؑ کی طرف توجہ نہیں کی اور سفر جاری رکھا۔ اور راہ سفر تبدیل کر لی اس وقت امام حسینؑ کی طرف توجہ نہیں کی اور سفر جاری رکھا۔ اور اشخاص اپنے گھوڑے تیز چلا کر ان تک پہنچ گئے۔ سلام کے بعد ان سے دریافت کیا کہ تم کس قبیلہ سے ہو انہوں نے بتلایا کہ ہم قبیلہ بنی اسد سے ہیں یہ کہنے لگے کہ نحن اسدیاں، ہم بھی اسدی ہیں پھر انہوں نے ان سے نام دریافت کیا انہوں نے نام بلایا اور پھر انہوں نے دریافت کیا کہ کوفہ کا کچھ حال بتلاؤ کچھ خبر کوفہ ہو تو بیان کرو انہوں نے کہا کہ ہم کوفہ سے ابھی نہ نکلے تھے کہ ہم نے دیکھا کہ مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کو قتل کرنے کے بعد ان کی لاشوں کو گلی کوچہ تشہیر کیا گیا۔ اور کہا کہ کوفہ کی حالت بہت پر آشوب ہے یہ لوگ واپس آکر خدمت امام حسین میں حاضر ہوئے اور جو کچھ سنا تھا بیان کیا۔

واقعہ منزل ثعلبیہ اور خبر شہادت حضرت مسلم بن عقیل

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ اصحاب امام حسینؑ میں سے دو تین اشخاص نے ان دونوں مسافروں سے مل کر خبر شہادت مسلم بن عقیل و ہانی بن عروہ سنی اور جب یہ لوگ واپس آئے تو اس وقت حضرت امام حسین کا قافلہ منزل ثعلبیہ پہنچ چکا تھا۔ یہ بھی منزل ثعلبیہ اپنے ساتھیوں سے ملے اور حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ امام حسینؑ کو منزل ثعلبیہ پر خبر شہادت مسلمؑ ملی تو حضرت نے کلمۂ استرجاع ادا فرمایا یعنی انا للہ و انا الیہ راجعون۔ فرمایا آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور جب حاضرین نے دوبارہ یہ کلمات سنے تو آواز گریہ بلند ہوئی۔ پھر آپ کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ اے مولیٰ بہتر یہ ہو گا ہم یہاں سے واپس ہو جائیں اور کوفہ نہ جائیں۔ وہاں ہمارے ناصر و یاور نہیں ہیں اس وقت امام حسین علیہ السلام اولاد عقیل کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو خبر شہادت مسلمؑ دی اور صبر و تسلی کی تلقین کرنے کے بعد فرمایا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ انہوں نے کہا بخدا ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے۔ جب تک کہ حضرت مسلمؑ کا عوض نہ لیں یا پھر جام شہادت ہم پیئیں۔ اولاد عقیل سات یا آٹھ نفر پر مشتمل تھی۔ امام حسینؑ کے تصور میں بھی نہ تھا کہ یہ جوان آرزوئے مرگ کریں گے اے دوستداران امام حسینؑ اندازہ کیجئے کہ اس وقت امام حسینؑ کا کیا عالم ہو گا۔ کہ جب اہلبیتؑ میں سے تیس جوان مقتل میں اپنے اپنے خون میں غلطاں پڑے

ہوئے تھے ۔ اور امام حسینؑ ہر ایک کی لاش پر گئے ہیں کسی شاعر نے اس کا نقشہ کھینچا ہے ؎

مثل اکبر نوجوانی ماہ رخ !! | مثل قاسم مہ لقائی شاہ رخ
قطعہ قطعہ از ستم اعضائے شان | پارہ پارہ گشتہ سراپائے شان !

الغرض حضرت امام حسینؑ نے فرمایا یا مسلم بن عقیل و یا ہانی بن عروہ ، یا حبیب ابن مظاہر و یا بریر و یا زہیر الخ نسئلک اللهم و ندعوک یا الله یا الله یا الله ۔ الا لعنۃ الله علی القوم الظالمین ۔

منزل ثعلبیہ اور خطبۂ حضرت امام حسینؑ

کتاب الارشاد میں ہے کہ امام حسینؑ کو خبر شہادت مسلم بن عقیل و ہانی بن عروہ منزل ثعلبیہ پر ملی گریہ وزاری کی آوازیں بلند ہو گئیں بعدہ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اس منزل میں پانی بآسانی فراہم ہو سکتا ہے زیادہ سے زیادہ پانی ذخیرہ کر لیا جائے ۔ مشکیں پانی سے بھرنے کے بعد امام حسینؑ کے قافلہ نے منزل ثعلبیہ سے کوچ کیا اور آپ کی سواری منزل زبالہ پر پہنچی ابھی امام حسین نے آرام بھی نہیں فرمایا تھا کہ خبر شہادت عبد اللہ یقطر کہ جو آپ کے رضاعی (دودھ شریک) بھائی تھے ۔ ملی امام حسینؑ آبدیدہ ہوئے ۔ اور ایک مجلس برپا ہوگی ۔ بروایت روضۃ الصفا عمر ابن سعد کی طرف سے ایک نامہ ملا جس میں تمام واقعات کوفہ ، اور خصوصاً خبر شہادت حضرت مسلمؑ ہانیؒ درج تھی ۔ امام حسینؑ اس نامہ کو پڑھنے کے بعد اپنی جگہ کھڑے ہوئے اور آپ نے خطبہ دیا کہ اے لوگو میں نے تم کو اس لیے جمع کیا ہے کہ تم میرے ساتھ اس امید میں چل رہے ہو کہ اہل عراق ہمارے ساتھ ہیں ایسا نہیں ہے مسلم

بن عقیل ، ہانی بن عروہ قتل کر دیے گئے کوفہ کی حالت پر آشوب ہے ۔ اور ہمارے شیعوں پر مصائب ٹوٹ رہے ہیں ابی مخنف کہتے ہیں کہ اس خطبہ کے بعد حضرتؑ نے فرمایا من کان یصبر علی حر الاسنہ وحد السیوف والا فلینصرف فلیس من امری شیئا وقد جائنی بخبر فظیع من امر مسلم بن عقیل و ہانی بن عروہ وقد خذلنا و شیعتنا ۔

یعنی اے گروہ مردم تم نے میرے ساتھ سفر عراق طے کیا ۔ اور اس امید میں طے کیا کہ عراق پر آشوب نہیں ہے ۔ لیکن میں نے ابھی ابھی یہ خبر وحشت اثر سنی ہے کہ مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ دونوں قتل کر دیے گئے ۔ اور تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ کوفہ میں ہمارے دوست اور شیعہ ذلیل و خوار ہو رہے ہیں ۔ کتاب الارشاد میں مرقوم ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے ایک نامہ جس میں خبر قتل مسلم طائی تھی اپنے اصحاب کو پڑھوایا ۔ ابی مخنف کہتا ہے کہ بعدہ ، آپ نے فرمایا کہ من کان یصبر علی جر الاسنہ وحد السیوف والا فلینصرف فلیس من امری شیئا ۔ پس جس کسی شخص میں اتنا حوصلہ ہو کہ وہ تیر و تلوار کے زخم برداشت کر سکے وہ میرے ہمراہ رہے اور جو کوئی حرب و ضرب نہیں کر سکتا وہ چلا جائے خبر نہیں کہ میرا کام کس طرح ہو ۔ جب حضرت امام عالی مقام نے یہ فرمایا تو بہت سے ایسے لوگ کہ جو طمع دنیاوی کی غرض سے ہمراہ تھے ۔ ساتھ چھوڑ کر چلے گئے ۔ منزل ثعلبیہ میں خبر قتل مسلم و ہانی بن عروہ اگرچہ سن چکے تھے ۔ مگر منزل زبالہ پر جب پسر سعد کا نامہ پڑھ لیا تو یقین ہو گیا کہ کوفہ والوں نے دغا کی ہے اس وقت امام حسینؑ کے اکثر ساتھی ادھر ادھر چلے گئے ۔ روایت ہے کہ اہلبیت امام حسینؑ اور ان کے علاوہ بہتر ۷۲ تن ہمراہ رہ گئے تھے ۔ جو کربلا میں درجہ

شہادت پر فائز ہوئے۔ راوی کہتا ہے کہ جب لوگ چھوڑ کر چلے گئے اور خبر قتل مسلم اہلحرم نے سنی تو شدید گریہ و بکا بلند ہوا روضۃ الشہداء میں ہے کہ ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد امام حسینؑ نے اصحاب کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ جو چلے گئے وہ چلے گئے میری طرف سے تم پر بھی کوئی پابندی نہیں ہے میں اپنی بیعت کو تم پر سے اٹھائے لیتا ہوں جس کا دل چاہتے وہ چلا جائے۔ پس ان وفاداران حق اور جانثاران اہلبیتؑ نے عرض کیا کہ اے مولا ہزار جانیں ہوں تو آپ پر قربان ہیں وہ دن نہ دکھلائے کہ ہم حضور کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ یہی وہ اصحاب تھے کہ روز عاشوراء محرم حضرت امام حسین کی نصرت میں اعداء دین سے لڑے اور ان کو قتل کیا اور خود بھی جام شہادت نوش کر کے خدا اور رسول کو خوش کیا۔

امام حسین علیہ السلام کا دختر مسلم بن عقیل کو تلقین صبر کرنا

الشیخ فخرالدین کتاب المنتخب میں فرماتے ہیں کہ منزل سوقہ میں خبر شہادت حضرت مسلم بن عقیل امام حسین کو پہنچی ہے اس وقت آپ نے اپنے اصحاب میں سے کسی کو یہ خبر غم اثر نہیں سنائی لیکن انتہائی غم و اندوہ کے ساتھ خیمہ اہلحرم میں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مسلمؑ کی بیٹی کو لاؤ۔ جب دختر مسلم کہ جس کی عمر گیارہ سال تھی زینب خاتون لائیں اس وقت آپ نے حسن کو پیار کیا وہ سمجھ گئی کہ بابا مسلم کی خیر نہیں ہے رونے لگی آپ نے اس کی آنکھوں سے آنسو پونچھے۔ اس بچی کو اس طرح پیار کیا کہ جیسے کوئی کسی یتیم کو پیار کرتا ہے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو کوئی کسی یتیم کے سر پر دست شفقت پھیرے تو خداوند تعالے کے حکم سے ہزار فرشتے

اس کے لیے طلب مغفرت کرتے ہیں۔ اور روز قیامت تک طلب مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ اس بچی نے جب یہ پیار و الفت امام حسینؑ دیکھیں تو آپ سے اپنے بابا مسلم کی خبر معلوم کی۔ آپ نے فرمایا کہ اے بیٹی میں تیرا باپ ہوں۔ مولف کہتے ہیں کہ عزادارو مجھے اس وقت سکینہ خاتون یاد آتی ہیں کہ روز عاشوراء محرم جب امام حسینؑ عازم میدان قتال ہوئے ہیں تو سکینہ خاتون پریشان روتی ہوئی بابا کی خدمت میں آئیں۔ اور دامن عبا پکڑ کر کہا اے بابا آپ بھی میدان قتال میں جا رہے ہیں جو بھی جاتا ہے۔ وہ واپس نہیں آتا اے بابا سکینہ کیا کرے گی یہ کہہ کر سکینہؑ صبر کرو میرے غم میں زیادہ پریشان نہ ہو اور جناب زینبؑ سے فرمایا اے بہن اے قافلہ سالار یتیمان من بچی تمہارے حوالہ اور تمہیں سب کو خدا کی سپرد کیا۔ یہ فرما کر امام رخصت ہوئے اس طرح رخصت ہوئے جیسے کسی بھرے گھر سے جنازہ نکلتا ہے۔

ابو ہرہ اسدی کا اثناء سفر عراق امام حسینؑ سے ملنا

السید نے لہوف میں تحریر کیا ہے کہ جب حضرت خامس آل عبا امام حسینؑ نے منزل ثعلبیہ میں قیام فرمایا دوپہر کا وقت تھا کہ امام عالیمقام نے قدرے آرام فرمایا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ اٹھے کتاب امالی میں ہے کہ اس وقت آپ گریہ کی حالت میں بیدار ہوئے۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ جناب سکینہ بنت الحسین نے جب اپنے بابا کو روتے ہوئے دیکھا تو بے ساختہ روتے ہوئے فرمایا بابا جان کس چیز نے آپ کو رلایا حضرت نے فرمایا کہ میں نے اس وقت خواب دیکھا ہے۔ اور اس وقت کا خواب درست و صحیح ہوتا ہے میں نے سوال کیا بابا پھر وہ خواب

کیا ہے فرمایا کہ ہاتف غیبی نے اس خواب میں ندا دی یعنی باواز بلند کہا کہ۔ انتم تسرعون والمنایا تسرع بکم الی الجنة۔ یعنی کہ تم لوگ سفر کرنے میں تیزی سے کام لے رہے ہو اور موت تمہارے عقب ساتھ ساتھ بڑھ رہی ہے تاکہ تم لوگ بہشت بریں میں پہنچو۔ اس وقت شہزادہ علی اکبرؑ موجود تھے۔ آپ نے جواب سن کر عرض کیا کہ بابا جان افلسنا علی الحق کیا ہم حق پر نہیں ہیں فرمایا اے بیٹا ہم حق پر کیوں نہ ہوتے حق ہمارے ساتھ ہے اور ہم حق کے ساتھ ہیں عرض کیا۔ اذن لا نبالی بالموت جب ہم حق پر نہیں تو موت سے کوئی خوف نہیں ہے روضۃ الشہداء میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ فرمایا اے بابا جان جب کہ لباس زندگی مستعار ہے اور عمر ناپائیدار ہے۔ اور یہ بھی ارشاد ہوا ہے اینما تکونوا یدرککم الموت۔ (سورۃ النساء آیت ۷۸) یعنی تم خواہ کسی جگہ ہو موت تو تم کو بے شک ڈھونڈ لے گی۔ علاوہ ازیں کل شیء ھالک ہوتے کے لیے فنا ہے امام حسینؑ یہ کلام پسر سن کر خوش ہوئے عجیب ہمت امام حسینؑ ہے اور عجیب ہمت شہزادہ علی اکبر علیہ السلام

ابا ہرۃ اسدی کہتے ہیں کہ منزل ثعلبیہ میں جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے منزل کی ہیں خدمت اقدس امام عالی مقام میں حاضر ہوا اور اولاد ست بوسی کی اور پھر عرض کیا یا ابن رسول اللہ ما الذی اخرجک عن حرم اللہ جدک رسول اللہ ______ کہ اے حضرت کیا وجہ ہے کہ آپ حرم خدا سے چلے آئے اور مدینہ میں حرم رسول خدا سے نکلے اور اہل حرم کو اپنے ساتھ لیے ہوئے ہیں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اے ابا ہرہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو ان بنو امیۃ اخذوا مالی فصبرت و شتموا عرضی فصبرت

وطلبوا دمی فھربت۔ یعنی اے ابا ہرہ بنو امیہ نے میرا مال پر قبضہ کر لیا ہے میرے کام معطل کر دیتے ہیں وہ لوگ چاہتے ہیں کہ مجھے قتل کریں اور میرا خون بہا دیں۔ لیکن میرا خدا مہربان ہے وہ اس گروہ ملاعین سے انتقام لے گا اور ان کو ذلیل کرے گا مولف بیان کرتے ہیں کہ لوگ گھر کا پلا ہوا پرندہ ذبح نہیں کرتے اور اگر ذبح کرتے ہیں تو کراہت محسوس کرتے ہیں۔ اور خصوصاً سفید مرغ کو سزاوار پرندگان کہتے ہیں ہم احسرتا کہ اولاد پیغمبر خدا جو سید دسردار امت ہے اعدائے دین نے کلمہ پڑھنے والوں نے قتل کو سفید ذبح کر ڈالا۔ اور ذرا سا بھی رحم نہ کیا۔ بلکہ علی اکبرؑ کے سینہ کو مجروح کیا علی اصغر کو نشانہ تیر بنایا۔ بچہ کے گلے سے تا زمین پر تیر سہ شعبہ لگا اور علی اصغرؑ امام حسینؑ کے ہاتھوں پر منقلب ہو کر رہ گئے الا لعنة اللہ علی القوم الظالمین

وہب ابن عبداللہ الکلبیؒ کا خدمت امام حسینؑ میں مشرف بہ اسلام ہونا

منزل ثعلبیہ میں جب حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف فرما تھے کہ وہب بن عبداللہ کلبی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے مشرف بہ اسلام ہوئے اور شامل لشکر امام ہو گئے میں شامل ہو گئے ہیں یہ ایک جوان رعنا تھے آپ کی شادی کچھ دنوں پہلے ہو گئے تھے۔ آپ صحرائے ثعلبیہ میں خیمہ زن تھے آپ کی زوجہ اور والدہ ہمراہ تھیں۔ ایک روز یہ صحرا نوردی کر کے واپس پہنچے دیکھا کہ چشمہ نہ تھا دل میں کہنے لگے خدایا میں خواب دیکھ رہا ہوں یا یہ بیداری کے عالم محو نظارہ چشمہ آب ہوں اسی دوران انہوں نے والدہ سے سوال کیا اے مادر گرامی یہ چشمہ تو پہلے یہاں نہ تھا

وہ ضعیفہ کہنے لگی کہ اے بیٹا ایک شہسوار ایک ساعت پہلے ہمارے خیمہ کے نزدیک سے گزرا اس نے اولاً تو صاحب خیمہ (یعنی تمہارا) نام و نسب دریافت کیا جب میں نے اس کو جواباً آگاہ کیا تو اس نے کہا کہ اچھا اس کو ہمارے پاس بھیج دینا اے بیٹا اس سوار نے زمین پر نیزہ مارا تو فوراً چشمہ آب جاری ہو گیا۔ وہب بہت خوش ہوا اور اپنی ماں سے کہا اے مادر گرامی جب کہ خدا نے ہمارے لیے چشمہ جاری کیا تو ہمیں اس شاہ کونین کی سلطنت میں نوکری کرنی چاہیئے اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور لشکر حسینی کا رخ کیا۔ اور غلامی مولا امام حسینؑ اختیار کرنے پر کمربستہ ہو گیا اپنے خیمہ وہاں سے اکھاڑے اور امام حسینؑ کے خیام کے نزدیک نصب کرائے۔ اور اپنے آپ کو قدم ہائے امام پاک پر گرا دیا۔ اور از روئے اخلاص دین اسلام قبول کیا چنانچہ ابی مخنف اور شیخ صدوقؒ نے لکھا ہے کہ جب اس نے اسلام قبول کر لیا تو پھر واپس نہیں گیا بلکہ کربلا تک ساتھ رہا اور جام شہادت نوش کیا۔ تفصیل سے شہادت بعدہ سپرد قرطاس کی جائے گی۔ ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینیؒ نقل فرماتے ہیں کہ منزل ثعلبیہ میں ایک اور شخص حضرت کی خدمت میں آیا اور سلام کیا دور دھیا۔ لوگوں کے سوال کیا کہ کس شہر سے تعلق ہے کہا کہ کوفہ کا رہنے والا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر تو مدینہ میں ہمارے پاس آتا تو ہم تجھ کو وہ تمام آثار دکھلاتے جو وحی سے متعلق ہیں جبرئیل کا آنا اور جانا۔ اور ہمارے جد کو وحی الٰہی پہنچانا اور سب لوگ ان امور سے واقف و آگاہ ہیں اور ایسا نہیں ہے کہ وہ امور ہماری نگاہ میں نہ ہوں ہم نے اپنے دوستوں اور شیعوں کی شفاعت کے اسباب اپنی شہادت سے پیدا کیے اور شہادت ہمارا عہد ہے جو کربلا میں پورا ہو گا۔

امام حسین علیہ السلام کا منزل زبالہ پر پہنچنا اور اصحاب باوفا کی ملاقات

کتاب المنتخب میں ہے کہ جب امام حسینؑ کوفہ کی طرف متوجہ تھے کہ سواروں کی ایک جمعیت کوفہ کی سمت سے آتی ہوئی نظر آئی۔ اور وہ سب کے سب آپؑ کے محب و دوست تھے کہ ان لوگوں نے آپ کے تشریف لانے کی خبر سنی تھی حضرت امام حسینؑ کے راہ میں انتظار کر رہے تھے ان لوگوں میں ہلال بن نافع بجلی، عمرو بن خالد ازدی، نمایاں حیثیت رکھتے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان میں اس وقت حبیب ابن مظاہر، مسلم بن عوسجہ، ابو ثمامہ صائدی عابس بن شبیب شاکری، اور ان ہی کی مثل کچھ اور لوگ بھی تھے۔ جب ان لوگوں نے شرف قدمبوسی امام حسینؑ حاصل کیا تو خود آپ کے ہمراہ چلنے کی خواہش ظاہر کی اور کوفہ کا حال بیان کرتے ہوئے ابن زیاد ملعون کی شکایت کی کہ اس ملعون نے حضرت مسلمؑ بن عقیل اور ہانی بن عروہ اور عبداللہ یقطر کو بڑے کو بڑے ظلم و ستم کے ساتھ شہید کیا ہے امام حسینؑ نے حالات سن کر گریہ فرمایا اور ان سب کو اپنے ہمراہ چلنے کی اجازت دی۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ نے منزل زبالہ سے آگے چل کر بطن العقبہ پر قیام فرمایا اس منزل میں ایک شخص عمرو بن لوذان جو بنی عکرمہ سے تھا ملا۔ اور سلام کرنے کے بعد اس نے کہا اے فرزند رسول خدا۔ این ترید، کہ آپ کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں حضرت نے فرمایا الکوفۃ

انشدک باللہ لما انصرفت

دیتا ہوں کہ آپ واپس چلے جائیں اور

کوفہ میں وارد نہ ہوں اگر آپ، وہاں تشریف لے جائیں گے تو تیر و تلوار و سناں کا نشانہ بنیں آپ نے فرمایا اے بندہ خدا یہ درست ہے مگر اہل کوفہ نے ہمیں دعوت دی ہے۔ لا یدعونی یستخرجوا ھذہ العلقۃ من جوفی یعنی حضرت کی مراد یہ تھی کہ میں تیر و ستم و ظلم کا نشانہ ضرور بنایا جاؤں گا حتیٰ کہ جام شہادت نوش کروں

شرافت دلِ عارف

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ قلب المؤمن عرش اللہ الاعظم یعنی دل بندہ مومن عرش خداوند عالم ہے اس سے مراد ہے دل مومن کا صفت رحمانیہ سے متصف ہونا۔ یعنی مومن کا رحیم دل ہونا یہ بھی وارد ہوا ہے کہ وفی کل شئی لہ اٰیۃ تدل علی انہ واحد۔ یعنی ایک عرش، عرش عظیم ہے کہ جو ساتوں آسمان سے اوپر ہے اس کے علاوہ ایک دوسرا عرش ہے جو عظیم تر ہے اور اس کے بارے میں خدا فرماتا ہے کہ اس میں میری سلطنت جلوہ فگن ہے اور وہ عرش دل بندہ مومن ہے۔ یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ خدا بندہ مومن دل شکستہ میں رہتا ہے اس کی وسعت بہت زیادہ ہے۔ ساتوں آسمان۔ ساتوں زمین عرش و کرسی جنت و نار سب کی سب اس کی وسعت میں محدود ہیں۔ ارشاد ہوا ہے کہ لا یسعنی ارضی و لا سمائی ولکن وسعنی قلب عبدی المومن۔ یعنی کہ خدا فرماتا ہے کہ میں نہ آسمانوں میں سما سکتا ہوں نہ زمینوں میں البتہ میری سمائی قلب مومن میں ہو سکتی ہے۔ جب کسی دل میں خدا ہو تو اس کے کان اس کے نہیں بلکہ وہ خدا کی طرف منسوب ہیں اور اس کی آنکھ میری آنکھ ہے۔ خدا کی صفت ہے۔ کہ خدا ہی سننے اور جاننے والا ہے۔ جیسا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما۔

کہ اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا۔ خدا زبان نہیں رکھتا اس کے متکلم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ جس چیز میں چاہے کلام پیدا کر دے۔ خدا ہر ایک شئے پر قادر ہے اور ہر ایک شے کا جاننے والا ہے۔ تمام کائنات اس کی تابع فرمان ہے۔ ھو اللہ فی السمٰوٰت و الارض۔ دل پادشاہ ہے لہذا اعضاء و جوارح اس کی رعیت ہیں۔ اگر دل میں خدا ہے تو معصیت کا ارتکاب محال ہے۔ خدا بادشاہ ہے اور تمام خلائق اس کے احکام کی مطیع ہے قل اللھم مالک الملک۔ یعنی اللہ کے سوا کوئی احد و اکیلا نہیں ہے خدا حی و قیوم ہے اگر دل میں خدا نہیں ہے تو دل مردہ ہے۔ خدا کی شان ہے۔ لا تاخذہ سنۃ و لا نوم۔ یعنی خدا پر نہ بیہوشی طاری ہوتی ہے اور نہ نیند۔ اسی طرح دل ہمہ وقت بیدار رہتا ہے لہ ما فی السموت وما فی الارض خدا ہی کے لیے آسمان و زمین ہیں دل کی حکومت تمام اعضاء و جوارح پر ہے۔ جب انسان کوئی گناہ کرتا ہے تو دل اس سے روکتا ہے۔ اسی طرح اگر تمام مخلوق مجرم ہو تو ذات خدا پھر بھی کرم گستر ہے۔ بس من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ دل اسرار ازل و ابد کی آگاہی رکھتا ہے۔ حق تعالےٰ بھی علیم بالذات ہے۔ اسی لیے ارشاد ہوا ہے یعلم ما بین ایدیھم و ما خلفھم۔ جسم کے لیے دولت علم و سعادت ہے تو دل کے لیے معرفت ہے اور دل ہی کے ذریعہ علوم و معارف حاصل ہوتے ہیں اور مخلوق میں علوم و معارف حق کی طرف سے ہیں ولا یحیطون بشئ من علمہ الا بما شاء اللہ بظاہر جسم دل کو اپنے پہلو میں لیے ہوئے ہے بظاہر مخلوق دلیل خالق ہے۔ اور یہ باطن حق دلیل مخلوق ہے ارشاد ہوا ہے وسع کرسیہ السمٰوٰت و الارض۔ برکت دل کی وجہ

سے جسم محفوظ رہتا ہے ذات حق تعالےٰ کی وجہ سے کائنات محفوظ ہے۔ ولا یئودہ حفظهما۔ جسم انسان کمزور و ناتواں ہے دل قوی و دانا ہے مخلوق کمزور و ناتواں ہے اور خداوند عالم ہی کی طرف سے توانائی حاصل ہوتی ہے غلبہ اسی کی طرف سے ہے۔ وهو العلی العظیم۔

مدح و تعریف دل مومن

مولف موصوف نے دل مومن کی مدح اور تعریف حسب ذیل الفاظ میں کی ہے۔ جنہیں نقل کرتے ہیں۔

	معنی الفاظ خط کشیدہ
• دل سلطان است ہمہ جوارح رعیت پاسبان است	پہرہ دار
• اگر سر است خیمہ و سائبان دل است	دھوپ سے بچانیوالا
• اگر سینہ است عشرگاہ و شادروان دل است	عیش کی جگہ، فرش
• اگر دست است بازگیرائی دل است	کشادگی حاصل کرنا
• اگر پا است جمازہ و باد پیمائی دل است	تیز رفتار، ہوا کو ناپنا
• اگر شکم است انبار دل است	بوجھ، تودہ
• اگر پشت است مطیہ باربردار دل است	بوجھ، اٹھانیوالی سواری
• اگر گوش است جاسوس دل است	جستجو کرنے والا
• اگر [illegible] است [illegible] دل است	[illegible]، ہلاک
• اگر چشم است دیدبان دل است	- - - - -
• اگر روی است عنوان دل است	سرنامہ

	الفاظ معانی اور خط کشیدہ
• اگر دہان است خزینہ بان دل است	- - - - - -
• اگر زبان است ترجمان دل است	- - - - - -
• اگر لبان است خوردہ دان دلست	ریزہ ہر چیز کا
• اگر شوق است آتش دل است	- - - - - -
• اگر عشق است خلعت دل است،	- - - - - -
• اگر ذوق است مفرش دل است	جامۂ خواب، صندوق
• اگر صدق است حلیت دل است	صورت، آرائش
• اگر تصدیق است نور دل است	- - - - - -
• اگر تسلیم است حضور دل است	کسی کی بات ماننا، سامنا
• اگر ایمان است جان دل است	- - - - - -
• اگر احسان است خان دل است	کارروان سرائے، گھر
• اگر یقین است چشم دل است	- - - - -
• اگر تلقین است گوش دل است	- - - -
• اگر راز گوئی غیب است زبان دل است،	- - - - -
• اگر جرعہ نوش لاریب است دہان دل است	ایک گھونٹ
• اگر قائل خاتم معرفت است انگشت دل است	- - - - -
• اگر تقوی و طاعت است لباس دل است	- - - - -
• اگر فطنت و حکمت است حواس دل است	دانائی، عقلمندی
• اگر خوف و رجا است جناح دل است	ڈر، بازو (قوت)

متن	معنی
• اگر صدق وضبط است نجاح دل است	فیروزی
• اگر محنت و بلا است اصلاح دل است	
• اگر نعمت وعطا است فلاح دل است	دستگاری
• اگر تفکر است ندیم دل است	دوست، پشیمان
• اگر تذکر است نسیم دل است	یاد، خنک
• اگر علم است طعام دل است	
• اگر حلم است مدام دل است	
• اگر مجاہدت است جلائی دل است	
• اگر مشاہدت است صفائی دل است	
• اگر طلب است طریق دل است	
• اگر طرب است رفیق دل است	
• اگر اسلام است آفتاب دل است	
• اگر انعام است ارباب دل است	
• اگر توحید است حیات دل است	
• اگر تمجید است فرات دل است	
• اگر استقامت است ثبات دل است	
• اگر ندامت است نجات دل است	
• اگر اینجہاں است منظر دل است	
• اگر انجہاں است محضر دل است	
• اگر بہشت است مرغزار دل است	

متن	معنی
• اگر دوزخ است خارزار دل است	
• اگر فرش است آستان دل است	
• اگر عرش است. آشیان دل است	
• اگر لوح است راز دل است	
• اگر قلم است اسرار نگار دل است	
• اگر بیت المعمور است معبد دل است	
• اگر فلک البروج است مسند دل است	
• ملک است صورت دل است	
• اگر ملکوت است سیرت دل است	
اگر چشم است قید دل است	شکنجہ
اگر جان است حید دل است	شکار کرتا
اگر ملک است دل سیاہ است	
اگر فلک است شاہدہ دل است	
اگر بزم انس است مقر دل است	
اگر حرم قدس است مقر دل است	آرام کی جگہ
اگر بہشت حور است قرعہ دل است	پانسہ
اگر شراب طہور است جرعہ دل است	ایک گھونٹ
اگر حوض کوثر است رشحہ دل است	پانی کا ٹپکنا
اگر امعان نظر است لمحہ دل است	خوب سوچنا
اگر ہشت باغ جنت است، روضہ از ریاض دل است	

• اگر چہار جوے شربت است قطرہ از حیاض دل است | حوض کی جمع ہے۔

غرض کہ دل منزل گاہ اسرار الہیہ ہے مقام و منزل معرفت خدا دل مومن ہے دل وہ پاک زمین ہے کہ جس میں مودۃ اہلبیت طاہرین جلوہ فگن ہے۔ دل مومن مزار اقدس معصومینؑ ہے یہ تمام تعریفیں دل حضرت امام حسینؑ کے لیے موزوں ہیں کیونکہ آپ کا دل مبارک باوصف ہمہ خوبیاں روز عاشورا محرم، پیاس میں تڑپ رہا تھا عزیزوں اور اصحاب و انصار کے داغ مفارقت سے چھلنی ہو رہا تھا۔

حر بن یزید ریاحی کا اپنے لشکر کے ساتھ امام حسینؑ کے نزدیک پہنچنا

اب ہم اپنے سابق عنوان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ حضرت شیخ مفیدؒ نے کتاب الارشاد میں فرمایا ہے کہ جب حضرت سبط رسول امام حسین علیہ السلام منزل رہیمیہ پر پہنچے اور خیمہ زن ہوئے تو ابن زیاد ملعون کو اس کے جاسوسوں نے خبر دی کہ اب حضرت امام کوفہ کے نزدیک پہنچ چکے ہیں۔ اس وقت تک ابن زیاد کو یہ علم تھا کہ آنحضرتؑ مکہ سے سفر عراق اختیار کر چکے ہیں اس نے حصین بن نمیر کو ایک لشکر عظیم کے ساتھ سر براہ مدینہ متعین کیا تھا تا کہ سرحدوں کی حفاظت ہو سکے خصوصاً قادسیہ سے تا حفان و از قطقطانیہ تا قادسیہ اس گروہ کے زیر نگرانی تھے کہ کوئی شخص ان کی اجازت کے بغیر کوفہ میں داخل نہ ہو سکے اور نہ ہی کوئی کوفہ سے باہر نکل سکے روضۃ الشہداء میں ہے کہ ابن زیاد نے مکہ کی طرف بھی اپنے جاسوس بھیجے تھے۔ کہ وہ لوگ حضرت

کے احوال کا جائزہ لیں اور ابن زیاد کو مطلع کریں۔ اور جب کہ امام حسین علیہ السلام منزل رہیمیہ سے روانہ ہونے والے تھے کہ ابن زیاد کو خبر ہو گئی اور اس ملعون نے حر بن یزید ریاحی کی سرکردگی میں ایک ہزار سوار جری کا لشکر روانہ کیا۔ کہ حضرت امام حسینؑ کے لشکر کے ساتھ ساتھ رہے ان سے جدا نہ ہو اس وقت تک کہ جب تک حضرت کوفہ وارد ہوں۔ چنانچہ حُر ریاحی ابن سپاہ کے ساتھ صحرا کے راستہ پر آگیا اور جستجو کر رہا تھا کہ لشکر امام حسینؑ مل جائے۔ ادھر یہ ہوا کہ ایک شخص بنی عکرمہ سے امام حسینؑ کو ملا۔ آپ نے اس سے احوال کوفہ دریافت کیا اس نے کہا کہ ابن زیاد نے راستوں اور صحراؤں میں لشکر بھیج دیئے ہیں جو آپ کی جستجو میں ہیں اس شخص نے بتلایا کہ قادسیہ، عذیب الہجانات، اور اس سے حفان، اور قادسیہ سے قطقطانیہ اور سر راہ واقصہ راہ شام سر راہ بصرہ، تمام جگہ سپاہ یعنی فوج مقرر کر دی گئی ہے اور بغیر اجازت نہ کوئی کوفہ میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ کوفہ سے باہر نکل سکتا ہے۔ آپ اہلحرم کو حرم رسول خدا پہنچا دیجئے۔ کوفہ آپ کے قتل پر آمادہ ہیں۔ امام حسینؑ نے اس کی باتیں سن کر فرمایا اے شخص خدا تم کو جزائے خیر دے اور فرمایا کہ حسینؑ جہاں بھی جائے گا تیر و تلوار موجود ہوں گے۔ جو امور مقدر ہو چکے ہیں وہ ہو کر رہیں گے۔

امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مکالمہ حرُ

جب یہ خبر ابن زیاد ملعون کو معلوم ہوئی کہ حضرت امام حسینؑ کوفہ تشریف لا رہے ہیں تو اس نے حر ریاحی کو ایک ہزار سوار کا سالار بنا کر حضرت کی راہ روکنے کے لیے مامور کیا الشیخ صدوقؒ کہتے ہیں کہ حرؑ اپنی منزل سے نکلا ہی تھا کہ بقول خبر ابن نما حرؒ نے ایک ندا سنی

یعنی آواز آئی کہ اے حرؒ تجھے خیر کی بشارت دی جاتی ہے۔ یہ آواز تین مرتبہ آئی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا عقب میں دیکھا مگر کوئی ندا دینے والا نظر نہیں آیا۔ از خود کہنے لگا اے حرؒ تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے تو فرزند حسینؑ کے قتل کے لیے جا رہا ہے اور یہ بشارت بہشت ہے آخر یہ کیسی بشارت ہے اور کیوں ہے۔؟ بہر حال اپنے لشکر سمیت روانہ ہوا اور منزل قادسیہ سے تین میل آگے بڑھا تھا کہ اس نے دیکھا کہ سلطان دین حضرت امام حسینؑ معہ اپنے ساتھیوں کے فردکش ہیں اور آپ کے اہل حرم آپ کے ساتھ ہیں۔ جناب حرؓ مشرف بازیارت امام حسین ہوئے اور عرض کیا یا بن رسول اللہ این ترید این تذھب یعنی اے فرزند رسول خدا کہاں کا ارادہ ہے فرمایا کہ "الکوفہ" اس نے کہا کہ میں آپ پر قربان ارجع ارجع الی مکانک کہ اے امام عالی مقام آپ واپس تشریف لے جائیں کہ جہاں سے آپ آئے ہیں میری یہی رائے ہے جو صلاح و نیکی پر مبنی ہے۔ کیونکہ عمر بن سعد کی سرکردگی میں ابن زیاد نے چار ہزار کا لشکر روانہ کر دیا ہے جو آپ کی طرف آ رہا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ سختی کرے۔ آپ کو گرفتار کر دے اور جیسا کہ جناب مسلم بن عقیل کو قتل کیا ہے۔ آپ کو بھی قتل کرے حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ میں اپنے اہل و عیال اور اپنے رفقاء اعزا کو لے کر اس عجلت کہاں جاؤں۔ یہ تو سخت دشوار بات ہے۔ حرؓ نے کہا اے مولا یہ وسط راہ ہے بہتر یہی ہے وہ کہ کوفہ کا رخ نہ کریں ورنہ مجھے ابن زیاد نے جس کام کے لیے بھیجا ہے۔ میں اس پر عمل کروں گا۔ اور پھر حضرت کو مزید دشواری ہو گی۔ حضرت امام حسینؑ اس کے اس کلام کو سن کر خموش ہو گئے اور اس مقام سے آپ نے کوفہ کی راہ کی بجائے صحرا کا رخ اختیار کیا اس وقت اہل حرم کا یہ حال تھا کہ محملوں میں سہمے جا رہے تھے۔ شیخ مفیدؒ نے اس

مقام پر یہ فرمایا ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے یہ ارادہ اختیار کی کہ جو منظور اب ہے وہ ہو کر رہے گا۔ اسی دوران عمر بن سعد کا لشکر جو چار ہزار سواروں و پیادوں پر مشتمل تھا پہنچ گیا۔ کتاب تنزیہ الانبیاء میں مسطور ہے کہ جب حر ریاحی نے حاکم کوفہ ابن زیاد ملعون کے حکم کے تحت امام حسین علیہ السلام کا راستہ روکا کہ نہ تو حضرت کوفہ جا سکیں اور نہ ہی مدینہ واپس ہو سکیں۔ اور اگر آپ کوفہ کا ارادہ کریں تو بیعت یزید کرنا لازم و واجب ہوتا ہے چنانچہ امام حسین علیہ السلام کے پیش نظر صرف شام کا راستہ کھلا ہوا تھا۔ جیسا کہ روایت ہے۔ فلما راهی صلوات اللہ علیہ انہ لا سبیل لہ الی العود ولا الی دخولہ الکوفۃ سلك الطریق الشام نحو یزید بن معاویۃ لعلمہ علیہ السلام بانہ علی مابہ ارق بہ من ابن زیادٍ۔

یعنی کہ جب امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ راہ مدینہ و راہ کوفہ دونوں مسدود ہیں تو آپ کے پیش نظر صرف شام کی راہ تھی کیونکہ آپ جانتے تھے کہ ابن زیاد ملعون کی بہ نسبت یزید یعنی پھر بھی زیادہ مہربانی سے پیش آ سکتا ہے۔ آپ نے اس خیال میں راہ شام اختیار کرنا چاہتی کہ قدم علیہ عمر بن سعد فی العسکر العظیم کہ عمر بن سعد ملعون اپنے عظیم لشکر کے ساتھ حضرت امام حسینؑ کے نزدیک پہنچ گیا۔ اور سخت گیری سے کام لیا۔ اور حضرت امام حسینؑ کی معاذ اللہ خفت اٹھانا پڑی عمر بن سعد ملعون، اپنے لشکر جرار سمیت پہنچ گیا۔ اور آپ کے ساتھ ذلت و خواری کے ساتھ پیش آیا اے گروہ مومنین یہ خون کے آنسو بہانے کا مقام ہے کہ امام حسینؑ ناچاری کے عالم میں شام گئے کہ یزید ملعون سے ملیں۔ لیکن آپ نے ابن زیاد بے حیا کی صورت دیکھنا پسند نہ کی۔ لیکن اے فلک رفتار۔ امام حسینؑ کا سر بریدہ کجا اور دربار ابن زیاد

میں کھڑے ہوئے۔

کتاب ریاض میں علامہ مرتاض کتاب مناقب سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص راشنامی کہتا ہے کہ میں مدت سے ہمرکاب حضرت امام حسینؑ تھا میں نے اثنائے راہ میں کرامات و معجزات امام حسینؑ مشاہدہ کیئے۔ میں نے دیکھا کہ امام حسینؑ منزل قطقطانیہ میں پہنچے تو اس اثنا میں ایک شیر درندہ امام عالی مقام کے سامنے آیا۔ اس کے ساتھ سات اور دوسرے درندے بھی تھے اور اس نے حضرت امام حسینؑ سے کلام کیا اور آپ نے اس سے کلام کیا۔ (اے دوستو امام وہ ہوتا ہے کہ جو تمام زبانوں کا جاننے والا ہو حتی کہ حیوانات مطلق کی زبانیں بھی جانتا ہو) اس وقت امام علیہ السلام نے اس سے سوال کیا کہ ماحال الناس بالکوفۃ یعنی مردم کوفہ کا کیا حال ہے۔ اس نے عرض کیا قلوبھم معک وسیوفھم علیک کہ ان کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں آپ کے قتل کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اور اے مولا ان لوگوں نے آپ کے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو قتل کر ڈالا۔

صاحب تبر مذاب نے بھی اسی کی مثل ایک خبر نقل کی ہے کہ جب موکب حسینی (ہراول دستہ لشکر) منزل قادسیہ سے تین میل دور تھا کہ تلقاہ النمر یعنی ایک چیتا سامنے آیا اور وہ بہت زور کے ساتھ بلند آواز میں دھاڑا۔ اور ایسی آواز کے ساتھ بولا جیسے کہ بجلی کی کڑک ہو۔ امام علیہ السلام کو سلام عرض کیا اور کہا اے فرزند رسول خدا آپ کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں۔ فرمایا اریدھذا المصر یعنی اس شہر کا ارادہ رکھتا ہوں یعنی کہ کوفہ جانے کا ارادہ ہے اس چیتے نے امام علیہ السلام سے عرض کیا ارجع فواللہ ما ترکت لک خلفی خیرا ترجوہ۔

یعنی اے امامؑ آپ اسی جگہ سے واپس چلے جائیں۔ اسی جگہ سے آگے جانے میں آپ کے لیے بہتری نہیں ہے کوفہ کے لوگ آپ کے دشمن جان ہیں اور آپ کے بھائی مسلمؑ کو ان لوگوں نے قتل کر ڈالا ہے ان حالات میں کوفہ والوں سے خیر کی کیا امید ہو سکتی ہے!

حضرت امام حسینؑ نے ارشاد فرمایا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظروا وما بدلوا تبدیلا۔ ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہماری بازگشت اللہ کی طرف ہے ہمارے یار و انصار کچھ تو چلے گئے ہیں اور جو باقی ہیں وہ بھی جانے کا انتظار کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم و قضا و قدر میں تبدیلی نہیں ہے

یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ شیر جو امام حسینؑ کی خدمت میں بیان حاضر ہوا ہے دوبارہ محرم کی گیارہویں شب کو اس نے لاش بائے شہداء کی پاسبانی کی ہے۔ نگرانی کی ہے چنانچہ زارع نہر علقمی کہتا ہے۔ کہ بعد شہادت امام حسینؑ تمام فوج اشقیاء کوفہ روانہ ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک شیر قبلہ کی سمت سے مقتل میں رہا میں نے خیال کیا کہ شاید یہ شیر کھانے کی طمع میں آیا ہے۔ میں نے چھپ کر رات گزاری کہ دیکھوں یہ شیر کیا کرتا ہے۔ مولف فرماتے ہیں کہ تتمۂ واقعہ بعد از ذکر شہادت ذکر کیا جائے گا لیکن اس قدر تحریر کرنا ضروری ہے کہ حضرت زینبؑ خاتون نے اس شیر کو دیکھا کہ وہ لاش امام حسینؑ کے نزدیک کھڑا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی غم کی حالت اس پر طاری ہے۔ یہ واقعہ روز عاشورا و ہنگام عصر کے وقت بھی رونما ہوا ہے کہ جب لشکر اعداء نے یہ چاہا کہ لاش امام حسینؑ پر گھوڑے دوڑا دیئے جائیں اس وقت فضہ کنیز حضرت سیدہؑ سے زینب خاتون نے فرمایا کہ دشت نینوا میں ایک شیر رہتا ہے اس وقت فضہ گئیں اور شیر کو آواز دی کہ اور اس نے آ کر لاش امام حسین

کی یا تمالی سے حفاظت کی الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

امیرالمومنین کا عمر بن سعد کو قاتل امام حسین ہونے کی خبر دینا

ارباب تاریخ و سیر لکھتے ہیں کہ جب عمر بن سعد نے ابن زیاد ملعون کے دربار میں حضرت مسلمؑ نے جو اس کو وصیتیں کی تھیں سب پر ظاہر کر دیں اس پر ابن زیاد نے کہا کہ اے عمر بن سعد تو نے مسلمؑ کی وصیتوں کو ظاہر کر کے اس امر کا ثبوت دے دیا کہ تو واقعی دشمن آل رسولؐ ہے۔ میں نے سنا ہے کہ حسین ابن علیؑ کوفہ آ رہے ہیں میں تجھے امام حسینؑ سے جنگ کرنے کے لیے مقرر کرتا ہوں اس کام کو تو انجام دے گا اس بد بخت نے اس وقت انکار کیا اور کہا اے امیر الرجا ان یعافینی الامیر۔ یعنی اے امیر مجھے اس سے معاف رکھ اور کسی دوسرے شخص کو اس کام پہ مامور کر اس ابن زیاد نے کہا بہت خوب لیکن حکومت رے اور جرجان سے دستبردار ہونا پڑے گا حکومت رے اور جرجان کا علاقہ اس لیے تھے کہ تو حسین ابن علیؑ کو قتل کرے ان دونوں باتوں میں سے ایک بات اختیار کر یا حسینؑ کو قتل کر یا حکومت رے سے دستبردار ہو جا۔ اس نے کہا کہ اچھا مجھے غور کرنے کا موقعہ دے۔ مہلت طلبی کی میعاد پر گفتگو ہوئی اور بالآخر ایک شب کی مہلت ملی اور عمر ابن سعد اپنے گھر چلا گیا۔ سوچتا رہا آخر کار طمع حکومت غالب رہی اور وہ قتل امام حسینؑ پر آمادہ ہو گیا۔

کتاب منتخب اور تبر مذاب میں ہے کہ یہ بھی روایات میں وارد ہوا ہے کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ایک روز عمر بن سعد کو اس کی

اوائل عمر میں یہ خبر دی تھی کہ تو میرے فرزند حسینؑ کو قتل کرے گا۔ فرمایا اے عمر بن سعد یا ابن سعد کیف تکون اذا قمت مقاما یخیر فیہ من الجنۃ و النار فتختار لنفسك النار۔ یعنی اے ابن سعد تو دوزخ و بہشت میں سے کون سا مقام اختیار کرے گا۔ اس روز کہ جب ابن زیاد ملعون نے اسے سردار لشکر مقرر کیا اور حکومت رے کا لالچ دیا تو عمر بن سعد نے جنت کی بجائے دوزخ میں اپنے لیے مقام پسند کیا اور حضرت سبط رسول خدا حسین بن فاطمہؑ کے قتل پر آمادہ ہو گیا حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کا خبر دینا سچ نکلا۔ اور اس ناپاک نے غور و فکر کرنے کے لیے جو ایک شب کی مہلت مانگی تھی اس کا نتیجہ یہی ہوا کہ عمر بن سعد قتل امام حسینؑ پر کمر بستہ ہو گیا۔

علامہ مجلسیؒ نے بحار الانوار میں لکھا ہے کہ ایک سالم نامی شخص روایت کرتا ہے کہ ایک روز اپنی اوائل عمر میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا اے فرزند رسول خدا لوگ میرے بارے میں کہتے ہیں کہ میں تمہیں قتل کروں گا۔ لوگوں کا یہ کہنا کس قدر کم عقلی کی دلیل ہے کہ میں اور فرزند رسولؐ خدا کو قتل کروں گا یہ کیسے ہو سکتا ہے اس پر حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ یہ قول ان لوگوں کا ہے جو صاحبان عقل و حکمت ہیں ہاں تو ایسا ہی کرے گا یہ بے عقل لوگوں کا کہنا نہیں ہے۔ تو ضرور ایسا ہی کروں گا۔ لیکن اتنا اور یاد رکھ کہ تجھے عراق کے گندم کھانا نصیب نہ ہو سکے اور امارت رے نصیب نہ ہو گی۔

یہ تمام چیزیں اس نحس و نجس کو یاد تھیں مگر پھر بھی امام حسینؑ علیہ السلام نے اس کو یاد دہانی کرائی اس وقت کہ جب وہ لشکر لے کر آپ کے محاصرہ کے لیے آیا ہے مگر اس ملعون پر کوئی اثر نہ ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ تو یہ سمجھتا ہے کہ تجھے حکومت رے

نصیب ہوگی عراق کی گندم کہائے گا ایسا نہیں ہوگا بلکہ ایک روز آئے گا کہ تجھے درخت پر لٹکایا جائے گا اور اطفال تجھ پر پتھر ماریں گے اس وقت اس ملعون نے امام حسینؑ کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیا۔ صاحب روضۃ الصفا تحریر کرتے ہیں کہ اکثر لوگوں نے عمر بن سعد کو اس سے روکا کہ وہ قتل امام حسینؑ کا مرتکب ہو۔ ان میں سے ایک حمزہ بن مغیرۃ ہے کہ جو عمر بن سعد کا بھانجہ تھا اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم قتل حسین ابن علی پر آمادہ ہو۔ یہ تو سخت ترین گناہ ہے اور کہا قاتل حسینؑ کی تو بہ بھی قبول نہیں ہے یہ سبب قطع رحم خداوندی ہے۔ دنیا ہاتھ سے چلی جائے یہ بہتر ہے مگر پسر فاطمہؑ زہرا کے خون سے ہاتھ رنگین نہ ہوں نہ لیکن عمر ابن سعد نے اس کو کوئی جواب نہ دیا۔ یہ بھی بحار میں مرقوم ہے کہ اس ملعون نے اور بھی دوسرے اکابرین سے اس معاملہ میں مشورہ کیا۔ اور سب میں نے اس کو ملامت کی۔ علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ اسی اثناء میں کامل نامی شخص جو کہ اس کا رفیق تھا آگیا۔ اور اس کے پاس بیٹھ گیا اس نے ابن سعد کو متفکر دیکھ کر دریافت کیا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے کہ اس قدر پریشان ہے اس نے کہا کہ ابن زیاد نے مجھے چار ہزار سپاہ کا سالار مقرر کیا ہے اور اس کام پر مجھے مامور کیا ہے کہ حسین بن فاطمہؑ کو قتل کردوں۔ اس کے عوض مجھے دس سال کے لیے حکومت رے عطا کی ہے۔ جب کامل نے یہ سنا تو کہا اف لک و لدینک اترید ان تقتل الحسین ابن بنت رسول اللہ۔ اے ابن سعد تجھ پر تف ہے کہ تو حسین بن فاطمہؑ کے قتل پر آمادہ ہے اور حکومت رے معلوم تجھے ملے یا نہ ملے ابن زیاد اور یزید ملعون زندہ رہے یا نہ رہے اور کہا اے ابن سعد یقین رکھ کہ اگر تو اس عمل کا مرتکب ہوا تو دنیا تجھ پر نفرین کرے گی۔ تو مان نہ مان میری بھی نصیحت

ہے کہ اس کام سے باز رہے۔ اس پر عمر بن سعد نے کہا کہ مجھے اپنی جان کا خوف ہے مبادا ابن زیاد مجھے قتل نہ کرادے میں اپنی موت سے ڈرتا ہوں کامل نے اس کو ملامت کی اور خموش ہوگیا۔

ابن زیاد کا مردمان کوفہ کو قتل امام حسینؑ پر آمادہ کرنا

الشیخ طریحی نے منتخب میں تحریر فرمایا ہے کہ ان ابن زیاد لعنہ نادی فی عسکرہ معاشر الناس من یاتینی راس الحسین فلہ الجائزہ العظمیٰ واعطہ ولایت الری سبع سنین۔ یعنی ابن زیاد نے اعلان کیا کہ جو کوئی شخص حسین بن علیؑ کا سر کاٹ کر لائے گا اس کو اس کام کے بدلے میں حکومت رے ملے گی اور وہ سات سال تک وہاں کا سردار رہے گا اس وقت عمر ابن سعد لعین کھڑا ہوا اور کہا کہ میں اس کام کو انجام دوں گا اور تمہاری مراد برائے گی اور کہا اے امیر مجھے ایک ماہ کی مہلت دے کہ سامان حرب و جنگ اکٹھا کروں لیکن ابن زیاد نے اس کو صرف ایک شب کی مہلت دی۔ اس وقت کچھ لوگ مہاجر و انصار کی اولاد سے اس کے مکان کے نزدیک آئے اور با آواز بلند رونا شروع کیا اس نے پوچھا کیا بات ہے تو ان لوگوں نے کہا کہ سنا ہے کہ تو قتل امام حسینؑ پر آمادہ ہو گیا ہے اور لشکر لے کر جانے والا ہے ان لوگوں نے یہ بھی کہا اے عمر تیرا باپ سعد تو اسلام لانے والوں میں چھٹے نمبر پر ہے اسلام لانے والوں میں سر فہرست کے لوگوں میں سے ہے اور تو قتل پسر مصطفیٰؐ پر آمادہ ہے۔ مگر اس لعون نے ان لوگوں کو مغالطہ میں رکھا۔ اور ان کی کوئی بات قبول نہ کی حکومت رے غالب رہی یہ ملعون عجیب بے حیا انسان تھا۔ روز عاشورا محرم جب امام حسین علیہ السلام گھوڑے سے زمین پر تشریف

لائے زخموں سے دور دور تھے۔ اس وقت ابن زیاد ملعون موجود تھا کہ شمر ولد الحرام امام حسینؑ کو ذبح کرتے آگے بڑھا۔ نسخہ بکت جب زینب خاتون نے دیکھا تو اپنی جگہ سے فریاد کی اور ابن سعد کو مخاطب کیا فرمایا یابن سعد القتل ابو عبداللہ و انت تنظر الیہ۔ اے پسر سعد تو کھڑا ہوا دیکھ رہا ہے اور میرا بھائی فرزند رسول خدا ذبح ہو رہا ہے اس بے حیا نے جب زینبؑ خاتون کا یہ کلام سنا تو منہ پھیر لیا۔ اور شمر نے سر امام جدا کر کے نیزہ پر بلند کیا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

ابن زیاد کا عمر بن سعد سے قتل امام حسینؑ دستخط لینا

کتاب روضۃ الشہداء میں ہے کہ جب عمر ابن سعد نے ابن زیاد کا عطا کردہ، لباس پہنا اور اس کے خاص گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور حکومت رے کا فرمان اپنے پاس رکھا۔ اپنے گھر آیا جب اس کے بیٹوں نے اس کو اس لباس میں دیکھا تو کہا کہ اے بابا یہ گھوڑا اور یہ جامہ کیسا ملا ہے اور یہ دستاویز کیسی ہے۔ تو ابن سعد نے کہا اے بیٹو دولت دینا اب ہمارے زیر قدم ہے۔ اور یہ دستاویز حکومت رے ہے جو کہ اس وقت ملے گی کہ حسین بن علیؑ کو قتل کردوں یہ سن کر اس کے چھوٹے بیٹے نے کہا اے بابا یہ کیا سودا ہوا ہے کہ تم قتل پسر مصطفےؐ پر آمادہ ہو آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ حسینؑ میرا ٹکڑا ہے میں حسین سے ہوں اور حسین مجھ سے ہے اے بابا خدا کا خوف کرو اور اس کام سے باز رہو لیکن بے سود رہا۔ اس وقت اس نے کچھ اشعار پڑھے جن کا ماحصل یہی ہے کہ قتل حسینؑ سے حکومت رے ملے گی۔ کتاب امالی میں ہے کہ عمر بن سعد جب اپنے گھر ابن زیاد سے واپس پہنچا تو اس مردود نے

قتل حسینؑ کرنے پر آمادگی ظاہر کی اور قتل حسینؑ کے کاغذ پر اپنے دستخط کیے۔ اور ابن زیاد نے اس کو سالار لشکر کے عہدہ پر مامور کیا اور کہا کہ جو عمر بن سعد کی اطاعت نہ کرے گا اسے سخت سزا دی جائے گی۔ اور ابن زیاد نے یہ بھی کہا کہ اے عمر بن سعد تو حسینؑ پر پانی بند کر دینا۔ چرند و پرند پانی پئیں مگر فرزند ساقی کوثر کو پانی تک نہ ملے۔ اے شیعو۔ امام حسینؑ روز عاشورا محرم اس قدر تشنہ دہن تھے کہ سینہ بغیر آب جل رہا تھا۔ آپ دیکھ رہے تھے کہ فرات سے سب لوگ پانی بھر رہے ہیں۔ مگر امام حسینؑ اور ان کے اہلحرم پیاسے تڑپ رہے تھے۔ خود امام حسینؑ نے فرمایا ہے یاقوم اسقونی اے قوم مجھے پانی دو۔ میں پانی کے بغیر تڑپ رہا ہوں العطش قد قتلنی مجھے پیاس نے قتل کر ڈالا ہے۔ مگر کسی ملعون نے پانی نہ دیا۔

ابن زیاد لعین کا شبث کو امام حسینؑ سے جنگ کے لیے کربلا بھیجا

محمد بن ابی طالب الموسوی نے نقل کیا ہے کہ جب ابن زیاد کو خبر ملی کہ امام حسین علیہ السلام کوفہ کے نزدیک پہنچنے والے ہیں تو اس نے اولاً عمر ابن سعد کی سرکردگی میں چار ہزار اشخاص کا لشکر امام حسینؑ کے قتل کے لیے بھیجا اور بعدہ شبث بن ربعی کو مامور کیا کہ حسینؑ سے مجاربہ کرنے کے لیے روانہ ہو یہ بدبخت کوفہ کے بڑے لوگوں میں سے تھا اور اس نے حضرت امام حسینؑ کو کوفہ تشریف لانے کے خطوط بھی اپنے دستخطوں سے لکھے تھے۔ اس کو جب ابن زیاد نے مامور کیا تو اس نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ وہ عمر بن سعد کی ماتحتی میں جائے۔ پس اس نے

بیماری کا بہانہ کر لیا۔ کہ ابن زیاد جنگ کے لیے نہ بھیج سکے جب ابن زیاد نے یہ یہ دیکھا کہ شبث بن ربعی نہیں آیا ہے تو اس نے اس کو ایک رقعہ ارسال کیا۔ بعد ازاں اس کا ایک خاص آدمی اس کے پاس آیا اور ابن زیاد کا پیغام پہنچایا۔ شبث نے کہا کہ تم ناحق آئے ہو میں بیمار ہوں کس طرح جا سکتا ہوں اس نے واپس جا کر ابن زیاد کو مطلع کیا۔ ابن زیاد نے غصہ کی حالت میں اس کو دوبارہ خط تحریر کیا جس کا مضمون یہ ہے کہ اخبرنی بتمارضك واخاف ان تكون من الذين اذا لقوا الذين قالوا امنا واذا خلوا الى شياطينهم قالوا انا معكم انما نحن مستهزؤن ان كنت فى طاعتنا فاقبل الينا مسرعا۔ یعنی مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے محض بیمار کا بہانہ کیا ہے۔ بیمار نہیں ہوا اور مجھ سے خائف ہو۔ تم نے ان لوگوں میں سے ہو کہ جب مومن سے ملاقات کرتا ہے تو کہتا ہے کہ میں بھی مومن ہوں۔ اور تمہارے ساتھ ہوں اور جب تنہائی میں ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اے شبث تیرا کوئی عذر قابل سماعت نہیں ہے تجھ کو چاہیے۔ کہ بعجلت تمام یہاں پہنچو کہ تم سرداری لشکر عطا کروں جب اس کو یہ نامہ ملا تو وارد مجلس ابن زیاد ہوا۔ ابن زیاد نے اس کو امیر لشکر مقرر کیا اور اس نے اطاعت امیر کا حلف اٹھایا۔ محمد ابن ابی طالب الموسوی کہتے ہیں کہ پھر ابن زیاد نے لوگوں کو مسجد کوفہ میں جمع کیا اور کہا اے گروہ مردم یزید بن معاویہ تمہارا امیر ہے جو نیک دل ہے اور تم پر مہربان ہے میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اپنے امیر کی اطاعت کرو۔ میں نے سنا ہے کہ حسینؑ کوفہ آ رہے ہیں تم لوگ گھروں سے نکلو اور حسینؑ سے جنگ کرو میرا حکم مانو اور اس پر عمل کرو۔ پھر وہ منبر سے اترا اور پھر اس نے ابن سعد اور لشکریوں کو امام حسینؑ سے جنگ کرنے کی ترغیب دی اور انعامات عطا کیے

یہ بھی وارد ہوا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے اس دن کی خبر دی تھی کہ ابن زیاد منبر رسول خدا پر اس طرح آئے گا جیسے شداد و نمرود وغیرہ شایان دینا تھے مداوی کہتا ہے کہ پھر کوفہ کے گلی کوچے چاروں طرف سوار ہی سوار نظر آ رہے تھے جو قتل امام حسین کے لیے نکلے تھے۔ بازاروں میں جگہ تلواروں پر صیقل ہو رہی تھی تیروں کی انیاں تیز کی جا رہی تھیں۔ گھوڑوں کی نقل نبدی ہو رہی اور یہ سب امام حسین غریب کے قتل کرنے کے لیے ہو رہا تھا۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے اور عاشورا و محرم دیکھا کہ اعداے دین۔ پتھر مارے تھے۔ تیروں کی بارش ہو رہی تھی تلواریں چمک رہی تھیں اور شمر ولد الحرام خنجر بکف ابا اور ہمارے جد مظلوم کا سر جدا کیا کسی نے لباس اتار لیا۔ کسی نے انگشتری کی خاطر آپ کی انگشت مبارک قطع کی۔

بہر حال جب ابن زیاد سپاہ اسلامی کر چکا تو اس نے منزل نخیلہ پر لشکر جمع کیا۔

کتاب امالی میں شیخ صدوق علیہ الرحمتہ نے لکھا ہے کہ فاقبل عبید اللہ بن زیاد لعنہ بعسکرہ حتی عسکر بالنخلیۃ وبعث الی الحسین ابن علی علیہ السلام رجلا یقال لہ عمر و بن سعد۔ ابن زیاد کوفہ سے باہر آیا نخیلہ کے مقام پر کہ جہاں اس کا لشکر جمع تھا اول اس نے اپنی فوج کا معائنہ کیا پھر سب سے پہلے جسے اس نے امام حسینؑ سے جنگ کے لیے بھیجا وہ عمر بن سعد تھا طبری امالی لکھتے ہیں کہ جب امام حسینؑ کا مختصر سا لشکر یعنی قافلہ منزل قادسیہ سے تین میل دور تھا کہ ابن سعد ملعون کو خبر ملی تو اس نے حُر بن یزید ریاحی کو بر سر راہ امام حسینؑ روانہ کیا کہ وہ سد راہ ہو۔ شیخ علیہ الرحمتہ کتاب امالی میں فرماتے ہیں کہ ابن زیاد نے حُرؑ کو بر سر راہ امام حسینؑ روانہ کیا تھا۔ کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ جب موکب حسینی نے بطن العقبہ سے قدم بڑھایا اور یہ قافلہ منزل اشراف پر پہنچتا۔ شب یہاں پر گزاری امام

حسین علیہ السلام نے اپنے جوانوں کو حکم دیا کہ تمام مشکیزے پانی سے بھر لیے جائیں زیادہ مقدار میں پانی جمع کر لیا جائے چنانچہ پانی ذخیرہ کیا گیا۔ دوپہر کا وقت ہوا لشکر امام حسینؑ میں سے ایک شخص نے صدائے تکبیر بلند کی۔ یعنی اللہ اکبر کہا۔ جب حضرت امام حسینؑ نے صدائے تکبیر سنی تو خود بھی اللہ اکبر کہا۔ اور اس شخص سے تکبیر کہنے کا سبب دریافت کیا تو اس نے عرض کیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قریب ترکوئی نخلستان ہے جو کوفہ کے باغوں میں سے ایک ہے خوشا حال کہ ہم کوفہ کے نزدیک پہنچنے والے ہیں۔ لیکن جب کس قدر فاصلہ طے کیا تو دیکھا کہ وہ نخلستان نہیں ہے بلکہ کوئی لشکر ہے کہ جس کے وہ آثار تھے جو کہ دیکھتے ہیں آرہے تھے حضرت نے سنا اور فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون اس وقت ایک صحابی نے عرض کیا اے ولی بجانب چپ ایسی جگہ ہے کہ جو محفوظ ہے ہم وہاں پر پناہ لیں حضرت امام حسینؑ نے اپنی سواری کا اس طرف رخ موڑا غرض کہ امام حسینؑ نے وہاں پر خیام برپا کیئے اور حضرت کے خیام سے ذرا فاصلہ پر حُر بن یزید ریاحی نے اپنا لشکر وہاں پر ڈالا دوپہر کا وقت ہوا۔ گرم ہوائیں چلنے لگیں لوگوں پہ پیاس کا غلبہ ہوا۔ اس وقت حُر کی زبان بھی خشک ہو چکی تھی۔ اور تمام لشکر پیاسا تھا۔ حُرؑ نے لشکر امام حسینؑ کی آواز دی اور کہا اے جوانو ہمیں پانی پلاؤ۔ پس جیسے ہی حضرت امام حسینؑ نے پانی کا نام سنا اور ملاحظہ فرمایا کہ لشکر پیاسا ہے۔ امام حسینؑ نے یہ خیال نہیں کیا کہ حُر اور اس کا لشکر ہمارا دشمن ہے راستہ روکنے آیا ہے۔ بلکہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب اور اقرباء کو حکم دیا کہ ان کو سیراب کرو۔ چنانچہ مشکیزوں کے دہانے کھول دیئے گئے تمام لشکر اور گھوڑوں کو بھی پانی پلایا۔ اے شیعیو امام حسینؑ کے کرم وجود وسخا کی یہ شان ہے کہ دشمن اور دشمن کی موج کو بھی سیراب کیا۔ لیکن وا حسرتا ایسے کریم وسخی پر کربلا میں ملاعین کوفہ وشام نے تین دن پانی بند رکھا۔ روایت ہے کہ محرم کی ساتویں کو پانی بند ہوا اور تمام کوفی لوگ بچوں کو پیاسا تڑپتے دیکھتے رہے امام حسینؑ کے چھوٹے چھوٹے بچے اور تمام اہل حرم العطش العطش کی آواز بلند کر رہے تھے۔ کتاب الارشاد میں ہے کہ علی بن طعان محاربی کہتا ہے کہ میں حُرؓ کے لشکر کے عقب میں تھا کہ اور ایک ایسا وقت آیا کہ بوجہ شدت پیاس میں اور میرا مرکب (سواری) قریب بہ ہلاکت پہنچے ناگاہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی مجھ پر نظر پڑی میری تشنگی کو دیکھ کر امام عالی مقام نے بلایا یعنی یہاں آ۔ میں گیا اور سیراب ہو کر پانی پیا اور اپنے اونٹ کو سیراب کیا۔ اور یہاں تک امام حسینؑ علیہ السلام نے کرم فرما کر حکم دیا کہ سوکھی مشکیں بھی پانی سے بھر لو اور خود بھی بہ نفس نفیس مشک بھروانے میں مشغول رہے اے شیعیو ایک دن امام حسینؑ پانی پلا رہے تھے اور عاشورا محرم امام حسین پانی مانگ رہے تھے مگر فوج شام وکوفہ میں کوئی ایسا مسلمان نہ تھا کہ جو امام حسینؑ کو پانی پلاتا امام حسینؑ نے شیر خوار بچہ کو ہاتھوں پر بلند کر کے پانی مانگا مگر ظالموں نے ایک جرعۂ آب نہ دیا اور حرملہ بن کامل نے بچہ کو تیر سہ شعبہ سے شہید کیا حالانکہ پانی پر امام حسینؑ کے چار حق تھے یعنی امام حسینؑ چار باتوں کی بنا پہ پانی کے حق دار تھے۔ اب غور طلب یہ امر ہے کہ آیا بنی امیہ نے اور ان کے دوستوں نے حضرت کے حقوق آب ادا کیئے یا نہیں۔ پانی پر حق اول یہ ہے کہ حق اشتراکیت یعنی کہ تمام مخلوق خدا ہر جگہ پانی سے سیراب ہو سکتی ہے۔ ہر ایک نہر سے پانی پی سکتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حق عطا کیا ہے کہ از روئے شریعت نبوی تمام لوگ کسی جگہ بھی نہر جاری ہو پانی پی سکتے ہیں خواہ مالک نہر اذن دے یا نہ دے۔ پانی پینے کی عام اجازت ہے وارد ہوا ہے کہ جاز الشرب من الانہار المملوکہ وان لم

باذن المالک ۔ حق دوم یہ ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات قرار دی ہے کہ ہر ذی روح یعنی کہ جاندار دنیا کے پانی پر حق رکھتا ہے اور انسان ہم بقدر وضو اور غسل پانی استعمال کر سکتا ہے۔ ارشاد فرمایا ہے کہ یلزم التیمم مع الخوف من العطش علی الحیوانات المملوکۃ۔ یعنی کہ اس جگہ نماز کے لیے تیمم جائز ہے کہ اگر حیوان تشنہ یعنی پیاسا ہو یعنی اگر حیوان پیاسا ہے تو اس کو سیراب کرنا ضروری ہے اگرچہ وضو کی بجائے تیمم ہی کرنا پڑے کیونکہ پانی اولاً حیوان تشنہ کام کا حق ہے حق سوئم یہ ہے کہ دوسروں کو سیراب کرنا جیسا کہ امام حسینؑ نے حرؑ کے لشکر والوں کے گھوڑوں اونٹ وغیرہ کو سیراب کیا اور سوکھی مشکیں بھرنے کی اجازت دی اور اس سے قبل بھی صفین کی جنگ میں جب کہ معاویہ نے افواج اسلام پر پانی بند کر دیا تھا۔ مگر جب حضرت امام حسینؑ نے دوبارہ فرات کو معاویہ کے پہرہ دار فوج سے آزاد کرا لیا تو لشکر کوفہ کو سیراب کیا اور پانی پر بندش نہیں لگائی اور ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ قحط آب ہو گیا کوفہ والوں نے حضرت امیرالمومنین کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے حضرت امام حسینؑ سے فرمایا کہ اے حسین باران رحمت کے لیے دعا کرو ابھی دعا ناتمام تھی ہاتھ بلند کئے ہی تھے کہ باران رحمت نازل ہوئی ابر جھوم کر اٹھا برسا اور خوب برسا، اور اہل کوفہ سیراب ہوئے۔ حق چہارم یہ ہے کہ جو تمام حقوق سے افضل ہے وہ یہ کہ نہر ذات خصوصاً اور تمام دنیا کی نہروں کا پانی عموماً حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا حق مہر ہے۔ ان چاروں حق کے پیش نظر امام حسینؑ فوج یزیدی سے پانی مانگ رہے تھے مگر کسی شخص نے ایک قطرہ آب نہ دیا۔ حسینؑ فرما رہے تھے اسقونی شربۃ، اسقونی قطرۃ، مگر کوفیوں نے ایک بوند پانی کی نہ دی، بلکہ بالب تشنہ ذبح کیا۔ مثل گوسفند قربانی سر مبارک جدا کیا۔ امام حسین پر چار جگہ پیاس کا اثر

تھا (۱) لب خشک تھے (۲) تشنگی کی وجہ سے جگر سوختہ تھا (۳) زبان سوکھی ہوئی تھی۔ (۴) گرمی عطش کی وجہ سے آنکھیں میں دھواں معلوم ہوتا تھا۔ اے دوستو اگر کوفیوں نے پانی نہ دیا تو اے محبو آنسو امام حسینؑ کی نذر کرو۔ ابکوا شہیدا بالدماء مرملا بدام بکتہ العین المدثرہ

لشکر ابن زیاد کا حضرت امام حسینؑ کی راہ روکنا

شیخ مفید علیہ الرحمۃ تحریر کرتے ہیں کہ جب حر بن یزید ریاحی نے قادسیہ کے علاقہ میں حضرت امام حسینؑ کی راہ روکی اور کسی طرف نہیں جانے دیا تو امام حسینؑ منزل ذو حسم پر واپس آ گئے نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ حضرت نے حجاج بن مسروق کو جو آپ کے موذن تھے اذان کا حکم دیا جماعت کھڑی ہوئی کہ نماز ادا کریں۔ امام حسینؑ خیمہ سے برآمد ہوئے۔ اور دونوں لشکروں کے درمیان کھڑے ہوئے اول حمد و ثنائے الٰہی بجا لائے اور پھر حرؑ کے لشکر سے مخاطب ہو کر فرمایا ایھا الناس انی لم اتکم حتی اتیتنی کتبکم وقدمت الی رسلکم۔ یعنی اے گروہ مردم میں اپنی خواہش سے تمہارے پاس نہیں آیا ہوں تمہارے خطوط بکثرت میرے پاس آئے تمہارے قاصد میرے پاس پہنچے۔ میں نے تمہاری دعوت پر اس طرف کا رخ کیا ہے اگر میں سچ کہتا ہوں تو تم پر لازم ہے کہ اپنا عہد و پیمان پورا کرو اور میرا ساتھ دو۔ امام حسینؑ کا کلام سن کر وہ سب کے سب خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دے سکے۔ پس اس کے بعد آپ نے اشارہ کیا کہ اقامت کہو امامؑ کی جماعت میں اقامت شروع ہوئی۔ آپ نے حرؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آؤ تو اپنے اصحاب کو نماز پڑھا۔ حرؑ نے عرض کیا کہ اے مولا ہیں آپ پر قربان میں آپ کی اقتداء میں نماز پڑھوں گا اور

سیرا لشکر بھی آپ کی اقتداء میں نماز پڑھے گا چنانچہ دونوں لشکر والوں نے نماز جماعت ادا کی شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ نماز پڑھنے کے بعد دونوں لشکر جدا ہو گئے پھر نماز عصر بھی امام حسین کی اقتداء میں ادا ہوئی۔ حضرت امام حسینؑ نے پھر خطبہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو اگر تم خدا سے ڈرتے ہو اور اہل حق کو پہچانتے ہو تو اس کے نزدیک ہو جاؤ۔ مقابلہ نہ کرو۔ ہم اہلبیتؑ رسولؐ خدا ہیں۔ اور ہم امامت و خلافت کے لحاظ سے سب سے افضل و اعلیٰ ہیں یہاں تمہاری دعوت پر آئے ہیں اس پر حرؒ نے کہا یا بن رسول اللہ ہم نے بخدا آپ کو دعوت نہیں دی ہے۔ اور نہ ہمیں اہل کوفہ کے خطوط ارسال کرنے کی خبر ہے۔ امامؑ نے فرمایا کہ اگر کوفہ والوں میں سے ایک شخص نے بھی خط تحریر کیا تو گویا وہ سارے کوفہ والوں کی طرف سے ہے۔ اس وقت امام حسینؑ نے اپنے اصحاب سے خطوط کی تھیلی منگائی کہ جس میں کوفہ والوں کے خطوط رکھے تھے اور خطوط زمین پر پھیلا دیئے حرؑ نے خطوط ارسال کرنے والوں کے نام پڑھے اور کہنے لگا خدا لعنت کرے ان دغا بازوں پر کہ خود بلایا ہے۔ اور ساتھ نہیں دیئے ہیں تو صرف اس قدر جانتا ہوں کہ مجھے یہاں ابن زیاد نے یہاں بھیجا ہے کہ میں آپ کے ساتھ رہوں یہاں تک کہ آپ ابن زیاد کے پاس کوفہ پہنچیں۔ آپ نے فرمایا کہ الموت ادنی الیك من ذلك۔ اگر مر بھی جاؤں تو ایسا نہ ہوگا کہ میں ابن زیاد لعین کے پاس جاؤں۔ امام حسینؑ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ خیمہ اٹھا ڈالو اس منزل سے کوچ کریں اور فرمایا کہ مدینہ کا رخ کرو اس پر حرؑ خموش رہا تو اس کے لشکر والوں نے حرؑ کو ملامت کی ابن زیاد کو کیا جواب دے گا کہ فرزند فاطمہ کو بجائے کوفہ، مدینہ جانے دیا محاصرہ نہ کیا۔ اس وقت حرؑ نے اپنے لشکر سمیت امام حسینؑ کو مدینہ جانے سے روکا اور مدینہ کی راہ پر رکاوٹ کھڑی کر دی شور

وغل برپا ہوا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ ثکلتك امك ما ترید یعنی تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے تو راستہ مسدود کر رہا ہے اس وقت جب شور وغل برپا ہوا تو اہلحرم گھبرا گئے اور گریہ وزاری کی آوازیں بلند ہو گئیں امام حسینؑ نے فرمایا کہ میں ہرگز ہرگز ابن زیاد کے پاس نہیں جاؤں گا۔ بہتر ہے کہ تو ہمیں کسی اور راستہ پر جانے دے حرؒ نے تمام حالات سے ابن زیاد لعین کو مطلع کیا۔ اس وقت حرؒ نے حضرت کے ساتھ ایک ایسے شخص کو کیا کہ جس نے راستہ کی نشاندہی کی اور حضرت امام حسینؑ اپنے اہلحرم کے ساتھ اس بیابان میں راہ طے کرنے لگے۔ مولف کتاب کہتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اس صحرا میں اپنے حرم محترم کو لیے ہوئے اور چاروں حضرت کے اصحاب و انصار محاصرہ کیے ہوئے ساتھ ساتھ منزل طے کر رہے تھے اور آپ کے اس سفر کی آخری منزل کربلا تھی۔

واقعہ منزل عذیب الہجانات اور لشکر ابن زیاد کی امام حسینؑ پر سخت گیری

ارباب کتب سیر و تاریخ لکھتے ہیں کہ جب حرؒ بن یزید ریاحی نے حضرت خامس آل عباؑ کی راہ روکی اور آپ کو مدینہ نہیں جانے دیا تو حضرت ایک سیدھے راہ یعنی بغیر کسی راستہ کے عذیب الہجانات کی طرف چلے گئے۔ محمد بن ابی طالب موسوی فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ نے ناچار ہو کر اپنے اصحابؓ کی طرف رخ کیا اور فرمایا هل فیکم احد یعرف الطریق علی غیر الجادہ یعنی تم میں کوئی ایسا شخص ہے کہ جو کسی غیر معروف راستے سے واقف ہو طرماح سامنے حاضر ہوئے اور عرض کیا یا بن رسول اللہ کہ میں اچھی طرح یہاں کے راستوں سے باخبر ہوں، اور اس راستہ کے علاوہ اور بھی راستہ

کے علاوہ اور بھی راستہ ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا تم آگے آگے چلو اور ہم عقب میں چلتے ہیں۔ طرماح نے ناقہ اونٹ پر رکھا اور لحن حجازی کے ساتھ مدح مولائے کائنات کرتے آگے آگے چلے۔ حُر ریاحی بھی امام عالی مقام کے ساتھ ساتھ تھا۔ یہاں تک کہ آپ منزل عذیب الہجانات میں وارد ہوئے۔ ابومخنف کہتا ہے کہ وسار حتی وصل عذیب الهجانات واذا اربع نفر قد اقبلوا۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی سواری وہاں پہنچی تو چار اشخاص درمیان راہ حضرت سے ملے۔ ان میں سے ایک ہلال بن نافع مرادی، دوسرا عمرو الصیداوی تیسرا سعید بن ابی ذر الغفاری اور چوتھا عبیداللہ مذحجی تھا۔ ان کے علاوہ اور بھی کچھ لوگ حضرت امام حسینؑ کے لشکر سے ملحق ہوئے ہیں۔ حرؓ نے چاہا کہ ان لوگوں کو ملحق نہ ہونے دے مگر امام حسینؑ نے فرمایا کہ تو نے جو نامہ ابن زیاد کو لکھا ہے اس کے جواب کا انتظار کر۔ اور اگر تو میرے اور ان کے درمیان حائل ہوگا تو پھر تلوار فیصلہ کرے گی غرض کہ مذکورہ چاروں اکابرین کوفہ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دست بوسی بجالائے۔ امام حسینؑ نے ان کو خوش آمدید کہا اور کوفہ کا احوال معلوم کیا۔ انہوں نے کہا مولیٰ۔ ان لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں مگر تلواریں آپ کے خلاف اٹھانے پر کمربستہ ہیں۔ اور ہماری تلواریں آپ کے دشمن کے لیے تیار ہیں آپ نے ان سے سوال کیا کہ میرا قاصد قیس بن مسہر صیداوی کا کیا حال ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ حصین بن نمیر نے اس کو گرفتار کر لیا اور نامہ ابن زیاد کو پہنچایا اور اس نے ان کو قتل کرا دیا۔ امام حسینؑ یہ حال سن کر آبدیدہ ہوئے اور اس آیۂ مجیدہ کی تلاوت کی وَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ۔ (سورۃ الاحزاب آیت ۲۳) یعنی بعض وہ ہیں کہ جو اپنا وقت پورا کر گئے اور ان میں

سے بعض حکم خدا کے منتظر ہیں۔ کتاب لہوف میں ہے کہ منزل عذیب الہجانات میں ابن زیاد کا نامہ حر بن یزید ریاحی کے نامہ کے جواب میں پہنچا جس میں ابن زیاد ملعون نے حرؓ کو ملامت کی تھی کہ تو حسین ابن علیؑ کے ساتھ بحسن سلوک کیوں پیش آیا سختی کیوں نہیں کی اگر وہ کوفہ نہیں آئے تو ان کا محاصرہ برقرار رکھ جدھر جائیں تو ساتھ ساتھ روانہ ہو۔ حرؓ کو جب یہ خط ملا تو اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی وہ نامہ پڑھنے کے لیے دیا۔ بعدہ امام حسینؑ نے چاہا کہ اس منزل سے کسی اور طرف کوچ کریں حرؓ نے ممانعت کی تو حضرت نے فرمایا کیا تو نے نہیں کہا تھا کہ غیر معروف راستہ سے جہاں چاہیں چلے جائیں لیکن حرؓ نے ابن زیاد کے تازہ نامہ کی آڑ لی اور کہا کہ میں یہاں سے نہیں جانے دوں گا۔ آپ نے اسی مقام پر اصحاب واقرباء کو جمع کیا اور کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا اول حمد وثنائے الٰہی بجالائے اپنے نانا پر درود وسلام بھیجا اور پھر فرمایا کہ قد نزل من الامر ما قد ترون کہ اب ہم یہاں تک پہنچ گئے ہیں میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیا ہم سے برگشتہ ہے روایتے ابی مخنف آپ نے حرؓ سے کہا کہ ہم کو اجازت دے کہ ہم غاضریہ چلے جائیں یا بسمت نینوا چلے جائیں حرؓ نے کہا کہ اے حسین ابن علی آپ مجھ سے خطاب فرماتے ہیں ابن زیاد کے جاسوس موجود ہیں۔ آپ مجھ سے یہ گفتگو کیوں کرتے ہیں اس پر اصحاب نے جب اہل کوفہ کی یہ بے رخی دیکھی تو سپاہ حق میں جوش پیدا ہو گیا۔ مجالس وہلال وغیرہ مخالفین سے قتال پر آمادہ ہو گئے۔ اے حسینؑ ہم آپ پر قربان ہیں اجازت دیجئے کہ ان کو تلوار سے جواب دیں حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ میں اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ ہماری طرف سے قتال شروع ہو اس وقت اہل حرم میں شور گریہ بلند ہوا اور حضرت علی اکبرؑ، حضرت قاسمؑ، حضرت عباسؑ خیام اہل حرم میں گئے اور تسلی وتشفی دی اور

پھر روز عاشورا ء محرم تک جوانان بنی ہاشم مخدرات عصمت و طہارت کو تسلی و تشفی دیتے رہے۔ لیکن واحسرتا روز عاشورا ء جب امام حسینؑ شہید ہو گئے تو اعدائے دین نے سیدانیوں کی چادریں چھین لیں سکینہ خاتون کے گوشوارے چھین لئے اور سکینہ خاتون کو طمانچے مارے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

حضرت امام حسینؑ کا عبداللہ بن جعفر جعفی سے نصرت طلب کرنا

الشیخ مفید نے ارشاد میں لوط بن یحیٰ نے مقتل میں اور معین الدین نے روضۃ الشہداء میں اور شیخ ابن نما نے میں واقعہ کو تحریر کیا ہے کہ جب حر ریاحی نے اپنے لشکر کے ساتھ حضرت امام حسینؑ پر سخت گیری کی۔ اور راستہ روکا اور منزل عذیب الہجانات سے نہ جانے دیا۔ اس وقت حضرت امام حسینؑ کی نظر ایک خیمہ پر پڑی جو ایک بلندی پر نصب کیا گیا تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ خیمہ کس نے نصب کیا ہے۔ کس کا یہ خیمہ ہے لوگوں نے بتلایا کہ یہ خیمہ عبداللہ بن حرؒ جعفی کا ہے جو اکابرین کوفہ سے ہے۔ عبداللہ جعفی نے جب کوفہ کو پر آشوب دیکھا اور ابن زیاد کے مظالم دیکھے تو اس نے صحرا کا رخ کیا اور یہاں پڑاو ڈالا ہے۔ امام حسینؑ نے حجاج بن مسروق جعفی کو اس کے پاس بھیجا کیونکہ وہ ان کا ہم قبیلہ تھا۔ حجاج بن مسروق پہنچے اور اسلام کے بعد کہا کہ تم کو فرزند رسول الثقلین امام حسینؑ یاد فرماتے ہیں۔ حجاج نے کہا میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ اہل کوفہ نے امام حسینؑ کو قتل کر دیا ہوگا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ میں حسینؑ ابن فاطمہؑ کے قاتلوں میں شمار نہ ہوا۔ اس خیال سے میں کوفہ سے نکل رہا تھا۔ اور اس نے حاضر خدمت ہونے میں تقصیر کی۔ حجاج بن مسروق نے آکر

واقعہ بیان کیا پس فقام الحسینؑ فجاء حتیٰ دخل علیہ۔ حضرت امام حسین بہ نفس نفیس عبداللہ کے خیمہ کی طرف چل دیئے۔ جب آپ در خیمہ پہ پہنچے سلام کیا اور وسط خیمہ میں رونق افروز ہوئے اس وقت عبداللہ باخلاص پیش آیا روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے ارشاد فرمایا کہ اے عبداللہ تیرے شہر کے معروف لوگوں نے مجھے خطوط ارسال کئے اور میں آپ یہاں آیا ہوں تو کوفہ جانے سے روکا جا رہا ہے۔ کتاب امالی میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اے عبداللہ تو خود بھی واقف و آگاہ ہے اگر تو چاہتا ہے کہ روز قیامت میرے جد امجد محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تیری شفاعت کریں۔ تو تجھے چاہتے کہ تو میری نصرت و یاوری کرے تاکہ دل خدا تجھ سے خوش ہو عبداللہ نے کہا کہ میرا یقین ہے کہ آپ کی متابعت کلید جنت ہے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ شہید کر دیئے جائیں گے کیونکہ کوفیوں کو آپ سے عداوت ہے روضۃ الشہداء میں یہ بھی مرقوم ہے کہ اس نے ایک گھوڑی پیش کی۔ جو کہ ملحفہ کے نام سے معروف تھی اور خود ہم کاب ہونے سے گریز کی امام علیہ السلام نے اس وقت ایک آہ سرد کھینچی اور مادیاں قبول نہیں کی۔ اور فرمایا کہ میں اس طمع سے تیرے پاس نہیں آیا تھا۔ بلکہ یہ امید تھی کہ تو میری نصرت یاوری کرے گا دشمنوں کو مجھ سے دور کرے گا۔ اور جب آپ اس کے خیمہ سے باہر تشریف لائے تو اس آیہ مجیدہ کی تلاوت فرمائی۔ وما کنت متخذ المضلین عضد جب آپ اپنے خیام کے نزدیک پہنچے تو خیام اہلبیتؑ سے گریہ و زاری کی آوازیں بلند ہوئیں کہ وائے بیکسی حسینؑ اے مولا کاش کہ ہم آپ کے شیعہ کربلا میں ہوتے تو آپ کی نصرت و یاوری کرتے یالیتنی کنت معک فافوز امعک فوزاً عَظِیمًا آج شیعیوں کے گھر گھر آپ کی عزا ہو رہی ہے۔ واحسیناہ کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں اور آپ

کی صدائے العطش آج بھی گوش زد ہو رہی ہے لیتکم فی یوم عاشورا جمیعا تنظرونی کیف استقی لطفل فابوا ان یرحمونی ۔ جیسے ہی عبداللہ بن حر جعفی کو امام حسینؑ کی شہادت کی خبر پہنچی اس نے افسوس اور ندامت سے اپنا سر نیچا کر لیا اور کف افسوس ملنے لگا کہا کاش میں حسینؑ کی نصرت سے روگردانی نہ کرتا اور یہ اشعار پڑھنے لگا ؎

فیالک حسرۃ مادمت حیا تردد بین صدری والتراق
حسین حیث یطلب نصر مثلی علی اہل العداوۃ والنشقاق
مع ابن المصطفی روحی فداہ فویلی یوم تودیع الفراق
فلوانی اواست بنفسی لیلت الفوز فی یوم التلاق
لقد فاز الذی نصر واحسینا وخاب الاٰخرون ذوی النفاق

ترجمہ منظوم بزبان فارسی از ابو المؤید مکی ؎

زہی حسرت کہ چوں شاہ شہیداں افتی قدم در رہ بیاری
چرا ہمراہ آنحضرتؐ نرفتم نورزیدم طریق حق گذاری
اگر در گر بلا میگشتم آنروز شہید راہ حق درد و سقداری
بسی بودم بفردائے قیامت مرا از لطف او امیدوارے
کنون او رفت و من از روی تقصیر بماندہ در مقام شرمسارے
خوشا آنکسکہ در راہ شاہ دین نمود نذا نذر رکابش جانثارے

بعض حضرات نے اس واقعہ کو قصر بنی مقاتل، اور بعض نے منزل رہیمیہ اور بعض نے منزل قطعطانیہ سے متعلق ذکر کیا ہے۔ لیکن اقوی یہ ہی ہے کہ یہ واقعہ منزل قصر میں پیش آیا ہے۔ اور کتاب ریاض الاحزان میں اسی طرح مرقوم ہے۔

امام حسین علیہ السلام کا سفر عراق میں چند افراد سے نصرت طلب کرنا

جب حضرت امام حسینؑ مکہ سے عازم سفر ہوئے ہیں بعلم امامت جانتے تھے کہ میں کوفہ نہیں پہنچ سکوں گا۔ اور آخرکار شہید کیا جاؤں گا آپ نے اتمام حجت کے لیے بعض سرکردہ لوگوں سے نصرت و یاوری طلب کی اور اس طرح یہ سلسلہ شروع ہوا کہ۔

نصرت اول :- اپنے اصحاب و انصار سے طلب کی تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ حسینؑ کسی دنیاوی جنگ کے لیے نہیں جا رہا ہے بلکہ بقائے دین و شریعت محمدی مدنظر ہے اور یہ اس طرح ممکن ہے کہ ہم جام شہادت نوش کریں چنانچہ آپ نے اپنے اصحابؓ سے ارشاد فرمایا من کان باذلا فینا مھجتہ و موطنا علی لقاء اللہ نفسہ فلیرحل معنا فانی راحل مصبحا انشاء اللہ تعالیٰ۔ یعنی کہ جو کوئی اس امر کی خواہش رکھتا ہے کہ وہ ہم اہلبیت رسالت کے ساتھ بخشش و عطا کرے اور آرزوئے حصول رضاء خدا کرے وہ دل میں یقین رکھے کہ ہم کل یہاں سے کوچ کرنے والے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

نصرت دوم :- جب کہ آپ مکہ سے باہر تشریف لائے پہلی ہی منزل میں اشراف اربعہ یعنی عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن جعفرؓ، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر سے نصرت طلب کی۔ لیکن سب نے عذر پیش کیا اور حضرت عبداللہ بن جعفر طیار نے اپنے دو بیٹے آپ کے ہمراہ کر دیئے اور فرمایا کہ انی الحق بکم اور بعد انفراغ مناسک حج میں خود بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔

نصرت سوم :- زہیر بن قین بجلی سے طلب کی اور انہوں نے امام حسینؑ کی معیت میں جہاد کر کے جام شہادت نوش کیا۔ اور بھی بعض لوگوں سے مدد طلب کی مگر انہوں نے معذرت کی اور سب سے زیادہ عبداللہ بن حُر الجعفی سے نصرت کا سوال کیا۔ لیکن اس نے نصرت کرنے سے گریز کی۔

نصرت چہارم :- علامہ مجلسیؒ نے بحار الانوار میں لکھا ہے کہ عمرو بن قیس نامی مشرقی کہتا ہے کہ میں اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ منزل قصر بنی مقاتل میں تھا۔ کہ حضرت بادشاہ دین و دنیا امام حسینؑ عالیمقام بھی اپنے قافلہ کے ساتھ اس منزل میں پہنچے۔ میں نے حضرتؑ کے چہرہ مبارک پر نظر کی میں نے آپ سے سوال کیا کہ مولا ریش مبارک پر خضاب ہے یا کچھ اور رنگ ہے آپ نے فرمایا کہ رنگ خضاب ہے تمام بنی ہاشم میں مجھ پر پیری کے آثار جلد ہی نمایاں ہو گئے۔ اے شیعو وہ وقت یاد کرو کہ جب ابن زیاد ملعون کے دربار میں عمر ابن سعد لعن نے امام حسین علیہ السلام کا سر بریدہ پیش کیا تو آپ کی ریش مبارک خون سے خضاب ہو رہی تھی۔ غرض کہ پھر عمرو بن قیس کہنے لگا کہ حضرت نے فرمایا جئتما لنصرتی کیا تم دونوں میری نصرت کے لیے آئے ہو۔ بائے مظلومیت و غربت امام حسین وہ کہنے لگا کہ ہم آپ کی مدد و یاوری کے لیے نہیں آئے ہیں۔ ہم ضعیف ہیں اور بال بچوں والے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہاں سے دور چلے جاؤ ایسا نہ ہو کہ میری صدائے استغاثہ سنو اور مدد نہ کرنے پر مغضوب خدا قرار پاؤ۔

نصرت پنجم :- ہرثمہ بن مسلم سے مدد مانگنا لکھا ہے اس نے حضرت امام حسینؑ کے جواب میں کہا کہ خلفت صبیۃ اخاف علیھم ابن زیاد لعنہ کہ کوفہ میں میری ایک صغیر سن بیٹی ہے میں اس کے بارے میں ابن زیاد سے

خائف ہوں واحسرتا اسے کیا معلوم نہ تھا کہ حسینؑ کے ساتھ بھی کم سن بیٹی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دور چلا جا ایسا نہ ہو کہ میری غریبی کی آواز تیرے کان تک پہنچے۔

نصرت ششم :- حُر ریاحی کے لشکر سے بھی نصرت طلب کی ہے اس موقعہ پر کہ جب اس کا لشکر حضرت امام حسینؑ کے قریب پہنچا ہے اور اس نے اپنے لشکر کے ساتھ امام عالی مقام کی اقتداء میں نماز ادا کی ہے لیکن حُر نے یہ کہہ کر نصرت سے انکار کیا کہ میں ابن زیاد کی طرف سے اس امر پر مامور ہوں کہ آپ کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لے جاؤں۔

نصرت ہفتم :- کربلا پہنچنے کے بعد محرم کی چھٹی شب آپ نے تنہائی میں عمر بن سعد سے گفتگو کی ہے اپنی قرابت اس کو یاد دلائی۔ اور فرمایا اے عمر بن سعد تجھے خدا کا خوف نہیں ہے کہ میرے قتل پر آمادہ ہے اور میرا اس بیابان میں گھیراؤ کیا ہے لیکن عمر بن سعد بے حیا نے کہا کہ میں ابن زیاد سے ڈرتا ہوں اے مومنو کیا یہ ظلم کم ہے کہ ابن زیاد سے تو خوف ہے مگر خدا اور رسول کا بالکل لحاظ نہیں ہے۔ ہم اس مقام حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ایک روایت پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ مروی ہے کہ سلمان فارسیؓ ایک روز خدمت امام حسینؑ میں آئے کہ اس وقت حضرت امام حسینؑ کی عمر چار سال کی تھی اور ایک گوشہ میں بیٹھے رو رہے تھے۔ سلمانؓ نے عرض کیا رونے کا کیا سبب ہے؛ فرمایا اے سلمانؓ آج جبرئیل امین میرے نانا کے پاس آئے اور ان کو میری شہادت کی خبر دی۔ اور فرمایا کہ میرا سر بھی جدا ہوگا اور عزیز و اقرباء بھی جام شہادت پئیں گے سلمانؓ نے کہا کہ پھر شہید ہونے کی وجہ سے رو رہے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ اے سلمانؓ میرے رونے کی یہ وجہ ہے کہ میرے بعد میرے اہلبیتؑ کو دشمن رسن بستہ

دربار کوفہ و شام لے جائیں گے۔

نصرت ہشتم:۔ جب جناب حبیب ابن مظاہرؑ کو امام حسینؑ نے اذن جہاد دیا اور آپ فوج اعداء کے مقابل گئے تو آپ نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا اے میرے قبیلہ والو۔ دیکھ رہے ہو کہ حسین فرزند علی و بتول نواسہ رسول خدا نرغہ میں ہے اور تم نصرت کرنے کی بجائے اس پر نرغہ کر رہے ہو۔ آپ کے گرد کچھ لوگ جمع ہوئے تھے کہ ارزق شامی نے ان کو پراگندہ کر دیا۔

نصرت نہم:۔ جب امام حسینؑ بعد نماز ظہر تنہا رہ گئے تمام یاور و انصار مقتل میں موت کی نیند ہو گئے تب امام حسینؑ نے استغاثہ بلند کیا۔ ھل من ناصر ینصرنی ھل من معین یعیننی ھل من مجیر یجیرنی۔ مروی ہے کہ سب سے پہلے آواز استغاثہ پر خداوند عالم نے لبیک کہا۔ بعدہ تمام ملائکہ نے لبیک کہا۔ تیسرے تمام انبیاء و مرسلینؑ کی ارواح طیبہ نے لبیک کہا۔ اور ان کے بعد تمام ذوات عالم سے لبیک کی آواز آئی اور جنات صف بستہ مدد کے لیے آئے۔ اور ہمارے بیمار امام زین العابدین علیہ السلام نے بھی لبیک کہا۔ شاہزادہ علی اصغر نے زبان بے زبانی سے لبیک کہا۔ عبداللہ گیارہ سالہ پسر امام حسن مجتبےٰ نے لبیک کہا اور آپ کے چہار سالہ پسر عبداللہ نے لبیک اور حضرت زینب بے کس نے لبیک کہا حضرت سید سجاد نے نصرت کے لیے اس وقت قدم بڑھایا کہ حضرت امام حسینؑ اہلحرم سے رخصت ہو چکے تھے علی اصغرؑ نے لبیک کہی اور تیر ظلم کا نشانہ بنے عبداللہ نے اس وقت لبیک کہی کہ جب آپ گھوڑے سے زمین پر گرے اور یہ چار سالہ بچہ شہید ہوا حضرت زینبؑ نے بھی لبیک کہی کہ جب حضرت امام حسینؑ خاک پر پڑے ہوئے تھے

جبرئیل اس وقت آئے کہ جب سر امام حسینؑ نیزہ پر بلند تھا اور فاطمہؑ زہرا اس وقت کربلا میں پہنچیں کہ جب ساربان ملعون نے آپ کے ہاتھ قطع کیے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

امام حسینؑ کا سفر میں اپنی سواری پر خواب دیکھنا

شیخ مفید علیہ الرحمۃ کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ جب امام حسین نے قصر بنی مقاتل سے کوچ کرنا چاہا تو اپنے اصحاب و انصار سے فرمایا کہ اے جوانوں پانی بھر لو۔ فارتحلوا من قصر بنی مقاتل یعنی قصر بنی مقاتل سے کوچ کر و۔ عقبہ بن سمعان کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت امام حسینؑ کچھ راہ طے کی تھی کہ حضرتؑ نے نہایت غم و الم کے ساتھ سر اٹھایا۔ اور اس وقت آپ سواری پر ہی نیند کے عالم میں تھے فخفق الحسین خفقۃ و ھو علی ظھر فرسہ یعنی ناگاہ فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون والحمد للہ رب العالمین یہ کلمات تین چار مرتبہ دہرائے۔ علی ابن الحسینؑ آگے بڑھے اور عرض کیا بابا جان ابۃ قد حمدت واسترجعت۔ آخر آپ نے کیا دیکھا کہ کلمۂ استرجاع اور حمد باری تعالےٰ زبان پر جاری کیا۔ فرمایا اے فرزند میں نے ابھی سواری پر خواب دیکھا ہے۔ کہنے والا کہتا ہے۔ القوم یسرون والمنایا یسر معھم۔ یعنی کہ یہ لوگ سفر کر رہے ہیں اور موت ان کے ساتھ ساتھ سفر کر رہی ہے۔ حضرت علی اکبرؑ نے سوال کیا لا اداک اللہ سوء الستنا علی الحق۔ اے بابا جان کہ اللہ نے یہ نشان دہی موت کی ہے کیا ہم حق پر نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا ہم حق پر ہیں اور حق ہمارے ساتھ ہے اس پر حضرت علی اکبرؑ نے عرض کیا بابا پھر ہمیں موت کا کیا اندیشہ، موت کا کیا خوف

جب کہ ہم حق پر ہیں اور حق ہمارے ساتھ ہے حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ واللہ انس بن ابی طالب بالموت من ثدی امہ یعنی میں موت کو دوست رکھتا ہوں اور اس قدر دوست رکھتا ہوں کہ پستان مادر سے زیادہ اور مادر گرامی فاطمہ زہراؑ نے اپنے باباجان کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں اے بیٹی تم عنقریب میرے پاس پہنچو گی پھر امام حسینؑ نے تمنا موت کی جناب زینبؑ خاتون نے بھی تمنائے موت کی ہے۔ جب علی اکبرؑ نے یہ سب کچھ سنا تو سر جھکا لیا۔

امام حسینؑ کا دوران سفر راہ کربلا اختیار کرنا

روضۃ الشہداء میں ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ کوفہ کے قریب پہنچے حر ریاحی ایک ہزار سواروں کا دستہ لے کر قریب قافلہ امام حسینؑ آگیا اور امام حسینؑ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر ابن زیاد ملعون کا نامہ پیش کیا جو اس نے حر ریاحی کو لکھا تھا کہ اے حر ریاحی جس جگہ بھی تجھے یہ نامہ ملے تو حسین بن علیؑ کو ایسی جگہ ٹھہرا کہ جہاں پانی اور سبزے کا نشان نہ ہو۔ جب امام عالی مقام نے ابن زیاد کا یہ نامہ پڑھا حرؓ نے کہا اے مولا ابن زیاد نے کس قدر مجھے تاکید کی ہے میں کیوں کر اس پر عمل کروں اس وقت حرؓ نے اپنی فوج علیحدہ ہو کر امام حسینؑ سے عرض کیا کہ حرؓ کے ہاتھ قطع ہو جائیں اگر میں آپ پر تیغ کھینچوں۔ میری آنکھوں کی تنہائی زائل ہو جائے اگر میں سخت نگاہ سے آپ کو دیکھوں۔ اے مولا میں نے جب کہ فوج کی سالاری کے لیے اپنی منزل سے قدم نکالا تو مجھے ہاتف غیبی کی ندا آئی تھی کہ اے حرؓ تجھے بہشت کی بشارت ہو آپ شب کے وقت کس طرف نکل جائیے۔ صبح کو جب حرؓ بیدار ہوا تو اس نے دیکھا

کہ آپ کا قافلہ کسی دوسری طرف کوچ کر چکا ہے۔ حضرت امام حسینؑ اس منزل سے روانہ ہوئے اور آخر کار ایک جگہ پہنچ کر آپ نے قدرے قیام فرمایا اور دریافت کیا کہ اس زمین کا کیا نام ہے اصحاب نے بتلایا کہ اس کو ارض الماریہ کہتے ہیں یعنی اس زمین کا نام ماریہ ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کیا کوئی اور نام بھی ہے۔ اصحاب نے عرض کیا کہ اس کو شاطی العرب بھی کہتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کوئی اور نام بھی ہے تو اصحاب نے عرض کیا کہ اس زمین کو کربلا بھی کہتے ہیں۔ پس جیسے ہی آنحضرت نے کربلا کا نام سنا فرمایا بہت خوب ہم اپنی منزل پر پہنچ گئے۔

وجہ تسمیہ کربلا اور امام حسینؑ کا کربلا کو آخری منزل قرار دینا

کتاب اسرار الشہادۃ میں مرحوم السید تحریر کرتے ہیں کہ جب حضرت خامس آل عبا امام حسین علیہ السلام کربلا کی سرزمین پر پہنچے تو جبرئیل آمین نازل ہوئے اور آپ کی رکاب تھام کر عرض کیا اے فرزند رسول خدا اور اے نور نظر علی مرتضیٰ اس زمین سے بلا وابستہ ہے۔ اسے کربلا کہتے ہیں کربلا کی زمین ہی مقام نزول ملائکہ مقربین ہے۔ اس زمین پر فیضان الٰہی ہوتا ہے عالم ذر میں خداوند عالم نے آپ کے لیے شربت شہادت نوش کرنا لکھا ہے آپ اسی زمین پر جام شہادت پئیں گے۔ بس یہی آپ کی آخری منزل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں اے جبرئیل روز دہم یعنی عاشور محرم کو ہم اپنا وعدہ پورا کریں گے۔ اور اے جبرئیل بھی لکھا جا چکا ہے کہ میرے اعزا و اقربا۔ اکبرؑ و عباسؑ قاسمؑ عون و جعفر یہاں شہید ہو گئے اور میرے اہل حرم یہاں رسن بستہ ہو گئے۔ میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں میں عزیز و برادران اور یاور و

والفصار سب حاضر ہیں۔ اس گفتگو کے بعد حضرت جبرئیل بطرف آسمان پرواز کر گئے محرم کا چاند سفر کے دوران دیکھا دوسرے تاریخ کی آپ وارد کربلا ہوئے اور دسویں محرم کو گھوڑے سے اسی زمین پر نیچے تشریف لائے۔

مجالس المومنین میں ہے کہ لفظ کربلا لفظ کربلا سے مشتق ہے اور کربلا کے معنی ہیں رخاوہ اور رخاوہ، رخاوت سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں سستی ڈھیلا پن چونکہ پہلے زمانہ میں جس قدر انبیاء مرسلین کا بیان گزرا ہے ان کے قدم یہاں پہنچ کر سست ہو گئے۔ اور اس زمین پر بیٹھ کر حضرت امام حسین پر گریہ کیا ہے کیونکہ خداوند عالم نے ان کو بذریعہ وحی واقعہ شہادت کی خبر دی ہے عالم مثال میں واقعہ کربلا دکھایا ہے۔ کربلا کے معنی پاک کرنا بھی وارد ہوئے ہیں یعنی جب سے یہ زمین ہے پاک ہے اور ہر ایک ناپاک کو پاک کرنے والی ہے۔ اسی لیے اس کو کربلا کہتے ہیں چونکہ یہاں گھاس زیادہ اگتی تھی کہ جسے گھوڑے کھاتے ہیں لہٰذا اس زمین کو کربلا کہنے لگے۔ لیکن کربلا کا لفظ دو لفظوں سے مرکب ہے یعنی کرب و بلا سے کثرت استعمال سے کربلا مشہور ہو گیا ایک یہ وجہ بھی ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ کے دریافت کرنے پر یہ نام بتلایا گیا کہ یہ زمین کربلا ہے تو حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ ھذہ ارض کرب و بلا یعنی کہ یہ زمین غم و ہم و بلا ہے یعنی نام کی جگہ نہیں ہے۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ حضرت کا گھوڑا کہ جس پر آپ سوار تھے۔ زمین کربلا پہ پہنچ کر قدم بمشکل تمام بڑھا سکا۔ امام حسینؑ نے دیکھا کہ گھوڑا اب قدم نہیں اٹھاتا تو آپ نے دوسرا گھوڑا بدلا۔ فلم یزل یرکب فرسا فرسا حتی رکب ستۃ افراس۔ یعنی حضرت امام حسینؑ نے یکے بعد دیگرے چھ گھوڑے بدلے۔ لیکن گھوڑے

نے قدم نہیں اٹھایا اس وقت حضرت نے اپنے اصحاب کی طرف رخ کر کے فرمایا۔ یہ کون سی زمین ہے۔ اصحاب نے عرض کیا کہ اسے عناصر یہ کہتے ہیں اسے شاطی الفرات بھی کہتے ہیں۔ اور کہا اسے کربلا بھی کہتے ہیں۔ کربلا کا نام سن کر آپ نے ایک آہ سرد بھری۔ اور گریہ فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ واللہ ارض کرب و بلا درست نام ہے۔ فرمایا کہ واقعاً ہم یہاں ہی قتل ہو گئے۔ ہمارے اہلبیت اسی زمین پر رسن بستہ کئے جائیں گے اور ہمارے اہلبیت کی چادریں اسی زمین پر اتاری جائیں گی ہمارے بچے اسی زمین پر قتل ہو گئے فانزلوا نیابا کرام فھیھنا محل قبورنا۔ اے جوانوں گھوڑوں سے اترو کہ ہماری آخری منزل آگئی۔ اسی زمین پر ہمارا خون بہایا جائے گا اور یہی زمین ہے کہ جہاں ہماری قبریں ہوں گی دوستو! خیام اہلبیتؑ نصیب کرو اس وقت چہرے زرد ہو رہے تھے راہ کی گرد پڑی ہوئی ہے چنانچہ حضرت امام حسینؑ نے رکاب سے قدم نکالا۔ گھوڑے سے اترے۔ ایک دن گھوڑے اترے تو رکاب تھامنے والے سب کے سب موجود تھے۔ لیکن روز عاشورا محرم ہنگام عصر جب امام رخصت آخر کے لیے خیمہ میں آئے اور اہلحرم سے رخصت ہوئے تو ذوالجناح در خیمہ پر موجود تھا۔ مگر کوئی رکاب توسن تھامنے والا نہ تھا بہر حال آپ وارد کربلا ہونے پر گھوڑے سے اترے۔

ہوا زیاد مخالف چو تیر کون گردید — عزیز فاطمہؑ از اسپ سرنگوں گردید
شفیع روز قیامت بخاک مسکن کرد — زمین ماریہ را رشک دست این کرد
کسی نبود ببالین آن امام زمن! — زمین گرفت سر بیکی اش بر دامن

السید نے لہوف میں لکھا ہے کہ عبیداللہ ابن زیاد ملعون کا خط حرؑ ریاحی

منزل عذیب الہجانات میں ملا تھا۔ جس میں اس نے لکھا تھا کہ اے حر تو کس لیے حسینؑ ابن علیؑ کے ساتھ خوش سلوکی سے پیش آیا ہے۔ ابن زیاد نے اس کو ملامت بھی کی تھی اس کی سختی کا یہ نتیجہ نکلا کہ امام حسینؑ صحرا بیابان میں چلتے چلتے کربلا کی سرزمین پر پہنچ گئے۔ محرم کی دوسری تاریخ تھی کہ آپ نے کربلا کو اپنی آخری منزل بنایا۔ اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا آپ نے اولاً اس زمین کے نام دریافت کئے اور کربلا کا نام سن کر گھوڑے سے اترے اور خیام نصب کرنے کا اصحاب کو حکم دیا چنانچہ خیام فرات کے کنارے نصب ہوئے

خبر شہادت امام حسینؑ سن کر زینبؑ خاتون کا بیقرار ہونا

• مرحوم السید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ حضرت زینبؑ نے دیکھا کہ حسین خاک پر بیٹھے ہیں اس وقت آپ نے اپنے بھائی حسینؑ کی باتیں سنیں تو پریشان ہوا اور فرمایا فقالت یا اخی هذا الکلام من ایقن بالقتل اے بھائی میں تمہاری باتوں سے یہ سمجھ رہی ہوں کہ تم قتل ہو گئے۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے بہن ایسا ہی ہوگا ہے

وہ چارہ جز کشتہ شدن ندارم   درہمیں خاک شوم کشتہ شمشیر جفا

ایک آہ سرد بھری اور کہا واحسرتا حسینؑ اپنے قتل کی خبر دے رہے ہیں کاش آج میری فاطمہؑ زندہ ہوتیں۔ کاش آج میرے بابا اور بھائی حسن زندہ ہوتے کاش میرے نانا زندہ ہوتے۔ تو مجھے یہ روز یہ دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ جب اہلحرم نے یہ سنا تو شور و گریہ بلند ہوا۔ ام کلثوم غش کر گئیں جب ہوش آیا تو کہنے لگی ہائے

اتنی جلدی حسینؑ قتل ہو جائیں گے۔ زینب خاتون اس قدر روئیں کہ روتے روتے غش آگیا امام حسینؑ بہن کی بالیں پر تشریف لائے اور فرمایا اے بہن زینب تم تو صابرہ کی بیٹی ہو۔ زینبؑ ہوش میں آئیں تو پھر آہ وزاری زینب خاتون نے اپنا گریبان چاک کیا۔ روتی تھیں پیٹتی تھیں ایک وہ وقت آیا کہ زینب بے کس نے دیکھا کہ شمر ولدالحرام نے پس گردن سے سر مبارک جدا کیا لیکن زینبؑ کیا کرتیں میرا خیال ہے کہ نجف کو رخ کر کے فریادی ہوگی۔

روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے شہر بانو کو سامنے بلایا۔ اور فرمایا کہ اے بانوئے حزیں میری تجھ سے یہ وصیت ہے کہ جب تو مجھے گھوڑے سے زمین پر دیکھے اور شمر میرا سر جدا کرنے آئے اس وقت اے بانو تو اپنا سر برہنہ نہ کرنا چادر سر سے نہ آتارنا اس وقت تمام اہلحرم نے بہ گریہ وزاری کہا اے فرزند خاتم النبین آپ ہمیں اپنی شہادت کی خبر دے رہے ہیں واہ حسیناہ واہ محمداہ کی صدائیں بلند ہوئیں۔ مولف کتاب مرحوم صدرالدین فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ روز ورود کا ہے یعنی یہ دوسری محرم کا واقعہ ہے لیکن مرحوم السید اور شیخ فخرالدین نے اس کو شب عاشوراء محرم کا واقعہ بتلایا ہے۔ اس میں یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ واقعہ دو مرتبہ رونما ہوا ہے۔

علامہ مجلسیؒ نے مناقب میں تحریر فرمایا ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ وارد زمین کربلا ہوئے ہیں آپ نے ایک نامہ سلیمان بن صرد خزاعی کے نام ارسال کیا جس کا مضمون یہ ہے کہ اے سلیمان تم نے مجھے خطوط ارسال کئے اور مجھ سے گزارش کی کہ میں کوفہ پہنچوں۔ اب صورت یہ ہے کہ میں مدینہ سے یہاں پہنچ گیا ہوں اور اعداء دین نرغہ کئے ہوئے ہیں۔ دشمنوں میں گرفتار ہوں اگر تم اپنے عہد کو پورا کرو اور

میری نصرت کرو تو تم نے مروت و محبت کا ثبوت دیا ورنہ نہیں۔ کوفہ والوں نے
میرے پسر عم مسلمؑ کو قتل کر ڈالا اگر تم میری یاوری کرو بہتر ہے ورنہ جو میرے حق میں
مرضی الٰہی ہو الرضا بقضاء اللہ باب اللہ الاعظم ۔ میں اپنے قدموں
پر کھڑا ہوں اور خدا کی رضا و قضا کا منتظر ہوں۔

امام حسینؑ کا اپنے اصحاب کو شہادت کی خبر دینا

کتاب جلاء العیون میں مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ علیہ السلام نے
زمین کربلا پر پہنچنے کے بعد اپنے اصحاب کو جمع کیا اور خطبہ ادا کیا اور اپنی شہادت
کی خبر دی مرحوم الشہید لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ یعنی اصحاب کو خبر شہادت دینا کربلا پہنچنے
سے پہلے کا ہے۔ مضمون خبر شہادت یہ ہے کہ اے میرے دوستو! میرے اصحاب
ہمارا کام یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ ہم کربلا پہنچ گئے ہیں ہم دیکھ رہے ہیں کہ دنیا نے
کہ ہم سے منہ پھیر لیا ہے۔ حق کو چھوڑ کر لوگ باطل کا ساتھ دے رہے ہیں بس یہ
یقین کر لو کہ ہم مشتاق رضائے خدا ہیں اور شہادت ہماری میراث ہے اس وقت
سب سے پہلے زہیر بن قین بجلی اپنی جگہ کھڑے ہوئے اور حضرت امام حسینؑ کی
خدمت میں عرض کیا یا ابن رسول اللہ سمعنا مقالتك ولو كانت الدنيا
لنا باقية وكنا فيه مخلدين لا ثرنا النهوض معك على الاقامة
فيها ـــــ اے مولا ہم آپ کے قدم مبارک کی خاک پر قربان ہوں۔
اگرچہ دنیا فانی ہے اور اس میں زندہ رہنا کوئی معنی نہیں رکھتا لیکن بفرض محال اگر
دنیا ہمیشہ باقی رہے تب بھی ہم آپ کی خدمت سے علیحدہ نہیں ہوں گے اور آپ
ہی خدمت میں رہ کر بقاء الٰہی حاصل کریں گے۔ پھر ہلال بن نافع البجلی کھڑے

ہوئے اور عرض کیا کہ اے مولا ہم ہرگز بھی آپ سے جدا نہیں ہوں گے یہاں
تک کہ ہم جام شہادت نوش کریں۔ بریر بن خضیر ہمدانی کھڑے ہوئے اور اپنی نصرت دیادری
اسی طرح اور اصحابؓ نے بھی جام شہادت پینے کا عزم ظاہر کیا امام حسینؑ نے
ان کو دعاء خیر دی۔ اے شیعو۔ کربلا میں جو مصائب امام حسینؑ پر پڑے ہیں ان کا
تصور رونے کے لیے کافی ہے کہ فرزند رسول خدا اور نور نظر علی و فاطمہؑ کربلا میں عالم
غربت میں پھنسا ہوا ہے واحسرتا حسین کجا اور یہ عالم غربت کجا۔

بروایت مناقب یہ بھی پایا جاتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے اپنی اولاد اقارب
اور اپنے برادران کو جمع کیا۔ جن میں سات آٹھ سال کے بچے اور تیس تیس سال
کے جوان شامل تھے ایک مرتبہ امام حسینؑ نے ان سب پر نظر ڈالی ثم نظر الیهم
فبکی ساعة۔ یعنی ان پر نظر ڈالی اور ایک ساعت تک گریہ فرماتے رہے
ابن شہر آشوب تحریر کرتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ ایک ساعت تک ان سب کو
بہ حسرت و یاس دیکھتے رہے اور پھر آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا
اللهم انا عترة نبيك محمد صلى الله عليه وآله وقد اخرجنا و
طردنا وازعجنا عن حرم جدنا و تعدت بنوا امية علينا
اللهم فخذ لنا بحقنا و انصرنا على القوم الظالمين۔
خداوندا! ہم تیرے نبیؐ کی عترت ہیں۔ ہمیں لوگوں نے وطن سے نکلنے پر مجبور کیا ہے
ہم عالم غربت میں لائے گئے ہیں۔ ہمیں نانا رسولؐ خدا کے روضہ سے جدا کر دیا ہے
بنوامیہ ہم پر امیر ہو گئے ہیں خداوندا تو ہمارا حق اس قوم سے دلا۔ اپنی نصرت سے
ہمیں نواز تاکہ ان ظالموں پر فتح پائیں۔ مولف کتاب کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت
امام حسینؑ نے جوانان بنی ہاشم پر نظر ڈالی۔ دوسری مرتبہ آپ نے ان جوانوں پر اس

وقت نظر ڈالی ہے کہ جب یہ سب کے سب قتل گاہ میں موت کی نیند سو رہے تھے اے دوستو امام حسینؑ کے دل پر کس قدر صدمہ گزرا ہوگا۔ ایک مرتبہ بے ساختہ آواز دی یا ابطال الصفا و یا فرسان الھیجا یا اخی یا ابو الفضل عباس، یا ولدی یا علی اکبر یا ابن اخی یا قاسم۔ کہ میں پکار رہا ہوں اور تم جواب نہیں دیتے اس وقت شہیدوں کی لاشیں تڑپنے لگیں اور آواز دی لبیک یا بن رسول اللہ۔

امام حسینؑ کا کربلا سے مدینہ نامہ ارسال کرنا

کتاب روضۃ الصفا میں ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے کربلا پہنچنے کے بعد اولاً اپنے خیام نہر فرات کے کنارے نصب کرلئے اور بعدہ ایک خط اپنے بھائی محمد حنفیہؓ کے نام تحریر کیا۔ اس طرح کہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من الحسینؑ ابن علی الی محمد بن علی و من قبلہ من بنی ھاشم اما بعد فکان الدنیا لم تکن والاخرۃ لم تزل والسلام۔ کتاب جلاء العیون میں اس خط کا ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے کہ یہ خط حسینؑ ابن علیؑ کی طرف سے محمد بن علی کے نام ہے۔ اور ان سب کے لیے ہے کہ جو بنی ہاشم محمد حنفیہ کے نزدیک ہیں جاننا چاہیے کہ دنیا باقی رہنے والی نہیں ہے آخرت پائیدار ہے۔ ہم نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی ہے اور دنیا کی طرف سے منہ پھیر لیا ہے۔ تم لوگ جو اپنے گھروں میں ہو ہم مسافروں کا سلام قبول کرو۔ ہم منزل مقصود پر پہنچ گئے ہیں۔ یہاں ہی ہماری قبور ہوں گی جب آپ یہ لکھ چکے تو حضرت علی اکبرؑ نے عرض کیا بابا جان ما ھذا الذی تقول و تبغی نفسک الشریفۃ۔ بابا جان آپ تو اپنے مرنے کی خبر دے

رہے ہیں۔ کیا ہم یہاں قتل ہو گئے؟ آپ نے فرمایا کہ اے جان پدر جب تمہارے جد نامدار علی مرتضیٰؑ جنگ صفین کے ارادہ سے اس زمین سے گزرے آپ پر خواب طاری ہوئی۔ اس وقت آپ کا سر امام حسنؑ کی گود میں تھا۔ اور میں بھی پاس بیٹھا تھا آپ خواب سے بیدار ہوئے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے حضرت مجتبےٰ علیہ السلام نے عرض کیا بابا جان آپ نے کیا دیکھا کہ آنکھوں سے اشک جاری ہیں۔ فرمایا اے نور دیدہ من۔ میں نے دیکھا کہ یہ قطعۂ زمین پر خون کا دریا جاری ہے اور حسینؑ اپنے ساتھیوں سمیت اس دریا میں پھنسا ہوا ہے۔ فریاد کر رہا ہے اور کوئی اس کی فریاد کو نہیں پہنچتا۔ پس اے علی اکبر میں نے اپنے بابا کے چہرہ کی طرف دیکھا فرمایا اے ابو عبداللہ تو اس صحرا میں قتل ہوگا اور تیرے اصحاب و یاوران و انصار اور اولاد یہاں قتل کی جائے گی تو صبر کرنا خدا صابروں کو اجر عظیم دیتا ہے۔ مولف کہتے ہیں کہ اے ابن فاطمہؑ تیرے صبر شیعوں کی جانیں قربان ہوں تیرے صبر کو دیکھ ملائکہ مقربین تعجب کرتے ہیں۔ لقد عجبت من صبرک ملائکۃ السمٰوات۔ ملائکہ نے جب صبر امام حسینؑ دیکھا تو تعجب کرنے لگے کہ اللہ اکبر ایسا صبر کسی نے نہ کیا ہوگا جیسا کہ امام حسینؑ نے صبر کیا ہے۔ غور تو کریں کہ امام حسینؑ تشنہ لب ہیں اور ریگ گرم پر بیاس زخم کی حالت میں پڑے ہوئے ہیں۔ تیروں سے تلواروں سے جسد مبارک بے حد زخمی ہے۔ پیشانی پر پتھر سے زخم لگا ہوا ہے۔ دل و جگر بھی زخمی ہے۔ تیر سہ شعبہ سے گلوئے مبارک زخمی ہے۔ وہ زبان مبارک جس سے قرآن کی تلاوت فرماتے تھے خشک ہوگئی ہے۔ جسم تپش آفتاب اور پیاس سے جل رہا ہے لبوں پر خشکی کے آثار ہیں۔ اور زرعہ بن شریک کی تلوار سے ہاتھ اور ہتھیلی زخمی ہے۔ پہلو میں نیزہ کی انی نے زخم کر دیا ہے۔ محاسن مبارکہ خون سے

رنگین ہو رہی ہے۔ ان تمام مصائب کے علاوہ دل شکر خدا کر رہا ہے ملائکہ نے جب یہ شان صبر دیکھی تو تعجب کیا حق تو یہی ہے کہ حسینؑ جیسا صابر زمانہ میں نہ ہوگا۔ دل شہداءؑ کی مفارقت کے صدمہ سے مجروح تھا عزیز و رفقا کی لاشیں بکھری پڑی تھیں اہل حرم اور بچوں کی گریہ و بکا سے دل پر صدمہ تھا۔

مفاخرۂ زمین مکہ معظمہ با زمین کربلاۓ معلّٰی

کتاب ریاض الاحزان میں ہے کہ ابی الجارود نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا اتخذ اللہ ارض کربلا حرمًا قبل ان یتخذ ارض مکۃ حرما باربعۃ عشرین الف عام۔ یعنی خداوند عالم نے مکہ معظمہ کے حرم قرار دینے سے بیس ہزار سال پہلے زمین کربلا کو حرام قرار دیا ہے ایک دوسری حدیث وارد ہوا ہے کہ زمین کربلا بہشت بریں میں جنتی لوگوں کے لیے ستارہ درخشاں (چمکتا ہوا ستارہ) کی مثل ضوفگن ہوگی۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ زمین مکہ نے مقام فخر میں کہا کہ من یعنی کہ کون سی زمین میری مثل ہے کہ میری پشت پر خانہ خدا بنا ہوا ہے اور مجھ میں زمزم ہے۔ مقام مشعر الحرام ہے حجر اسود ہے عرفات ہے۔ منا ہے میقات ہے مقام سعی ہے صفا ہے رکن ہے مقام اصطفےٰ ہے۔ مقام خیف ہے حطیم ہے بو قبیس ہے مقام ابراہیم ہے نادوان ہے بیت ہے۔ حرم ہے۔ پردہ ہے میرے عشاق بھی ہیں کہ دور دور سے لوگ میری زیارت کو آتے ہیں میں ہی حرم خدا ہوں میں ہی عرش خدا ہوں۔ میں ہی (جاء امن و امان۔ ہوں۔ میں ہی بیت العتیق ہوں۔ میں ہی شہر حرام ہوں میں ہی شہر قادسہ ہوں۔ میں مقدس ہوں

میں اُم القریٰ ہوں۔ میں مکہ ہوں میں مکہ ہوں میں ہی قبلہ زمین و زمان ہوں پس فاوحی اللہ الیھا کفی و قری۔ یعنی کہ خداوند عالم نے زمین مکہ پر وحی کی کہ بس خاموش رہ کہ تو زمین کربلا کے مقابلہ میں کوئی شان نہیں رکھتی مگر سوزن سوئی کی برابر۔ یعنی زمین کربلا بہت زیادہ بلند مرتبہ ہے اور تیری شرافت (یعنی زمین مکہ کی شرافت) بواسطہ کربلا ہے کہ اگر زمین کربلا نہ ہوئی اور جو کچھ اس کے بارے میں مجھے علم ہے تو اے زمین مکہ تیری کوئی وقعت نہ ہوتی۔ تو فخر کرتی ہے حالانکہ میں نے تجھے پیدا کیا ہے۔ فقری واستقری وکونی ذنبا متوا ضعا ذلیلا مھنیہ غیر مستنکف و لا مستکبر لارض کربلا والا منحتک وھویتك فی نار جھنم یعنی اے زمین کربلا خوش رہ قرار پکڑ۔ افتخار و مباہات سے باز رہ بلکہ شرم سار لوگوں کی سر نیچا کیے۔ متواضع و خوار و ذلیل ہو یعنی خود ستائی مت کر۔ تکبیر و تمرد نہ کر ساجدین جاؤ یعنی سر جھکا دے زمین کربلا کے سامنے کہ کربلا عرش مرتبہ ہے۔ اگر ایسا نہ کیا تو میں تجھے مسخ کر دوں گا۔ اور تجھے دوزخ میں ڈال دوں گا۔ یعنی کہ تجھے دوزخ کا حصہ قرار دوں گا۔ مقام غور ہے کہ اے شیعو زمین کربلا میں وہ کون سے دُر ہیں کہ جن کی وجہ سے اس کو زمین مکہ پر فوقیت حاصل ہے وہ یہی چیز ہے کہ حضرت امام حسینؑ کا جد مبارک زمین کربلا میں دفن ہے خون امام حسینؑ اور عترت رسول خدا کا خون اس زمین پر بہایا گیا ہے۔ دُرہاءِ صدف امامت و عصمت اس زمین پر بکھرے پڑے ہیں۔ کہیں عباس علمدار کے شانے کٹے ہوئے کہیں علی اکبرؑ با دل مجروح، کہیں قاسم گلگوں قبا۔ کی لاش کے ٹکڑے۔ نظر آتے ہیں یہ وہ موتی ہیں یہ وہ در ہاءِ آبدار ہیں کہ جن کی آب و تاب قیامت تک رہے گی اے زمین مکہ زمین کربلا میں سر مبارک کے بغیر جد حسین دفن ہے۔ اے زمین مکہ اگر تیرے

دامن میں مقام منیٰ مشعر و عرفات ہیں تو زمین کربلا میں حسینؑ کی قبر مبارک ہے۔ گنج شہیداں ہے جہاں اولیاء اللہ اور دوستداران محمدؐ و آل محمد جنت نشان آرام کر رہے۔ زمین کربلا میں مقام حبیبؓ ہے۔ خیمہ گاہ اہلبیت حسینؑ ہے۔ تلہ زینب ہے۔ ملائکہ کے نازل ہونے کی جگہ ہے مشیر امام حسین عرش اللہ ہے زمین ہے کہ جس پر تمام انبیاءؑ و اوصیاءؑ کا گزر ہوا ہے۔ اور سب نے اس زمین پر شہادت امام حسینؑ پر گریہ کیا ہے زمین کربلا بیت الحزن زینبؑ ہے۔ زمین کربلا۔ شاطی الفرات ہے یہی غاضریہ ہے یہی نینوا ہے یہی کربلا ہے۔ اے مومنین کربلا چلو کربلا چلو کربلا چلو۔

مدح تواضع اور فروتنی

یہ دونوں مترادف المعنی ہیں ان کے معنی ہیں عاجزی کرنا۔ اور عاجزی کرنا صفت حمیدہ ہے آراستگی اخلاق فروتنی سے وابستہ ہے۔ اہل خرد پر مخفی نہیں ہے۔ کہ عاجزی اور سر جھکانا موجب سعادت و خوش حالی ہے۔ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تواضع و انکساری سے بلند مرتبہ ہیں کوئی کمی نہیں ہوتی اور شیوہ فروتنی و خاکساری سے ذلت نہیں ہوتی اور حکماء و عرفا کا یہ مقولہ ہے کہ تمام نیکیاں ایک مکان میں ہیں اور اس کی کنجی تواضع و فروتنی ہے اور اسی طرح تمام برائیاں بھی ایک مکان میں ہیں اور ان کی کنجی خود پرستی ہے یعنی کہ میں اور ہم جعفرہ تواضع و فروتنی خداوند عالم کی رضا کے حاصل کرنے کے لیے ہیں ان کو اختیار کرنا چاہیئے۔ تکبر بڑی شے ہے بقول۔ تکبر عزازیل را خوار کرد۔ پس جس کسی شخص یا قوم نے تکبر و غرور کیا وہ ذلیل خوار ہوا۔

شرف زمین کربلائے معلّیٰ

صفوان جمال بیان کرتا ہے کہ حضرت صادق آل محمدؐ نے فرمایا ہے کہ خداوند عالم نے زمین و آسمان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی ہے۔ اور اسی طرح بعض نہروں کو بعض پر فضیلت ہے اور ان کی فضیلت کا انحصار اس خبر پہ ہے کہ جس نے عاجزی و فروتنی ظاہر کی اس کو فضیلت دی اس پر کہ جس نے غرور تکبر کیا۔ مثلاً زمین مکہ نے فخر و مباہات کیا کہ میرا مثل کون ہے کیونکہ خانہ خدا جو حرم اقدس ہے مجھ پر واقع ہے۔ اور روئے زمین سے مخلوق میری زیارت اور حج کو آتی ہے لوگ مجھ سے امید مغفرت رکھتے ہیں زمین مکہ نے اگرچہ یہ درست کیا تھا مگر استکبار و افتخار ذات احدیث کے لیے زیبا ہے خداوند عالم نے زمین مکہ پر کافر و مشرک مسلط کر دے۔ زمزم نے افتخار کیا کہ میں ایک ایسا چشمہ آب خوشگوار ہوں کہ میری مثل دوسرا چشمہ نہیں ہے۔ خداوند عالم نے آب شور اس پر مسلط کر دیا کہ نمک سے کھانا لذیذ ہوتا ہے لیکن زمین کربلا اور آب فرات پہلی زمین اور پہلا پانی ہے کہ خدائے تعالےٰ نے اس کو مقدس قرار دیا، خطاب قدرت ہوا کہ اے زمین کربلا تو اپنے فضائل بیان کر اس پر زمین کربلا نے کہا اے پروردگار جو کچھ تو نے مجھے عطا کیا ہے اس پر میں شکر گزار ہوں میرے دامن میں جو کچھ ہے تیری عطا ہے۔ پھر زمین کربلا نے عرض کیا پروردگارا۔ انا ارض اللہ المقدسۃ المبارکہ الشفاء فی تربتی ۔ میں خاک پاک ہوں اس وجہ سے کہ تو نے وجود مقدس حسینؑ سے مجھے شرف بخشا ہے اور ان کی تربت میرے دامن میں قرار دی اب میری خاک ان کی وجہ سے دوا

ہر عصیان، اور شفاء مریضان ہے۔ میں اس پر فخر نہیں کرتی یہ تیری عطا ہے حضرت صادق آل محمدؐ نے مفضل سے بیان فرمایا کہ اے مفضل لیصیرن کربلا معقلا و مقاما۔ کہ زمین کربلا ہر حال میں منزل گاہ زائرین۔ انبیاء و مرسلینؑ کے وارد ہونے کی جگہ اور نزول ملائکہ کا مقام ہے۔ اور جو بندہ مومن بیان دعا کرے یعنی روضہ امام حسین پر دعا کرے وہ استجاب ملی ہے۔ اے مفضل اس زمین بقعہ و مقبرہ امام حسینؑ ہے جو کہ حقیقت میں بقعہ مبارک ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے جب خدا سے کلام کیا تو درخت سے آواز آئی تھی کہ انی انا اللہ حسینؑ کی تربت سے بھی ان الحق کی آواز آتی ہے۔ مگر ان کے لیے جو علی مع الحق والحق مع علی کے قائل ہیں کامل الزیارت میں ہے کہ ملائکہ مقربین بیان زیارت تربت حسینؑ کے لیے آتے ہیں اور شہادت حسین مظلوم سے ایک ہزار سال پہلے سے ہر شب جبرئیل و میکائیل زیارت کربلا کے لیے آتے تھے۔ پس اے شیعو تم بھی زیارت و سلام کے لیے کربلا جاؤ۔ باادب و عقیدت جاؤ۔ پاک و پاکیزہ لباس پہن کر جاؤ۔ اور خوشبو لے کر جاؤ۔ ضریح اقدس کو بوسہ دو۔ طواف کرو اور اس غریب پر آنسو بہاؤ کہ جس کا رونے والا کوئی نہ تھا۔ بہن تھی رونے والی مگر زینبؑ خاتون جی بھر کے رو نہ سکیں۔ اور جب داخل حرم مبارک ہو تو سلام السلام علی البدن السلیب ولخد الترتیب والشیب الخضیب الخ اور ضریح اقدس کو بوسہ دو۔

زمین کربلا پر انبیاءؑ کا گزرنا

محمد بن سنان نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ وہ حضرت فرماتے ہیں کہ ہمارے جدا مجد حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ایک مرتبہ

اپنے اصحاب کے ہمراہ کوفہ سے باہر نکلے اور راہ طے کرتے ہوئے اس جگہ پہنچے کہ جہاں سے زمین کربلا ایک یا دو میل کے فاصلہ پر تھی کہ آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ زمین کربلا کا شرف جانتے ہو۔ سب نے عرض کیا مولا آپ خود ارشاد فرمائیں اسی اثنا میں وہ ایک دو میل کا فاصلہ طے ہو گیا اور حضرت امیر المومنین اپنے اصحاب کے ساتھ وارد کربلا ہوئے حضرت نے اپنے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس زمین پر ایک سو پیغمبر اور ایک سو اوصیاء پیغمبر اور ایک سو سبط پیغمبر شہید ہوئے ہیں اور یہیں دفن کیے گئے ہیں۔ پھر فرمایا کہ سبط رسول آخرالزمان حسین میرا بیٹا بھی یہاں شہید ہو گا اس کے عزیز و رفیق اور اولاد و بھائی سب کے سب اسی جگہ شہید ہوں گے اور ان کا مدفن یہی جگہ ہے۔ آپ نے پھر اس جگہ طواف کیا۔ اور فرمایا کہ شہداء آل محمد کا رتبہ شہداء انبیاء و مرسلین سے بلند تر ہے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ حضرت امام حسینؑ علیہ السلام خود بھی جب وارد زمین کربلا ہوئے ہیں تو آپ نے بیان کی مٹی اٹھا کر سونگھی خاک کربلا پر نظر کی۔ اس وقت ایک آہ سرد بھری۔ اور جوانان بنی ہاشم نے بھی اس زمین کی مٹی سونگھی اور اپنی اپنی قربت کی جگہ پسند کی۔

روایات سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا گزر بھی اس زمین پر ہوا ہے اور یہ حضرات بھی مبتلاء رنج و غم ہوئے ہیں۔ بلاؤں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ انبیاء و مرسلین کا اس سرزمین کربلا پر مصائب و آلام میں مبتلا ہونا اس امر کی نشانی ہے کہ یہ سب کے سب امام حسینؑ کے مصائب کے مقابلہ میں مقدمۃ الجیش ہیں ان انبیاء و مرسلین میں سب سے پہلے حضرت آدمؑ صفی اللہ کا اس زمین پر گزر ہوا ہے۔ جب آپ کربلا کی زمین پر چل رہے تھے کہ پیر زخمی ہوا اور خون بہنے لگا۔ اور ہجوم غم و اندوہ نے گھیر لیا پس حضرت آدمؑ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا

پروردگار میں تمام زمین پر پھرا۔ مگر مجھے صرف اس زمین پر غم واندوہ نے گھیر لیا۔ خون جاری ہوا آخر یہ کیا بات ہے۔ پس جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا اے آدم اس زمین پر سبط پیغمبر آخرالزمان شہید ہوگا۔ پس جبرئیل نے شہادت امام حسین کا ذکر کیا اور آدم سنتے جاتے تھے اور گریہ فرماتے تھے۔ اور قاتل کا نام سن کر لعنت بھیجی اور زمین کربلا سے باہر نکلے۔ آپ کے بعد حضرت نوحؑ ہیں کہ جن کا گزر زمین کربلا پر ہوا اور جب آپ کی کشتی مقتل شہداء علیہم السلام کے نزدیک پہنچی تو ایک ایسی موج آئی کہ قریب تھا کہ کشتی غرق ہو جائے اور نوحؑ پر رنج وغم طاری ہوگیا۔ جبرئیل امین نازل ہوئے اور فرمایا اے نوح یہ زمین کرب وبلا ہے اس زمین پر فرزند رسول آخرالزمان شہید ہوگا۔ نوحؑ نے سوال کیا آخر اس کو شہید کرنے والا کون ہے۔ تو جبرئیل نے کہا کہ یزید بن معاویہ پس حضرت نوحؑ نے اس پر لعنت کی۔ اور حضرت نوح کا لقب ہی نوح اس وجہ سے ہوا کہ آپ نے شہادت امام حسین کا حال سن کر نوحہ کیا۔ اور نوح کی کشتی سلامتی کے ساتھ کوہ جودی پر پڑی۔

حضرت ابراہیم (خلیل خدا) کا گزر بھی زمین کربلا پر ہوا ہے۔ آپ جب زمین کربلا سے گزرے تو آپ سوار تھے کہ گھوڑے سے زمین پر گر پڑے سر مبارک زخمی ہوا اور خون جاری ہوگیا۔ اور عرض کیا پالنے والے اس کا سبب کیا ہے وحی ہوئی کہ اے ابراہیم یہاں فرزند رسول خدا تین دن کا پیاسا شہید ہوگا آپ نے سوال کیا کہ ان کا قاتل کون ہے۔ جواب ملا یزید بن معاویہ پس حضرت ابراہیمؑ نے اس پر لعنت کی۔ اور خدا نے اسپ ابراہیمؑ کو گویا کیا کہ وہ ہر وقت لعنت کرتے وقت آمین کہتا تھا۔ پھر حضرت ابراہیمؑ وہاں سے کسی اور طرف چلے گئے۔ حضرت اسمٰعیلؑ کا گزر بھی زمین کربلا پر ہوا ہے۔ آپ ایک روز فرات کے کنارے ان کے گوسفند کا چرواہا

آیا اور کہنے لگا اے اسمٰعیل میں ان بھیڑ بکریوں کو چرانے کے بعد فرات کے کنارے لے گیا کہ یہ پانی پی لیں۔ لیکن آج گوسفندوں میں سے کسی نے پانی نہیں پیا حضرت اسمٰعیل کو یہ سن کر تعجب ہوا اور خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کیا اے اللہ یہ کیا سبب ہے کہ گوسفند پانی نہیں پیتے۔ جبرئیل آئے اور کہا تم اپنے گوسفندوں سے دریافت کرو۔ جب آپ نے ان سے سوال کیا تو سب نے کہا کہ حسینؑ فرزند رسولؐ خدا تین دن کا پیاسا فرات کے کنارے شہید کیا جائے گا۔ آپ نے سوال کیا کہ اس کا قاتل کون ہے تو جانوروں نے کہا کہ یزید بن معاویہ۔ اس پر جناب اسمٰعیل نے اس پر لعنت کی حضرت عیسیٰ (روح اللہ) بھی جب اپنے حواریوں کے ساتھ اس زمین پر گزرے ناگاہ ایک شیر ان کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا کہ تو نے میرا راستہ کس لیے روکا ہے۔ شیر بحکم خدا گویا ہوا اور کہا میں آپ کو اس صحرا سے باہر نہ جانے دوں گا تاوقتیکہ آپ حسین بن علی کے قاتل یزید لعین پر لعنت نہ کریں عیسیٰؑ نے کہا حسین کون ہیں۔ تو شیر نے کہا کہ وہ نبی آخرالزمان کے نواسہ ہیں اور اس زمین پر تین دن کے پیاسے شہید کیے جائیں گے۔ عیسیٰ اور تمام حوارین نے لعنت کی اور پھر شیر ہٹ گیا اور یہ سب واپس ہوئے حضرت موسیٰ (کلیم اللہ) نے بھی کربلا کی زمین پر قدم رکھا ہے۔ ان کے ہمراہ یوشع بن نون بھی تھے۔ جب زمین کربلا پر پہنچے تو آپ کی نعلین کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ اور پائے مبارک کانٹوں اور خس وخاشاک سے زخمی ہوگیا۔ خدا کی بارگاہ میں مناجات کی جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا اے موسیٰؑ یہاں خاتم النبیین کا فرزند حسینؑ شہید ہوگا۔ پس آپ نے یہ سن کر گریہ فرمایا اور قاتل کا نام معلوم ہونے پر اس پر لعنت بھیجی۔

حضرت سلیمان (حشمت اللہ) ایک روز اپنی بساط پر سوار تھے۔ اس بساط

کا طول و عرض ایک فرسخ سے ایک فرسخ تھا۔ اور بہت آراستہ سجا ہوا تھا حضرت سلیمان نے فرمایا کہ ایک ایک شہر پر پرواز کرے۔ خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ غدوها شهر و رواحها شهر (پ ۲۲) السبا آیت ۱۲)

ہوا حضرت سلیمانؑ کی تابعدار تھی آپ کا بساط ہوا پر اڑتا تھا اور اس کی رفتار صبح کے وقت ایک ماہ کی مسافت کی تھی اور شام کی رفتار بھی ایک ماہ کی مسافت کی تھی۔ جس پہ ایک شہر سے دوسرے شہر جایا کرتے تھے۔ اس بساط پہ آپ سوار تھے اور بساط ہوا پر اڑ رہا تھا کہ ناگاہ زمین کربلا کے محاذ میں بساط پہنچا اس وقت ہوا سے نیچے نہ گر پڑے جب بساط زمین پہ آیا تو آپ نے ہوا کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ایسا کیوں ہوا۔ اس نے کہا کہ اس کا سبب یہ تھا کہ اس جگہ فرزند رسول آخرالزمان پیاسا قتل کیا جائے اس کو یزید بن معاویہ قتل کرائے گا۔ پس حضرت سلیمان نے گریہ فرمایا اور قاتل پر لعنت کی۔

پس اے مومنین کرام اگر تم اپنی کشتی حیات کو حوادثات دنیاوی سے محفوظ رکھنا چاہتے ہو تو کشتی مودۃ اہلبیتؑ سے تمسک کرو۔ اس میں نجات ہے اور تمسک اہلبیتؑ سے تمسک کرو۔ اس میں نجات ہے۔ اور تمسک اہلبیتؑ کی نشانی یہ بھی ہے کہ غم امام حسینؑ میں گریہ کناں ہو کہ جس طرح سارے انبیاء و مرسلین غم امام حسینؑ میں گریہ کناں رہے ہیں وا حسرتا کشتی اہلبیتؑ کربلا میں دشمنوں کے طوفان بلاء میں پھنس گئی۔ ناخدائے کشتی اہلبیت شہید ہوا اور اہلبیتؑ اس پر محو ہو گئے۔

الا لعنة الله على القوم الظالمين۔

حضرت رسولؐ خدا کا زمین کربلا پر ورود

الشیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب الارشاد میں تحریر فرمایا ہے کہ جناب ام المومنینؑ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ میری نگاہوں سے غائب ہو گئے۔ بعدہ کچھ وقت گزرنے پر آپ تشریف لائے نور رخسارہؐ مبارک گرد آلود تھے۔ محاسن شریف پر گرد پڑی ہوئی تھی۔ اور آنحضرت بیٹھے مگر ہاتھ پہ ہاتھ رکھے ہوئے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کہاں تشریف لے گئے تھے کہ آپ گرد آلودہ معلوم ہوتے ہیں چہرہ سے آثار حزن و ملال ہویدا ہیں۔ فرمایا اے ام سلمہؓ میں اس وقت کربلا گیا تھا کہ جہاں میرا حسینؑ شہید ہو گا۔ مولف کتاب فرماتے ہیں کہ آنحضرت کو دو مرتبہ سیر کا موقعہ ملا۔ شب اول خانہ ام ہانی سے آپ معراج کو تشریف لے گئے ہیں۔ اور عجائبات قدرت ان نظر سے دیکھے۔ اور دوسری وہ شب تھی کہ جس کا ذکر کیا جا چکا۔ آپ کربلا وارد ہوئے گویا زمین کربلا پہ قدم رنجہ فرمایا کہ جو عرش صفت ہے۔ شب معراج عرش خدا پر رونق افروز ہوئے جس کے گرد ملائکہ حصار کیے ہوئے ہیں۔ یہاں مقتل حسینؑ کی زیارت کی کہ جہاں ملائکہ نازل ہوئے ہیں اور فیوض ایزدی اس زمین سے وابستہ ہیں۔ آنحضرتؐ نے مقتل حسینؑ کی زیارت بھی کی۔ اور آپؐ جب واپس تشریف لائے ہیں تو آپؐ نے ام سلمہؓ کو ایک شیشی دی کہ جس میں خون امام حسینؑ ملا ہوا تھا۔ اور فرمایا کہ اس شیشی کو محفاظت رکھو۔ ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب حسین عازم سفر عراق ہوئے اور محرم کی دس تاریخ نمودار ہوئی میں نے اس شیشی پہ نظر کی دیکھا کہ مٹی کا رنگ سرخ ہو رہا ہے۔ یہاں تک روز عاشورا محرم بنگام عصر یہ شیشی خون سے

بھر گئی وہ مصیبتاہ میں سمجھ گئی کہ حسینؑ قتل ہو گئے۔ فریاد کرنے لگی واحسیناہ ہائے حسینؑ ہائے حسینؑ کہہ رہی تھی کہ میں نے دیکھا کہ ایک کبوتر خون آلود خانۂ فاطمہ صغریٰ پر آ کر بیٹھا خون کے قطرے ٹپکنے لگے اس وقت بنی ہاشم میں ایک کہرام مچ گیا۔ ہمیں یقین ہو گیا کہ حسینؑ شہید ہو گئے۔ میں قبر رسول خدا پر گئی۔ در مسجد پر قدم رکھا تھا کہ صیحہ کیا یا رسول اللہ حسینؑ مارے گئے۔ اس وقت قبر رسول خدا کا بننے لگی میں فریاد کر رہی تھی یا رسول اللہ قتل ولدک الحسین بکربلا۔

حضرت علی علیہ السلام اور عیسیٰؑ کا زمین کربلا پر ورود

کتاب الامالی میں عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت امیرالمومنین نے صفین کا ارادہ فرمایا میں ہمرکاب والا رفعت تھا کہ لشکر امیرالمومنین شط الفرات پر پہنچا اس وقت حضرت امیرالمومنینؑ نے مجھے آواز دے کر پکارا۔ میں بعجلت تمام حاضر خدمت عالم پناہ ہوا۔ کہ اے ابن عباسؓ العرف ھذا الموضع آیا اس جگہ کو پہچانتے ہو میں نے عرض کیا مولیٰ میں تو اس زمین کو نہیں پہچانتا۔ آپ تعارف کرائے حضرت پر گریہ طاری ہو گیا اور پھر فرمایا صبرًا یا ابا عبد اللہ۔ کہ اے ابو عبداللہ تجھے خدا صبر دے تجھ پر آل ابوسفیان بمقام پیش آئے گی اور تجھے قتل کرے گی پھر حضرت امیرالمومنین گھوڑے سے اترے۔ وضو کیا اور اس جگہ نماز پڑھی پھر امام عالی مقام پر آثار حزن و ملال طاری ہو گئے فرمایا اُوَّہ اُوَّہ مَالِیْ وَ لِاٰلِ ابی سفیان صبرا یا ابو عبد اللہ۔ بعدہ حضرت پر غنودگی طاری ہو گئی۔ اور جب بیدار ہوئے فرمایا ابن عباس۔ میں نے کہا ہاں حاضر ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اے ابن عباس میں نے ابھی خواب دیکھا ہے کہ چند آدمی آسمان سے زمین

پر آئے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں علم شعبہ ہے تلواریں کھینچی ہوئی ہیں اور میں نے دیکھا کہ انہوں نے درختہائے خرمہ کی شاخوں کو کاٹنا شروع کیا اور تھوڑی دیر میں یہ زمین خون سے بھر گئی ہے۔ وکانی بالحسین نجلی وفرخی ومضغتی ومخی قد غرق فیہ۔ یعنی میں نے خواب میں دیکھا کہ حسینؑ میرا پیارا حسینؑ اس دریائے خون میں ہاتھ پیر مار رہا ہے۔ استغاثہ کر رہا ہے۔ کوئی اس کی فریاد کو نہیں آتا۔ ان لوگوں میں سے کہ جو آسمان سے اترے تھے ایک شخص نے کہا صبرًا صبرًا یا آل الرسول اے فرزند فاطمہ صبر کرو تم اہل اشرار کے ہاتھوں قتل ہو گے بہشت تمہارا مشتاق ہے۔ اور اے ابن عباس رسول صادق حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح خبر دی ہے۔

میرا حسینؑ شہید ہو گا۔ اس کے اصحاب و اولاد کی قبریں یہاں بنیں گی۔ اور اے ابن عباسؓ اہل آسمان میں یہ زمین بقعۂ مکہ و مدینہ و بیت المقدس کی طرح معروف و مشہور ہے۔ اور اے ابن عباسؓ حضرت عیسیٰ جب اس زمین پر وارد ہوئے تو کچھ ہرن جمع ہو گئے۔ اور انہوں نے گریہ کیا عیسیٰ ان میں بیٹھ گئے اور گریہ فرمایا۔ حواریوں نے سوال کیا اے روح اللہ یہ گریہ کیسا ہے فرمایا کہ اس زمین پر فرزند دختر رسول خدا شہید ہو گا چونکہ اس زمین پر آنسو گرے تھے خدا نے اس زمین کے ہرنوں کو مشک نافہ حامل بنا دیا حضرت عیسیٰؑ نے دعا کی کہ پروردگارا اس نافہ کو برقرار رکھ اس وقت تک کہ جب حسینؑ کے پدر عالیقدر علی ابن ابی طالب کا یہاں گزر ہو۔ اور عیسیٰؑ نے یہ بھی کہا اے خدا قاتلان حسینؑ سے برکت اٹھا لے یہ بیان کر کے حضرت علی نے بہت گریہ فرمایا شیخ صدوقؒ امالی میں لکھتے ہیں کہ ہرثمہ بن مسلم روایت کرتا ہے کہ جب حضرت امیرالمومنینؑ نے صفین سے واپسی فرمائی زمین کربلا پر پہنچے تو صبح کا وقت تھا دوگانہ ادا فرمایا

بعدہٗ آپ نے ایک مٹھی خاک ہاتھ میں لی۔ اور فرمایا واھالك ایتھا التربۃ لیحشرن منك اقوام یدخلون الجنۃ بغیر حساب۔ یعنی کہ اے خاک کربلا ایک گروہ تجھ سے روز قیامت محشور ہوگا اور بے حساب جنت میں جائے گا۔ ہرثمہ کہتا ہے کہ میں اپنے گھر واپس پہنچا تو اپنی زوجہ سے سارا واقعہ بیان کیا اس نے کہا اے ہرثمہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے جو کچھ کہا ہے یا کہتے ہیں وہ درست اور حق ہے ان کے ارشادات میں شک نہ کر۔ پھر ایک وقت آیا کہ ہم نے سنا کہ امام حسینؑ وارد کربلا ہو چکے ہیں۔ میں اس وقت ابن زیاد کے سپاہیوں میں کام کرتا تھا۔ کہ اس نے مجھے کربلا جانے کا حکم دیا جب میں کربلا پہنچا تو حضرت سیدالشہداء امام حسین کی خدمت میں حاضر ہوا سلام بجا لایا چونکہ میں نے یہ حدیث حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے سنی تھی امام حسینؑ کے سامنے بیان کی حضرت نے مجھ سے سوال کیا اے ہرثمہ تم ہماری نصرت کے لیے آئے ہو یا ہم سے جنگ کرنے کے لیے میں نے کہا کہ اے مولا نہ آپ سے جنگ کرنے آیا ہوں اور نہ نصرت و یاوری کے لیے میرے بچے خورد سال ہیں اور میں ابن زیاد سے خائف ہوں امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے ہرثمہ یہاں سے دور نکل جا ایسا نہ ہو کہ میرے استغاثہ کی آواز سنے اور لبیک نہ کہے اور اس وجہ سے جہنم کا مستحق ہو۔ خدا معلوم کہ فوج یزیدی کے لوگ کس قدر بے حیا، بے دین تھے کہ امام حسینؑ استغاثہ فرما رہے تھے اور ان میں سے کوئی جواب دینے والا نہ تھا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب ہمارے جد امجد حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام زمین کربلا پر پہنچے اور وہ خاک پاک اور تربت غمناک دیکھی تو فوقت عینا بالبکاء چشم ہائے بامبارک سے آنسو ٹپکنے لگے فرمایا ھٰھنا مناخ رکابھم و ھٰھنا تقتل رجالھم و ھٰھنا تراق دماؤھم۔ یعنی

کہ یہ اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے یہ جگہ لشکر والوں کی ملاقات کے لیے ہے۔ اور مقتل کی جگہ ہے۔ اے زمین کربلا خوشا بحال تو کہ ہمارے جوانان اور نور چشم تیری آغوش میں آرام کی نیند سوئیں گے۔

عرض مؤلف

مولف کتاب فرماتے ہیں کہ ہر ایک واقعہ میں کہ جو کربلا سے متعلق ہے۔ اہل روایت اور اہل خبر میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن خداوند متعال کا شکر ہے کہ ہماری کتاب ریاض القدس عیب و نقص سے پاک ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے والد مرحوم کی تالیف الموسوم بہ ریاض الاحزان سے خوشہ چینی کی ہے کیونکہ مرحوم نے بڑی احتیاط سے تالیف کی ہے۔

حر ریاحی کا خط بنام ابن زیاد

اخبار و احادیث معتبرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب شاہ کونین امام حسینؑ علیہ السلام وارد کربلا ہوئے اور حضور نے اپنے خیام نصب کرلئے تو حر ریاحی بھی وارد کربلا ہوا اور اس نے امام عالی مقام کے خیام کے نزدیک پڑاؤ ڈالا اور اپنے خیام نصب کرائے۔ علامہ مجلسیؒ مناقب میں لکھتے ہیں کہ حرؒ ریاحی نے ایک خط ابن زیاد ملعون کو تحریر کیا اور اس کو اطلاع دی کہ حضرت امام حسینؑ کربلا پہنچ چکے ہیں اور آپ کے اہلبیت کے خیام اور آپ کے ساتھیوں کے خیام نصب ہو چکے ہیں اور یہ حسینؑ کی آخری منزل ہے۔ جب یہ خط ابن زیاد ملعون کو پہنچا۔ حالات سے مطلع ہوا اور اس نے بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کو نامہ تحریر کیا جس کا مضمون یہ ہے کہ یا حسین قد بلغنی

وصولك كربلا ملا اے پسر فاطمہ وارے فرزند رسولؐ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ کربلا پہنچ چکے ہیں اگر بخیال سلطنت وحکومت آپ کوفہ آئے تو معلوم ہونا چاہیئے کہ حکومت کوفہ میرے ہاتھ میں ہے اور جب یہ خبر یزید والی شام کو پہنچی ہے۔ تو یزید لعین نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو فوراً مطلع کروں۔ چنانچہ اس کا قاصد کربلا پہنچا تو اس نے امام حسینؑ کے خیام باحترام کی شان وشوکت دیکھی تو اس کی آنکھیں خیرہ کرنے لگیں امام حسینؑ کو جب یہ خبر ہوئی کہ ابن زیاد کا قاصد آیا ہے خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔ تو آپ نے اس کو اجازت دی اس نے خط پیش کیا مضمون خط چونکہ مزاج امام علیہ السلام کے خلاف تھا چہرہ مبارک پر غصہ کے آثار ہویدا ہو گئے کہ ابن زیاد کمینہ نے ایسا خط تحریر کیا ہے آپ نے ابن زیاد پر نفرین کی۔ اور فرمایا لا افلح الله قوم اشتروا مرضات المخلوق بسخط الخالق۔ یعنی خدا اس قوم کو نجات نہیں دیتا کہ جو رضاء مخلوق کو خلاف رضاء خالق کے عوض خرید کرے قاصد نے کچھ جواب کا انتظار کیا۔ اور کہا اے فرزند رسولؐ خدا اگر جواب مرحمت ہو تو بہت بہتر ہے لیکن امام حسینؑ نے اس کو سختی سے جواب دیا ما عندی جواب حقت علیہ کلمہ العذاب۔ یعنی عاقل لوگ اس طرح کے نامہ کا جواب نہیں دیا کرتے کہ جس نامہ کی نہ ابتداء ہو اور نہ انتہا ہو۔ پس قاصد واپس چلا گیا۔ اور ابن زیاد کو سارا واقعہ سنایا۔ وہ ملعون سننے لگا اور کہنے لگا کہ پسر فاطمہؑ نے اس قدر بے اعتنائی سے کام لیا ہے میں ضرور لشکر بھیجوں گا تاکہ حسینؑ سے جنگ کی جائے یہ بحار میں بھی ہے اور محمد بن ابی طالب موسوی نے مذکورہ واقعہ لکھا ہے۔ پس ابن زیاد ملعون مسجد کوفہ گیا۔ اور منبر پر جا کر اہل کوفہ کو امام حسینؑ سے جنگ کی ترغیب دی اور ان کو حرب وضرب کے لیے آمادہ کر لیا۔

لشکر ابن زیاد کا کربلا پہنچنا

قال المفید فلما کان من الغد قدم علیہم عمر بن سعد شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ جلو عمر بن ابی وقاص من الکوفۃ فی اربعۃ الاف فارس فنزل بنینوا۔ ابن سعد نے اس روز چار ہزار کا لشکر ترتیب دیا اور عمر بن سعد ملعون کی سرکردگی میں کربلا روانہ کیا تاکہ امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرے اور ان کو شہید کرے۔ روضۃ الشہداءؑ میں ہے کہ امام حسینؑ اس روز کہ جب عمر ابن سعد ملعون لشکر لے کر وارد کربلا ہوا ہے۔ تو بہت زیادہ پریشان دا داس تھے جب زینب خاتون نے دیکھا تو فرمایا ما ذا علیک نفسی لک الفداء۔ فرمایا اے بھائی میں آپ کی عجب حالت محسوس کر رہی ہوں آخر کیا بات ہے۔ حضرت نے فرمایا اے بہن آپ یہ زمین میری اور میرے جوانوں کی قبرستان بننے والی ہے اور اے بہن میں اس وجہ سے پریشان ہوں کہ میرے بعد اہل حرم اسیر ہوں گے اور بہت جلد یہ قوم نابکار مجھے قتل کرے گی۔ یہ سن کر اہل حرم میں شور گریہ وبکا بلند ہوا۔ تھوڑی دیر میں لشکر ابن زیاد عمر بن سعد ملعون کی سرکردگی میں وارد کربلا ہوا۔ اور نقارہ جنگ بجنے لگا۔ ہنگامہ خیز شور برپا ہوا۔ اہل حرم میں اور بھی زیادہ گریہ وبکا ہونے لگا امام حسینؑ نے فرمایا خدایا ان عورتوں اور بچوں کو صبر عطا فرما۔ اے خدا حسینؑ کے ان بچوں اور بیکس بی بیوں کو مصائب کی خبریں سننے کی طاقت نہیں ہے تو ان کو صبر عطا فرما واحسرتا اس وقت کیا حال ہوگا بی بی زینبؑ کا کہ جب شمر ولد الحرام نے امام حسینؑ کے سینہ مبارک پر۔۔۔۔۔۔ سر مبارک جدا کیا صلی الله علیک یا ابا عبد الله السلام علیک یا بن رسول الله و رحمۃ الله و برکاتہ۔

کتاب اللہوف میں ہے کہ وندب عبید اللہ بن زیاد لعنہم اصحابہ الی قتال الحسین علیہ السلام فاتبعوہ واستخف قومہ واطاعوا واشتری من عمر بن سعد آخرتہ بدنیاہ ودعاہ الی ولایۃ الحرب فلباہ وخرج لقتال الحسین فی الاربعۃ الاف فارس واتبعہ ابن زیاد حتی تکملت الی ست لیال خلون من المحرم عشرون الفا۔

یعنی کہ ابن زیاد ملعون شقاوت کا ثبوت دیا اور لشکر کو شقاوت پر ابھارا اور اپنی فوج کو فرزند رسول خدا سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا وہ لوگ دنیا پرست تھے لالچ میں اندھے ہو رہے تھے۔ خود محبوب عالمین کو قتل کرنے میں ابن زیاد ملعون کی پیروی اس امر منحوس نے ان کا دین خرید کر لیا۔ عمر بن سعد نے دنیا اختیار کی اور دین کا لحاظ نہ کیا۔ اور عمر بن سعد کی ماتحتی میں چار ہزار سپاہیوں پر مشتمل لشکر قتل حسین کے لیے کوفہ سے کربلا محرم کی چھٹی تاریخ تک بیس ہزار پر مشتمل لشکر کربلا پہنچ چکا تھا۔ کتاب الامالی میں ہے کہ ابن زیاد نے اپنا ایک عظیم لشکر جو منزل نخیلہ میں جمع کر دیا تھا۔ پھر ابن زیاد ملعون خود نخیلہ پہنچا اس کے لشکر میں سرخ و سیاہ علم تھے۔ نقارہ سفر سے فضا گونج رہی تھی لوگ طبل جنگ بجا رہے تھے۔ ننگی تلواریں لیے ہوئے سپاہیوں کا شور و غل اور اس کو سپہ سالار مقرر کیا علم سرداری اس کو دیا کتاب الریاض میں ہے کہ اس روز ابن زیاد نے دس سردار لشکر مقرر کیے۔ اور ان سب کو کربلا روانہ کیا۔ تا کہ امام حسینؑ سے جنگ کریں پہلا علم عمر بن سعد کو دیا اور اس کی ماتحتی میں چار ہزار فوج متعین کی جو سب سے پہلے کربلا پہنچا۔ دوسرا علم عروہ بن قیس کو دیا اور اس کو دو ہزار سپاہیوں پر سالار مقرر کیا۔ تیسرا علم سنان ابن انس کو دیا اور اس ملعون کو چار ہزار سپاہیوں پر سردار بنایا

چوتھا علم قعقاع فہری کو دیا اور اس کی ماتحتی میں چار ہزار سپاہی مقرر کیے پانچواں علم جس کے ساتھ تین ہزار سپاہی تھے علیحدہ مخصوص (ریزرو) رکھا جو بعدہ خولی ملعون کی ماتحتی میں کربلا روانہ کیا۔ چھٹا علم اور تین ہزار سپاہی قشعم کی ناپاک کو سپرد کیے اور کربلا پہنچنے کی تاکید ساتواں علم ابو قدار باہلی کو دیا اور اس کو نو ہزار کی فوج کا سردار مقرر کیا۔ نواں علم عامر بن صریمہ تمیمی کو دیا اور اس کے ساتھ ایک ہزار جنگجو افراد تھے۔ دسواں علم شبث بن ربعی کو دیا اور اس کی ماتحتی میں ستر ہزار فوج روانہ کی اور اس قوم روسیاہ نے حضرت امام حسینؑ کے یاور و انصار، اصحاب بھائی بھتیجے بھانجے قتل کیے۔ اہل حرم کے خیام کو آگ لگائی اور پہلے خیموں کو لوٹا۔ بعد شہادت امام حسینؑ اہل حرم کو اسیر کیا یہ کارنامہ ہے یزیدی مسلمان فوج کا جس کا کمانڈر انچیف ابن زیاد ملعون تھا اور سپہ سالار اعظم عمر بن سعد تھا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ جب افواج یزیدی کربلا پہنچی تو اہل حرم گھبرا کر گریہ و زاری کرتے امام حسین ان سب کو تلقین صبر فرماتے تھے۔

تیسری محرم کو عمر ابن سعد کا مع لشکر کربلا پہنچنا

حضرت امام حسینؑ علیہ اور ان کے ہمراہ لشکر حق محرم کی دوسری تاریخ کو وارد کربلا معلیٰ ہوا۔ کہ امام عالی مقام کو خبر ملی کہ ایک کثیر لشکر کوفہ سے بطرف کربلا آرہا ہے۔ جسے ابن زیاد نے بھیجا ہے۔ چنانچہ تیسری تاریخ کی صبح نمودار ہوئی امام حسینؑ اپنے خیمہ سے برآمد ہوئے ملاحظہ فرمایا کہ تمام میدان کربلا افواج یزیدی لعین سے بھرا ہوا ہے سرخ و سیاہ علم کھلے ہوئے ہیں لشکری لوگ جنگی نعرے لگا رہے ہیں۔ امام حسینؑ کے اصحاب آپ کے خیمہ کے سامنے صف بستہ کھڑے ہیں امام حسینؑ نے ایک نظر ان سب پر ڈالی۔ اور ادھر خیمہ میں جب افواج یزیدی کی آمد کی خبر ہوئی تو اہل حرم کے دل سینوں میں پھڑکنے لگے

امام حسینؑ اپنے اصحاب کو دیکھ رہے تھے کہ عمر ابن سعد کا لشکر کفار نہر فرات پر آگیا۔ امام حسین کو اطلاع ملی کہ یہ لشکر جنگ کے لیے ابن زیاد نے بھیجا ہے۔ اسی دوران مختلف علم نظر آئے اور مقام نخیلہ سے جو فوج روانہ ہوئی وہ سب کربلا پہنچ گئی اور جدھر نظر جاتی تھی فوج ابن زیاد سے میدان بھرا ہوا تھا۔ اور اس کی سپاہ کے سرخ و سیاہ علم کھلے ہوئے تھے۔ ہم مقام نخیلہ کے سلسلہ میں اگرچہ سالاروں کے نام دے چکے ہیں تاہم جو سالار کربلا میں افواج کوفہ میں تھے ان کے نام یہ ہیں۔ (۱) عمر ابن سعد، (۲) سنان ابن انس (۳) قعقاع (۴) خولی (۵) قشعم، (۶) حصین بن نمیر (۷)، ابو قدار باہلی (۸)، عامر بن صریمہ تمیمی (۹) شبث بن ربعی (۱۰) عروہ بن قیس لشکر اعداء میں جنگی غوغہ شروع ہوا۔ اہلحرمؑ کے دل بیٹھنے لگے۔ اپنے جوانوں سے کہا کہ یہ کیا ہنگامہ ہے۔ یہ لشکر آیا ہم سے قتال کے لیے آیا ہے یا کسی دوسرے مقصد کے لیے جوانان بنی ہاشم کیا جواب دیتے خوش رہے امام حسینؑ خیمہ سے باہر تشریف لائے ہمشکل پیغمبرؐ سے فرمایا اے علی اکبر خیمہ میں جاؤ اور اہلحرم کو خوش کرو۔ حضرت عباسؑ شہزادہ کے ہمراہ خیمہ میں آئے بہنوں کو تسلی دی تلقین صبر کی اے شبیہ روز عاشورا تک تو امام حسینؑ اہلحرم کو تسلی دیتے رہے۔ لیکن روز عاشورا ہنگام عصر کون تھا کہ جو تسلی دیتا۔ واہ محمداہ و علیاہ وا فاطمتاہ۔

صلی اللہ علیک یا ابا عبد اللہ السلام علیک یابن رسول اللہ ورحمۃ اللہ و برکاتہ و فی المقتل المنسوب الی ابی مخنف و اول رایۃ سارت الی حرب الحسین علیہ السلام رایت عمر بن سعد فی تحتہا ستۃ الاف۔ یعنی ابی مخنف کہتا ہے کہ سب سے پہلے جس نے امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے لیے اپنی فوج میں علم کھولا وہ عمر بن سعد ملعون تھا۔ اس وقت اس کے لشکر میں دو ہزار سپاہیوں کا اضافہ ہو چکا تھا گویا چھ ہزار سپاہیوں پر مشتمل لشکر تھا کہ اس نے نہر فرات

کے کنارے اپنا سراپردہ قائم کر دیا یعنی اپنے خیام کی حد بندی کر دی۔ حرؑ ریاحی کہ جو ابن سعد کے پہنچنے سے پہلے وارد کربلا ہوا تھا۔ جب ابن سعد کے لشکر کو دیکھا تو حرؑ دل میں کہنے لگا کہ یہ فوج امام حسینؑ سے جنگ کرنے آئی ہے اس سبب سے اسے بہت دلی صدمہ ہوا۔ اور اپنی جگہ بیٹھا ہوا یہ سوچنے لگا کہ مجھ سے خطا سرزد ہوئی کہ میں حسین ابن علیؑ کے کربلا پہنچنے کا باعث ہوا۔ افسوس ایسا میں نے کام کیوں کیا؟ زبان پر یہ ہی کلمات تھے اور دل ندامت محسوس کر رہا تھا۔ کہ اسی اثناء میں عمر بن سعد لشکر حرؑ میں آیا اور حر سے ملا سلام و مرحباً کہا اور اس کو فرمان سپہ سالاری دیا اور اپنے لشکر میں واپس چلا گیا

عمر ابن سعد کا عبداللہ بن کثیر کو خدمت امام حسینؑ میں بھیجنا

حضرت شیخ مفید علیہ الرحمتہ لکھتے ہیں کہ عمر بن سعد کے کربلا پہنچنے کے بعد عروۃ بن القیس بھی اپنا لشکر لے کر وارد کربلا ہوا۔ اس وقت عروۃ نے پسر سعد سے کہا کہ میری سپرد کر دیں جا کر معلوم کرتا ہوں۔ عبد اللہ بن کثیر کے بارے میں وارد ہوا ہے کہ یہ بدبخت بد مزاج انسان تھا کہنے لگا۔ واللہ لئن شئت لافتکن۔ یعنی اے ابن سعد اگر تو مجھے اذن دے تو میں خیمہ حسینؑ کی طنابیں کاٹ دوں۔ لیکن پسر سعد کہنے لگا کہ صرف اسی قدر کافی ہے کہ تو جا کر سبب آمد دریافت کرے وہ امام حسینؑ کی خدمت میں آیا اور سوال کیا۔ ما الذی جاء بہ۔ کہ یہاں آنے سے آپ کا کیا مقصد ہے کس لیے آپ یہاں آئے ہیں جب وہ آیا ہے تو وہ شعلہ آتش بن کر آیا تھا۔ لیکن جب آنحضرتؑ کے پاس پہنچا تو فریاد کرنے لگا یا حسینؑ یا حسینؑ۔ جب حضرت امام حسینؑ نے اس کی آواز سنی تو آپ نے اپنے یاور و انصار کی طرف دیکھا۔ فرمایا کہ یہ بے ادب کون سا ہے یہ کون ہے جو فریاد کر رہا ہے۔ ابو ثمامہ صداوی نے نزدیک جا کر اس کو دیکھا اور شناخت کیا اور

حضرت کی خدمت میں جاکر عرض کیا کہ قد جاء لک شر اھل الارض یعنی کہ سر بدترین بدخصلت انسان کثیر بن عبداللہ نامی ہے آپ نے فرمایا کہ اس سے دریافت کرو کیا بات ہے یہاں کیوں آیا ہے۔ ابوثمامہ صیداوی اس کے پاس گئے۔ اور اس کے یہاں آنے کا سبب پوچھا اس نے اشارہ کیا خیمہ امام حسین علیہ السلام کہ میں اس خیمہ میں آنا چاہتا ہوں۔ ابوتمامہ نے آپ کو اطلاع دی امام عالی مقام نے فرمایا کہ بہت خوب! ابوثمامہ نے کہا کہ تو اس خیمہ میں جا سکتا ہے۔ مگر یہ تمام اسلحہ اس مقام پر آتار کر رکھدے۔ اس ملعون نے کہا کہ میں اسلحہ نہیں اتاروں گا اس حالت میں ملاقات کروں گا ابوثمامہ نے کہا کہ پھر اپنا مطلب بیان کر تاکہ عالم پناہ حضرت امام حسینؑ کو تیرا پیغام پہنچادوں اور تجھے ان کے جواب سے آگاہ کروں والا لا ادعك تدنوا فانك فاجر۔ تو آقا و نامدار کے خیمہ کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا تو فاسق ہے نہ اس پر وہ مردود کہنے لگا کہ ایک آدمی سے اس قدر وہم کیوں کرتے ہو۔ پھر وہ فاسق واپس چلا گیا۔ ہماری جانیں قربان ہو جائیں اصحاب امام حسین پر کہ ان کو اس قدر پاس وفاداری ہے کہ امام حسینؑ کے نزدیک بھی کسی بے دین کو نہیں جانے دیا۔ لیکن بعد ظہر اصحاب و یاوران حسینؑ اپنے گلے کٹائے مقتل میں پڑے تھے۔ اور حسینؑ غریب پر تیر برس رہے تھے۔ تلواروں سے اعدائے دین حملہ کر رہے تھے۔ نیزہ کی انی جگر کو زخمی کر رہی تھی واغربتاہ واقلۃ ناصراہ کوئی مولا کی فریاد کو نہیں پہنچتا۔ الا لعنة الله على القوم الظالمين۔

عمر بن سعد کا خزیمہ کو خدمتِ امام حسینؑ میں بھیجنا

صلى الله عليك يا ابا عبد الله بابى انت وامى يا مظلوم ياليتنا كنا معك فافوز فوزا عظيما۔

مقتل ابی مخنف میں ہے کہ جب عبداللہ بن کثیر اپنی خباثت کی وجہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر نہ ہوسکا تو عمر ابن سعد نے ایک دوسرا شخص خزیمہ نامی کو امام عالیمقام کی خدمت میں بھیجا کہ وہ امام حسینؑ سے یہاں تشریف آوری کی وجہ دریافت کرے یہ شخص بہت ہوشیار تھا علاوہ ازیں بہ دوستداران آل رسول سے بھی تھا چنانچہ یہ باکمال ادب حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ اور در خیمہ کے نزدیک پہنچ کر اس نے باادب واحترام سلام کیا۔ السلام علیک یابن بنت رسول اللہ امام حسینؑ کے لشکر والوں نے جواب سلام دیا۔ امام حسینؑ نے اپنے اصحاب سے سوال کیا کہ کون شخص ہے۔ عرض کیا انہ رجل جید فاضل کہ یہ ایک فاضل ترین آدمی ہے۔ خدا جانے یہ کس لیے آیا ہے۔ زہیر بن قین اس کی طرف متوجہ ہوئے سوال کیا ما ترید کیا ارادہ ہے۔ اس نے کہا کہ فرزند رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہونا مطلوب ہے۔ زہیر بن قین نے کہا اچھا تو پہلے اپنا اسلحہ آتار دو۔ اس نے اسلحہ و تلوار الگ رکھ دیا اور جب سامنے پہنچا تو اول قدم بوسی کی۔ اور کہا اے مولیٰ ابن سعد نے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ یہ معلوم کروں کہ جناب اقدس و اعلیٰ یہاں کس لیے تشریف لائے ہیں امام حسین

علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہیں لوگوں نے خطوط ارسال کر کے مجھے بلایا ہے اور اب مجھ سے پوچھتے ہو کہ کس لیے آنا ہوا ہے۔ اس نے کہا خدا ان لوگوں پر لعنت کرے کہ جنہوں نے آپ جیسے اقدس و اعلیٰ بزرگ ہستی کو یہاں آنے کی دعوت دی۔ اس نے اپنی غلامی کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی ثابت قدمی کا یقین دلایا کہ اب تو امام حسینؑ کے قدموں پر جان دے کر جام شہادت پیوں گا۔ وہ فنا فی المودت الحسینؑ ہو گیا وہ زبان دل سے کہہ رہا تھا یالیتنی کنت معھم فافوز فوزا عظیما۔ اے شیعو وہ ایسا وقت تھا کہ اگر ایک شخص بھی مولا کی نصرت و یاوری کا یقین دلاتا۔ تو امام حسینؑ خوش ہوتے تھے یہیں سے اندازہ لیجیے روز عاشورا محرم جب اصحاب میں سے ایک سے شخص بھی قتل ہوتا تھا تو امام حسینؑ کو کس قدر صدمہ جانکاہ ہوتا تھا۔ کبھی مقتل سے آواز آتی تھی اے آقا خدا حافظ کبھی کسی کی آواز آتی تھی بابا میری مدد کو پہنچیے۔ میرے سینہ میں برچھی لگی ہے۔ کبھی آواز آتی تھی اے آقا مدد کو آیئے۔ میرے شانے کٹ گئے کبھی سکینہؑ یا ابتاہ کہتی اور غش کر جاتی تھی۔ امام حسینؑ کے ہاتھوں پر علی اصغرؑ ہیں۔ حسینؑ سوال آب کر رہے ہیں لیکن کسی نے ایک گھونٹ پانی تک نہ دیا۔ حرملہ لعین نے تیر سہ شعبہ سے بچے کا گلا اور حسینؑ کا بازو زخمی کیا۔ بچہ حسینؑ کے ہاتھوں پہ منقلب ہو کر رہ گیا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

عمر بن سعد کا قرۃ بن قیس کو امام حسینؑ کے پاس بھیجنا

الشیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب الارشاد میں تحریر فرمایا ہے کہ خزیمہ کے بعد عمر بن سعد نے قرۃ بن قیس تابی شخص کو امام حسینؑ کی خدمت میں برائے اشعار احوال بھیجا۔ قیس جب خیمہ امام عالی مقام کے نزدیک پہنچا تو کہا کہ میں حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ امام حسینؑ نے حبیب ابن مظاہر سے فرمایا کیا تم اس شخص کو جانتے حبیب ابن مظاہر اسدی نے عرض کیا کہ مولا میں اس سے واقف ہوں یہ قبیلہ حنظلہ بنی تمیم سے ہے آپ اس کو اپنے ہمراہ خدمت امام حسینؑ نے فرمایا کہ عمر بن سعد سے کہو کہ اہل کوفہ نے خطوط لکھ کر مجھے بلایا تو میں یہاں آیا ہوں یہاں بطور مہمان وارد ہوا ہوں۔ اگر مجھے تخت و تاج حاصل کرنا ہوتا تو اپنے اہلحرم کو اپنے ساتھ نہ لاتا۔ میرے ساتھ علیؑ اکبر میں قاسم میں علی اصغرؑ ہیں۔ عون اور محمدؑ ہیں۔ عباس اور ان کے یہاں ہیں۔ میری بہنیں میرے ساتھ ہیں مولف کتاب کہتے ہیں کہ اے مولا آپ کی مظلومیت پر تمام کائنات قربان اے شیعو تمہارے مولا روز عاشورا محرم یکہ و تنہا کھڑے ہیں۔ نہ اکبر ہے نہ قاسم نہ عباس کوئی نہیں ہے جب قرۃ بن قیس نے یہ سنا تو واپس جانے لگا تو حبیب ابن مظاہرؓ نے فرمایا کہ اے قرۃ منزل رحمت چھوڑ کر قوم ظالمین کے پاس جاتے ہو۔ اے قرۃ انصر ھذا الرجل اس شخص یعنی امام حسینؑ کی نصرت کرو قرۃ نے کہا کہ اب تو واپس جاتا ہوں اگر توفیق خدا شامل ہوئی تو مدد و یاوری کروں گا۔ یہ شخص

عمر بن سعد کے پاس پہنچا اور تمام واقعہ بیان کیا۔ اور کہا کہ حضرت حسینؑ بن علیؑ جنگ کے لیے نہیں آئے ہیں انہیں حکومت منظور نہیں ہے۔ وائے قوم نابکار پر کہ اس نے کچھ پرواہ نہ کی اور امامؑ کے قتل پر آمادہ ہو گئے اگرچہ امام حسین علیہ السلام روز عاشورا محرم فرما رہے تھے۔ بای جرم قتلونی و بای ذنب تستحلون دمی۔ یعنی کہ مجھے کس جرم میں قتل کرتے ہو مجھ سے کون سا گناہ سرزد ہوا ہے کہ میرا خون بہاتے ہو۔

عمر ابن سعد لعین کا خط ابن زیاد کے نام

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب الارشاد میں فرمایا ہے کہ کربلا سے عمر ابن سعد نے ابن زیاد گورنر کوفہ کو اس مضمون کا خط لکھا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم فانی نزلت الحسین و بعثت الیہ رسولی فسالتہ عما اقدمہ و ماذا۔

یعنی کہ اے میں تم سے رخصت ہو کر کربلا پہنچا تو سب سے اول میں نے حسین ابن علی کی طرف اپنا قاصد بھیجا کہ وہ معلوم کرے کہ حسینؑ کس غرض سے یہاں وارد ہوئے ہیں۔ جس پر حسینؑ ابن علیؑ نے یہ جواب دیا کہ اہل شہر کوفہ نے مجھے بلایا تو میں یہاں آیا ہوں۔ میرا جنگ کا کوئی ارادہ نہیں ہے نہ سلطنت و حکومت کا طلب گار ہوں چونکہ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ جنگ کا کوئی شور و غل نہیں ہے اس صورت میں کیا کروں والسلام اس خط کو تمام کر کے اس نے ایک شتر سوار کو خط دیا اور کوفہ روانہ کیا۔ حسان بن قائد العبسی کنت عند عبید اللہ ابن زیاد حین اتاہ ھذا الکتاب۔ یعنی حسان کہتا ہے کہ میں اس وقت ابن زیاد کے پاس تھا کہ عمر بن سعد کا خط پہنچا۔

ابن زیاد نے خط پڑھا اور بطور تمسخر کہنے لگا کہ اب جب حسینؑ ہمارے چنگل میں پھنس گئے ہیں تو اب نجات کے طلب گار ہیں۔ حالانکہ اب نجات کیسی؟ اس نے دوات و قلم طلب کیا کہ جواب تحریر کرے۔

جواب نامہ از طرف ابن زیاد بنام عمر بن سعد

کتاب الارشاد میں ہے کہ اما بعد فقد بلغنی کتابک و فھمت ما ذکرت فاعرض علی الحسین ان یبایع لیزید ھو و اصحابہ فاذا ھو فعل ذلک رایتنا رایا۔

یعنی کہ تیرا نامہ ملا۔ جو کچھ تو نے ہمیں تحریر کیا ہے اس پر غور کیا حسین ابن علیؑ اور ان کے ساتھی سب لوگ یزید بن معاویہ کی بیعت کر لیں تو البتہ اس وقت ہم غور کریں گے۔ یزید کو مطلع کریں گے۔ اگر حسینؑ بیعت کرنے سے انکار کریں تو ان کو قتل کر دے یا ان کا سر برائے بیعت بھیج دے۔ اے شیعو۔ ابن زیاد کی خواہش صرف یہی تھی کہ حسینؑ ابن علی، بیعت یزید بن معاویہ کر لیں تو خیر ورنہ ان سے محاربہ لازمی ہے۔ حالانکہ یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ امام حسین علیہ السلام جو شریک عصمت و نبوت ہیں یزید جیسے فاسق و فاجر کی بیعت نہیں کر سکتے اور آپ کی شہادت نے واضح کر دیا کہ خانوادۂ عصمت کبھی کسی فاجر و فاسق و بے دین کی بیعت نہیں کر سکتا (یہیں سے ثابت ہوتا ہے کہ حسین کے پدر عالی قدر حضرت امیر المؤمنین بھی غیر از رسولؐ خدا کسی کی بیعت نہیں کر سکتے تھے ہماری تصنیف

علی اور بیعت ملاحظہ ہو تعلم مترجم) عبد الحمید بن ابی الحدید معتزلی کہتا ہے کہ دنیا میں مثل حسین بن علیؑ کون ہے۔ حسینؑ ابن علیؑ کو ابن زیاد۔ بدنہاد امان دے امن و امان ان کو خدا نے عطا کی ہے۔ ابن زیاد کا مقصد یہ تھا کہ اگر حسین طلب امان پر راضی ہو جائیں تو میرے پاس دربار میں آئیں اور لوگوں کی نگاہ میں معاذ اللہ حقیر ہوں۔ امام حسینؑ کی غیرت گوارا نہ کیا کہ وہ دربار ابن زیاد میں بغرض امان جائیں۔ خود آپ نے فرمایا ہے انا قتیل العبرۃ کہ میں کشتہ غیرت و حیا ہوں وا حسرتا ابن زیاد ملعون نے جب سر بریدۂ امام حسینؑ علیہ السلام اس کے دربار میں پہنچا اور آپ کے اہلحرم بھی رسن بستہ تھے۔ تو ابن زیاد نے سر مبارک کے ساتھ کیا۔ بے ادبی کی اور اہلحرم کو دربار میں کھڑا کیا۔ حالانکہ ان کے سروں پر چادریں نہ تھیں

امام حسینؑ اور عمر بن سعد کی چوتھی شب محرم ملاقات

مروی ہے کہ محرم کی چوتھی شب عمر ابن سعد اپنے خیمہ سے نکلا اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے لشکر میں پہنچا دیکھا کہ اصحاب خیمہ امام عالی مقام کا پہرہ دے رہے ہیں۔ اور اس طرح خیمہ کے گرد پھر رہے ہیں جیسے لوگ طوائف کعبہ کرتے ہیں لیکن اس ملعون نے ایک قاصد بھیجا۔ امام حسینؑ دو آدمیوں کے ہمراہ اس کی طرف آئے۔ اور کنار نہر فرات پر آپ نے عمر بن سعد سے ملاقات کی اس نے امام حسینؑ سے معانقہ کیا اور قدم چومے پھر گفتگو شروع کی

کہ آپ سرزمین عراق پر کیوں تشریف لائے ہیں آپ کے نزدیک تو مکہ و مدینہ زیادہ عزیز ہیں۔ اس وقت امام حسینؑ نے اہل کوفہ کے تمام خطوط منگوائے اور عمر ابن سعد کو دکھائے ہے۔ عمر بن سعد نے کہا ما عرفت ما فعل بکم کہ پھر آپ نے کوفہ والوں پر کیوں اعتماد کیا۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ تم نے درست کہا اب اس کا جواب یہ ہے کہ من خادعنا فی اللہ انخدعنا لہ یعنی وہ خدا کہ جو خالق کائنات ہے اس کی قسم ہم رسول خدا کی طرف سے آئمہ ھدیٰ ہیں ہم سب راہ خدا میں اپنا سب کچھ قربان کرنا اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔ اور جو خدا کے ساتھ فریب و دھوکا کرے تو ہم اس کی طرف رخ بھی نہیں کرتے۔ عمر بن سعد نے کہا کہ آپ نے درست فرمایا۔ اور اب کوفیوں کی بدولت آپ پر راہ حیات مسدود ہو رہی ہے۔ انہوں نے آپ کے ساتھ خدع کیا ہے اور آپ کو بلاء میں ڈال دیا ہے۔ اس حالت میں آپ خود کوئی بہتر صورت اختیار کریں۔ آپ نے فرمایا کہ دعونی اذھب الی المدینۃ او الی مکۃ او بعض الثغور اقیم بہ کبعض اھلھا کہ آپ نے فرمایا کہ تو ہمیں مدینہ یا مکہ یا کسی اور شہر کی طرف نکل جانے دے۔ ہم دوسرے لوگوں کی طرح زندگی بسر کریں گے عمر ابن سعد نے کہا کہ میں کچھ نہیں کر سکتا البتہ ابن زیاد کو خط لکھوں گا۔ ممکن ہے کہ وہ آپ کی ان تینوں خواہشات میں سے کوئی ایک مان لے۔ بعدہ حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے خیمہ کی طرف واپس تشریف لے آئے۔ محمد بن ابی طالب سے بحار میں روایت کی گئی ہے کہ ابن زیاد کا دوسرا خط پھر عمر ابن سعد کو ملا جس کا مضمون یہ ہے انی لم اجعل لک علۃ فی کثرۃ الخیل والرجال فانظر لا اصبح ولا امسی الا وخبرک عندی غدوۃ و عشیۃ۔

یعنی اے پسر سعد کہ میں نے تجھے اس لیے سردار لشکر نہیں بنایا ہے کہ تو صبح و شام مجھے خط لکھتا رہے۔ تیرا کام صرف یہ ہے کہ پسر رسول مختار سے بیعت لے ان پر تنگی کرے اور یا جنگ کرے۔ اس کے سوا اور کوئی تیری بات قابل قبول نہیں ہے۔ عمر ابن سعد نے جب ابن زیاد کا خط پڑھا تو اول اول سخت پریشان ہوا۔ مختصر یہ ہے کہ ادھر امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میں دونوں لشکروں کے درمیان ابن سعد سے دوبارہ گفتگو کرنا چاہتا ہوں اصحاب نے امام علیہ السلام کا پیغام عمر بن سعد کو پہنچایا۔ ادھر امام حسین علیہ السلام عبا دوش پر ڈالی عمامہ رسول خدا زیب سر کیا۔ اور تشریف لے گئے۔ دونوں نے باہمی گفتگو کی حضرت عباس علیہ السلام اور حضرت علی اکبر آپ کے ہمراہ تھے۔ عمر بن سعد کے ہمراہ بھی اس کے دو سالار آئے تھے۔ فرمایا اے ابن سعد والے ہو تجھ پر کہ تو خدا سے نہیں ڈرتا۔ اور میرے قتل پر کمربستہ ہے عمر بن سعد نے کہا کہ اے حسینؑ میں تم کو اشرف کائنات مانتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ فرزند رسولؐ خدا ہیں۔ مگر میرے سامنے دو باتیں ہیں اول یہ کہ اگر آپ سے جنگ کروں تو حکومت رے ملتی ہے اور اگر آپ کو جانے دوں تو حکومت رے ہاتھ سے جاتی ہے اور اس صورت میں مجھے اپنی جان کا خطرہ بھی ہے۔ ابن زیاد مجھے زندہ نہ چھوڑے گا۔ اس پر حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ میرے اور تیرے درمیان یہی صورت صلح ہے کہ تو یا تو مجھے مکہ یا مدینہ یا کسی دوسرے اسلامی شہر میں جانے دے تا کہ میں مسلمانوں کی طرح اپنی زندگی گزار سکوں۔ اس صورت میں تو میرے خون ناحق میں ملوث نہ ہوگا۔ ابن شہر آشوب اور صاحب روضہ لکھتے ہیں کہ عقبۃ بن سمعان کہ وہ کہتا ہے کہ میں قسم

بخدا کہتا ہوں کہ میں اس وقت حاضر تھا اور میں نے دونوں کی گفتگو سنی ہے۔ عمر بن سعد نے کہا اے حسین بن علیؑ شاید ان تینوں حاجتوں میں سے کوئی ایک حاجت ابن زیاد کے نزدیک قابل قبول ہو۔ اے شیعو روز عاشورا ء محرم یہی عمر بن سعد تھا کہ جو حضرت کے قتل کے لیے آگے بڑھا ہے حضرت امام حسینؑ نے اس کی طرف دیکھا تو فرمایا ای عمر انت جئت بقتلی یعنی اے بے حیا تو خود ہی مجھے قتل کرنے آیا ہے۔ مجھے میرے قتل کی اس قدر جلدی ہے۔ عمر بن سعد شرمندہ ہوا اور شمر ولد الحرام نے اس کے سامنے سر امام حسین جدا کیا۔ حضرت زینب خاتون فریادی تھیں کہ اے عمر سعد تو دیکھ رہا ہے۔ اور میرا بھائی ذبح ہو رہا ہے۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

نامہ ابن زیاد بنام عمر ابن سعد اور امام حسینؑ پر بندش آب کا حکم

مقتل ابی مخنف میں ہے کہ خولی بن یزید اصبحی ملعون نے جو کہ دشمن آل رسول تھا۔ دیکھا کہ عمر ابن سعد راتوں کو تنہائی کے عالم میں حضرت امام حسینؑ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا ہے اور گفتگو کرتا ہے اس نے ابن زیاد کو خط تحریر کیا اور لکھا کہ عمر ابن سعد امیر لشکر ہونے کے باوجود حضرت امام حسینؑ سے تنہائی میں ملتا ہے اور ان کے ساتھ با مہر و محبت پیش آتا ہے۔ فامرہ ان ینزل عن حکمک و یصیر الحکم لی و انا اکفیک امرہ۔ یعنی اے امیر پسر سعد

کو سالاری سے معزول کر اور مجھے اس کی جگہ سردار بنا تا کہ میں تیرا حکم ایک آن واحد میں جاری کروں۔ اور معاذ اللہ حسین ابن علی سے جنگ کروں۔ اس نے یہ خط ایک سوار کو دیا اور کوفہ کو روانہ کیا جب قاصد خط لے کر کوفہ پہنچا اور خط ابن زیاد نے پڑھا تو وہ بدنہاد جوش میں آگیا اور غصہ میں اس کی آنکھیں مثل نار نمرود سرخ ہو گئیں۔ اور اس نے ابن سعد کو خط تحریر کیا امابعد

یا بن سعد قد بلغنی انک تخرج فی کل لیلۃ تبسط بساطا الخ

آخر ین ہے تجھ اے ابن سعد کہ مجھے میں نے سرداری عطا کی اور تو حسین ابن علی کے ساتھ خلوت میں ملتا ہے اور ان کے ساتھ اظہار محبت کرتا ہے۔ اور

اے ابن سعد فاذا قرات کتابی فامرہ ان ینزل علی حکمی فان اطاع والا امنعہ من شرب الماء فانی حللتہ علی الیھود والنصاریٰ وحرمتہ علیہ وعلی اھل بیتہ یعنی اے ابن سعد کہ جیسے ہی یہ نامہ تجھے ملے اور اس کے مضمون سے مطلع ہو فوراً بلا تاخیر اور بغیر کسی رکاوٹ کے حسینؑ ابن علیؑ سے میرا حکم تسلیم کرانے کی کوشش کر۔ اگر حسینؑ اطاعت کریں تو بہتر ہے ورنہ آب فرات یہود و نصاریٰ کے لیے جائز ہے اور حسینؑ اور ان کے اہلبیتؑ پر پانی بند کر دے اور اگر میرے اس حکم سے انحراف کیا تو اپنے آپ کو لشکر کی سرداری سے معزول سمجھ۔ والسلام یہ نامہ ابن زیاد نے کربلا روانہ کیا۔ اے شیعہ غور کر کہ اس بدنہاد نے کیا تحریر کیا ہے۔ آب فرات پر چرند پیئیں پرند پیئیں۔ یہود و نصاریٰ پئیں تو منع نہ کرنا۔ مگر حسینؑ اور ان کے اہلبیتؑ اور ہمراہیوں پر پانی بند کر دے فرات پر پہرہ لگا دے کہ ان کے خیموں تک پانی نہ جانے پائے۔ معاحسرتا اس نے پانی بند کر دیا اور تشنگی ہی کی حالت میں امام حسینؑ اور ان کے اصحاب نے

دشمن سے دفاعی جنگ کی۔

عمرو بن حجاّج کا نہر فرات پر پہرہ لگانا

روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب محرم کی پانچویں تاریخ کو آفتاب برآمد ہوا تو عمر ابن سعد ملعون نے اپنے خادم سے دوات و قلم طلب کیا اور ابن زیاد بدنہاد کو نامہ تحریر کیا۔ الشیخ مفید نے تحریر کیا ہے کہ ابن سعد نے اس مضمون کا خط تحریر کیا تھا۔ امابعد فان اللہ قد اطفی النائرہ وجمع الکلم واصلح امر الامۃ۔ یعنی کہ بعد از حمد خدا و نعت مصطفیٰ امیر کو معلوم ہو کہ خداوند کریم کے فضل و کرم سے ہمارا مقصود حاصل ہو گیا۔ اور وہ آگ کہ جس کے شعلے عراق سے بلند ہوتے اور اس سے اکثر گھر سوختہ ہوتے خموش ہو گئی ہے۔ اور امر خلافت کہ جو امت کے درمیان وجہ اختلاف تھا اس کی اصلاح ہو گئی ہے۔ پھر لکھا ہذا الحسینؑ قد اعطانی عہدا ان یرجع الی المکان الذی اتی منہ۔ یعنی حسین ابن علیؑ نے کربلا میں مجھ سے عہد کیا ہے کہ یہاں سے واپس جانے کے بعد میں اپنی جگہ سے حرکت نہیں کروں گا۔ یا یہ کہ مجھے کسی دوسرے اسلامی ملک میں جانے دیا جائے وہاں میں اپنی زندگی بطریق اسلام گزاروں گا۔ کسی امر سے مجھے سروکار نہ ہوگا اور کسی کو میں اپنی بیعت کی دعوت نہیں دوں گا۔ عمر ابن سعد نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان تینوں باتوں میں نیکی ہی نیکی ہے۔ اور صلاح و فلاح امت مضمر

ہے خط تمام کرکے قاصد کو دیا اور کوفہ پہنچ کر قاصد نے وہ خط ابن زیاد ملعون کو دیا۔ اس نے دوراہی جواب تحریر کیا۔ یا ابن سعد قد بلغنی تخرج فی کل لیلۃ وتبسط بساطا و تدعو الحسین و تتحدث الی الخ۔ اے ابن سعد مجھے خبر ملی ہے کہ تو کربلا میں راتوں کو حسین ابن علیؑ سے ملتا ہے۔ اور مدارات پیش آتا ہے۔ اس خط کے ملتے ہی تو ان سے بیعت یزید لے اگر وہ انکار کریں تو پہلے ان پر پانی بند کردے اور ان کے اصحاب پر بھی پانی بند کرے اگر وہ اس طرح بیعت پر آمادگی ظاہر کریں تو خیر ورنہ ان سے جنگ کر اور حسین اور اصحاب کے سر قلم کرکے کوفہ بھیج دے۔ قاصد یہ خط لے کر کربلا پہنچا اور عمر ابن سعد نے خط پڑھا تو وہ کانپ گیا۔

بروایت شیخ مفیدؒ فبعث عمر بن سعد فی الوقت

عمرو بن الحجاج فی خمس مائۃ فارس فرکوا علی الشریعۃ یعنی عمر بن سعد نے عمرو بن حجاج کو حکم دیا کہ پانچ سو سوار تیر افگن نہر فرات پر لگادے کہ وہ حسینؑ ابن علیؑ یا ان کے اصحاب میں سے کسی کو پانی نہ لینے دیں۔ نہر فرات پر سخت پہرہ لگا دے پانی کی ایک بوند اہل حرم کے خیموں تک نہ جانے پائے۔ اور اس نے حجار بن ابجر کو چار ہزار کے لشکر کے ساتھ عمرو بن حجاج کی نصرت و یاوری کے لیے مقرر کیا۔ اس مرد ناپاک نے نہر فرات پر چاروں طرف محاصرہ کر لیا کہ کوئی شخص از طرف حسینؑ نہر تک نہ آنے پائے۔ جب عمر ابن سعد نے نہر فرات پر پہرہ لگا دیا تو شیث ملعون کو بلایا اور کہا کہ تو نے ابن زیاد سے میری شکایت کی ہے۔ وہ

مجھ سے ناراض ہو گیا ہے۔ اور اپنے الزام کو رفع کرنے کی غرض سے عمر ابن سعد نے شیث کی سرکردگی میں تین ہزار کا اور لشکر نہر فرات پر متعین کر دیا اور تاکید کی کہ حسین ابن علی تک پانی نہ جانے پائے۔ جب امام حسینؑ کو خبر بندش آب ملی تو آپ نے فرمایا کہ دشمن نے از خود دشمنی ظاہر کر دی اور آپ پر بندش آب کا بہت زیادہ صدمہ ہوا۔ شیخ مفیدؒ کہتے ہیں کہ پھر عمر بن سعد نے نادی عبد اللہ بن الحصین الازدی باعلی صوتہ یا حسین الا تنظرونہ الی الماء کانہ کبد السماء واللہ لا تذوقون منہ قطرۃ واحدہ حتی تموتوا عطشاء۔۔۔ یعنی عبد اللہ بن الحصین نامی بدنہاد نے باواز بلند کہا اے حسین اگر تم مر بھی جاؤ تو ہم تم کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہ دیں گے۔ جب امام حسین علیہ السلام نے اس سگ ناپاک کی یہ آواز سنی تو فرمایا اللھم اقتلہ عطشانا و لا تغفر لہ ابدا۔ یعنی اے خداوندا تو اس بے حیا کو پیاسا قتل کر اور اس کو نہ بخشنا حمید بن مسلم کہتا ہے کہ وہ ولد الحرام پیاس کی حالت میں مرنے کا پیٹ (شکم) مشک کی مانند ہو گیا تھا جس قدر پانی پیتا تھا اسی قدر پیاس بھڑکتی تھی یہاں تک کہ وہ واصل جہنم ہوا۔ روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ اور ان کے اہلبیت و اصحاب پر پانی بند ہو گیا تو عمرو بن حجاج زبیدی نے آواز بلند کہا اے حسینؑ تم اس پانی کو دیکھتے ہو صحرا کے جانور اور سگ ناپاک بھی پانی پیتے ہیں۔ لیکن ہم تم کو پانی نہیں دیں گے۔ تم جہنم میں آب حمیم (گرم پانی) پیو۔ اس کلام ناز یبا سے امام حسینؑ کے دل پر جو اثر ہوا وہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

حضرت حبیبؑ ابن مظاہر کا قوم بنی اسد سے نصرت طلب کرنا

علامہ مجلسیؒ نے بحار میں محمد ابن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ حبیبؑ ابن مظاہر آتی الی الحسین علیہ السلام کہ حبیب ابن مظاہر امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا فرزند رسول خدا کیہاں سے کچھ فاصلہ پر بنی اسد رہتے ہیں اگر اجازت ہو تو میں ان کے پاس جاؤں اور نصرت دیاوری کے لیے ان کو آمادہ کروں۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے حبیبؑ تم کو اجازت ہے۔ آپ قبیلۂ بنی اسد کے پاس تشریف لے گئے۔ لوگوں نے ان کا استقبال کیا اور سوال کیا کہ تمہاری کیا حاجت ہے فرمایا کہ میں تمہاری دنیا و آخرت میں فلاح و بہبود چاہتا ہوں وہ یہ کہ کربلا میں حضرت سبط پیغمبر حسین ابن علی ٹھہرے ہوئے ہیں عمر ابن سعد ملعون کا لشکر ان کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔ ان سے یزید لعین کی بیعت لینا چاہتا ہے۔ ان پر پانی بند کر دیا ہے۔ نہر فرات پر پہرہ لگا دیا ہے تم سب حسین فرزند فاطمہؑ کی نصرت کرو۔ ان میں سے ایک شخص عبداللہ بن بشیر نامی کھڑا ہوا اور کہا کہ سب سے پہلے میں پسر رسولؐ خدا کی نصرت و یاوری اور جان قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اس طرح نوے مرد جنگ آزمودہ تیار ہوئے اور نصرت امام حسینؑ کے لیے حبیب ابن مظاہر کے ہمراہ کربلا کا رخ کیا۔ کہ ابن سعد کو اس کی خبر ہو گئی۔ اس نے سراپردہ سے باہر قدم رکھا اور ایک شخص کو جس کو ازرق کہتے ہیں بلایا اور اس کی ماتحتی میں چار سو نبرد آزما آدمی مقرر کئے اور

حکم دیا کہ بر سر راہ قبیلۂ بنی اسد جا کر ان لوگوں کو یہاں پہنچنے سے روکیں۔ ادھر وہ اہل ایمان نصرت امام حسینؑ کے جذبہ میں منزل طے کرتے ہوئے شاطی الفرات پر پہنچے یعنی کہ فرات کے کنارے مگر اس فوجی دستے نے جو ذات پر پہرہ دار تھے ان کی مزاحمت کی اور ان کو آگے بڑھنے سے روکا۔ ان سے شدید مقابلہ ہوا۔ ان کے ساتھیوں میں سے اکثر نے شہادت پائی۔ حضرت حبیب ابن مظاہر نے بھی اس تاریکی شب میں فوج عمر بن سعد سے مقابلہ کیا۔ لیکن بنی اسد کے باقی لوگوں نے جب لشکر عمر بن سعد کی کثرت دیکھی تو مقابلہ کرنے کی ہمت نہ پڑی اور وہ لوگ اپنے گاؤں کی طرف واپس چلے گئے۔ اور اس خیال سے کہ مبادا فوج یزیدی پورے قبیلہ پر حملہ آور نہ ہو یہ لوگ اپنا بار برداری کا سامان اونٹوں پر لاد کر گاؤں سے نکل کھڑے ہوئے مگر کسی دوسری جگہ جانے کی بجائے کربلا پہنچ گئے۔ اس دن محرم کی بارہویں تاریخ تھی جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین شہید ہو گئے تو سب مرد و زن نوحہ و زاری کرنے لگے ان کی عورتیں پھر کہنے لگیں کہ اب نصرت فرزند رسول اس طرح ہو سکتی ہے کہ تم ان کے لاشوں کو جو بے گور و کفن پڑے ہیں دفن کرو چنانچہ قبیلہ بنی اسد کے لوگوں نے ان شہیدوں کو دفن کیا۔ (تفصیلاً بعدہ ذکر کیا جائے گا)

حضرت امام حسینؑ اور عمر ابن سعد کی دونوں لشکروں کے درمیان ملاقات

جب امام حسینؑ چاروں طرف سے فوج اعداء میں گھر گئے۔ تو بروایت محمد ابن ابی طالب الموسوی حضرت امام حسینؑ نے عمر بن سعد کو پیغام بھیجا۔ انی ارید ان اکلمک فالقینی بین العسکرین عسکری وعسکرک۔ یعنی کہ ہم دونوں لشکروں کے درمیان گفتگو کریں تاکہ تمام لوگ آگاہ ہو جائیں۔ اور یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم آل محمد کو نہیں پہچانتے تھے یا معلوم نہ تھا ورنہ ہم آل رسول کو شہید نہ کرتے۔ امام حسینؑ دلیرانہ وشیرانہ تشریف لے گئے اور وہ پیر بے بصیرت عمر ابن سعد بھی اپنے خیمہ سے نکل کر آیا اس کے ہمراہ ایک سو بیس سوار بھی آئے تھے۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ بعض ایسے لوگ کہ جو عمر ابن سعد کے منہ لگے ہوئے تھے از خود آ گئے۔ امیر محمد روضۃ الصفا میں لکھتے ہیں کہ عمر ابن سعد کے ہمراہ ایک سو بیس افراد تھے۔ ادھر حضرت خامس آل عبا امام حسین علیہ السلام بھی اپنے بیس اصحاب واعزاء کے ساتھ تشریف لائے آگے آگے حضرت عباس ایک طرف حضرت علی اکبر اور دوسری طرف آپ کے یا درو انصار تھے۔ جب امام حسین علیہ السلام نے ابن سعد سے ملاقات کی تو گفتگو کے وقت اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ دور دور ہو جاؤ سب دور ہو گئے مگر حضرت عباس علیہ السلام اور حضرت علی اکبرؑ کو آپ نے نزدیک رہنے دیا عمر ابن سعد نے بھی اپنے ہمراہیوں کو دور چلے جانے کا حکم دیا۔ سب چلے گئے۔ مگر درید غلام عمر ابن سعد اور حفص

پاس رہے۔ امام حسینؑ نے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا اے عمر یہ کیا آتش ظلم ہے کہ جو بھڑک رہی ہے۔ کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا تو خدا سے کیوں حیا نہیں کرتا اے ابن سعد تو اہل ستم کا ساتھ چھوڑ دے اور میرا ساتھ دے۔ عمر ابن سعد نے کہا کہ ابن زیاد میرا گھر تباہ کر دے گا۔ میرے بچوں کو قتل کرے گا جب حضرت امام حسینؑ نے یہ سنا تو کچھ لمحہ خاموش رہے جب اس پر حضرتؑ کے موعظہ کا کوئی اثر نہ ہوا تو آپ وہاں سے یہ کہتے ہوئے کھڑے ہوئے کہ مجھے اب اپنے قتل کا یقین ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تجھے اپنی عمر میں خیر نہ نصیب ہو۔ اور تجھ کو عراق کی گندم نصیب نہ ہو وہ ولد الحرام کہنے لگا کہ اگر گندم نہ سہی جو غنیمت ہیں۔ امام حسینؑ وہاں سے واپس چلے آئے اے شیعوں یہی وہ سعد کا منحوس پسر ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام روز عاشوراء محرم گھوڑے سے زمین پر گرے تو یہی ملعون سر امام کاٹنے کے لیے آگے بڑھا۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ یابن سعد انت حبت لقتلی اے عمر ابن سعد تو خود مجھے قتل کرنا پسند کرتا ہے۔ اس وقت وہ ملعون شرمندہ ہوا۔ واپس چلا گیا اور نصرانی کو قتل حسینؑ کے لیے مامور کیا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

ابن زیاد کا صلح کے لیے راضی ہونا اور شمر ذی الجوشن کا مانع ہونا

الشیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ نے معتبر روایات کی بنا پر کتاب الارشاد میں تحریر فرمایا ہے کہ جب عمر ابن سعد سے حضرت امام حسینؑ نے یہ فرمایا کہ ان تین شرائط میں سے کوئی ایک شرط منظور کرے کہ یا تو مجھے مکہ مدینہ جانے دیا جائے یا بصورت

دیگر کسی اسلامی شہر جانے دیا جائے یا پھر شام جانے دیا جائے۔ تو ابن سعد نے ابن زیاد کو ان شرائط کے تحت خط لکھا جس کو پڑھ کر ابن زیاد کہنے لگا کہ یہ خط نصیحت ہے اور قوم کے لیے مفید ہے۔ بہتر یہی ہے کہ حسینؑ ابن علی کو شام جانے دیا جائے۔ جس قدر لوگ اس کی مجلس میں تھے سب ہی نے اس تجویز کو پسند کیا مگر شمر ولد الحرام نے سخت مخالفت کی اور کہا اے امیر کوفہ تو ابن زیاد کی سفارش قبول نہ کر۔ اور نہ حسینؑ کا عجز و تمنا کا خیال کر۔ اگر ایسا ہوا تو پھر تیرا طبل و علم خاک میں مل جائے گا۔ اور تیرا کام سخت ہو جائے گا۔ و اللہ لئن رجل من ارضك ولم يضع يده في يدك ليكونن اولی بالقوة ولتكونن اولی بالضعف والعجز۔ یعنی چارۂ کار حضرت امام حسینؑ یہ ہے کہ وہ خود اور ان کے اصحاب تیرے حکم پر عمل کریں تیرے امر کو تسلیم کریں اور جب وہ تیرے حکم کے آگے سر تسلیم خم کریں گے تو معاذ اللہ ذلیل و خوار ہوں گے۔ اور اس وقت اگر حسینؑ کے ساتھ سختی کرتا ہے تجھے اختیار ہے اور اگر معاف کرتا بخشتا ہے تو بھی تجھے اختیار ہے۔ ابن زیاد بدنہاد نے شمر ولد الحرام کی رائے کو بہتر سمجھا۔ اور کہا اے شمر تیری رائے درست ہے۔ اس وقت اس نے ابن سعد کو خط تحریر کیا اور شمر ملعون سے کہا کہ تو میرا یہ نامہ عمر بن سعد کو پہنچا دے اس خط کا ماحصل یہ ہے کہ ابن زیاد نے لکھا اگر ممکن ہو سکے تو حسینؑ ابن علیؑ اور ان اصحاب کو میرا مطیع و منقاد بنا۔ اگر ایسا ہو سکے تو بہت بہتر ہے۔ ورنہ والا فاضرب عنقه و انت امير الجيش یعنی اگر عمر بن سعد میرا حکم نہ مانے تو اے شمر تو سالار لشکر ہے اور ابن سعد کی گردن مار دے یعنی اسے قتل کر دے یہ پروانہ لے کر شمر ولد الحرام سے جیسا کہ ابن زیاد نے کہا تھا اس نے ویسا ہی کیا بلکہ اس

سے بھی زاید۔ اس ولد الزنا نے روز عاشورا محرم امام عالیمقام کی شان میں ناروا الفاظ کہے اور آپ کا تمسخر اڑایا۔ حد کر دی کہ آپ کے سینۂ اقدس پر وقت ذبح اپنا موزۂ نجس رکھا۔ آپ مشغول جنگ و جدال تھے کہ آپ نے فرمایا لاحول ولا قوة الا بالله پھر فرمایا کہ تشنہ کام ہوں۔ جب شمر ملعون نے سنا تو کہنے لگا معاذ اللہ کیا رقوم جہنم کی خواہش ہے۔ آپؑ نے اس پر نفرین کی (جس شخص پر خود بذاتہ امام علیہ السلام نفرین کریں وہ ابد الاباد کے لیے جہنمی ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی مقصر علماء کہتے ہیں کہ اگر قاتل امام توبہ کر لے تو بخشا جا سکتا ہے جب شمر ولد الحرام نے آپ کے سینۂ اقدس پر موزہ رکھا اور چاہا کہ آپ کا سر جدا کرے آپ نے بحالت ضعف فرمایا۔ من انت کہ تو کون ہے وہ مردود بولا کہ شمر ہوں۔ میں وہی شمر ہوں کہ آپ نے بچپنے میں فرمایا تھا کہ تو مجھے قتل کرے گا حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ ان انت لقتلی فاسقینی شربة من الماء۔ اس بدبخت نے جواب دیا کہ اے حسینؑ آب خنجر سے پیاس بجھے گی۔

الا لعنة الله على القوم الظالمين

ابن زیاد کا شمر بن ذی الجوشن کی رائے پسند کرنا

جب ابن زیاد کو یقین ہو گیا کہ حسینؑ ابن علیؑ کبھی بیعت یزید نہیں کریں گے۔ اس نے شمر ذی الجوشن بدنہاد کو کربلا بھیجا۔ اور اس سے کہا کہ اگر عمر بن سعد امام حسین سے بیعت لینے یا جنگ کرنے میں کوتاہی کرے تو شمر خود امیر لشکر ہے اور عمر ابن سعد کو معزول کر دے۔ اور شمر ولد الحرام کی تعریف و توصیف

بیان کی۔ الشیخ مفیدؒ کتاب الارشاد میں فرماتے ہیں کہ ابن زیاد نے اس مضمون کا خط بنام عمر ابن سعد لکھا تھا۔ یا ابن سعد انی لم ابعث بك الی الحسین لتکف عنه ولا التطاوله ولا التمنیه والبقاء ولا لتعتذر له ولا لتکون عندی شافعًا له۔

کہ اں زادۂ سعد با نام وجاہ — ندادم ترا من چنیں دستگاہ
کہ تو از حسینؑ دفع دشمن کنی — دیا پوزش عند او من کنی
دیا آنکہ ایمن کنیش از ہراس — دیا در بر من کنیش التماس
بگفتم کہ باؤ درنگ آوری — بمن ہر زمان ریو رنگ آوری
حسینؑ را دہی ہر سلامت نوید — کنی نامہ نزد من بہ بیم و امید

انظر فان نزل الحسین واصحابه علی حکمی واستلموا فابعث الی سلمًا وان ابو فازحف الیهم حتی تقتلهم وتمثل بهم وهم مستحقون۔

یعنی اے پسر سعد میں بار ہا کہہ چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ اس بات کو ملحوظ خاطر رکھ کہ اگر حسینؑ اور ان کے اصحاب میرا حکم مانیں اور میری اطاعت کریں (یعنی بیعت یزید کریں) تو ان کو صحیح وسالم میری طرف روانہ کر ورنہ بصورت انکار بیعت ان کو اور ان کے اصحاب سے مقابلہ کر۔ اور ان پر کسی قسم کا رحم نہ کر۔ واذا قتلت حسینًا فاوطی الخیل صدره وظهره۔ یعنی جب تو حسینؑ کو قتل کر دے تو لاش پر گھوڑے دوڑانا۔ اور اے عمر ابن سعد اگر تو نے میرے حکم سے سرتابی کی تو علم سرداری شمر کو دیدے اور اپنے آپ کو معزول سمجھ۔ شمر ولد الحرام کوفے سے روانہ ہوا اور کربلا پہنچا اور شمر کے عقب میں یزید بن رکاب تین ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوا اور اس کے فوراً بعد حصین بن تمیم کی ماتحتی میں چار ہزار سپاہیوں پر مشتمل

فوج روانہ ہوں اور بھی فوج روانہ کی جس کی تفصیل یہ ہے کہ تین ہزار سوار نصر شامی کی سرکردگی میں اور دو ہزار سوار قیس بن حنظلہ، اور دو ہزار عمرو بن قیس کی سرکردگی میں روانہ کیے۔ حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں ولقد قتل جدی بالسیف والسنان والحجارة والعمود وا وطئوه الخیول۔ واحسرتا اس وقت امام حسینؑ کے بچے قتل گاہ میں کھڑے تھے جو بھوکے بھی تھے اور پیاسے بھی۔ سر برہنہ تھے۔ اور زخمی بھی تھے۔ اور بیکس وبے یار بھی تھے۔

شمر بن ذی الجوشن کا ابن زیاد سے اولاد جناب ام البنین کے لیے امان طلب کرنا

عمدة الطالب فی نسب آل ابی طالب، مناقب علم الهدی، ترجمہ ابو الفتوح اور ابن شہر آشوب میں قوم ہے کہ ام البنین حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی زوجہ تھیں آپ کے بطن سے تین پسر پیدا ہوئے۔ (۱) حضرت ابو الفضل عباس علیہ السلام۔ (۲) جعفر (۳) عبداللہ (بعض روایات میں ہے کہ آپ کے چار فرزند پیدا ہوئے) جناب ام البنین کے والد ماجد حزام بن عبداللہ بن ربیعہ بن خالد بن عامر بن صعصعۃ الکلابی تھے۔ اور ان معظمہ کے برادر زادہ جریر بن صعصعۃ الکلابی تھے اور آپ کو یہ فخر ہے کہ اب جریر کی پھپھی صاحبہ ہیں۔ شمر ذی الجوشن بھی اسی قبیلہ کلابی سے تھا جس روز کہ شمر سوئے کربلا روانہ ہوا تو اس نے ابن زیاد ملعون سے اولاد ام البنین کے لیے امان طلب کی تھی جب جریر بن عبداللہ کو خبر ہوئی کہ شمر سردار لشکر ہو کر کربلا جا رہا ہے اور جریر کو یہ معلوم تھا کہ

اس کی عمۂ محترمہ جناب ام البنین کی اولاد ہمرکاب حضرت امام حسین علیہ السلام ہے جو امام حسینؑ ساتھ اپنے خون میں بنائیں گے اس کو غیرت آئی اور شمر سے کہا کہ میری پھپی کے تینوں بیٹوں کو امان دے جو کہ کربلا میں حضرت حسینؑ کے ہمرکاب ہیں۔ شمر ملعون ابن زیاد بدنہاد کے پاس گیا۔ اور کہا اگر اجازت ہو تو کچھ عرض کروں۔ اس نے کہا کہو کیا بات ہے۔ شمر ملعون نے کہا کہ ام البنین کلابیہ کے تین فرزند حسینؑ کے ساتھ ہیں۔ ان تینوں کے لیے امان چاہتا ہوں اس پر ابن زیاد نے باآواز بلند کہا کہ میں حریہ کے رشتہ داروں کو خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے امان دیتا ہوں آج محرم کی آٹھویں تاریخ ہے جلد کوفہ سے کربلا روانہ ہو چنانچہ شمر ولد الحرام روز نہم محرم کربلا پہنچا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ روز نہم محرم۔ افواج کوفہ و شام نے امام حسینؑ علیہ السلام کا محاصرہ کیا ہے حضرت زینبؑ خاتون فرماتی ہیں کہ میں درمیان خیمہ تھیں کہ شگاف خیمہ سے میری نظر بھائی حسینؑ پر پڑی۔ ابھی میری نگاہ چہرہ مبارک پر تھی کہ یکایک صدائے طبل و کوس نقارہ بجنے لگا فضاء آسمان پر سیاہ گرد چھا گئی آواز شور و غل گونجنے لگی۔ اور امام حسینؑ کے چہرہ مبارک کا رنگ ازعوانی ہو گیا۔ یعنی زرد ہو گیا۔ میں نے کہا حسین ماں جائے یہ کیا عالم ہے۔ تمہیں کیا ہو گیا۔ آہستہ سے فرمایا اے بہن اب بچوں کے یتیم ہونے کا وقت آ پہنچا۔ الحرم کی بیکسی کا وقت آ گیا ہے یعنی اب شمر ولد الحرام کربلا وارد ہو گیا ہے۔ حضرت علیا مرتبت زینبؑ نے کہا واحسرتا میں بھائی کی زبان سے ان کے شہید ہونے کی خبر سن رہی ہوں خداوندا کوئی خواہر اپنے بھائی کے مرنے کی خبر نہ سنے

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

حضرت عباس علمدار کا نہر فرات پر پہرہ داروں سے جنگ کرنا

کتاب ریاض میں محمد بن ابی طالب الموسوی سے روایت ہے کہ

بگفت اے برادر نگہ کن کہ کار	دگرگوں شد از بد روزگار
نشاید چنیں در جہاں زیستن	کہ بے آب کی خود توان زیستن
بزن دست بر تیغ شیر خدا	عنان منکا در یکے برگرائے
بزن رخش در آب و برگیر جام	بنوشش و بنوشان یاران تمام
پس ایں مشک ہا را پر از آب کن	ازاں جوہر پاک نایاب کن
بیاد رکہ ما ہم لبے تر تسنیم	یکی یاد ساقی کوثر تسنیم
چوں بشنید عباسؑ با آفریں	نزد بوسہ بر پائی سلطان دین
نشست از بر زین پلنگ ثریاں	بیکدست مشک و بدیگر سناں
سمند سپک پوی آن تاج بخش	بسم خاک میدان ہمی کرد پخش
روان گشت چوں آن یل ارجمند	ناختر بمر ریخت گرد ول سپند
پیادہ ز پیش و سواران ز پشت	کشف بر کیف اژدہائی بمشت
برفتند تا بر لب رود بار	جہاں بود مانند دریای غار

فقال عمرو بن حجاج من انتم فقال رجل من اصحاب الحسینؑ یقال لہ ھلال بن نافع البجلی ابن عم لك جئت اشرب من ھذا الماء ـــــــ یعنی ہلال بن نافع

نے کہا کہ میں تیرا چچا زاد ہوں اس نہر سے پانی چاہتا ہوں۔ فقال العمرو بن الحجاج اشرب هنيئا۔ اس نے کہا کہ شوق سے پانی پیو۔ فقال هلال وتحك یعنی ہلال نے کہا وائے ہو تجھ پر کہ تو مجھے پانی پینے کو کہتا ہے اور حسین ابن علیؑ اور ان کے اہلحرم بچے اور ساتھی پیاسے ہیں۔ اس بدبخت نے کہا کہ تم نے سچ کہا لیکن ابن سعد نے منع کیا ہے۔ جب ہلال اور ان کے ساتھیوں نے اس بدبخت سے یہ سنا تو فوراً تلوار بکف اس کے پاس پہنچ گئے

بزد عمرو حجاج با آنکی دلیر ۔۔۔ سپہ دست یدند بر تیغ و تیر
پلنگ ژیان شبیر دشت بلے ۔۔۔ برآورد یک نعرۂ یا علی
بشمشیر و گوپال بفراخت یال ۔۔۔ سر افکند و تن خست بشکست بال
چنان ریخت خون از بر جویبار ۔۔۔ کہ بر رود شد جوئی خونرا گذار

ابی مخنف کہتا ہے کہ جناب عباسؑ اور حسینی دلیروں نے خوب قتال کیا اور جو نگہبان ہو نہر فرات تھے ان کے قدم اکھڑ گئے۔ اور امام حسینؑ کے اصحاب میں سے ایک بھی قتل نہیں ہوا۔ نہر فرات سے پانی بھرا اور اپنے لشکر میں واپس آ گئے۔ فشرب الحسینؑ ومن كان معه۔ یعنی امام حسین علیہ السلام اور آپ کے تمام ہمراہیوں نے پانی پیا۔ اور اس لیے حضرت عباس علیہ السلام کو سقا کہتے ہیں ؎

باین آب دادن ز شاہ جہان
لقب یافت سقائی لب تشنگان ،

صاحب کتاب عمدۃ المطالب لکھتے ہیں کہ حضرت عباس ابن علیؑ کو سقاؑ اس لیے کہتے ہیں کہ پیاسے جانتے تھے کہ عباسؑ کی وجہ سے پانی ملا ہے (پانی

لانے کا یہ واقعہ ۹/ویں شب کا ہے جس قدر پانی تھا وہ سب اسی وقت ختم ہو گیا تھا پھر تشنہ لبی رہی) بعدہ بچے جب پانی مانگتے تو حضرت عباس کے پاس آ کر سوال آپ کرتے۔ حضرت عباس بچوں سے شرمندہ ہوتے تھے امام حسینؑ خدمت میں تنگی محسوس کرتا ہوں زندگی تلخ معلوم ہو رہی ہے مجھے اجازت دیجئے۔ کہ نہر فرات سے پانی لاؤں تاکہ تشنہ لب بچوں کی پیاس بجھے حضرت عباسؑ کے القاب میں سے ایک لقب ابو القربہ ہے۔ قربہ پانی سے بھری ہوئی مشک کو کہتے ہیں۔ گویا حضرت عباسؑ سے پیاسوں کی آس بندھی ہوئی تھی کہ جب تک عباسؑ ہیں پانی مل جائے گا اے شیعیوں حضرت عباسؑ کو اذان جہاد نہیں ملا تھا بلکہ امام حسینؑ نے پانی لانے کی اجازت عطا کی تھی۔ بچوں نے مشک لا کر دی کہ چچا جان پانی کی سبیل کیجیئے۔ آپ فرات پر تشریف لے گئے لیکن پانی نہ لا سکے کیونکہ پانی سے بھری ہوئی مشک پر تیر لگا اور پانی بہہ گیا۔ الا لعنة الله على القوم الظالمين۔

بریر بن خضیر ہمدانی کا عمر بن سعد کو نصیحت کرنا

مستند و معتبر روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمر بن سعد نے تیسری محرم سے ۷/ویں محرم تک حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ صلح و آشتی اور آنا جانا باقی رکھا اس خیال سے کہ شاید آپ بیعت یزید کر لیں۔ یا ابن زیاد جنگ کرنے سے گریز کرے۔ ساتویں محرم تک ان دونوں باتوں میں سے ایک بھی رونما نہ ہوئی اور بعض لوگوں نے ابن زیاد کو اس کے رویہ کی مخبری کی تو اس نے امام حسینؑ کے ساتھ اپنا رویہ سخت کیا۔ کتاب منتخب میں مرقوم ہے کہ بریر بن خضیر ہمدانی بڑے

عابد و زاہد اور مطیع حضرت امام حسینؑ تھے انہوں نے کمال دلسوزی کے ساتھ
ساتھ خدمت امام عالی مقام میں عرض کیا یابن رسول اللہ اتأذن لی ان ادخل
الی خیمہ ھذا الفاسق فاعظہ لعلہ یرجع عن غیہ۔
یعنی اے مولا و آقا اگر اجازت ہو تو میں اس فاسق کے پاس جاؤں اور اس کو
نصیحت کروں تاکہ شرم کرے اور جنگ سے باز رہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا اچھا
تم چاہتے ہو تو جاؤ اور نصیحت کرو۔ بریر خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کے
خیمہ میں گئے۔ بریر جب خیمہ میں پہنچے تو آپ نے نہ اذن داخلہ طلب کیا نہ سلام
کیا اور مسند پر اس کے پاس بیٹھ گئے۔ عمر بن سعد نے آپ کی طرف نگاہ اٹھا کے
دیکھا۔ اور غضب کی حالت میں مخاطب ہو کر کہا۔ یا اخا ھمدان ما الذی منعک
من السلام علی الست مسلما اعرف اللہ و رسولہ۔
یعنی اے برادر ہمدانی کس لیے آئے ہو نہ تم نے مجھے سلام کیا۔ کیا میں مسلمان نہیں
ہوں کیا میں خدا اور رسولؐ کا منکر ہوں اور ان کو نہیں پہچانتا ہوں۔ بریر نے فرمایا
کہ اگر تو خدا اور رسولؐ کو پہچانتا اور تو مسلمان ہوتا تو قتل فرزند رسول خدا پر کمربستہ
نہ ہوتا۔ اور بعد قتل حسین ابن علیؑ ان کے اہل حرم کی اسیر کرنے کی طرف متوجہ نہ ہوتا
اس حالت میں بھی تو اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہے۔ وہذا فہذا ماء
الفرات یلوح بصفائہ و تیلا لا تشرب منہ الکلاب والخنازیر
اے پسر سعد یہ ظلم کیا کم ہے کہ نہر فرات سے پانی سور اور کتے ہیں جانور سیراب
ہوں مگر حسینؑ فرزند رسول خدا پر پانی بند کیا ہے۔ کیا یہی تیرا اسلام ہے امام
امت کے تو قتل پر آمادہ ہے۔ فاطرق عمر بن سعد راسہ الی الارض
ساعۃ ۔۔۔ یعنی عمر بن سعد ایک ساعت تک سر نیچا کیے

بیٹھا رہا کہنے لگا کہ یہ سب کچھ صحیح ہے۔ مگر میں حکومت رے نہیں چھوڑ سکتا۔
اتیشر علی ان اترک ملک الری فتصیر لغیری۔ کیا تو مجھے یہ صلاح
دیتا ہے کہ میں ملک رے کی حکومت غیر کے لیے چھوڑ دوں اور اس سے
دست بردار ہو جاؤں۔ جناب بریر مایوس ہو کر واپس آئے اور خدمت امام
حسینؑ میں سارا واقعہ اور گفتگو یہاں کی امام حسینؑ نے فرمایا اے مرد متقی۔ لا
یا کل من برھا الا قلیلا۔ کہ آپ کو گندم رے بہت کم کھانا نصیب
ہوگا کہ اس کی عمر کا نامہ طے ہونے والا ہے۔ بہت جلد یہ اپنے کیفر کردار کو پہنچے گا
اور اس کا سر بستہ یہ ہی ظلم کیا جائے گا۔
مولف کتاب تحریر فرماتے ہیں کہ عمر بن سعد پر ہی کیا منحصر ہے کہ وہ اپنی عمر میں
خیر و برکت نہ دیکھے گا بلکہ حضرت امام حسینؑ کے ساتھ جس نے بھی ظلم و ستم کیا ہے
وہ بھی اپنی عمر میں خیر نہ دیکھے گا چہ جائیکہ عمر بن سعد سے ابن زیاد کا کیا ہوا وعدہ حکومت
رے پورا ہو اس حکومت کے لالچ میں عمر سعد ملعون نے امام حسینؑ پر پانی بند کیا
انتہائے ظلم یہ ہے کہ حضرت امام حسینؑ روز عاشورا محرم علی اصغر کو ہاتھوں پر اٹھائے
ہوئے پانی مانگ رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اے قوم نابکار اس معصوم بچہ کو ایک
گھونٹ پانی پلا دو۔ مگر پانی نہ دیا۔ اور حرملہ بن کاہل اسدی نے ایک سہ شعبہ تیر سے
بچہ کو ذبح کر ڈالا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

حضرت امام حسین علیہ السلام کا پس خیام باعجاز چشمہ آب ظاہر کرنا

محمد ابن ابی طالب الموسوی فرماتے ہیں۔ لما اضر العطش بالحسین واصحابہ فاخذ الحسین فاسا وجاء الی وراء خیمۃ النساء فخطی فی الارض تسع خطوۃ نحو القبلۃ ثم حفر هناك ۔ یعنی جیسے پیاس نے حضرت امام حسینؑ اور اصحاب پر غلبۂ شدید کیا اور ان کی تشنگی بحد ضرر پہنچی، تو امام حسینؑ اہلحرم کے خیمہ کے عقب میں تشریف لائے قبلہ رو کھڑے ہوئے اور زمین کی طرف اشارہ کیا اور ٹھنڈے پانی کا ایک چشمۂ شیریں پیدا ہوا۔ فشرب الحسین وشرب الناس باجمعهم وملئوا سقیتهم امام عالی مقام آپ کے اصحاب و لشکر اور اہلحرم نے پانی پیا۔ جب سب کے سب سیراب ہوگئے چشمہ غائب ہوگیا۔ فبلغ ابن زیاد فارسل عمر بن سعد بلغنی ان الحسین یحضر الابار نیصیب الماء فیشرب هو واصحابہ یعنی یہ خبر کہ امام حسینؑ نے باعجاز چشمہ پیدا کیا اور آب خنک وشیریں سے خود امام حسینؑ اور ان کے اہلبیت اور اصحاب سیراب ہوئے عمر بن سعد اور ابن زیاد بدنہاد نے پانی بند کرکے اپنی آبرو ختم کردی اور حسینؑ علیہ السلام کے لیے چشمۂ آب پیدا ہوا جو مرتبہ میں زمزم سے زیادہ افضل ہے۔ اے شیعو۔ بنی امیہ کے ظلم کی کوئی حد ہے کہ اولاد رسول خدا کو بے گناہ قتل کیا اعضاء پاک کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔

یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے دوسری مرتبہ بھی چشمہ جاری

کیا ہے لیکن یہ چشمہ آب حضور امام پاک کے دست مبارک میں ہی جاری ہوا۔ آپ نے اپنی انگشت مبارک ہتھیلی پر رکھی۔ اس سے پانی جاری ہوا۔ جو نہایت سرد و شیریں تھا۔ سب ہی نے پانی پیا۔ لیکن روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خود بھی آپ نے پانی پیا ہو۔ آپ خود پیاسے رہے۔ آپ نے اپنے اصحابؓ کو اس لیے پانی پلایا کہ حکم شریعت ہے کہ قربانی سے اور ذبح کرنے سے پہلے جانور کو سیراب کرو۔ امام حسینؑ نے سب کو سیراب کیا اور خود پیاسے ہی شہید ہوئے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

روز نہم یزیدی لشکر کا محاصرۂ خیام امام حسینؑ کرنا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کافی میں روایت ہے کہ آپ نے فرمایا قال تاسوعا یوم حوصر فیہ الحسین علیہ السلام واصحابہ رضی اللہ عنهم بکربلا واجتمع علیہ خیل اهل الشام وانا خوا علیہ و فرح ابن مرجانہ وعمر بن سعد بتوافر الخیل و کثرتها واستضعفوا فیہ الحسین واصحابہ وایقنوا انہ لا یاتی الحسین ناصر ولا یمدہ اهل العراق بابی المستضعف الغریب الخ ثقۃ الاسلام کلینی علیہ الرحمہ نے حضرت صادق آل محمدؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ روز نہم محرم لشکر شام نے امام حسینؑ کے خیام کا محاصرہ کیا اور چاروں طرف افواج شام تھی اور درمیان میں حضرت امام حسین اور اصحاب تھے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام از روئے حسرت و یاس فرمایا کہ اے جد مظلوم میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں کس قدر بیکسی و غربت تھی۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ لشکر عمر ابن سعد نے جب کہ وہ تیسری محرم کو کربلا پہنچا ہے اور امام حسینؑ کی غریبی و بیکسی مشاہدہ کی ہے تو وہ ابن زیاد سے برگشتہ

ہو گئے یعنی منحرف ہو گئے۔ ان میں سے بعض ظاہر اور بعض مخفی طور پر منحرف ہوئے ابن سعد ملعون کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے سعد بن عبدالرحمن کو طلب کیا اور مامور کیا کہ جو لوگ کوفہ کے رہنے والے کربلا سے واپس آگئے ہیں ان کو گرفتار کرے اور میرے سامنے پیش کرے۔ اس نے ان لوگوں کو گرفتار کیا اور عمر ابن سعد کے سامنے پیش کیا ان میں بعض وہ لوگ بھی تھے کہ جن کا شام سے تعلق تھا ان سب کو قتل کرا دیا گیا تاکہ کوفہ والوں میں خوف و ہراس پیدا ہو۔ صاحب کتاب ریاض الاحزان فرماتے ہیں کہ ابن سعد کو مزید لشکر بطور کمک بھیجا گیا جس کی تعداد تیس ہزار سے لے کر چار سو ہزار (چار لاکھ) بتلائی جاتی ہے۔ یہ لشکر مختلف شہروں، قریوں اور قبیلوں پر مشتمل تھا۔ اس لشکر میں اسلحہ بنانے والے اور اس پر دھار رکھنے والے اونٹوں کو ہنکانے والے، سقے، جراح وغیرہ بھی کثیر تعداد میں تھے جو کہ ساباط، مدائن، شاکریہ، کندہ، ربیعہ، عبادہ، سکوا، حمیر، طوائف، دارم، عظفان، مذحج یربوع، خزاعہ، محلب، بنط، بصرہ، تکریت، عسقلان، علاقہ کرد، رؤساء کوفہ مسجد بنی زہرہ، بستیوں سے متعلق ہیں۔ ان کے علاوہ خیام بردار، نعال بردار، اور تماشائی بھی تھے۔ اس تمام لشکر کا عمر ابن سعد سردار تھا۔ اس کا فرزند حفص نائب سالار تھا۔ اس کا غلام درید۔ پورے لشکر کا علم دار تھا۔ عقب میں آنے والے لشکر کا سردار ابوالحنوق، اور سردار لشکر ابوالاخرس تھا جاسوسی کا شعبہ ابن ابی جویہ کے سپرد تھا۔ ابوایوب بیلداروں کا سالار، عمرو بن حجاج میمنہ کا سردار شمر ذی الجوشن ملعون میسرہ کا سردار، حرملہ ملعون تیراندازوں کا سردار۔ اور ابوالحنوق سنگ اندازوں کا سردار تھا اور سنان بن انس، نیزہ والوں کا سردار تھا یہ لشکر کربلا سے تا مدر جوازہ کوفہ صف بستہ کھڑا تھا۔ قسطنطنیہ سے تا قادسیہ اور قادسیہ سے

تا عذیب الہجانات علاقہ میں پھیلا ہوا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ لشکر ابن زیاد کی صحیح تعداد کو کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے یا خود امام حسینؑ بعلم امامت جانتے ہیں ہم تو تصور بھی نہیں کر سکتے کہ آپ نے یہ جنگ کیوں کر لڑی ہے واحسرتا حضرت امام حسینؑ فرزند رسول خدا کجا اور یہ عظیم لشکر کجا۔ اس لشکر یزید نے تین مرتبہ حضرت امام حسینؑ پر پورا پورا ہجوم کیا ہے ایک اس وقت کہ جب حضرت ابوالفضل عباس علمدار نہر فرات پر پانی پینے لگے ہیں پانی ایک مشک بھر کر لا رہے تھے کہ لشکر اعداء نے چاروں طرف سے ہجوم کیا اور آپ زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے امام حسین پہنچے دیکھا کہ بھائی شانے کٹے ہوئے زمین پر ہے آپ کا سر اپنے زانو پر رکھا کہ روح پرواز کر گئی دوسری مرتبہ اس لشکر تا ہنجار نے اس وقت ہجوم کیا ہے کہ جب روز عاشوراء محرم جنگ شروع ہوئی ہے اور عمر ابن سعد ملعون نے سب سے پہلے تیر رہا کیا ہے اور اصحاب امام حسینؑ میں سے کچھ لوگ شہید ہوئے ہیں۔ اور تیسری مرتبہ اس وقت ہجوم کیا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام تنہا رہ گئے ہیں تو کوئی تیر مارتا تھا کوئی پتھر مار رہا تھا کوئی تلوار چلا رہا تھا کوئی نیزہ سے وار کر رہا تھا۔ امام حسینؑ تنہا تھے اور ہزاروں حملہ کرنے والے تھے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

ابن زیاد کا خط لے کر شمر بن ذی الجوشن کا کربلا پہنچنا

الشیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ روز نہم محرم کو شمر ولد الحرام ابن زیاد کا فرمان لے کر عمر ابن سعد بدنہاد کے پاس کربلا وارد ہوا۔ اور اس کو ابن زیاد کا فرمان دیا عمر ابن سعد نے جب مضمون خط دیکھا تو مثل شعلہ آتش بھڑک اٹھا۔

؎ عمر چوں زعنوان نشان برگرفت
سراپائی آتش بجان درگرفت
ازاں خواندن نامۂ عمر گاہ
سراسر جہاں شد بچشمش سیاہ
چہ نامہ بلائی کتاب مبین!
پر ندی پراز آیت کفر و کیں!!
درختی ہمہ شاخ و برگش خدنگ
بن و بیخش آویز پر خاشش جنگ
ستیزندہ مردش شدہ آبیار
بہارش برآوردہ دندان مار
سپہبد چناں خیرہ در شر دید
تو گفتی کہ جانش بخواہد پرید

فقال لہ عمر مالک ویلک لا قرب اللہ دارک قبح اللہ ما قدمتہ بہ علی

بدو گفت کی ناکس شوم پے	کہ باوے بہ شمشیر بیداد پے
ندارالامان خانہ ات او رباد	سرخیرہ ات زندہ درگور باد
چہ بود آنکہ ما را بدان داشتی	چہ تخم اینکہ از کینہ ات کاشتی
چہ نامہ است کاوردے ای نابکار	کہ زشتش کند پاک پروردگار
لحانت کہ باین سرشت پلید	خوری در جہاں برز شاخ امید

واللہ انی لاظنک انک نہنیتہ ان یقبل ما کتبتہ بہ الیہ وافسدت علینا امرا قد کنا رجونا ان یصلح لایستلم۔

بدانندہ راز چرخ بلند	کہ آن پرُبہا نامۂ سود مند
کہ من برنوشتم بمیر عراق	بترک نفاق و بمہر و وفاق
گمان بد کہ در قلب او ناگریز	کند جائی ہمچون در آماج تیر
کہ دامن نیالودہ با شیم	بنجون پسر دختر مصطفےٰ
تو کژدم طبیعت تاریک رائی	بدو نیک از ہم نکردی جدائی
کشودی یکی نیش کیں ناگہاں	شہ آشفتہ زنبور آشیان
تبہ کشت تخمی کہ ما کاشتیم	ز بارش امید بہی داشتیم

واللہ الحسین علیہ السلام ان نفس ابیہ لبئین جنبیہ۔

چنیں سرفرازیکہ من دیدہ ام	درا از بزرگان پسندیدہ ام
کجا دست در دست پور زیاد	نہد کرد و جان عالم بیاد
دل طبع والائی شیر خدائے	حسین را میان دو پہلوست جای
حسین کی باین کار تن دردید	مگر جان شیریں بدشمن دہد
بدو شمر گفتا کہ تندی مکن	سخن را ندانی ہمی سر زبن

تو بازی کنی با دُرفش وسپاه | نہ جنگ آزمائی نہ صاحب کلاہ
تو میترسی از برق تیر و ستین | بہانہ است صلح عبید و حسینؑ
من اکنوں کہ برسان باد آمدم | بفرمان ابن زیاد آمدم
مراگفت پرنیو آر روے | سپہدار نو باش یا جنگجوئی
نوشتہ است فرمان ترا ہم چنین | ہنوزش نخشکیدہ جاء مکین

اخبرنی ما انت صانع اتمضی لامر امیرك وتقاتل عدوه و الا فخل بینی و بین الجند والعسکر۔

درستی مرا آگہی دہ کنوں! | کہ خواہی چہ کردن بکار اندروں
بنہی سر بفرمان میر عراق | بہ پیکار دشمن کنی اتفاق
سپہ راکشی سوے میدان جنگ | دل خصم دوزی بہ تیر خدنگ
کہ من نیز با تو بہ بندم میاں | بجنگ مخالف چوں شیر ژیان
ویا سر بپیچی ز فرمان بری | گذاری بیکسوئے والا سرے
سپاری بمن نائی و کوس و سپاہ | درفش و سراپردہ و بارگاہ

فقال لا ولا کرامۃ لك و لکن انا اتولی ذلك فدونك فکن انت علی الرجالہ۔

سپہید بدو گفت اے بے بہا | کہ خواند تورا در جہاں کدخدا
تورا یاران نیست در روزگار | کہ سالار باشی ومن بندہ وار
نہاں تا نگردیدہ رخشندہ ہور | کجا عرصہ ماند بخفاش کور
تواے کرم شب تاب آن یافتی | کہ دعوی بخورشید بشتافتی
منم بندۂ فرمان ابن زیاد | توشو از مدخود منہ پا زیاد

کرت طبع سرکش گستہ لگام | دماغ زبون پختہ سودائی خام
پیادہ کہ اندر سپاہ من است | کجا زیر فرمان کلاہ منست
ترا سر برایشان نمودم تمام | برو بر سر طبع خود کن لگام
کہ سرہنگ فوج پیادہ منم | خدا و رسولؐ و را دشمنم!
بدو شمر گفتا کہ آری رواست | مرا چون دگر با شمردن خطا است
پیادہ کدام است چنداست مرد | کہ گویم بسنجید کار نبرد
دہم چوب و سنگ و سنان و سنین | فرستم پی قصد جان حسینؑ
بریز ند از سر چار سو بر سرش | نمائید چون توتیا پیکرش
بنا شد چو سر خیل مرد گریز | نہر با پیادہ تواں جست نیز
پیادہ کہ با شد بفرمان من | بنیز دوران گرام یک ران من
زمین نان پیادہ زنان زین سوار | بہ پیچید چہ طومار ہنگامہ کار
بگفت این و بدحال آشفتہ سر | بردن آمد از بارگاہ عمر

اے شیعہ۔ اس ولدالزنا نے اپنی پیادوں کو چند مرتبہ حکم دیا تھا کہ مل کر حملہ کریں جس کی تفصیل یہ ہے کہ اول مرتبہ جنگ مغلوبہ میں بوقت صبح عاشورا محرم حملہ کیا۔

دوسری مرتبہ کہ جب حر ریاحی رحمۃ اللہ علیہ جنگ کرنے کے لیے لشکر اعداء میں گئے ہیں اور آپ کے پیر پتھر سے زخمی ہوا ہے۔ تیسرے اس موقعہ پر کہ جب حملہ مغلوبہ قبل ظہر کیا ہے۔ چوتھے اس وقت کہ جب مجالس بن شبیب شاکری جنگ کر رہے تھے۔ پانچویں اس وقت کہ جب حضرت قاسم ابن حسنؑ جنگ کر رہے تھے چھٹے اس وقت کہ جب امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر

پر تشریف لائے ہیں۔ ساتویں اس وقت کہ جب اعدائے دین خیام امام حسین کو لوٹ رہے تھے۔ چاروں طرف سے ہجوم فوج اعدا و بنا۔ شمر ذی الجوشن کا کربلا پہنچنا اور حضرت امام حسینؑ کا انکار بیعت یزید کرنا۔

التبر المذاب میں ہے کہ عمر بن سعد نے شمر ولدالحرام کے روز نہم محرم وارد کربلا ہونے کی خبر حضرت امام حسینؑ کو دی۔ شمر ملعون ابن زیاد کی جانب سے مامور تھا کہ جب ابن سعد فرمان ابن زیاد پڑھے تو فوراً ہی حضرت امام حسین علیہ السلام سے بیعت طلب کرے اگر حسین ابن علیؑ بیعت کر لیں تو فبہا ورنہ ان کو قتل کرے ان کے اصحاب کو قتل کرے اور سرہا بریدہ کو فہ بھیج دے اور شمر کو یہ حکم دیا تھا کہ اگر بن سعد میرے اس فرمان پر عمل نہ کرے تو اس کو معزول کر دے اور اس کی جگہ امیر لشکر قرار پائے۔ جب یہ خط عمر ابن سعد کی نگاہ سے گزرا اور مضمون خط پڑھا تو اس نے حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کو نامہ تحریر کیا کہ شمر ذی الجوشن یہاں پہنچ گیا ہے اور ابن زیاد نے حکم دیا ہے کہ آپ سے مطالبہ بیعت یزید کیا جائے اگر آپ بیعت کر لیں تو بہتر ہے ورنہ پھر جنگ ہے تیر و تلوار ہے اور آپ ہیں اگر آپ جنگ سے گریز کریں تو بہتر ہے ؎

بجوئی گر از راہ بیعت فتوح — بطوفان بدہ خانما نرا چو نوحؑ
بگوئی کہ من سبط پیغمبر م — سرافراز دین را پسر دخترم
کہ ملک از پیغمبر فراموش کرد — صدائے تو را پنبہ در گوش کرد

قاصد ابن سعد کا نامہ لے کر خدمت اقدس امام حسینؑ میں حاضر ہوا نامہ امام حسینؑ کو دیا گویا نامہ عمر نے دست حق پرست کو بوسہ دیا ؎

کہ ناگہ فرستادہ آمد ز راہ، — بزد بوسہ با نامہ بر دست شاہؑ

شہ دین چہ آن بی حیا نامہ خواند — ز غیرت برخسار کان خون فشاند

امام حسین علیہ السلام نے نامہ پڑھ کر فرمایا کہ واللہ لا وضعت یدی فی یدی ابن مرجانۃ ابدا فہل ھو الا الموت والقدوم الی رب کریم ؎

بر نا نزاد و مرجانہ نابکار را — کہ اور اپدر نیست در روزگار
بدآنجا کشید آسمان کار او — کہ بیعت کند از حسین آرزوے
تفو بر تو اے گنبد کوژ پشت — باآں بی پچند باشے درشت
چو ایزد قبائی خلافت برید — ببالائی ما راست شد نے یزید
مرانیم از مرگ بخشد عمر — کجا مرگ گو تا در آید ز در
کشائیم پے مرگ آغوش نیک — کہ مردن بہ از زندہ بودن بہ ننگ

امام حسینؑ پر عمر بن سعد بدنہاد کی باتیں گراں گزریں۔ ایک آہ جگر سوز کھینچی اور شہادت کی تمنا کی۔ اصحاب و انصار و اعزاء اس کے خط پر غیض و غضب میں آ گئے امام حسینؑ نے فرمایا اے میں اس دن کو پہلے سے جانتا تھا۔ مجھے میرے جد حضرت رسول خداؐ نے پہلے ہی سے خبر دیدی تھی میں نہیں چاہتا کہ ابن زیاد بدنہاد کا چہرہ دیکھوں۔

اس سے زیادہ بے حیا کوئی اور نہ ہوگا۔ نہ وہ دین رکھتا ہے نہ ایمان نہ عہد و پیمان اس کے نزدیک کوئی چیز ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم اب موت کے سوا کسی دوسری چیز کو پسند نہیں کرتے ہم قتیل راہ خدا ہو کر اپنے خون میں نہانا پسند کرتے ہیں۔ اے وائے بر زمانہ کہ امام حسین علیہ السلام کشتہ ہونا اختیار کیا مگر ابن زیاد ملعون کی صورت دیکھنا پسند نہ کی۔ ہاں آپ کی آنکھیں اس کے چہرہ نحس پر اس وقت پڑیں کہ جب آپ کا سر بریدہ طشت طلاء میں رکھ کر دربار میں اس کو پیش کیا گیا۔

اس ولد الحرام نے سر امام حسینؑ طست سے اٹھایا اور اس پر ایک نظر تبسم آمیز ڈالی۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

شمر ملعون کا امان نامہ لے کر جناب عباسؑ علمدار کے پاس آنا

قال المفیدؒ و نہض عمر بن سعد الی الحسین علیہ السلام عشیۃ الخمیس لتسع مضین من المحرم۔ الشیخ مفیدؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ عمر ابن سعد بوقت ہنگام عصر روز پنجشنبہ ۹ محرم کو اپنے لشکر و سپاہ کے کے ہمراہ حضرت امام حسینؑ کے خیمہ کی طرف آیا اسے یہ یقین ہو گیا تھا کہ اب حضرت حسینؑ ابن علیؑ بیعت یزید ہرگز نہیں کریں گے۔ جب وہ خیام امام عالی مقام کے نزدیک پہنچا تو اصحاب نے آواز دی کہ کون ہے کہ جو خیام شہ لولاک تک آ گیا ہے۔ امام عالی مقام نے ابن سپاہ کو حکم دیا کہ اسلحہ سے آراستہ ہو جائے کہ عمر بن سعد لشکر حسینی کے سامنے پیادہ پا آیا۔ اور سواران آہن کلاہ اس کے عقب میں تھے۔ اس وقت میدان کارزار میں ایک غلغلہ ایک شور، ایک ہنگامہ آواز بلند ہوا۔ منظوم واقعہ از صدر الدین مرحوم حسب ذیل ہے ؎

برآمد ز دہلیز پردہ سرائے بفرمود تا در دمید ندنائے
کہ لشکر بپوشند اسباب جنگ براسپان بہ بند ند زیں خدنگ
پیادہ درآید بہ پیش سپاہ پس آمد ز سواران آیں کلاہ
خروشیدن آمد چو از گردنائے بجلبد دریائے آہن رجائے
براسپان سرکش بہ بستند زین ہوا قیرگون شد زمین آہنین

ز آواز سپ و ز بانگ سوار زمانہ گر آمد ز فرسنگ چار
بنالید شیپور بر حال شاہؑ کہ زار اے روان تشنہ و کم سپاہ
دریغ از تو و جان پژمان تو ز خورشید بر سرو تابان تو
فروغ روان پیمبر توئی!! دل جان زہراؑ و حیدرؑ توئی
عزیز جہاں خوار گردید حیف چراغ حرم تار گردید حیف
ہمیدوں بہجار شیپور کوس بسر بر ہمی کوفت دست فسوس
بجوشید چون دشت از مرد کین بر اسپ سپہبد نہاد زین!
بیامد میان بستہ کارزار بدر شمر ذی الجوشن نابکار
سپہدار را گفت لختی بماں کہ من بہر عباس دارم اماں!
شوم بوچہ صیاد صید آورم سر شیر جنگی بقید آورم!
اگر نیست عباسؑ در آں سپاہ بکام تو باشد ہمہ رزمگاہ!
کہ آن شیر فرزانہ درشت کار ز حیدرؑ بود حملہ را یادگار
کران یکسوار اندر ان لشکر است ب ان کہ از کوفیان بی سر است

کتاب الارشاد میں مرقوم ہے کہ فجاء شمر لعنہ حتی وقف علی اصحاب الحسین علیہ السلام۔

برآمد ز لشکر پس آں گاہ فرد بزیر ش یکی جنگ پاہون لوزد
دلش ہم چوں خارا برش خارہ سائے تنش غرق آہن ز سر تا سلائے
لموذی تن و اسپ آں نابکار چہ کوہے کہ بر کوہ گردد سوار
درآمد بساں کراز دمان بدستی عنان و بدستے ستان
جدا شد از لشکر آن تیرہ رائے بگردوں برآمد غو کرہ نائے

ازان غلغل و جوش اسپ دلاح   خروشی کشید از جگر ذوالجناح (چہ خوب)
قلم کرد گوش و علم کرد دم   همی دم زمین کوفت روئینہ سم
نہ پرده سر خسرو تاجور   برآمد چہ خورشید باختر
بہر سو نظر کرد در شمر دید   دل نازک شاه در بر دمید
زمیدان نادر آن کینہ خواه   بزد اسپ و آمد پیش سپاه
ز لشکر کہ خسرو تا جدار   بر در راه بستند مردان کار

فقال این بنوا اختنا ۔ یعنی شمر نے کہا کہ ہماری بہن کی اولاد کہاں ہے ؂

خروشی برآورد کی انجمن،   کجا یند خواہر پسر ہائی من
بگوئید ہم خیل مام شما!   بہ نیکی کند یاد نام شما!
کہ عباس شاه جوانان کجاست   بنی ہاشمی ماه تابان کجاست
کجا جعفر آن بچہ شیر ژیان   کہ مادر نہ پرورده چون او جوان
کجا ایست عبداللہ نورسید   نہال جوانی و باغ امید
در آئینہ لختی بدون از سپاه   منم مہربان منم نیک خواه
کہ آرزو ایشان چشم روشن کنم   روان ہراسندهٔ ایمن کنم
ز لشکر کہ خسرو کامیاب   ندادان آن کینہ ور سا جواب
جوانان بر شاه والا بدند!   چہ شمشاد آزاد بر پا بدند
ہوا سا یا آزاده جان سوختہ   کہ جز ز دیدار شہ دوختہ
در ایشان نظر کرد سلطان دین   بدل بود نام جہان آفرین،
غمی کشت مژگاں ہم بر نہاد   برآورد از دل یکی سرد باد

ندانست کس راز آن آه شاهؑ   کلف آمد از غم بر خسار ماه

فقال الحسین علیہ السلام اجیبوه و ان کان فاسقا یعنی امام حسین علیہ السلام نے اپنے جوانوں سے فرمایا کہ اس کا جواب دو اگرچہ وہ فاسق ہے۔

بگفت ای گزیده جوانان من   بہر درد و اندوه درمان من
شمار است شمر آمده خواستار   بہ بینید کان سفلہ دارد چکار
اجابت کنیدش چنان چون سزو   اگرچند باشد ز یا بکار و ید

فخرج الیہ العباسؑ و جعفر و عثمان و فی روایۃ السید عبداللہ و ھذا ھو الصحیح ۔ یعنی کہ حضرت عباس علمدار، جعفر و عثمان (آپ کے دونوں بھائی) اور بروایت صحیح عبداللہ (آپ کے بھائی) نکلے اور حضرت سلطان دین امام حسین علیہ السلام کے سامنے سر جھکا کر تسلیم بجا لائے اور عرض کیا ؂

خم آورد عباس سر پیش شاه   گرانمایگاں بر گرفتند راه!
شہ تشنہ لب دل در اندیشہ بست   بشد بر در خیمہ گاه و نشست
دو زانوی خود را ببر در گرفت   چو بسمل کجا زبر پہ سر گرفت

مکالمۂ جناب عباس علمدار علیہ السلام با شمر ذی الجوشن

والحسین علیہ السلام جالس امام بیتہ محتب بسیفہ اذا خفق برأسہ رکبتیہ ۔ یعنی حضرت امام حسینؑ با دل حسرت اپنے خیمہ کے سامنے رونق افروز تھے اس طرح کہ زانو سینے سے لگے ہوئے تلوار زانو تلے

اور اپنے دائیں ہاتھ سے تلوار بطرف چپ اور اپنے بائیں ہاتھ سے تلوار بطرف راست پکڑے ہوئے تھے یہ حالت اکثر اوقات بوقت غم و رنج و الم ہوتی ہے امام حسینؑ بایں صورت تشریف فرما تھے کثرت غم و ہم ظاہر ہو رہی تھی۔ کہ شمر ذی الجوشن حضرت عباس بن علیؑ کی طرف مخاطب ہوا۔ اور اس نے اولاً آپ کو خوف زدہ کرنے کی کوشش کی اور پھر امان نامہ دیا کہ اے عباس تمہیں اور تمہارے بھائیوں کو از طرف ابن زیاد امان ہے ؎

جوانان تشستہ بر پست بور　　چو شیران نخچیر در بر پشت کور
نہنگان دریای ژرف یلی　　پلنگاں کہار پشت علیؑ
ہمیں پیش پیش و دو کیتر پشت　　سپر بر کتف تیغ ہندی بمشت
چو گلشن رخ ہر سہ گردن فراز　　میاں ہمچو نی لاغر و سینہ باز!
بدان نامداران حیدر توان　　ثریا زرہ داد و جوزا میاں!
فرو تافت یکہبازاں شکری　　بہم آفتاب و ہدو مشترے
برآمد چو عباسؑ از قلب گاہ　　زمہ تا بماہیش آمد گواہ
کہ این برزو بالای شاخ یلی است　　درستی شہ خیبر افگن علیؑ است
دریغت کاین پیکر شیرفش　　چو شیران تب آرد ہمی از عطش
چو شمر آن بر و یال خنکی بدید　　دل اندر برش ہمچو بسمل طپید
بزد بانگ عباس نامجوے　　بگو تا چہ داری ز ما آرزوے
کہ جنگ یلا نرا دلیر آمدی　　ہمانا کہ از عمر سیر آمدی
بگفتا کہ من جنگ را ساختم　　دو اسپہ بمیدان کیں تاختم
خیان خون بریزم دراین دشت کیں　　کہ تا روز پس لالہ روید زمین

ولیک ای جوانان آزادگان　　مرا خواہر نیک فرزانگان
مرا دل گرفتار مہر شما است　　روان پیش دیدار چہر شما است
دریغ آیدم کاین سہ سر بلند　　بخاک اندر آید بحال نژند
ازین داغ تا صبح روز پسین　　بسوزد دل و جان ام البنین

پھر شمر نے کہا۔ انتم ابن اختی امنون۔ یعنی کہ تم میری بہن کی اولاد ہو تمہارے لیے امان ہے ؎

شما ایمنید از گزند و ہراس
دراین دشت خونخوار بی التماس
فروغ دل و دیدگان منید!!!
شما ہر سہ اندر امان منید

فلا تقتلوا انفسکم مع اخیکم الحسینؑ والزموا طاعۃ امیر المؤمنین یزید علیہ اللعنۃ و العذاب۔ یعنی تم اپنے بھائی حسینؑ کے ساتھ اپنی جان نہ دو اور تم پر لازم ہے کہ یزید پلید کی بیعت کرو اور کہا کہ میں ؎

ازین لشکر آئید با من برون　　مما نید خود را مریزید خون
کہ من چون شوم سوے کوفان سپاہ　　پر از مرد جنگ آید این رزمگاہ
ز سم ستوران تا ثریا نژاد　　ز پولاد پوشان جنگی نہاد
ہوا تار گرد و زمین آہنین　　دہ آید سپہر و شش آید زمین
چنان موج بردارد این پہن دشت　　کہ باد از میانہ نیارد گذشت
سرافشاں شود خنجر تند سر　　نباید پدر مر پسر را سپر

بترسم دران بیشہ ہولناک — شمارا تن آید بشمشیر چاک
مبادا کہ خود را بکشتن دہید — یکی خوب گفتار من بشنوید
حسینؑ بگیمان گشتہ گرد بتیغ — شمارا بجان خود باید دریغ
ازان پیربادر بیاد آورید — کہ از شیر جان نخل بن پروریید
بیا زید این تیشہ بر پائی خویش — بدانید خود قدر کالائے خویش
یکی دست بیعت برائے یزید — دہید و جنگ در جہان ارمید
مدارید انطاعت اوگزیر — کہ باشد ہمہ مومنان را امیر
ازان بے بہا گفتہ ناصواب — زچشم جوانان فروریخت آب
برائے مخنہ تشنہ گران شدند — برآن آتش تیر بریان شدند

حضرت عباس علمدار علیہ السلام نے باندازہاشمی اس طرح جواب دیا کہ ؎

برآشفت عباس ہمچوں پلنگ — زرویش زبس خشم بپرید رنگ
سراپای شد راست موی تنش — چو پیکان بجز دسر زپیراہنش
چو سہاب لرزید برپشت زین — با بروے مردانہ افگند چین
بدو بانگ کے کافر کنفل است — کہ ہم از منت آمدی نادرست
چہ شد اژ اسعفلی بکاخون — چہ یافہ است کز قالب آری بردن
ندانی سرپایے گفت و شنید — زبانت بدیں یافہ باید برید
بغیر آں کہ روباہ بازی کنی! — چرا بیم از ترکتازی کنی
کہ شیران نترسند از جوش رزم — سمندر نشیند در آتش بہزم
بایں یافہ افسون ندای پلید — زما دست خواہی برائے یزید
نگیرد پہ بیم و بافسون و بند — زما دست بیعت سپہر بلند

حسینؑ زندہ و فروجاہ حسینؑ — مہ و مہر گردون گوار حسینؑ
خسی را امام زمان خوانیش — امیر ہمہ مومنان دانیس!
عزیزہ نمانہ کنی خوار را — زنا زادہ ہند جگر خوار را!
برائے دلیران امان آوری — بجارو برما زبان آوری

فنادی عباس بن علی علیہما السلام تبت یداك ولعن ما جئت بہ من امانك یا عدو اللہ اتامرنا ان نترك اخانا وسید الحسین صلوات اللہ علیہ و ندخل فی طاعة الطغیاء و اولاد اللعناء۔

یعنی شیر خدا کے شیر نے آواز دی ؎

کہ لعن خدا بر روان تو باد — تو ناکس و بر امان تو باد
بتو دی کہ از رخصت شاہیم — میانت بدین تیغ کشتی دونیم
دریغا در این گنبد لاجورد — سر دین اسلام آمد بگرد
دریغا کہ شد مروی مردے — دریغا کہ شد جہان خرمے
حسینؑ زندہ بر جانب ونتان — مطیع یزید لعین شد جہان
جہان بندہ شد پیش آن شوم پی — چہ جوا ہی جہان جان عباس ہے
چنانست رای تو اے اہرمن — کہ ما از ولی نعمت خویشتن
بگردیم تنگ اید پروریم — زنا زادہ را سر فرود آوریم
حسینؑ زیب دوش پیمبر مصطفےٰ — دل فاطمہ جان شیر خدا
ز سر سایہ فرا و کم مباد!! — کرا دنیست سر بعالم مباد
امان را بہانہ تو کافر کنی — کہ تفریق اولاد حیدر کنی

برادر کہ جسم جہاں راست جان زایزد و بمردم امامؑ زمان
رگ جان ماکرد بر دیہ تیغ کہ جان از برادر بنا شد دریغ
جہاں جز برادر چہ دارد بیاد برادر بنا شد جہاں کو مباد
برادر کہ یزدانش دارد عزیز یود مادرم مادرش راکنیز
غبار درش فر سیمائی ماست برادر مخوانش کہ مولاے ماست
برادر کہ از نزد رب جلیل پرستار مہد آمدش جبرئیل
زہی ابلہی وزہے ابروے کہ از کف بمانیم فتراک آوے
بردداتہ بر مرغ دیگر ختان بلند سیمرغ راز آشیان
اگر در جہاں غمگسار منے چرا ما برادر مرا دشمنے
برد زغم و شادی اے بیحیا برادر کہ کرد از برادر جدا
کرم یکنیہ والے ایرد سیاہ بگو تا برادر چہ دارد گناہ
خرد منیت ذر مغز مرد سخن تو کوئی کہ جفت است با اہرمن
زنا نزادہ ذی الجوشن دین پشت بگیتی بدانسان گرانمایہ کشت
کہ عباسؑ را در امان آمدہ او تفو بر تو ایچرخ گردوں تفو
چو عباس پاسخ چنان ساز کرد ز سر شمر را ہوش پرواز کرد
ز ہر حرف آن سرفراز جہاں، خدنگی بدل خورد دیشی بجان
ز بس خشم خورد و غضبناک شد جہاں تیرہ برچشم ناپاک شد
روانش ز بیم دلیران طپید۔ فرو ماندہ دجاء ستادن ندید

فرجع شمر ولد الحرا مرالی معسکرہ مغیضا۔

عنارا یہ پیچد ہمچوں گراز کہ بر سینہ تیرش خور لیشت باز

ہمیدون جوانان بحال نژند برخ خوی شرم شہ ارجمند
سوی خیمہ خویش گشتند باز ترفتند در پیش شاہ حجاز

حضرت امام حسینؑ کی جناب عباس علمدار سے امان نامہ سے متعلق گفتگو

جب حضرت امام حسینؑ کو حضرت عباس علیہ السلام کے پاس امان نامہ ابن زیاد کے آنے کی خبر ہوئی تو آپ نے حضرت عباس علیہ السلام کو بلایا آپ انتہائی عجلت و تعجیل تشریف لائے امام حسینؑ نے نگاہ اٹھا کر بھائی کو دیکھا۔ اس وقت زینب خاتون موجود تھیں سوال کیا بھیا عباسؑ پھر کیا خیال ہے۔ کیا حسین کو تنہا چھوڑ کر جاؤں گے۔ اور کیا تمہیں اپنی بہن زینبؑ کے پردہ کا خیال نہیں ہے؟ حضرت عباسؑ نے سر جھکا لیا اور بے ساختہ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے برادر اگر خواہش تو لشکر ابن سعد میں چلے جاؤ ہمارا اور اس بیکس الحرم کا خدا حافظ و مددگار ہے۔ جب عباس علمدار نے یہ سنا عرض کیا آپ کے سوا غیر کے چہرہ پر نظر پڑے قدم شل ہو جائیں اگر میں در دولت حضور چھوڑ کر جاؤں۔ زبان پر یہ الفاظ وفاداری تھے اور آنکھوں سے سیل رشک بہ رہا تھا دل میں عمر ابن سعد کو قتل کرنے کی امنگیں پیدا ہو رہی تھیں۔ ادھر عباسؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور حسینؑ اور زینب پر گریہ طاری تھا۔ جیسا حضرت عباسؑ نے وفاداری کا یقین دلایا تھا ویسا ہی روز عاشورا ثبوت دیا۔ جب میدان قتال گرم ہوا اکبرؑ و قاسمؑ شہید ہو

گئے۔ حضرت زینبؑ کے بچوں کی لاشیں خیمہ میں آگئیں تو حضرت عباسؑ نے بھی اذن شہادت طلب کیا۔ آپ کے تینوں بھائی پہلے شہید ہوئے۔ بعدہٗ اپنا نور نظر محمد بن العباس حسینؑ پر قربان کیا اس شان سے کہ کفنی اس کی گردن میں ڈالی اور تلوار اس کی کمر میں باندھی اور نور نظر کو مرنے کی اجازت دی خدمت امام حسینؑ میں آئے اور اذن جہاد دلایا اور اس نے شہادت پائی۔ بعدہٗ خود بھی نہر فرات کے کنارے شہید ہوئے اور آپ کے دونوں ہاتھ قطع ہوئے لاش مبارک بھی نہ اٹھائی جا سکی۔ مولف کتاب فرماتے ہیں کہ میں نے مرحوم شیخ جعفر شوستری سے سنا ہے کہ جب حضرت عباسؑ کے سر مبارک پر عمود (گرز) لگا تو آپ گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اور وہ تیر جو آپ کی پشت پر لگے تھے ان کے ساتھ زمین پر گرے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

لشکر ابن سعد کا خیام امام حسینؑ پر ہجوم

جب شمر ملعون امان نامہ لے کر واپس گیا تو اس سے عمر سعد نے احوال معلوم کرنے کے بعد کہا کہ اب ہمیں چاہیئے کہ خیام حسینؑ کا محاصرہ کریں۔ کتاب الارشاد میں ہے ثم نادی عمر بن سعد یا خیل اللہ ارکبی و بالجنۃ ابشری۔ یعنی اے لشکر خدا سوار ہوا اور تم کو بہشت کی بشارت ہو چنانچہ لوگ گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ فرکب الناس ثم زحف نحوهم بعد العصر۔ ابن سعد کا لشکر ہزاروں کی تعداد میں جنگ کے لیے آمادہ ہو گیا لوگ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور بعد نماز عصر روز نہم محرم خیام اہلبیت کا رخ کیا ہے سہ

عمر چون باسپ اندر اورد پاے
بر آمد خروشیدن کرہ نائے!!
سر آن برکشیدند ہر سو درفش!
جہان گشت سرخ و کبود و بنفش
بجوشید دشت بتو قید خاک!
نیستان شد آن پہنہ ہولناک
تو گفتی رواں گشت دریائے چین
بیک رہ باروئے سلطان دین
پریشان چنان بود اردوے شاہ
کہ گلزار بے آب در چاشتگاہ
نہ آبی نہ دودی بجز اشک و آہ
سر کاروانرا زدہ خوب راہ

قال المفیدؒ والحسینؑ جالس امام بیتہ محتب بسیفہ اذا خفق براسہ علی رکبتیہ۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ جس وقت لشکر اعدا بسوے خیام آ رہا تھا۔ امام حسین علیہ السلام در خیمہ کے سامنے غیر یابانہ حالت میں بیٹھے ہوئے تھے غم و اندوہ کی وجہ سے سر مبارک زانو پر رکھا ہوا تھا۔ کہ اگر اے مومنوں تم دیکھتے تو حالت غربت امام حسین دیکھ کر دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ شیخ مفید کا یہ فرمانا والحسین جالس امام بیتہ محتب بسیفہ اور از روئے لغت الاحتباء کے معنی ہیں ان یضم الانسان رجلیہ الی بطنہ بثوب یجمعھا بہ و مع ظھرہ و نشدا

علیها و قد یکون الاحتباء بالیدین عوض الثوب بالسیف عوض الیدین۔

یعنی کہ احتباء اس طرح بیٹھنے کی صورت ہے کہ انسان دو زانو بیٹھے۔ اور اپنے شکم سے گھٹنوں کو لگائے اور بعدہ اپنے لباس کے دامن اپنے زانو پر جمع کرکے لپیٹ دے اور پھر اپنا سر زانو پر رکھے۔ یہ حالت یا سونے کے لیے بھی ہوتی ہے اور لبا اوقات بحر غم میں ڈوبتے ہوئے ہوتی ہے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ اپنے دونوں ہاتھ یا اپنی تلوار اپنے شکم اور زانوں کے درمیان رکھ لے کہ جسم سے گویا چپک جائے حضرت امام حسینؑ اسی حالت میں بیٹھے تھے۔ اور اندیشہ و خیال و ملال آپ کو گھیرے ہوئے تھے کہ اسی دوران لشکر ابن سعد۔ ایک سیل روان کی طرح خیام امام حسینؑ تک آ گیا۔ اور دیکھتے دیکھتے دامن دشت میں نقارہ جنگ بجنے لگا۔

برآمد خروشیدن کرہ نائے زمین گشت جنبان بسیہ شد ہوائے

جہاں گشت بر غلغل و دار و گیر سراسیمہ شد رایض چرخ پیر

جہاں را چنان دل برآمد زجائے کہ زینبؑ برآمد ز پردہ سرائے

وسمعت اخته الصیحة فدنت من اخیها یعنی حضرت زینبؑ خاتون لشکر اعداء کا شور و غل اور جنگی نقاروں کی آواز سن کر سراپردہ کے نزدیک آگئیں۔ دیکھا کہ چاروں طرف خطرہ ہی خطرہ ہے لیکن امام حسینؑ کو محو خواب پایا جب اعدائے دین کا شور و غل زیادہ ہوا آپ امام حسینؑ کے پاس آئیں شانہ پکڑ کر فرمایا اے بھائی جان آپ سو رہے ہیں زینبؑ امن و امان کے لیے آئی ہے فرماتی ہیں بھیا کیا آپ فوج اعداء کا شور و غل نہیں سن رہے ہیں کہ یہ بدبخت

ہمارے خیموں تک آ گئے ہیں۔ اے بھیا یہ کیسی خواب ہے دشمن سر پر آ گیا ہے سارا صحرا تیر و تلوار سے بھرا ہوا ہے۔

چہ خوابیدہ دشمن آمد بسر ہمہ تیر و شمشیر شد دشت و در

تو را خواب نوشیں چہ خوش میبرد مرا دشمن کینہ کش میبرد!

ز زانو بگیر این سر تاجدار کہ شد روز چون شام دیجور تار

نگہ کن کہ تاراج غارت رسید بمرگ عزیزاں بشارت رسید

سر از خواب برگیر اے شاہ من کہ بے پردہ خواہد شدن آہ تن

گرفت آتش ظلم غارت، پرم کنوں آب خواہد گذشت از سرم

تو در خواب و بر سر تو را آفتاب تو بخت منے سر برآور ز خواب

فرفع الحسین علیه السلام راسه

حضرت امام حسینؑ نے بہن کی آہ و زاری کی آواز سن کر سر اٹھایا۔ دیکھا کہ زینبؑ با حال پریشاں اس انداز سے آہ و زاری کر رہی ہیں۔

بگفتا کہ ای جان خواہر چہ بود
کہ ماہت شد از سیلی غم کبود
برائے چہ خواہر گریباں درے
برائے کہ این نیش بہ جان خورے
بگفتا کہ ای شاہ بے یار و پشت
نگہ کن بر این بہن دشت در دشت
ببین روز من چوں شب داج شد
حنوبے تاج و من خیمہ تاراج شد

آیا غیرت کردگاری بجوشش
بحفظ حرم تا توانی بکوشش

یا غیرۃ اللہ قومی واطلبی قومی یا رحمۃ اللہ واقینی ما نجاء.

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے بہن میں نے خواب میں اپنے جد نامدار اپنے بابا اور اپنی جدہ ماجدہ کو دیکھا۔ مجھ سے خواب میں رسول خدا نے فرمایا کہ اے حسین کہ کل تو ہمارے پاس ہوگا ؎

ازاین خواب ایخواہر مہربان — شود کشتہ فردا حسین بیگمان
بگر تشنہ من کشتہ گردم نیزار — نورا معجز از سر کشند روزگار
لب تشنہ غلط بخون شاہ نو — زپردہ برآرد فلک ماہ نو
چوں زینب شنید این زشاہ شہید — بزد دست ومعجر زسر کشید

قال المفید فلطمت اختہ وجہہا و نادت بالویل ۔

یعنی حضرت زینب خاتون نے اپنے منہ پر طمانچہ مارا۔ فریاد وگریہ کیا۔ آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ کہ ہائے میں یہ روز بد دیکھ رہی ہوں۔ مجھے یہ خبر نہ تھی کہ میں بغیر بھائی کے ہو جاؤں گی اور اسیر ہوں گی۔ جب زینب خاتون نے صدائے نالہ بلند کی تو حضرت امام حسین اپنی جگہ سے اٹھے ؎

شاہ شہداء از جا برخاست — بہ تسلی دل خواہر پرداخت
بگفتا کہ ایجان خواہر خموش — دلیری زسر صبر و ہر خم مجوش
زمانہ از اینگونہ بسیار دید — گہی گل بہ گلبن گہی خار دید
را تارو انست خواہر تن — مسوز و مسوز ان دل و جان من

لیس لک الویل ما اخیہ اسکتی رحمک اللہ۔ اے میری بہن خوش

ہو جاؤ۔ واویلا کرنا تمہیں روا نہیں ہے۔ تم خدا کی پناہ میں ہو خدا کی حفاظت میں ہو۔ بہن کو صبر کی تلقین کی۔ سر پر دست مبارک پھیر کر بہن کو سکون ہوا۔ آج زینب علیا کی یہ عزت و منزلت ہے کہ امام حسین تسلی و صبر فرما رہے ہیں۔ حسین کو بہن کی خاطر داری منظور ہے لیکن وا حسرتا امام حسین کے شہید ہونے کے بعد یہی زینب ہیں اور تازیانے ہیں ؎

شانہ ہا بستند بازوے زینب کلثوم را
اے فلک آن ابتداء و این انتہائے اہلبیت

روز نہم امام حسین علیہ السلام کا عمر ابن سعد سے ایک شب کی مہلت مانگنا

روز نہم محرم بوقت عصر ابن سعد کے لشکر نے خیام امام حسین کا رخ کیا۔ بے پناہ لشکر اور شور و غل دیکھ کر حضرت عباس علیہ السلام اسلحہ لگا کر خیمہ سے باہر نکلے آپ کے بھائی پروانہ وار دائیں بائیں اور عقب میں ساتھ ساتھ ہیں حضرت قمر بنی ہاشم اولاً حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور آپ کی خدمت میں عرض کیا اے آقا یہ بیدین گستاخانہ ہمارے خیام کی طرف آ رہے ہیں۔ آپ جو حکم فرمائیں ہم بجا لائیں۔ قال المفید علیہ الرحمۃ و قال لہ العباس بن علی یا اخی اتاک القوم۔ اے عباس یہ گروہ نابکار آ پہنچا ہے حضرت عباس نے عرض کیا اے مولی سراپردہ تک یہ لوگ آ گئے ہیں آپ نے فرمایا کہ بھیا کس قدر سپاہ ہے عرض کیا کہ مولی نگاہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کم و بیش ایک لاکھ

پیادہ وسوار ہیں۔ یہ سن کرامام حسینؑ نے فرمایا کہ اے برادر اے میرے علمدار قال الامام یا عباس ارکب بہ نفسک یا اخی انت حتی تلقاھم وتقول لھم مالکم وما بدالکم وتسئلھم عما جاء ھم۔ امام تشنہ کام نے فرمایا اے بردار عباسؑ سوار ہواور ان کے نزدیک جاؤ اور امیر لشکر سے کہو کہ تم لوگ اس قدر جمعیت سے کس لیے ہماری طرف آرہے ہو اور ہم پر ہجوم کر رہے ہو۔ حضرت عباسؑ لشکر کے نزدیک گئے اور ان کے سردار سے فرمایا کیا ارادہ ہے۔ کس لیے تم لوگ درانہ چلے آرہے ہو ؎

چو د یدن سپاہ سپہدار را — بگو پور سعد وفا کار را
مران بارہ در پیش ایں سان دلیر — کہ بیشہ تہی نیست از ببر و شیر
ہوائی چہ داری ازیں ساختن — ازیں جنبش تیز واین تاختن
چو پاسخ شنیدی بیا درجواب — مکن ہیچ در جنگ جستن شتاب
برآمد بدین ماہ یثرب زمین — بدستش یکی نیزہ بدآہنیں

فاتاھم العباس فی نحو من عشرین فارسا منھم زھیر بن القین وحبیب ابن مظاھر۔ اس وقت عباسؑ نامدار اپنے اشجع الناس (یعنی بہادر) بیس سوار لے کر جن میں جناب زہیر قین اور حبیب ابن مظاہر بھی تھے کوفیوں کی طرف روانہ ہوئے مثل شیر نران پر حملہ کیا۔ اور فرمایا اے قوم جفا کار تم کیا چاہتے ہو اس ہجوم کا کیا مطلب ہے۔ ان لوگوں نے کہا اے عباسؑ ابن زیاد کا یہ حکم نامہ آیا ہے کہ ہم تم سے اولاً بیعت یزید طلب کریں۔ اگر حسینؑ بیعت یزید کرلیں تو خیر ورنہ ہم ان سے جنگ کریں۔ آپ نے فرمایا کہ عجلت نہ کرو میں جاتا ہوں تا کہ تمہارا مقصود حضرت سلطان دین فرزند رسول

خدا حسین بن فاطمہؑ کی خدمت میں عرض کروں اور آنجنابؑ جیسا مناسب سمجھیں گے جواب عنایت فرمائیں گے اور وہ جواب تم کو پہنچادوں گا۔ پس جیسے ہی لشکر ابن زیاد نے یہ بات سنی ہاتھ جنگ سے روک لیا اور حضرت عباس تو خدمت امام عالی مقام میں حاضر ہوئے مگر آپ کے ہمراہی وہیں موجود رہے فانصرف العباس راجعًا ووقف اصحابہ یخاطبونھم و یعظونھم۔ یعنی کہ عباس بن علی علیہ السلام اپنے لشکر میں واپس آئے اور فرمایا کہ اے امام عالیمقام زہیر بن قین اور حبیب ابن مظاہر کوفیوں کو نصیحت کر رہے ہیں۔ اور ہمارے تمام ساتھیوں نے جدا جدا اس قوم نابکار کو پند ونصیحت کی ہے اور آل محمدؐ کی عظمت وتقدیس کی طرف توجہ دلائی ہے۔ امام حسینؑ سے آپ نے وہ ساری گفتگو بیاں کی کہ جو بیعت یزید کے بارے میں ان لوگوں نے کی تھی۔ امام حسینؑ کے دل پر وہ گفتگو گراں گزری۔ اور فرمایا کہ اے برادر پھر ان کے پاس جاؤ اور ان سے کہو۔ فان استطعت ان تؤخرھم الی غدوۃ وتدفعھم عنا العشیۃ لعلنا نصلی لربنا اللیلۃ الخ۔ یعنی اگر ہو سکے تو جنگ کو آج ملتوی رکھو اور ہمیں ایک شب کی مہلت دو کہ ہم اپنے پروردگار کی عبادت کرلیں تلاوت قرآن اور استغفار کرلیں۔ اگر یہ لوگ ایک شب کے لیے جنگ بندی مان لیں تو مجھے خوشی ہوگی ؎

کہ امشب اگر دفع دشمن کنی — مرا در مرا چشم روشن کنی
کہ امشب شب عید قربان ماست — اجل در کمین سر و جان ماست
یک امشب بگرد ہم آئیم جمع — بسوزیم شب تا سحر کہ چو شمع
زبانی بگریم باہم بدرد — زمانی خدا را بخوانیم فرد

گہی یاد یعقوب و یوسف کنیم | ہمی با جوانان تلطف کنیم
زمانی دیگر یاد یحییٰ کنیم | ذبیحانہ خود را مہیا کنیم
بطفلان گہی نازشش آریم مہر | کہ باکس نشد رام گردان سپہر
فزون زانکہ گفتم شمار خداست | خداوند داند کہ آنم ہواست

حضرت امام حسینؑ کا کلام سن کر حضرت عباس مثل ابر باران رونے لگے آپ لشکر اعداء کے قریب تشریف لائے اور باواز بلند فرمایا اے گروہ عرب ہمیں پہنچانو کہ ہمارا حسب و نسب کیا ہے۔ فرزند رسولؐ خدا نے ایک شب کی مہلت مانگی ہے کیا تم اپنے رسولؐ کے نواسہ کو عبادت کے لیے ایک شب کی مہلت نہیں دے سکتے: آخر تم بھی مسلمان کہلاتے ہو۔ اس مقام پر سید علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ قال الراوی فسئلهم العباس ذلك فتوقف عمر بن سعد اللعنة والعذاب یعنی جب حضرت عباس ابن علی علیہ السلام نے امام عالیمقام حضرت حسینؑ السلام کی طرف سے ان لوگوں سے ایک شب کی مہلت طلب کی تو عمر ابن سعد ملعون خموش ہو گیا۔ اور کوئی جواب نہ دیا۔ کتاب المنتخب میں ہے کہ قال بن سعد للشمر لعنہ ما تقول لعنی فی المهلة۔ یعنی ابن سعد نے شمر ملعون سے کہا کہ حسینؑ ایک شب کی مہلت طلب کر رہے ہیں کیا ان کو مہلت دی جائے۔ اس ولد الحرام نے کہا کہ تو مستقل مزاج کیوں نہیں ہے۔ اگر میں سردار ہوتا تو حسینؑ کو مہلت نہ دیتا اور حسینؑ کا کام تمام کرنا۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ عمر ابن سعد نے دوسرے سالاران سپاہ سے مشورہ کیا تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے کہ حسینؑ کو مہلت یک شب دی جائے یا نہیں سب نے کہا کہ ہم اس ریگ گرم پر سخت تکلیف میں ہیں اور ابن زیاد

کے ظلم و ستم سے خائف ہیں۔ اس وقت شمر ملعون نے باواز بلند حضرت عباس کو مخاطب کر کے کہا کہ اے عباس لیس لکم الامهال ولا فی امرکم اهمال۔ یعنی تمہیں مہلت نہیں ہے۔ اور تمہارے کام میں تاخیر مناسب نہیں ہے جب عمرو بن حجاج نے شمر کی باتیں سنیں تو وہ اپنے گھوڑے پر عمر بن سعد کے نزدیک آیا اور کہا کہ تو شمر بدبخت کے کہنے کو مانتا ہے۔ اور پیغمبر خدا کی روح سے شرم نہیں کرتا۔

قال السید فقال عمر بن الحجاج الزبیدی والله لو انهم من الترك و الدیلم وسئلونا مثل ذلك لاجبنا هم فكیف و هم آل محمد۔

اے پسر سعد خدا کی قسم اگر گروہ ترک و دیلم بھی ایک شب کی مہلت مانگتے تو ہم مہلت دیتے چہ جائیکہ فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہلت مانگے اور تو انکار کرتا ہے تو نہیں سوچتا ہے

محمدؐ کہ مولائی امت بود
شفیع امم در قیامت بود

یہ کون سا انصاف ہے کہ اولاد رسول خدا مہلت مانگے اور تو انکار کرتا ہے۔ عمرو بن الحجاج کی اس گفتگو کو سن کر تمام لشکر منتشر ہو گیا۔ اور عمر بن سعد نے کہا کہ عمرو درست کہتا ہے اور کہا اے عباسؑ ہم نے حسینؑ کو ایک شب کی مہلت دی۔ الامالی میں ایک طولانی روایت ہے خلاصہ یہ ہے کہ ان ابن سعد امر منادیه فنادی انا اجلنا حسینا یومهم و لیلهم ——

یعنی ابن سعد نے منادی کرائی کہ ہم نے حسینؑ ابن علیؑ کو آج اور آج کی شب کی مہلت دی اس دوران کوئی جنگ نہیں ہوگی ہے

ے فردا چو خورشید خنجر کشد
حسینؑ زیر تیغ بلان سہ کشد

ے سرافشان شود خنجر عمر گاہ
نہ سرہنگ، ماند نہ یاور نہ شاہؑ

قال المفیدؒ فرجع العباس من عندھم مع رسول من قبل عمر بن سعد۔

پس علمدار لشکر حق آساس جناب ابوالفضل العباس لشکر عمر سعد کے پاس سے واپس ہوئے آپ کے ہمراہ عمر بن سعد کا ایک قاصد بھی تھا آپ کو اس کو ساتھ لے کر حضرت سلطان عالم امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا کہ ابن سعد نے کہا ہے انا اخرناکم الی غدوۃ ۔ یعنی ہم شب عاشوراء محرم کی صبح تک کی مہلت دیتے ہیں کہ آپ غور کر سکیں۔ پھر ہم دیکھیں گے کہ آپ کی کیا رائے قائم ہوئی ہے۔ اگر سر تسلیم کرنا مناسب ہے تو بسلامت ابن زیاد کے پاس تشریف لے چلیں ورنہ ہمارے ہاتھوں سے آپ کی اور آپ کے رفقا کی جانیں محفوظ نہیں ہیں۔ مولف فرماتے ہیں کہ یہ سن کر امام حسینؑ کو کس قدر غصہ آیا ہوگا اور آپ نے کس قدر خون دل پیا ہوگا کہ شب ختم ہوتے ہی تیر و تلوار و نیزے اور گرز و بارش سنگ ہے اور نونہالان حسینؑ ہیں خنجر ہے اور حسینؑ کی ذات اقدس ہے۔ واحسرتا۔

روز نہم محرم ہنگام عصر ایک واقعہ جاں گداز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــــــ بہ نستعین

ارباب خبر اور اصحاب حدیث بیان کرتے ہیں کہ محرم کی تیسری تاریخ سے روز نہم محرم تک کربلا میں متواتر لشکر ابن زیاد پہنچتا رہا ہے۔ چنانچہ عمر بن سعد کی سرکردگی میں لشکر وارد کربلا ہوا اور بعدہ حصین بن تمیم کی سرکردگی میں کوفہ کے تمام نبرد آزما لوگ کربلا پہنچ گئے یہ شخص عبیداللہ ابن زیاد کا کوتوال شہر تھا۔ کوفہ میں اس قدر قحط الرجال تھا کہ سوائے عورات، کوفہ جوان مردوں میں سے کوئی باقی نہ رہا تھا کہ جو ابن زیاد کے لشکر میں نہ گیا ہو۔

فورد فی خلق کثیر لا یعلم عددھم الا اللہ حتی اسودت الوادی و النواحی والربی و القری و اطراف الشط و القیعان

یعنی بے شمار لشکر تھا۔ اطراف کوفہ ہر جگہ سے لوگ جوق در جوق لشکر میں موجود ہے۔ معین الدین روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں کہ کوفہ کے تمام مردمان لشکر میں بھرتی کیے گئے تھے اس طرح کامل السقیفہ میں بھی لکھا ہے۔ اور قال السید فی اللھوف فرقد الحسین علیہ السلام ۔ کہ امام حسینؑ نے اپنا سر مبارک بستر پر رکھا کہ آپ پر نیند طاری ہو گئی اور عالم خواب میں دیکھا کہ تمام عالم کی فضا نورانی ہو رہی ہے۔ وادی امین کی ہوائیں چل رہی ہیں۔ گویا ایک دوسرا عالم ہے۔ امام حسینؑ عالم خواب میں تھے اور سرہانے حضرت زینبؑ خاتون کھڑی

تھیں کہ آپ کو بار بار شہادت برادر کا خیال آ رہا تھا کہ حضرت امام حسینؑ کی آنکھ کھل گئی بے اختیار فرمایا کہ اے بہن میری عمر کا آخری دن آنے والا ہے۔ اور تمہاری مصیبت کا آغاز ہو گیا ہے۔ میں نے ابھی خواب میں دیکھا کہ میرے نانا رسول خدا، میری نانی میرے بابا، میری ماں فاطمہؑ زہرا اور بھائی حسن مجتبےٰ سب ہی موجود ہیں۔ وھم یقولون یا حسین انک رائح الینا عنقریب اور فرمایا کہ عنقریب تو ہم سے ملحق ہونے والا ہے۔ حضرت زینبؑ نے یہ سن کر آہ درد ناک دل سے کھینچی منہ پر طمانچہ مارے واحسناہ کہا اور عرض کیا اے برادر کیا اس دشت میں تم ہم سے جدا ہو جاؤ گے۔ میں بھائی کے بغیر رہوں گی آپ نے فرمایا کہ بہن میں شہید ہو جاؤں گا۔ تمہاری چادر اتر جائے گی۔ میری سکینہ کے گوشوارے چھن لیکن اے زینبؑ تم بد دعا نہ کرنا ہے

ے برکسی یعنی دعائے بد مکن
باب رحمت را بخلقان سد مکن!

امام حسینؑ نے بہن کے سر پہ ہاتھ رکھا آپ کو تسکین ہو گئی۔ مگر جیسے جیسے مصیبت بڑھتی جاتی تھی حضرت علی زینبؑ کی حالت دگرگوں ہو رہی تھی۔ اور اس وقت جب آپ نے اپنے بھائی کے جسم صد چاک کو دیکھا نزدیک تھا کہ جسم مبارک سے روح نکل جائے چاہا کہ حسینؑ کا ہاتھ سر پہ ہو تا تسلی ہو جاتی مگر دیکھا کہ حسینؑ کے جسم اس قدر زخمی ہے کہ ہاتھوں کا ملنا بھی مشکل ہے۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

واقعات شب عاشورا ۱۰ محرم

بزبان فارسی شاعر نے اس طرح شب عاشور کی منظر کشی کی ہے۔

شب ماتم خسرو کم سپاہ ‏ ‏ ‏ چو شد تا سحر سوخت قندیل ماہ
ہمی چشم افلاک انجم گریست ‏ ‏ ‏ ہیم میثلے بچرخ چہارم گریست
ملائک بجان شمعی افروختند ‏ ‏ ‏ گرستند از آن شمع ہم سوختند
کدام ست صاحبدل و ہوشیار ‏ ‏ ‏ کہ سوز دیان شمع پروانہ وار
چہ باران نیوز از جفائے یزید ‏ ‏ ‏ چکہ خون ز قندیل شاہ شہید
آذان روضہ تا صبح آمد حزین ‏ ‏ ‏ ہمی نالہ حضرو روح الامین

و فی الریاض۔ لما انقضی الیوم التاسع و دخلت لیلۃ العاشورا اتلبس الدھر بسواد۔ کتاب ریاض میں ہے کہ جب روز نہم محرم تمام ہو گیا اور شب عاشورا نمودار ہوئی اور تمام عالم میں سیاہی چھا گئی تو امام حسینؑ کے لیے میدان میں کرسی بچھائی گئی۔ اور آپ کا تمام لشکر اصحاب قرابتدار سب جمع ہوئے۔ اس وقت آپ کے لشکر میں کل ایک ہزار اور سو نفر تھے علماء اور محدثین نے اس تعداد کی تصریح و تصدیق فرمائی ہے۔ علامہ مجلسی بحار میں مسعودی کتاب مروج الذہب میں فرماتے ہیں فعدل الحسین الی کربلا وھو فی مقدار الف فارس من اھل بیتہ و اصحابہ ونحو مائۃ راجل فلم یزل یقاتل حتی قتل۔ یعنی حضرت امام حسینؑ جب کربلا میں پہنچے ہیں تو آپ کے ساتھ ایک ہزار ایک سو پیادہ و سوار تھے۔ جنہوں نے روز عاشورا

قتال کیا اور خود قتل ہو گئے۔ ان سب کو امام عالیمقام نے جمع کیا تا کہ امام حسین کا خطبہ سن سکیں۔ الشیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ فجمع الحسین علیہ السلام اصحابہ عند قرب المرپس بعد غروب آفتاب سب جمع ہوئے امام حسینؑ نے حمد الٰہی اور نعت رسول خدا سے اپنے خطبہ کا آغاز کیا۔ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں بیمار تھا مگر اپنا بستر اس مجمع کے نزدیک لے گیا تا کہ میں بھی سنوں کہ ہمارے پدر بزرگوار کے کیا ارادہ ہیں ؎

زبستر تن نا تواں را کشید ۔۔۔ چو نزدیک شہ شد بشہ ارسید
شنید آنکہ فرمود ماہ حرم ۔۔۔ باصحاب کے زمرۂ محترم

حضرت امام حسین علیہ السلام کا اپنے اصحابؓ کو واپس چلے جانیکی اجازت دینا

اثنی علی الیہ احسن الثناء واحمدہ علی السر والضراء اللّٰھم انی احمدك علی ان اکرمتنا بالنبوۃ وعلمتنا القرآن وفھمتنا وفقھتنا فی الدین وجعلت لنا سمعًا وابصارًا وافئدۃ واجعلنا لك من الشاکرین۔
یعنی میں خداوند تعالےٰ کی حمد وثنا کرتا ہوں اور بہترین حمد وثنا کرتا ہوں اور اے حسین ابن علیؑ کے خدا میں تیری حمد کرتا ہوں یہاں لفظ اے خدا حسینؑ یعنی حسینؑ کے خدا اشارہ اس طرف ہے کہ خداوند عالم کی معرفت حاصل ہے تو وہ بھی وعلیؑ کو اور اولاد علی ابن ابی طالب کو۔ فرماتے ہیں اے خدا تو نے ہمیں گرامیقدر کیا ہے اور اپنے رسولؐ کو برگزیدگی عطا کی ہے۔ اور قرآن

کو ہمارے لیے ہدایت قرار دیا ہے۔ ہمیں علم عطا کیا ہے۔ دین پر خلق فرمایا ہے سننے والے نصیحت حاصل کرنے والے کان عطا کئے ہیں۔ چشم بینا عطا کی ہے اور جو کچھ تو نے خلائق کو عطا کیا ہے اس سے زیادہ ہمیں عطا کیا ہے۔ اور تو نے ہمیں اپنے شکرگزار بندوں میں قرار دیا ہے۔

وبعدہ فانی لا اعلم اصحابا اوفی ولا خیرا من اصحابی ولا اھل بیت ابر ولا اوصل ولا افضل من اھل بیتی فجزاکم اللہ عنی خیرا۔ یعنی میرے اصحاب سے زیادہ وفادار اور بہتر کسی اور کے اصحاب نہیں ہیں۔ اور نہ میرے اہلبیتؑ سے زیادہ نیکوتر اور زیادہ فاضل وعالم کسی اور کے اہلبیت نہیں ہیں۔ الا ولا اظن یوما لنا من ھئولا الاعداء۔ اے میرے دوستو اے اصحاب مجھے یقین ہے کہ اس قوم نابکار کے ہاتھ سے ہمیں اپنی زندگی میں کوئی دوسرا روز نہیں ملے گا۔ پس آج کی شب اور کل وقت چاشت تک ہم اس دار فانی میں اور ہیں۔ جب کہ ایسا ہی ہے۔ الا وانی قد اذنت لکم فانطلقوا جمیعًا فی حل لیس علیکم منی ذمام۔ اے میرے اصحاب تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں تم کو اجازت دیتا ہوں اور اپنی بیعت تم پر سے اٹھائے لیتا ہوں۔ پس تم جدھر چاہو چلے جاؤ۔ جو راستہ چاہو اختیار کرو۔ جہاں چاہو چلے جاؤ۔

ھذا اللیل قد غشیکم فاتخذوہ جملا ثم لیاخذ کل رجل منکم بید رجل من اھل بیتی ثم تفرقوا فی سوادکم ومدائنکم حتی تفرج اللہ۔
یعنی یہ رات کا وقت ہے کہ تم لوگوں کی نگاہوں سے چھپے رہ سکتے ہو تم رات کو اپنے لیے سواری قرار دو۔ اور تم میں سے ایک میرے اہلبیت میں سے

ایک ایک کا ہاتھ پکڑے اور چلا جائے۔ خداوند تعالیٰ تمہارے کاموں میں فرج یعنی کشادگی عطا فرمائے تمہیں خدا آرام عطا کرے۔

فان القوم انما یطلبونی ولوقد اصابونی فی الهواء عن طلب غیری - اے میرے دوستو اس قوم کو میرے سوا کسی اور سے کچھ مطلب نہیں ہے۔ یہ لوگ میرے ہی خون کے پیاسے ہیں۔ اگر میں دامن ہوا میں بھی چلا جاؤں تو بھی یہ لوگ ضرور میری خواہش کریں گے۔ جب امام حسینؑ نے اپنا خطبہ تمام کیا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ آپ کے اس کلام حسرت التیام کے بعد اعزا و اقربا اور اصحاب و انصار سب ہی نے اپنے ثبات قدم کا امام حسینؑ کو یقین دلایا۔

حضرت عباس علمدار علیہ السلام کا اظہار جانثاری میں سبقت کرنا

سب سے پہلے حضرت عباس بن علی علیہ السلام کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ آپ کے بھائی امام حسینؑ کے بھتیجے و بھانجے اور چچا زاد کھڑے ہوئے سب نے بیک زبان کہا کہ اے آقا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم آپ کو چھوڑ کے چلے جائیں آپ نرغہ اعداء میں رہیں اور ہم اپنی جان بچائیں ہماری آرزو ہے کہ ہم اپنے سر آپ کے قدموں پر نثار کریں۔

چنانچہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ فقال لہ اخوتہ وابناءہ وبنی اخیہ وابنا عبد اللہ جعفر لم تفعل ذلك نبقی بعدك لالہ

انا اللہ ذلک ابدا۔ تمام افراد خانوادۂ ہاشم شہادت پر کمربستہ امام حسینؑ کے سامنے آکر عرض کرنے لگے کہ اے مولا و آقا اگر بار بار زندہ ہوں اور قتل کیے جائیں تب بھی آپ کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے اب تو ہمارے سر آپ کے قدموں پر نثار ہو گئے۔ اے مولا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہم آپ کو دشمن کی سپرد کر جائیں اور خود چلے جائیں پھر امام حسینؑ نے اولاد عقیل کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا یا بنی عقیل حسبکم من القتل بابیکم مسلم فاذهبوا انتم فقد اذنت لکم۔ یعنی اے اولاد عقیل تمہارے لیے مسلمؑ کا شہید ہونا اور زندگی بھر رونے کے لیے کافی ہے۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں تم چلے جاؤ۔ عبد اللہ فرزند جناب مسلم بن عقیل جو اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے کھڑے ہوئے اور عرض کیا سبحان اللہ فما یقول الناس یقولون انا ترکنا شیخنا و سیدنا و بنی عمومتنا خیر الاعمام ولم نرم معهم بسهم ولم نطعن معهم برمح ولم نضرب معهم بسیف ولا ندری ما صنعوا۔ اے نور دیدۂ رسولؐ خدا معاذ اللہ کہ ہم ایسا کریں کہ آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں اور آپ یکہ و تنہا رہ جائیں۔ لوگ ہمیں کیا کہیں گے کہ قرابتدار تھے حسین کو چہ بزرگ خاندان میں چھوڑ کر چلے گئے۔ اے آقائے نامدار ہم ہرگز نہیں جائیں گے ہم مسلم کے فرزند ہیں ہم بھی جام شہادت نوش کریں گے۔ لا فو اللہ ما نفعل ذلك ابدا ولیکن نفدیك انفسنا واموالنا واهلونا و نقاتل معك حتی نرد موردك فقبح اللہ العیش بعدك۔ اے فرزند رسول خدا ذات الٰہی کی قسم ہم سے ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ ہم آپ کو نرغہ اعداء میں چھوڑ کر چلے جائیں اور اپنی جان بچالیں۔ ہمارے اہل و عیال۔ ہمارا

مال ومتاع سب آپ کے قدموں پر نثار ہے۔ خدا نہ کرے کہ ہم ایسا قبیح کام کریں کہ آپ تو اعداء کے نرغہ میں رہیں اور ہم اپنی جان بچا کر کسی جگہ چلے جائیں۔

کتاب روضۃ الشہداء میں ہے کہ اولاد مسلمؑ بن عقیل نے اپنی جانثاری کا واضح طور پر ثبوت دیا۔ ان سب کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ یہ شب ان کی زندگی کی آخری شب ہے۔ مگر ان کے چہروں پر اضطراب کی بجائے شوق شہادت آشکارا تھا

اصحاب امام حسین علیہ السلام کا اظہار ثبات قدم

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے دشمن سے ایک شب کی مہلت حاصل کرنے کے بعد اپنے عزیزو انصار سے خطاب فرمایا اور سب کو اجازت دی کہ جدھر دل چاہیئے چلے جائیں چنانچہ سب سے پہلے حضرت عباس علمدار علیہ السلام نے اظہار جانثاری فرمایا اور آپ کے ساتھ تمام اعزاء اقرباء نے بھی اپنی جانیں قربان کرنے کا یقین دلایا۔ بعدہ اصحاب میں سے سب سے پہلے مسلم بن عوسجہ کھڑے اور سب کی طرف سے عرض کیا اے امام زمان اے نور دیدۂ دختر رسول خدا اے سبط پیغمبرؐ اور اے پسر علی ابن ابی طالب۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اپنا دامن اعدائے دین سے بچائیں اور آپ کو اکیلا چھوڑ دیں۔ اما واللہ لا نخلی عنک حتی اطعن فی صدورھم برمحی واضربھم بسیفی ما ثبت قائمہ فی یدی۔ آپ نے عرض کیا اے مولا قسم ہے اس ذات کی کہ جو سب کا پروردگار ہے ہم آپ سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ تیر و تبر اور نیزہ و سنان اور تلوار سے ہم ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائیں۔ ہم آپ کے دشمنوں کو

قتل کریں گے ان کے اجساد کو ٹکڑے ٹکڑے کریں گے۔ ولو لم یکن معی سلاح اقاتلھم بہ لقذفتھم بالحجارۃ۔ اے مولا اگر ہمارا اسلحۂ جنگ ریزہ ریزہ ہو جائے تو کچھ پرواہ نہیں ہم دشمنوں پر پتھر برسائیں گے۔ واللہ لا نخلیک حتی یعلم اللہ وانا قد حفظنا غیبۃ رسول اللہ فیک۔ خدا کی قسم ہم آپ کی غلامی سے دستبردار نہیں ہوں گے۔ خدا علیم ہے کہ ہمیں حرمت اولاد رسول خدا کا کس قدر لحاظ و پاس ہے۔ انا واللہ لو علمت انی اقتل ثم احی ثم اقتل ثم احرق ثم اذرا یفعل ذلک سبعین مرۃ ما فارقتک حتی القی حمامی دونک۔ عرض کیا اے سلطان دین و دنیا قسم ہے خدائے وحدہ لاشریک لہٗ کی کہ اگر ہم آپ کی نصرت و یاوری میں قتل کیے جائیں پھر زندہ ہو کر پھر قتل کیے جائیں۔ پھر اگر ہم کو آگ میں جلا دیا جائے اور ہماری خاک ہوا میں منتشر ہو جائے اور ایسا ستر مرتبہ بھی ہو تو بھی آپ سے منہ نہ موڑیں گے پھر ان کے بعد سعد بن عبداللہ کھڑے ہوئے اور اپنی جانثاری و وفاداری کا یقین دلایا۔ بعدہٗ زہیر بن قینؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔ فواللہ لوددت انی قتلت ثم نشرت ثم قتلت ثم نشرت حتی اقتل ھکذا الف مرۃ۔ یعنی خدائے پاک کی قسم اگر ہم آپ کی محبت میں قتل ہوں پھر زندہ کیے جائیں اور پھر قتل ہوں حتی کہ ہزار مرتبہ ایسا ہو تب بھی آپ کی غلامی سے انحراف نہیں کریں گے۔ اس کے بعد بشیر بن عمر و حضرمی، یا بقولے محمد بن بشیر کہ جو آنحضرتؑ کے خاص اصحاب میں سے تھے اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے۔ جیسا کہ زیارت شہداء امام علیہ السلام میں وارد ہوا ہے۔ السلام علی بشر بن عمر والحضرمی شکر اللہ لک قولک للحسین علیہ السلام وقد اذن لک فی الانصراف

اکلتنی السباع حیا ان فارقتك و اسل عنك و اخذ لك مع قلة الاعوان لا یکون هذا ابدًا۔

یعنی سلام و رحمت خدا ہو بشر بن عمرو حضرمی پر اور خدا اس کو اجر عطا فرمائے اس چیز پر کہ جو اس نے آپ کو اپنی جانثاری کا ثبوت دیا ہے۔ یہ کہہ کر کہ جنگل کے درندے میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اگر میں آپ کو چھوڑ کر جاؤں اور دشمن آپ کا احاطہ کیے ہوئے ہوں اور اے مولیٰ ہم دین دار ہیں دیندار لوگ وفادار ہوتے ہیں۔ ابھی آپ اپنی جانثاری کا اظہار کر رہے تھے کہ کسی نے باآواز بلند کہا اے بشر بن عمرو تم یہاں جانثاری کا اظہار کر رہے ہو تمہیں کچھ خبر بھی ہے۔ کہ تمہارا پسر شہر رے میں گرفتار ہو گیا ہے اور اس کو قید کر دیا گیا ہے۔ مرحوم السید کتاب اللہوف میں فرماتے ہیں کہ جب اس نے سنا کہ اس کا فرزند شہر رے میں قید خانہ میں ہے۔ پریشان اور افسردہ ہو گیا۔ لیکن اس نے اپنی دلی حالت کا اظہار نہیں کیا۔ دل میں کہا کہ میرا سب کچھ امام حسینؑ پر قربان ہے۔ مال ہو یا اولاد

عند اللہ احتسبہ ونفسی ما کنت احب ان یوسر وانا ابقی بعدہ۔

اس نے اپنا سارا کام خدا کی سپرد کر دیا لیکن بیٹے کی اسیری سے اس قدر متاثر ہوا تھا کہ اسے اپنے زندہ رہنے کی آرزو نہ تھی۔ اے شیعو اولاد میوۂ دل ہوا کرتی ہے۔ جب حضرت علی اکبرؑ کے سینے پر برچھی لگی اور آپ نے آواز دی کہ یا ابتاہ ادرکنی اے بابا مدد کو پہنچیے امام حسینؑ مقتل میں علی اکبر کے پاس پہنچے دیکھا کہ جوان بیٹا زخمی ہے۔ سینہ میں برچھی کی انی ہے۔ فرماتے ہیں یا علی علی الدنیا بعدك العفا۔ اے نور نظر کاش میں اس سے پیشتر مر جاتا اور تجھے اس حالت میں نہ دیکھتا۔ تیرے اور آنکھوں کی بصارت جواب دے

گئی۔ دنیا تاریک نظر آتی ہے۔ اے علی اکبرؑ

مانده بپدرت غریب و بیکس
بنگر بمن اے نونہال نورس

بالآخر امام حسینؑ نے محمد بن بشر الحضرمی کی گفتگو سنی اور یہ سنا کہ اس نے اپنے بیٹے کی گرفتاری کو سن کر بھی اپنی جاں نثاری کا ثبوت دیا ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔

رحمك اللہ انت فی حل من بیعتی فاعمل فی فکاك ابنك۔

یعنی اے بشر تجھ پر خدا کی رحمت ہو۔ تو نے فرزند کی رہائی کے لیے جا کر کوشش کر۔ اس پر محمد بن بشر نے عرض کیا اے مولیٰ کیا میرا فرزند جناب علی اکبرؑ سے زیادہ عزیز ہے۔ امام نے یہ سن کر اس کو دعائے خیر دی۔ اور اس کو بہت قیمتی حلّے عطا کیے۔ آہ وامصیبتاہ امام حسینؑ نے اپنے ساربانوں کو بلایا۔ اور ان کو اونٹوں کا کرایہ عطا کیا۔ اور گرانقدر عطیات دیئے۔ ان لوگوں نے امام علیہ السلام کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ واحسرتا جن ہاتھوں سے امام حسینؑ نے لوگوں کو خلعت اور انعام عطا کیا تھا۔ اعدائے دین نے روز عاشورا محرم آپ کے دونوں ہاتھ قطع کیے

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

شب عاشورا بعض اصحاب کا امام حسینؑ کو چھوڑ کر چلے جانا

کتاب نور العیون میں جناب سکینہ خاتون سے روایت ہے کہ انہا قالت

کنت جالسۃ فی الفسطاط و کانت لیلۃ مقمرۃ وانا اسمع من خلفی صوت البکاء۔

جنابؑ سکینہ فرماتی ہیں کہ میں شب عاشورا محرم خیمہ میں

بیٹھی تھی ہجوم غم والم مجھے گھیرے ہوئے تھا کہ ناگاہ خیمہ کے عقب سے رونے کی آواز آئی۔ آواز گریہ نے مجھے بے چین کر دیا۔ میں نے اپنا گریہ وزاری ضبط کیا۔ اور اپنی پھوپھی اور بہنوں سے اس کا ذکر نہیں کیا کہ مبادا وہ سب پریشان نہ ہوں۔ فخرجت نفسی لم تحدثنی وانا اعثر باذیالی۔ میں اسی پریشانی کی حالت میں خیمہ سے باہر آئی میں نے دیکھا کہ واذا بابی جالس ومن حولہ صحبہ وھو یبکی۔ کہ میرے والد ماجد بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے چاروں طرف اصحاب بیٹھے ہیں اور صدائے گریہ بلند ہے۔ اور خود بابا جان پر گریہ طاری ہے۔ آپ نے اسی حالت میں اصحاب سے فرمایا کہ اعلموا انکم خرجتم معی لعلمکم بانی اقدام علی قوم بایعونی بالسنتھم وقلوبھم وقد غیر والعلم لانہ استحوذ علیھم الشیطان فانسا ھم ذکر اللہ فرمایا کہ اے میرے صحابیو کہ میں جانتا ہوں کہ تم نے میرے ساتھ یہ سفر اس لیے اختیار کیا ہے کہ تم یہ سمجھتے تھے کہ اس قوم نابکار نے سچے دل سے میری بیعت کی ہے اور یہ مجھ کو چاہتے ہیں۔ لیکن اب ان لوگوں کی اجازت بدل گئی ہے۔ میری بیعت سے انحراف کر لیا ہے۔ ہم دوستی کی بجائے دشمنی رکھتے ہیں اور ان لوگوں کے دلوں میں نفاق بھرا ہوا ہے اور یہ لوگ عہد و پیمان سے پھر گئے ہیں۔ والآن لم یکن قصد سوی قتلی من یجاھد معی و یسبون حریمی بعد سلبھم اے میرے اصحاب آگاہ ہو کہ اس قوم نابکار کی مجھے قتل کرنے کی خواہش ہے اور میرے قتل کے سوا ان کو کوئی اور کام نہیں ہے۔ جو شخص میری حمایت کرے گا۔ اس کا خون بہایا جائے گا اور یہ لوگ اسے بھی قتل کریں گے۔ اور میرے قتل ہونے کے بعد یہ قوم میرے اہلحرم کی اسیر کرے گی اور سامان لوٹ لے گی۔

واخشی انکم لاتعلمون ویستحیون۔ اے میرے اصحاب میں خیال کرتا ہوں کہ یہ باتیں تم کو معلوم نہیں ہیں۔ اور اگر معلوم ہیں تو بوجہ شرم خموش ہو۔ والخدیعۃ عندنا اھل البیت محرمۃ۔ یعنی کہ ہم اہلبیتؑ نبوۃ کے نزدیک مکرو دھوکا حرام ہے میں اسی لیے تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ دشمن ہماری تاک میں ہے اور تمہارا چلنا پھرنا سب ان کی نگاہ میں ہے!

ولمن کرہ منکم فلنصرف فی ھذا اللیل السیر والسبیل غیر خطیر والوقت غیر ھجیر۔ غیر خطیر والوقت غیر ہجیر اگر کوئی شخص ہماری دوستی سے خوش نہیں ہے تو اس تاریکی شب میں چلا جائے اپنا وقت ضائع نہ کرے اس وقت کوئی خطرہ درپیش نہیں ہے۔ ومن اسانا بنفسہ کان معنا غدا فی الجنان نجیا من غضب الرحمان۔ اور اگر کوئی شخص ہماری نصرت و یاوری پسند کرتا ہے وہ کل (روز قیامت) قرب خدا میں ہوگا اور جنت الفردوس اس کا مقام ہوگا اور غضب خدا سے محفوظ رہے میرے جد رسولؐ خدا نے مجھے اس کی بشارت دی ہے کہ ولدی الحسین یقتل بطف کربلا غریباً وحیداً عطشاناً فمن نصرہ فقد نصرہ ولد القائم ومن نصرنا بلسانہ فھو فی حزبنا یوم القیامۃ۔ یعنی کہ میرے جد رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ میں (حسینؑ) عالم غربت (مسافرت) میں پیاسا گرم زمین کربلا پر قتل ہوگا جو کوئی اس کی یاوری و حمایت کرے گا۔ اس نے میری حمایت و یاوری کی۔ اور اس نے میرے پسر قائمؑ کی یاوری کی۔ اور جس کسی نے امام حسینؑ کی یاوری میں لب کشائی کی وہ روز قیامت ہمارے ساتھ محشور ہوگا۔

قالت سکینۃ فواللہ ما اتم کلامہ الا و تفرقوا عنہ من نحو عشرۃ و عشرین۔ سکینہ خاتون فرماتی ہیں کہ خدائے پاک کی قسم ابھی میرے بابا جان کا کلام ختم نہ ہوا تھا کہ دس دس، بیس بیس آدمی اُٹھ کر جانا شروع ہو گئے۔ حتی لم یبق معہ الا الحرم نیف و سبعین رجلا فنظرت الی ابی فوجدتہ منکسا راسہ فخنقتنی العبرۃ۔ یعنی میرے بابا جان کے ساتھ تقریباً ستر آدمی رہ گئے باقی منتشر ہو گئے اس وقت میں نے اپنے پدر بزرگوار پر نظر کی دیکھا کہ بابا جان سر نیچا کیے ہوئے ہیں تاکہ لوگوں کو جانے میں خجالت محسوس نہ ہو پس میں ان لوگوں کی بے وفائی اور بابا کی غربت و بے کسی پر رونے لگی اور میں نے خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ خدایا ان کو ہمارے نانا رسول خدا کی شفاعت نصیب نہ ہو اور مجھے جب میری پھوپی ام کلثوم نے دیکھا تو دریافت کیا اے بیٹی کیا خبر ہے میں نے ان سے عرض کیا کہ بابا کو بہت سے لوگ چھوڑ کر چلے گئے۔

پس جب میری پھوپھی ام کلثوم نے یہ سنا تو بے ساختہ رونے لگیں اور ان کے گریہ کی آواز سن کر تمام اہل حرم میں کہرام آواز گریہ و بکا سن کر امام عالی مقام خیمہ میں تشریف لائے۔ فرمایا اے اہل حرم یہ گریہ و بکا کیوں ہو رہا ہے۔ میری پھوپھی آگے بڑھیں اور دامن تھام کر امام حسینؑ سے یا اخی ردنا الی حرم جدنا رسول اللہ۔ اے برادر برائے خدا تم ہمیں نانا کے روضہ پر پہنچا دو امام حسین نے فرمایا اے بہن دشمن تو چاروں طرف سے گھیرے ہیں میں کس طرح تمہیں حرم رسول خدا پر پہنچاؤں۔ لیس لی الی ذلک میرے لیے کوئی راہ ممکن نہیں ہے پھر جناب ام کلثومؑ نے فرمایا کہ اے بھیا یہ لوگ شاید آپ کے نانا آپ کی

ماں اور بابا کو نہیں پہچانتے ان کو اپنا حسب و نسب بتلاؤ۔ شاید کہ یہ لوگ قتل سے باز آئیں آپ نے فرمایا کہ اے بہن میں نے ان پر اپنا حسب و نسب سب کچھ واضح کر دیا ہے لیکن یہ گروہ نابکار پھر بھی میرے قتل پر آمادہ ہے۔ اے بہن اب تو یہی ہو گا کہ میں اپنے خون میں غلطیدہ ہوں گا۔ دشمن لباس تن اتارے گا۔ اور میں تیروں تلواروں سے چور چور ہوں گا اور اے بہن میرے نانا رسول خدا اور میرے بابا نے اس دن کی خبر دی ہے،

اوصیکم بتقوی اللہ رب البریۃ والصبر علی البکنہ وکظم نزول الرزیۃ اے ہمشیرہ من سوائے صبر و شکر کوئی اور چارہ کار نہیں ہے۔

بروایت دیگر حضرت زینب خاتون نے فرمایا اے یالیت کنت قبل ھذا الیوم عمیا ویالیتنی مت قبل ھذا الیوم و وسدت الثری۔ یعنی کاش کہ میں دیکھنے کے قابل نہ ہوتی۔ میں روز عاشورائے محرم مردہ ہوتی اور لحد نشین ہوتی اور یہ منظر غم نہ دیکھتی آپ نے صبر کی تلقین کی۔

امام حسین علیہ السلام کا دوسرا خطبہ درباره ثابت قدمی اصحاب

تفسیر ائمہ معصومین میں ہے۔ کہ قال الحسین علیہ السلام لعسکرہ انتم فی حل من بیعتی فالحقوا العشایرکم موالیکم یعنی کہ تفسیر آئمہ میں بھی منقول ہے۔ اور اس واقعہ جاں سوز کو روضہ خوان حضرات متواتر پڑھتے ہیں کہ جب شب عاشورائے محرم نمایاں ہوئی حضرت امام حسینؑ نے اپنے اصحاب و یاور و انصار اور اولاد کو جمع کیا اور فرمایا کہ اے میرے اصحاب اور اے قرابتدارو میں نے اپنی

بیعت تم سے اٹھالی ہے۔ اور تم سب مختار ہو جہاں چاہو چلے جاؤ۔ اور اس میں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ بعدہ آپ اپنے اہلبیت کی طرف مخاطب ہوئے۔ وقال علیہ السلام لاھل بیتہ قد جعلتکم فی حل من مفارقتی فانکم لا یطیقونھم ــــــ فرمایا اے میرے جوانو، اور اے پاکیزہ قرابتدارو۔ تم اپنے آپ کو اس ہلاکت سے بچاؤ۔ اور مجھے اس قوم کے لیے چھوڑ کر چلے جاؤ شاید پھر ایسا وقت نہ ملے گا۔ اس عرصہ کو غنیمت جانو جب یہ کلام امام عالی مقام سنا تمام اصحاب باوفا اور اہلبیتؑ باصدق وصفا سامنے آئے اور عرض کیا واللہ لا نفارقک۔ یعنی قسم ہے خدائے تعالیٰ کی ہم ہرگز آپ سے جدا نہ ہوں گے۔ جو کچھ آپ پر گزرے گی وہی ہم پر گزرے ہم اس کے لیے تیار ہیں۔ آپ کے در کی خاک ہمارے لیے بہشت ہے۔ اور آپ کی محبت ہماری سرشت میں خمیر ہے۔ قطب راوندیؒ کتاب خرائج میں فرماتے ہیں کہ حضرت سید سجاد علیہ السلام نے فرمایا کہ جب میرے بابا نے اصحاب کو جانے کی اجازت دے دی تو سب نے یک زبان عرض کیا۔ واللہ لا یکون ھذا ابداً۔ یعنی بخدا ہم سے ہرگز ایسا نہ ہوگا کہ آپ نرغہ اعداء میں رہیں اور ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جب کہ ایسا ہی ہے جیسا کہ تم کہہ رہے ہو تو یقین کر لو کہ انکم لتقتلون غدا محلکم لا یفلت منکم احد۔ یعنی کہ تم میں سے خواہ جوان ہو کہ پیر، بچہ ہو کہ نوجوان یا یاور وانصار ہو کہ اہلبیتؑ کے مرد ہوں۔ سب ہی اس صحرائے کربلا میں قتل کیے جائیں گے۔ یہ سن کر سب نے کہا الحمد للہ شرفنا بالقتل معک۔ یعنی حمد وشکر خدائے تعالیٰ ہے کہ ہمیں آپ کے ساتھ شرف شہادت ملے گا۔

حضرت امام حسینؑ کا باعجاز امامت اصحاب کو ان کے درجات جنت دکھلانا

ثبات قدم دیکھا تو آپ نے فرمایا ارفعوا رؤسکم وانظروا۔ ارشاد فرمایا کہ اپنا بطرف آسمان بلند کرو اور اپنے مقامات ارفع واعلیٰ دیکھو۔ سب نے جب جانب آسمان نگاہ کی تو اپنے اپنے مقام بہشت بریں میں مشاہدہ کیے۔ فجعلوا ینظرون الی مواضعھم ومنازلھم الی الجنۃ۔ سب ہی نے جنت میں حور وغلمان۔ قصر ومنازل تخت اور تسنیم وکوثر اور ثمر بہشتی ملاحظہ گئے۔

چو بہ یاران ببالای سر بہشت آمد و حور اندر نظر
بایشان شہ تشنہ گفتی کہ یاں مراین جا و منزل زتست القلال

وھو یقول لھم ھذا منزلک یا فلان وھذا قصرک یا فلان وھذہ زوجتک یا فلان۔ چنانچہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان سب کو ان کے مقامات جنت دکھلائے تو سب صبح عاشورائے محرم کا بصد شوق انتظار کرنے لگے رات بھر عبادت اور صبح دم اسلحہ کی آراستگی سے کام رہا اور صبح ہوتے ہی دوگانہ ادا کیا

شب عاشورا خیام حضرت امام حسین علیہ السلام بصورت قلعہ نصب کرنا

ے شب قتل سلطان والا تبار
کہ داغ ست تا حشر ازآن روزگار

جب حضرت امام حسین علیہ السلام شب عاشوراء کے اول وقت اپنے اصحابؑ کو موعظہ فرما چکے تو اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ یقینی امر ہے کہ صبح روز عاشورا سب کو شربت شہادت نوش کرنا ہے پس دلیری و شجاعت کے ساتھ کفار و اشرار سے مقابلہ کرو۔ اور مقام شہادت میں ثابت قدم رہو۔ اور ہمارے یہ خیام جو اس وقت نصب ہیں ان کو اٹھا کر ایک دوسرے خیمہ کے ساتھ ساتھ نصب کرو۔ علامہ مؤتمن ریاض الاحزان میں فرماتے ہیں کہ الشیخ مفیدؒ اور بعض دوسرے علماء کی تحریرات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مما یستفاد من الاخبار و الآثار ان الامام علیہ السلام امر بضرب الفساطیط و الخیام علی هیئۃ سورۃ القلعۃ المجوفۃ التی لا بنیان فی متنها و هی مشتملۃ علی جدر ثلاثۃ و رای یمینی و شمالی و جانب الامامی مفتوح الی عسکر المخالفین و جیش المعاندین امام عالی مقام نے فرمایا کہ تمام خیموں کو اٹھا لو۔ چنانچہ خیموں کی طنابیں کھول دیں۔ یعنی رسیاں کھول دیں اور ایک قلعہ کی شکل و صورت میں خیام کو از سر نو نصب کیا گیا۔ اس طرح کہ درمیان خیام خالی جگہ چھوڑ دی گئی اور اس کے گرد تین دیواروں کا پردہ

بنایا گیا۔ ایک دیوار خیام کے دائیں جانب ایک دیوار بائیں جانب، اور ایک دیوار عقب خیام بنائی گئی۔ اور خیام کے سامنے کی طرف جو دیوار تھی اس کے بالمقابل مقتل تھا یعنی کہ رزم گاہ تھی۔ امام حسینؑ کے اس فرمان کے مطابق خیام کے تین طرف بیابان (صحراء) کا حصار ہو گیا تھا تاکہ دشمن کو خیام کی طرف آنے میں آسانی نہ ہو ان خیام کی پشت پر سراپردۂ امام حسینؑ عالیمقام تھا اور حضرت کے خیمہ کے نزدیک خواص اہلبیتؑ یعنی قرابتداروں کے خیام ایک دوسرے سے متصل تھے اور امام حسین علیہ السلام کے خیمہ مبارکہ کے دائیں بائیں جانب اصحاب و انصاران امام عالیمقام کے خیام تھے۔ آپ کے لشکر کی چھاونی کی ترتیب و صورت یہ تھی کہ وکانت ابواب البیوت کلها داخل الحصار و اطنابها من حولها بعضها فی بعض مشدودۃ مربوطۃ بالاوتاد القویۃ۔ یعنی دروازہ خیام۔ اس مرتبہ قلعہ کے درمیان میں یعنی میدانی حصہ کی طرف تھے چنانچہ خیام بصورت مذکورہ نصب کیے گئے اور تمام سامان برداری، اونٹ گھوڑے۔ اور قاطر اسی درمیانی حصّہ میں تھے اور وسط میدان میں علم نصب کیا گیا ے

ے دراں دہنہ سمت میدان کین
علمدار شہ زد علم بر زمین!
کہ لشکر بہ ہنگام کارزار
درآنجا بہ بند زآہن حصار!

امام حسینؑ کی سواری کے گھوڑے جو کہ آپ کو میراث میں ملے تھے جن میں ذوالجناح خاص درجہ رکھتا ہے۔ ذوالجناح کے علاوہ حضرت کے خاص گھوڑوں

میں ایک گھوڑے کا نام مرتجز اور ایک دوسرے مرکب کا نام صہیل تھا خیلم کے سکے میدان میں یہ مرکب بندھے ہوئے تھے اور ان کا خروش اور ان کی آوازیں جانبازوں میں جذبہ حرب بیدار کر رہی تھیں۔ وامر علیہ السلام باجتماع من معہ من الرجالہ والفرسان فی خشو تلک القلعۃ الکرباسیہ بحیث یکون الجند فی حصار القلعہ مقابلین لاعداء من وجہ واحد اما می مفتوح یصطفود یوم الهیاج صفا بعد صف فی خلال الحصار حتی یکون الحرب من وجہ قبال العدو۔ یعنی تمام پیادہ گان خیمہ کے سامنے لشکر مخالف کی طرف رخ کیے ہوئے تھے کہ کسی کو اس طرف آنے کی جرأت نہ ہو اور اگر اس طرف آجائے تو محصورہ مقید ہو جائے وما دات عین السماء علی الارض مثل تلک الحصار علی مر اللیل والنهار۔ چشم آسمان نے روے زمین پر ایسا حصار نہ دیکھا ہوگا اور نہ کسی نے ایسے حصار کی بابت سنا ہوگا آپ کے یار و انصار اور بنی ہاشم سب ہی اس قلعہ میں بقوت تمام شیرانہ محصور تھے۔ امام حسینؑ نے خیام سے فارغ ہونے کے بعد حکم دیا کہ خیام کے گرد خندق تیار کر دی چنانچہ خیام کے طرف خندق کھودی گئی۔ اور اس میں لکڑیاں وغیرہ ڈالی گئیں شیخ صدوق طالب ثراہ فرماتے ہیں۔ ثم الحسین علیہ السلام امر بحفیرۃ فحفرت حول عسکرہ شبہ الخندق وامرا فحشیت خطبا۔ ۔

ے بفرمودلیس شاہ کیوان غلام	یکی کندہ دور خیام
برید ند خاک از سہ سمت حصار	کہ بر خیمہا کس نیارد گذار
درآن کندہ ہیزم بس ریخت شاہ	کہ دشمن چو تنگ اندر آرد سپاہ
بدو آتش اندر زنند از سہ سوئے	پیادہ نیارد و گذارا ازوئے

غرضکہ بوقت طلوع آفتاب اصحاب بعد تیاری خندق امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور امام حسین علیہ السلام نے ان کو صف بستہ ہونے کا حکم دیا۔ بعدہ فرمایا۔ امر الامام علیہ السلام باضرام النار فی الخندق۔ یعنی آپ نے حکم دیا کہ خندق میں آگ روشن کر دی جائے۔ آگ روشن کی گئی اور خیام کے گرد اگرد آگ کے شعلے بھڑکنے لگے۔ جب آگ کے شعلے بلند ہوئے تو تپش آتش اور ادھر سورج کی حدت اور پانی کی بندش، سب کا یہ حال تھا کہ زبانیں خشک ہو گئی تھیں۔ الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

اصحاب امام حسین علیہ السلام کا تیاری جہاد کرنا

کتاب ریاض الاحزان میں ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام اور اصحاب باوفا خیام نصب کرنے اور خندق کھودنے سے فارغ ہو چکے تو بروایتے نور العیون اس وقت اصحاب کی تعداد ۴۸ تھی اور بعدہ تیس ۳۲ افراد لشکر عمر سعد سے نکل کر ملحق لشکر حق ہو گئے تھے۔ کل تقریباً بہتر یا اسی اشخاص ہوتے ہیں لیکن بنا پر مشہور محققین احادیث و اخبار نے ایک سو بیس اشخاص بتلائے ہیں اور ان کے اسماء مبارک زیارت شہداء میں اور کتب مقاتل میں پائے جاتے ہیں۔ بہر طور جس قدر بھی تعداد ہو پھر بھی دشمن کے لشکر کے مقابلہ میں انتہائی قلیل تھے بلکہ کوئی نسبت ہی نہ تھی۔ اس لیے خوف و خشیت محسوس ہو رہا تھا۔ خصوصاً آل اطہار کی بیکسی کا خیال دامن گیر تھا اور اس وجہ سے ان کے حزن و ملال میں اضافہ ہو رہا تھا۔

اصحاب باوفا سب عاشوراء اول شب ہی اسلحہ وغیرہ اراستہ ہو گئے تھے۔ اور بعدہ مابقی ایک ثلث رات عبادت میں بسر کی۔ اور خیام امام حسینؑ اور اصحاب بلند مقام کے خیموں سے دعا و تسبیح و حمد کی آواز اس طرح آ رہی تھی جیسے شہد کی مکھیوں کی گونج میں آواز بلند ہوتی ہے۔ لیکن ہائے افسوس کہ ان میں سب بھوکے پیاسے تھے۔ اور متفکر بھی تھے اور دوسری طرف خیام اہلبیت نالہ و بکا کی آوازیں آ رہی تھیں۔ تصعد من سرادقات النساء اللاتی هن اصل الحیاء والحنارة والحقارة والصبر والقرار والسکینة والوقار عالی الصیاح مرتفع النیاح۔ یعنی اطفال اہلبیتؑ اور مخدرات کی صدائے شیون و شین بلند ہو رہی تھی۔ اور وہ سب کے سب در ہائے نجابت و شرافت تھے۔ شب عاشوراء محرم مرد ہوں یا عورات۔ جوان ہوں یا اطفال و پیر سب ہی نے جاگ کر کاٹی اور مخدرات میں سے ہر ایک کو اس امر کا یقین تھا کہ صبح عاشورہ تمام عزیز و اقارب اور اصحاب قتل ہو جائیں گے۔ شب عاشوراء گزاری جس طرح بھی ہو سکا۔ اور عاشوراء لاشوں پر گریہ کرتے گزرا۔ گیارہویں شب نمودار ہوئی مگر کھانا تھا نہ پانی۔ اور جب بارہویں محرم کو یہ لٹا ہوا قافلہ کربلا سے کوفہ روانہ ہوا شتران بے کجاوہ پر بیبیاں سوار تھیں رنگ فق ہو گئے تھے۔ تازیانوں کی ضرب سے جسم نیلا ہو رہا تھا۔ ان میں اطفال بھوک کے پیاسے رو رہے تھے۔ کوئی بابا بابا کہہ رہا تھا کوئی بھائی بھائی پکار رہا تھا۔ کوئی الجوع الجوع کر رہا تھا کوئی العطش العطش، زنان کوفہ خرمے صدقے کے اہلحرم کی طرف پھینکتی تھیں۔ جناب زینبؑ فرماتی تھیں اے عورات کوفہ ہم نبی زادیاں ہیں ہم آل رسول ہیں ہم پر صدقہ حرام ہے۔ ان الصدقة علینا محرمة، اسی حالت میں اہلحرم ابن زیاد

بدنہاد کے دربار میں پہنچے جب اس کو معلوم ہوا کہ اہلحرم اور ان کے بچے سب ہی بھوکے پیاسے ہیں تو اس ملعون نے غلام کو حکم دیا کہ کھانا پانی لاؤ۔ چنانچہ آب و طعام لایا گیا اور خوشبوئے طعام بچوں کے مشام تک پہنچا۔

بُریر ابن خضیر ہمدانی کا نہر فرات سے پانی لانا

کتاب ریاض الاحزان میں ہے کہ سکینہ خاتون فرماتی ہیں کہ روز نہم محرم ہم ایک گھونٹ پانی کے لیے ترس رہے تھے۔ جب رات ہو گئی اور پیاس نے بہت بے چین کیا۔ تو میں اپنی پھوپی زینب علیا کے پاس گئی کہ شاید آپ نے بچوں کے لیے پانی ذخیرہ کیا ہو آپ نے اپنی تشنگی کا بھی اسی طرح ذکر کیا جیسی کہ مجھے پیاس تھی ابھی میں پھوپھی کے پاس جا کر کھڑی ہوئی تھی کہ یکایک کہ پھوپھی کی آواز گریہ بلند ہوئی میں نے دیکھا کہ اخی الرضیع فی حفنها کہ
کو دامن میں لیے ہوئے ہیں وهی تارة تقوم وتارة تقعد یعنی کہ پھوپھی کبھی بیٹھی ہیں اور کبھی کھڑی ہو جاتی ہیں۔ پھر میں نے بھیا علی اصغر پر نظر کی وهو یضطرب کاضطراب السمکة من الماء کہ علی اصغر مثل ماہی بے آب تڑپ رہا ہے۔ پھوپھی اماں اس کو تسلی دیتی ہیں فرماتی ہیں۔ صبراً صبراً یا ابن اخی۔ کہ اے میرے بھائی کی نشانی صبر کرو۔ بی بی سکینہ فرماتی ہیں کہ میں یہ حالت دیکھ کر اپنی پیاس بھول گئی۔ اور زار زار رونے لگی تو پھوپھی نے فرمایا بیٹی سکینہ کیوں روتی ہو۔ آپ فرماتی ہیں کہ اے عمہ نامدار بھیا علی اصغر کی حالت تشنگی دیکھ کر رو رہی ہوں۔ پھر سکینہ خاتون نے کہا لو ارسلتی

الی عیالات بعض الاصحاب فکر بما کان عندھم ماء۔ یعنی اے عمہ اگر اجازت ہو تو میں بابا کے اصحاب سے پانی کے لیے کہوں تاکہ علی اصغر کو پانی مل سکے۔ جناب زینبؑ نے اجازت دی اور میں علی اصغر کو اپنی گود میں لے کر اصحاب کی طرف گئی۔ میں ہر ایک کے خیمہ میں پہنچی اور بچہ کے لیے پانی طلب کیا۔ اصحاب نے جواب عرض کیا اے دختر فرزند ساقی کوثر کہ یہاں پانی کی ایک بوند بھی نہیں ہے۔ ہم خجالت محسوس کر رہے ہیں۔ غرضکہ سکینہ خاتون فرماتی ہیں کہ اس اثناء میں بریر بن خضیر ہمدانی اپنے خیمہ سے باہر نکلے۔ میری اور بچہ کی حالت دیکھیں۔ ورمی بہ نفسہ علی الارض وحث التراب علی راسہ۔ زمین پر گر پڑے سر پر خاک ڈالی اور پھر نعرہ کیا اے دوستو اے اصحاب باوفا خیموں سے نکلو۔ علی اصغرؑ اور علی اصغرؑ کی تشنہ دہانی دیکھو۔ اصحابؓ خیام سے نکلے اور کہا اے بُریر فرمایئے کیا حکم ہے۔ فرمایا لیاخذ کل واحد منکم بیدی ھذہ الفتیات تم میں سے ہر ایک اس بچی کا ہاتھ پکڑے اور چاروں طرف اس کا حصار کیے ہوئے کنار نہر لے چلیں اور اس کو سیراب کریں۔ اور اگر جنگ کی نوبت آ جائے تو ہم مقابلہ کریں حتی کہ قتل ہو جائیں۔ یحییٰ بن سلیم جو جان نثاران امام میں سے تھے۔ کہنے لگے اے بریر یہ رائے مناسب نہیں ہے اعداء دین کی جمعیت زیادہ ہے۔ نہر پر پہرہ داروں کی کثرت ہے ایسا نہ ہو کہ مقاتلہ ہو اور بچی کو گزند پہنچے۔ بہتر یہ ہوگا کہ ہم اپنے دوش پر مشکیزے رکھیں اور پانی لائیں۔ اگر پانی لا سکے تو بہتر ہے اور اگر مقتول ہو گئے تو بہتر ہے۔ نحن نا فداء لبنات فاطمۃ البتول۔ ہم دختران فاطمہؑ زہرا پر اپنی جانیں قربان کرنا سعادت سمجھتے ہیں چنانچہ چار صحابی خیموں سے نکلے اور مشکیزے کاندھوں پر رکھے نہر فرات کا رخ کیا۔ جب پہرہ

داروں نے ان کو نہر کی طرف آتے دیکھا شور مچایا۔ من القوم من القوم تم کون ہو کیوں آ رہے ہو دشمن کے لشکر سے چند لوگ آگے بڑھے تو جناب بریر ہمدانی نے فرمایا کہ میں ایک عربی ہوں میرا نام بریر ہے اور یہ میرے ہمراہی پیاسے ہیں۔ ان کو سیراب کرنا ہے۔ نگہبان فرات نے جب بُریر ہمدانی کا نام سنا تو اسحٰق ہمدانی کہ جو اس گروہ کا سردار تھا اور نہر پر نگران تھا سے کہا کہ ایک شخص بریر ہمدانی لینے آئے ہیں۔ اسحٰق نے ان کو پہچان کر کہا کہ اے بُریر پانی پیو اور پلاؤ۔ جب ان چاروں صحابیوں کو اجازت مل گئی نہر میں داخل ہوئے۔ فلما احسا برودۃ الماء۔ یعنی جب پانی کی خنکی محسوس ہوئی بُریر تشنہ لب نکل آئے اور اپنے ہمرائی سے مخاطب ہو کر فرمایا یا اخی ھذا الماء یجری واکباد آل النبی لاتبل بقطرۃ اے برادر تم اس پانی کو دیکھتے ہو کہ کیسا جاری ہے۔ مگر واحسرتا آل رسولؐ پانی کے ایک قطرہ کو ترس رہی ہے۔ یا اصحابی اذکروما وداتکم واملئوا قربکم وعجلوا۔ ای دوستو مشکیزے جلدی بھر دو اور خیموں تک پہنچنے کی کوشش کرو بچے پیاسے ہیں۔ تمہیں خود سیراب ہونا کافی نہیں ہے یہ گفتگو نہر کے پہرہ داروں نے سن لی۔ اور اسحٰق کو جو نہر پر نگران اعلیٰ تھا خبر کر دی۔ اس نے فوراً ایک جمعیت ان کے مقابلہ کے لیے بھیجی کہ پانی خیام حسینؑ تک نہ جائے حسین مجاہدوں نے تلواریں نیام سے نکال لیں اور ان سے فرمایا کیا چاہتے ہو۔ وہ کہنے لگے کہ مشکیزے خالی کر دو۔ پانی خیام میں نہیں جانے دیں گے۔ جناب بُریر نے فرمایا اراقۃ الدماء احب الی من اراقۃ الماء۔ ہمارے نزدیک خون بہانا محبوب ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ پانی بہا دیں فرمایا کچھ تو شرم کرو۔ ان میں سے بعض لوگ کہنے لگے کہ پانی سے منع کرنے کی کیا ضرورت ہے

بعض کہنے لگے کہ امیر کے حکم سے انحراف کرنا درست نہیں ہے۔ اسی دوران دشمن کی طرف سے اور ایک گروہ مقابلہ کے لیے آگیا۔ جب چاروں صحابی گھیر گئے تو مشکیزے زمین پر رکھ دیئے اور اپنی جانوں کو سپر بنا دیا کہ کسی طرح پانی بچ سکے۔ بریر ایک مشکیزے آب اپنے کاندھے پر لیے رہے اور یہ سب کے سب دفاع کرتے ہوئے خیمہ کی طرف چلے۔ کہ ایک تیر مشکیزے کے بند پر لگا۔ مگر پانی محفوظ رہا۔ مشکیزہ خیمہ میں پہنچا دیا۔ شکر خدا بجا لائے لیکن دیکھا کہ آپ کی گردن سے خون جاری ہے۔ اسی حالت میں گروہ نابکار سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اے آل ابوسفیان کے حامیو۔ ایک مشکیزے آب کے لیے اس قدر مزاحمت اور تیر باراں کر رہے ہو۔ اور ادھر خیمہ میں جب مشکیزہ بچوں نے دیکھا تو جمع ہو گئے۔ فتصارخت الفتیات هذا بریر قد جاءنا بالماء۔ چھوٹے چھوٹے بچے باآواز بلند کہنے لگے کہ بریر ہمارے لیے پانی لائے ہیں۔ اس وقت بچوں میں ایک عجیب بے چینی تھی۔ مشکیزہ پر گر رہے تھے کہ ودمین بانفسهن علی القربة ومنهن من تلصق فوادها علیها فلما کثر ازدحامهن وحرکتهن علیه انفك الوکاء واریق الماء۔ جب بچوں نے مشکیزہ پر اژدھام کیا ہجوم کیا ناگاہ مشکیزے کا دہانا کھل گیا اور پانی زمین پر بہہ گیا وا حسرتا سب بچے پیاسے رہ گئے۔ تشنہ دہن بچے فریاد کر رہے تھے۔ اے بریر پانی بہہ گیا۔ ہم پیاسے رہ گئے۔ بریر کو جب معلوم ہوا کہ مشکیزہ کا دہانہ کھل گیا۔ آزردہ ہوئے اپنے منہ پر طمانچہ مارنے لگے۔ بچے العطش العطش کرتے رہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

شب عاشوراء محرم اور عبادت امام حسین علیہ السلام اور لشکر عمر بن سعد سے تیس افراد کا لشکر حق میں آنا

کتاب اللہوف میں ہے کہ بات الحسین علیہ السلام تلك اللیلة لهم دوی کدوی النحل۔ کہ شب عاشوراء محرم حضرت امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب واہلبیتؑ نے اس طرح عبادت کی کہ جس کی نظیر روئے زمین پر نہیں ملتی اس طرح عبادت کی گونج خیموں سے بلند ہو رہی تھی جیسے کہ شہد کی مکھیوں کی گونج ہوتی ہے۔ جب رات بھر عبادت کی آواز بلند رہی اور لشکر اعداء تک آواز پہنچی تو لشکر عمر بن سعد میں بہت بے چینی پھیل گئی۔ اور اکثر لوگ بحر فکر میں ڈوب گئے سوچنے لگے کہ اولاد رسول کی ایسی عبادت ہے اور ہم ان کے قتل کے درپے ہیں بروایتے تیس افراد لشکر عمر بن سعد سے نکلے یزید اور ابن زیاد سے بیزاری اختیار کی اور لشکر امام حسینؑ میں آئے جب یہ لوگ نزدیک پہنچے تو اصحاب امام عالیمقام نے ان کو ٹوکا۔ کہ تم کون لوگ ہو کس لیے اس طرف آئے ہو سب نے کہا کہ خدا کا ہم پر فضل و کرم ہوا اور ہم نے راہ حق دیکھ لی۔ ہم حضرت سبط پیغمبر حسین ابن علیؑ کے قدموں پر سر نثار کرنے کی تمنا لے کر آئے ہیں۔ اصحاب ان کو امام عالیمقام کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے امام علیہ السلام نے پذیرائی فرمائی اور ان کو اپنے لشکر میں شامل کیا۔ چنانچہ بروز عاشوراء جب ہنگامہ قتال شروع ہوا تو یہ سب کے سب نصرت امام حسین علیہ السلام میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ یا لیتنی

کنت معھم فافوز فوزا عظیما ۔ شب عاشوراء المحرم میں سے خواہ بچے ہی کیوں نہ ہو کسی کی آنکھ نہیں لگی کوئی نہیں سویا بلکہ المحرم میں ایک آہ و زاری بلند تھی ۔

علامہ کتاب ریاض میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام حسینؑ نے اپنے اصحاب کو آمادہ جہاد پایا تو اولاً ان کو صبر و ثابت قدم رہنے کی تلقین کی ۔ اور تمام اصحاب قربانی کے لیے آمادہ ہو گئے کہ دشمن دین سے قتال کریں گے اور جام شہادت نوش کریں گے اس وقت امام حسین علیہ السلام پھر اپنے خیمہ میں تشریف لائے اور معبود حقیقی سے راز و نیاز کی گفتگو کی ابھی امام حسین علیہ السلام تضرع و زاری میں تھے کہ فاذا برجل مقبل الیہ علی جمازۃ یقال لہ الطرماح ۔ یعنی اسی طرح اثنا میں ایک شتر سوار آیا جس کا نام طرماح تھا ۔ خدمت امام میں حاضر ہوا ۔ اور عرض کیا ۔ کہ جب سے ہماری طرف آپ کے شیعوں نے سُنا ہے ۔ کہ کہ آپ کربلا پہنچ چکے ہیں زیارت کے لیے سب تے چین میں ۔ ہم سب آپ کے محب اور دوستدار ہیں یہ شتر آپ کی سواری کے لیے لایا ہوں جو بہت تیز رفتار ہے ۔ آپ اس پر سوار ہوں اور میرے گھر تشریف لے چلیں وہ جاء امن و امان ہے ۔ آپ نے فرمایا اے طرماح تمہاری محبت اور دوستی قابل قدر ہے لیکن اے طرماح ۔ جہاد سے فرار کرنا بھی تو گناہ ہے ۔ اور ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے ۔ کہ میں المحرم کو اپنی زندگی میں اسیر ہونے کے لیے چھوڑ جاؤں اور اپنی جان بچاؤں طرماح یہ سن کر زار و قطار رونے لگا ۔ امام علیہ السلام نے مزید فرمایا کہ اے طرماح شب عاشورا ہمارے لیے شب عید قربان ہے ۔ کل ہم سب شہید ہوں گے المحرم اسیر ہوں گے ۔

کتاب ریاض میں ہے کہ طرماح نام کا ایک اور شخص بھی تھا کہ جو اثناء سفر عراق میں آپ کے لیے آذوقہ فراہم کیا تھا ۔ اور پھر اپنے قبیلہ واپس چلا گیا لیکن پھر شب عاشوراء محرم واپس آیا اور روز عاشوراء محرم جام شہادت نوش کیا ۔ درود و سلام ہوں شہدا کربلا پر ۔

شب عاشوراء تہجد و شب زندہ داری امام حسین علیہ السلام

کتاب امالی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت ایزد نے جناب موسیٰ علیہ السلام سے خطاب فرمایا ۔ یا موسی کذب من ادعی محبتی فاذا جنہ اللیل نام عنّی ۔ یعنی کہ اے موسیٰؑ اگر وہ شخص میری محبت کے دعویٰ میں جھوٹا ہے کہ جو شب کو مجھے یاد نہیں کرتا ۔ میں اس کو دوست رکھتا ہوں کہ جو شخص شب زندہ دار ہے ۔ اور تمام راتوں میں شب جمعہ فضیلت رکھتی ہے اور روز عاشوراء محرم جمعہ تھا چونکہ شب عاشوراء محرم شب جمعہ تھی بنابریں امام حسینؑ نے پوری رات جاگ کر گزاری شیخ مفید کتاب الارشاد میں فرماتے ہیں کہ ضحاک بن عبداللہ نامی نے جو اصحاب حضرت امام حسین علیہ السلام سے تھا بیان کیا ہے کہ جب شب عاشوراء حضرت امام حسین علیہ السلام عبادت و نماز و تسبیح خداوند عالم میں مشغول تھے تو عبادت کی آوازیں لشکر عمر بن سعد میں سنی جا رہی تھیں عمر بن سعد کے لشکر کی پاسبانی کرنے والوں میں ایک شخص عبداللہ سمیر بھی تھا جو کہ اس دستہ پاسبان کا سالار تھا یہ بدبخت شخص بہت بے باک اور بیہودہ

گو تھا جب اس کے کانوں میں امام حسینؑ کی آواز پہنچی اور اس وقت امام حسینؑ کی زبان پر یہ آیت جاری تھی۔ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۔ کہ آیۂ اول مناسب حال لشکر ابن سعد تھی اور آیت دوم مناسب حال امام حسینؑ اور اصحاب تھی عبداللہ بن یمیر ولدالحرام نے آیات سن کر تمسخر اڑایا اور باواز بلند قہقہہ لگایا۔ اور کہنے لگا کہ واللہ نحن الطیبون میزنا منکم۔ کہ بخدائے کعبہ پاک اور نیک ہم لوگ ہیں۔ اور خدا نے ہمیں تم سے جدا کر دیا۔ امام حسینؑ نے اس مردود کو جواب دینا پسند نہیں کیا البتہ ؎

خورشید بروئے بریر خضیر
کہ اے حاصل تخم زشت سمیر

اس وقت جناب بریر نے دلیرانہ طور پر اس ولدالحرام کو جواب دیا کہ اے بدتخم تو ہی خبیث بلکہ بد زشت ہے۔ تو اپنے آپ کو پاک و پاکیزہ لوگوں میں شمار کرتا ہے اور فرزند پیغمبر خدا کے ساتھ ایسی بدکلامی کرتا ہے۔ مولف کہتے ہیں کہ اس حدیث کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ معلوم ہو جائے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام ہر طرح سے محزون و مغموم ہو رہے تھے۔ اسی طرح جناب زینب خاتون محزون و مغموم ہو رہی تھیں کہ حضرت زینبؑ کو کسی بی بی کے رونے کی آواز آئی مگر وہ بی بی نظر نہ آئیں۔ آپ نہ سمجھ سکیں کہ کوئی بی بی رو رہی ہیں خیمہ سے باہر آئیں تو محسوس ہوا کہ رونے کی آواز درمیان خیمہ سے آرہی ہے۔ جب خیمہ میں آئیں تو ایسا محسوس ہوا کہ آواز گریہ باہر سے آرہی ہے۔ آپ آخر ہیں امام حسینؑ کے پاس آئیں

واقعہ بیان کیا۔ امام حسینؑ نے فرمایا بہن تم ماں فاطمہ زہراؑ کی آواز نہیں پہچانتیں۔ اسی طرح جناب سیدہ شام غریباں کے موقعہ پر اپنے فرزند حسینؑ کی لاش پر روی تھیں۔

حکایت ہلالؓ بن رافع

ایھا المؤمنون مصیبۃ نجل الرسول وابن فاطمۃ البتول مصیبۃ لا یجبر کسرھا وشعلۃ فی صدور المؤمنین لا یطفی جمرھا ورزیۃ لا یتنفس فجرھا وقارعۃ زلزلت الارض برھا وبحرھا یا اسد الرحمٰن یا شیخۃ النجف جزاء وصبرا للحسین قتیل۔

کتاب ریاض المومنین، اور ریاض الاحزان میں ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام نے کربلا میں ورود فرمایا تو اکثر اصحاب حضرت سلطان دین امام حسین علیہ السلام کی ملازمت میں تھے اور ان تمام اصحاب میں ہلال بن رافع سے زیادہ مقرب امام عالیمقام کوئی اور نہ تھا۔ ہلال بن رافع پاسبانی خیام اہلحرم کی خدمت انجام دیتے تھے۔ اور آپ اداب پاسبانی اور حرمت وتقدیس اہلحرمؑ کے طور وطریق سے بخوبی واقف تھے۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ وکان قد رباہ امیر المؤمنین وکان یرمی بالنبلۃ یعنی ہلال بن رافع کو حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے پرورش کیا تھا۔ ہلال تیراندازی اور جنگی امور میں بہت زیادہ مشہور تھے۔ یہاں تک کہ ہلال نے اپنا اور اپنے والد کا نام تیر پر نقش کیا تھا اور تیراندازی میں یہ حال تھا کہ اگر پردہ شب میں۔ یعنی اندھیرے میں سانپ پر تیر ماریں تو نشانہ خطا نہیں کرتا تھا۔ کربلا میں پہنچنے کے بعد شب عاشورا محرم

تمام اصحاب خیموں میں عبادت میں مشغول تھے۔ اور ہلال اپنی تلوار نیام سے نکالے ہوئے حراست خیام میں مصروف تھے۔ اور کہہ رہے تھے کہ لشکر اعداء کو ہیں۔ اس تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کروں گا اور پاسبانی کرتے ہوئے یہ خیال تھا کہ کہیں دشمن شب خون نہ مارے۔ ہلال در خیمہ امام حسینؑ پر اپنے تلوار نیام میں رکھے جب در خیمہ پہ پہنچے دیکھا کہ شمع روشن ہے اور امام عالیمقام عبادت فرما رہے ہیں اور بارگاہ خداوندی میں راز و نیاز فرما رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ امام حسینؑ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور تلوار کمر میں باندھی اور خیمہ سے باہر آئے لشکر اعداء کی طرف متوجہ ہوئے مجھے اس وقت تعجب ہوا کہ امام حسینؑ لشکر پسر سعد کی طرف کیوں جا رہے ہیں۔ حالانکہ آپ اکیلے ہیں۔ میں عقب امام عالیمقام آہستہ آہستہ چلا اسی اثنا میں آپ کی نگاہ مجھ پر پڑی۔ فرمایا۔ من الرجل هلال۔ کہ اے ہلال تم کیوں آ رہے ہو میں نے عرض کیا کہ اے مولا آپ اس لشکر فاسق کی طرف کیوں جا رہے ہیں۔ مجھے وسوسہ ہوا اور میں بہ نظر نگہبانی آپ کے عقب میں چلنے لگا امام عالیمقام نے فرمایا کہ اے ہلال میں اس جگہ اس سبب آیا ہوں کہ مبادا اس تنگ جگہ سے دشمن ہمارے خیموں پر حملہ آور نہ ہو۔ ہلال کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت نے مقتل کے حصہ زمین پر نظر کی اور اپنی محاسن مبارک کو اپنے ہاتھ میں لے کر اس زمین کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا بخدا یہ زمین میرے نونہالوں کی قتل گاہ ہے اور اے ہلال الا تسلك ما بين هذا الجبلين من وقتك هذا۔ یعنی فرمایا کہ اس جگہ سے نہ جانا اور مجھے تنہا نہ چھوڑنا یہ فرما کر آپ پر گریہ طاری ہو گیا۔ ہلال کہتے ہیں کہ میں نے امام عالیمقام کے قدموں پر سر رکھ دیا اور عرض کیا مولی رونے کا کیا سبب ہے اور میں تو آپ

کو ہرگز تنہا نہیں چھوڑوں گا۔ مثل سایہ آپ کے ساتھ ساتھ ہوں گا۔ واحسرتا ہلال اس وقت تو امام حسینؑ کی پاسبانی فرما رہے ہیں کہاں تھے اس وقت کہ جب حسینؑ یکہ و تنہا اعداء میں استغاثہ فرما رہے تھے کہ ہے کوئی جو میری اس غربت میں مدد کرے اور کوئی امامؑ کی فریاد کو نہیں پہنچتا ہے الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

شب عاشوراء ہلال بن رافع کا حضرت زینبؑ اور امام حسینؑ کی گفتگو سننا

ہلال کہتے ہیں کہ مقتل کی نشاندہی کرنے کے بعد اپنے خیام کی طرف واپس ہوئے اور اولاً حضرت زینبؑ خاتون کے خیمہ میں گئے۔ دیکھا کہ زینبؑ با حال پریشان بیٹھی ہوئی ہیں جناب زینبؑ بھائی کو دیکھ کر اپنی جگہ کھڑی ہوئی بھائی کے چہرۂ پر ملال پر نگاہ کی۔ زینبؑ خاتون نے چہرہ سے اندازہ فرمایا کہ حسینؑ بھی پریشان ہیں اس وقت آپ نے امام حسینؑ سے فرمایا۔ یا اخاہ اشاهد مصرعك وابتلى برعاية هذه المزاعير من النساء والقوم كما تعلم۔ یعنی کہ جناب زینبؑ نے فرمایا کہ اے بھائی میں کیوں کر دیکھ سکوں گی کہ تمہارا یہ ناز و نعم پلا ہوا ہے جسم مبارک خاک پر ہو گا۔ اور میں ان بے کس بیبیوں اور بچوں کی نگرانی کس طرح کروں گی۔ جب کہ مجھے معلوم ہے کہ یہ قوم نابکار ہم سے قدیما نہ کینہ اور دشمن رکھتی ہے۔ يعز على مصرع هولاء الفتية الصفوة و اقمار بنی هاشم۔ اور اے بھائی کس قدر مجھ پر گران ہے کہ ہاشمی جوانوں کی لاشوں کو زمین پر پڑا دیکھوں گی۔ کاش کہ میں پیدا نہ ہوتی۔ حضرت امام حسینؑ نے بہن

کو تلقین صبر کی۔ بعدہ جناب زینب خاتون نے فرمایا۔ یا اخی هل استعلمت من اصحابك بنا تهم فانی اخشی ان اسلموك عند الوثبة و الاصطكاك الاسنه۔ اے بھائی کیا تم اپنے اصحاب کی وفاداری کی طرف سے مطمئن ہو گیا تم نے ان کی وفاداری کا امتحان کر لیا ہے ارشاد فرمایا اے بہن میں اپنے اصحابؓ کی طرف سے مطمئن ہوں۔ یہ سب ہماری نصرت و یاوری کریں گے۔ اور ان جوانمردوں سے مجھے امید ہے کہ دشمن سے مقاتلہ کریں گے۔ یہاں تک کہ خود قتل ہو جائیں۔ یہ سن کر جناب زینبؑ خوش ہو گئیں۔

یہ ساری گفتگو ہلال بن رافع سن رہے تھے وہ کہتے ہیں کہ مجھ پر بہت زیادہ گریہ طاری ہوا اور میں نے ساری گفتگو اپنے ہمراہیوں سے بیان کی۔

درخیمۂ اہلحرم پر اصحاب امام حسینؑ کا اظہار وفاداری

ہلال بن رافع بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت زینب خاتون کی درد آمیز اور بیکسی سے بھری ہوئی گفتگو سن کر حبیب ابن مظاہرؓ کے پاس گیا۔ دیکھا کہ حبیب ابن مظاہر بیٹھے ہیں تلوار سامنے رکھی ہوئی ہے۔ اور تلوار سے خطاب فرما رہے ہیں ؎

ایها الصارم استعد جوابا
لسوال اذا العجاج ابشیرًا
والمواضی یرقن قد اخذا
الیاسل ظهر المطهمات سیریرًا

ہلال کہتے ہیں کہ خیمۂ حبیب کے صدر دروازہ پر پہنچا میں نے سلام کیا حبیبؓ نے جناب سلام دیا اور فرمایا یا حبیبی ما الذی اخرجك یعنی اے میرے دوست خیمہ سے باہر کیوں نکلے ہو۔ ہلال کہتے ہیں کہ میں نے ساری گفتگو جو سنی تھی بیان کی اور جب میں اس مقام پر پہنچا کہ اے حبیبؓ خواہر حسینؑ زینب کو یہ خیال ہو رہا ہے کہ آیا اصحاب باوفا ہیں یا نہیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اے حسینؑ تم کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ اور کہا اے حبیبؓ تمام اہلحرم اس خیال پر قائم ہیں بہتر ہوگا اگر ہم سب مل کر در خیمہ امام پر جائیں اور نور دیدہ فاطمہ و علیؑ کو اپنی وفاداری کا یقین دلائیں۔ تاکہ ان بیکس بیبیوں کو حوصلہ ہو۔ جناب حبیبؓ نے فوراً فرمایا اے ہلال میں تم سے بالکل اتفاق کرتا ہوں ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی وفاداری اور جان نثاری کا اہلحرم کو ثبوت دیں۔ حبیبؓ اپنے خیمہ سے نکلے ہلال ہمراہ میں آواز دی یا لیوث الوغا و یا ابطال الصفا۔ یعنی اے شیران بیشۂ شجاعت اور اے دلیران رزمگاہ، جب یہ آواز اصحاب کے گوش زد ہوئی سب نے لبیک کہا اور جمع ہو کر در خیمہ حسین علیہ السلام پر جبہ سائی کی۔ جوانان بنی ہاشم نے جب اصحاب کی آواز در خیمہ پر سنی تو اصحاب سے دریافت کیا کس لیے جمع ہوئے حضرت حبیبؓ نے ان سب کی طرف سے کہا اے آقازادو هذا احلال یحزن السلعة یکیت و کیت۔ کہ نے ہم سے رو رو کر ایسا ایسا بیان کیا ہے۔ یعنی جو کچھ ہلال سے سنا تھا بیان کیا اس وقت اصحاب نے عمامے سر سے پھینک دیئے۔ تلواریں نیام سے نکال لیں اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم نصرت امام حسینؑ میں جام شہادت پینا عین حیات سمجھتے ہیں حضرت امام حسینؑ کو خبر ملی تو آپ نے حضرت زینبؑ سے فرمایا اے خواہر اصحاب اپنی وفاداری

کا یقین دلانے آئے ہیں۔ امام باہر تشریف لائے۔ اصحاب کی یہ آواز بلند ہو رہی تھی۔ اخرجن یا آل اللہ۔ اے اہلبیتؑ طاہرین ہم حاضر ہیں۔ ہماری تلواریں بے نیام ہیں۔ اگر حکم ہو تو ہم ان سے مقاتلہ کریں حتیٰ کہ خود بھی قتل ہو جائیں۔ اگر آپ مخدرات کو ہمارا امتحان وفا منظور ہے تو ہم یہیں پر اپنی گردنیں قطع کرنے کو تیار ہیں۔ ہم جب تک کہ زندہ ہیں فرزند فاطمہؑ اور دختران فاطمہؑ کے خیموں کا طلایہ پھریں گے۔ دشمن کی کیا مجال کہ خیموں کی طرف آ سکے غرض کہ اصحاب نے اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔ اے شیعو۔ آج اصحاب امام حسینؑ اہلحرم کو اپنی وفاداری کا یقین دلا رہے تھے اور روز عاشورہ اپنی وفاداری کا ثبوت دیا۔ اور نصرت امام عالیمقام میں جام شہادت نوش کیا۔ واحسرتا اگر اصحاب حسینؑ زندہ ہوتے اور دیکھتے کہ اہلحرم اسیر ہوئے ہیں۔ اعدائے دین نے ان کے سروں سے چادریں اتار لی ہیں تو کیا حال ہوتا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

شب عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام کا تنہائی میں مناجات پروردگار کرنا

قال الشیخ مفید فی الارشاد انہ قال علی بن الحسین علیہما السلام انی لجالس فی تلک اللیلۃ قتل ابی فی صبحتہا وعندی عمتی زینبؑ تمرضی

یعنی کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں شب عاشوراء محرم اپنے بستر پر مرض کی حالت میں پڑا تھا۔ اور میری پھوپھی زینب علیا میری تیمارداری

فرما رہی تھیں ؎

ز آغوش کردہ نہالین من — ہمی سوخت چوں شمع بالین من
من افتادہ از پا و یا نالہ جنت — چوں من تا سحر چشم پروین بخفت
پریشان خبی لو ذ چون حال من — سیہ جامہ بخت اقبال من
در آں شب نخفیتم تا صبحگاہ — من و زینبؑ زار و عباس و شاہ
پدرم آں گرفتار بند بلا۔ — ذبیح اللہ وادیٔ کربلا
در آمد بیک خیمہ تنہا تنش — گرفتہ غبار غمان دامنش!

رات بھر نہ میں سویا نہ پھوپھی سوئیں اور نہ چچا عباس و پدر عالی قدر سوئے کہ امام حسین تن تنہا ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے اور ادھر ہمارا غلام جون نامی اپنی تلوار صیقل کر رہا تھا کہ صبح عاشورا جب قتال شروع ہو تو غلام بھی اعدائے دین کو قتل کرے اور خود بھی جام شہادت نوش کرے۔

ویقول ابی ؎

یا دہر اُف لک من خلیل — کم لک بالاشراق والاصیل
من صاحب وطالب قتیل — والدہر لا یقنع بالبدل
وانما الامر الی الجلیل — وکل حی سالک سبیل

اے زمانہ تجھ پر اُف ہے کہ تو نے سرور دو جہاں، امام الانس والجان کے ساتھ بیوفائی میں حد کر دی کہ صبح مسند عزت پر جلوہ افروز تھے اور شام کو لاش مطہر خاک و خون میں غلطان پڑی ہوئی تھی۔ اے زمانہ تو کسی کو نغمۂ شادمانی سناتا ہے۔ اور کسی کو خبر غم سناتا ہے۔ واحسرتا اے زمانہ یہ تیری بیداد گری ہے

یزیدی بر آری بتاج و کلاہ — حسینی نشانی بخاک سیاہ

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بابا جان نے یہ اشعار دو تین مرتبہ دوہرائے جب میں نے یہ اشعار مکرر سنے تو میں سمجھا کہ بابا جان اپنے قتل کی خبر سنا رہے ہیں مجھ پر گریہ طاری ہو گیا۔ لیکن سب مصیبت میں گرفتار تھے کون میری طرف متوجہ ہوتا۔ کہ اسی اثنا میں فاما عمتی زینبؑ فانھا سمعت ما سمعتھا ومن شان النساء الرقۃ والجزع فلم یتمالک نفسھا و ثبت تجر ثوبھا و انھا لحاسرۃ حتی انتھت الیہ۔ یعنی کہ میری پھوپھی اماں۔ میری بالین پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے بابا جان سے جب وہ اشعار سنے تو وہ بھی سمجھ گئیں کہ بھیا حسینؑ اپنے قتل ہونے کی خبر دے رہے ہیں۔ چونکہ آپ بوجہ عورت ہونے کے تاب ضبط برقرار نہ رکھ سکیں۔ بلکہ گریہ گلوگیر ہو گیا۔ اور گریاں حالت میں میرے بابا جان کے پاس گئیں۔ اور جب شاہ زمن کے پاس پہنچیں تو اتنا کہا کہ واحسرتا اور غش کر گئیں پھر ہوش آیا تو فرماتی ہیں کاش کہ زینب آج زندہ نہ ہوتی آج نہ ماں فاطمہ زہراؑ ہیں اور نہ بابا علی مرتضیٰؑ میں زینب دکھ اٹھا رہی ہے امام حسینؑ نے بہن کو روتے دیکھا تو فرمایا صبر کن صبر کن اے بہن میں قتل ہوں گا تو اسیر ہو گی۔ اس وقت زینبؑ سمجھیں کہ میں اور اہل حرم اسیر ہوں گے۔

فرمایا: ؎

تو یتیمان مرا غم خوار باش
در بلا در شدائد یار باش

فقالت یا ویلتا ا فتغصب نفسک اغتصابا فذالک احزن

بقلبی و اشد علی نفسی۔ حضرت زینبؑ نے بھائی سے مصائب سن کر ایک آہ جگر سوز کھینچی۔ اور فرمایا بھیا میں تمہارے مرنے کی خبر سننے کے لیے زندہ ہوں کاش کہ آج میں زندہ نہ ہوتی پھر آپ نے اپنے منہ پر طمانچے مارے منہ پیٹنے لگیں۔ اس وقت زینب کو غش آ گیا امام حسینؑ نے جس طرح بھی ہو سکا غش سے بیدار کیا۔

گریہ و بکاء جناب زینبؑ اور امام حسین علیہ السلام کا وصیت کرنا

امام حسینؑ نے فرمایا: یا اختاہ اتقی اللہ تعزی لعزاء اللہ اعلمی ان اھل الارض یموتون و اھل السماء لا یبقون۔ و انا کل شیء ھالک الا وجہ اللہ الذی خلق الخلق بقدرتہ و یبعث الخلق و یعودون و ھو فرد وحید۔ اے بہن زینبؑ عزا برپا کرنا کیا معنی خدا کے نزدیک تو پسندیدہ شے یہ ہے کہ انسان یہ خیال رکھے کہ دنیا فانی ہے یہاں کی ہر ایک چیز آنی جانی ہے نہ اہل زمین رہیں گے اور نہ اہل آسمان سوائے نور جاوید یزدان کوئی باقی نہ رہے گا۔ (معصومین نے فرمایا ہے کہ ہم وجہ اللہ ہیں بنا بریں محمدؐ و آل محمدؐ کے لیے فنا نہیں ہے مترجم) وابی خیر منی، وامی خیر منی و اخی خیر منی ولی ولکل مسلم برسولہ اسوۃ۔ یعنی اے بہن جد و پدر و مادر و برادر سب مجھ سے بہتر تھے جو دنیا سے چلے گئے۔ علی خیبر شکن جنہیں خدا نے اپنی قوت کا مظہر بنایا تھا۔ اب کہاں ہیں مادر

گرامیقدر جن کا حق عظمت ہے اب کہاں ہیں بھائی حسن کہ جن کا خلق زبان زد خاص و عام ہے اب کہاں ہیں۔ و قال ما امنہ انی اقسمت علیك فابری قسمی الا تشتقی علی حبیبا ولا تخمشی علی وجها ولا تدعی بالویل والثبور اذا انا اهلکت۔ اے بہن تمہیں پاک پروردگار کی قسم ہے۔ دل پر قابو رکھو گریہ وزاری نہ کرو میرے لیے گریبان چاک نہ کرو تم صابرہ کی بیٹی ہو۔ اس کے بعد امام حسینؑ نے تمام اہلبیتؑ کو وصیت بالصبر فرمائی۔

مولف کہتے ہیں کہ حضرت زینب خاتون نے اپنے بھائی حسینؑ کی فرمائشات پر پورا پورا عمل کیا۔ سوائے شکر و صبر کوئی بات نہیں کی لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ زینبؑ مجبور ہوگئیں اس وقت کہ جب کہ کوفہ کے دروازہ پر اسیرون کا قافلہ پہنچا اور حسینؑ کا سر مبارک نیزہ پر دیکھا اور بھائی کے چہرہ پر زخم دیکھے خون سے ریش مبارک بھری ہوئی دیکھیں۔ تو آپ سے ضبط نہ ہو سکا۔ فنطحت راسہا۔ ان معظمہ نے اپنا سر چوب محمل پر مارا۔ اور آپ کا چہرہ مبارک سے بھی خون جاری ہوگیا۔ لیکن اللہ بہتر جانتا ہے کہ زینب خاتون کا اس وقت کیا حال ہوا ہوگا۔ کہ جب آپ کے لیے سر۔ اسیرون کے ہمراہ دربار یزید ملعون میں گئی ہیں۔ اس وقت آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے۔ وا محمداہ۔

الا لعنة الله علی القوم الظالمین۔

آخر شب عاشوراء کے واقعات اور خواب امام حسین علیہ السلام

کتاب ریاض الاحزان میں کتاب المناقب کے حوالے سے درج ہے کہ السحر خفق الحسین علیہ السلام براسہ خفقة ثم استیقظ۔ ابن شہر آشوب فرماتے ہیں کہ جب شب مہلت یعنی شب عاشوراء کا تنہائی حصہ گزر گیا۔ اور امام حسینؑ مناجات و اذکار خداوندی کرنے سے فارغ ہوئے اور امام حسینؑ پر نیند طاری ہو گئی۔ آپ نے عالم خواب دیکھا۔ اور ایک دم بیدار ہوئے تو دیکھا کہ چند اصحاب باوفا موجود ہیں۔ اور جب ان اصحاب نے امام حسینؑ کے چہرہ پر نظر کی تو آپ کے آنسو جاری تھے۔ اصحاب نے آہ بھری اس وقت امام حسینؑ نے فرمایا اے دوستو میری اور تمہاری شہادت یقینی ہے۔

کہ مرگ علیؑ اکبر و قاسم است۔

اے میرے اصحاب میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے جد رسولؐ خدا تشریف لائے ہیں اور مجھ سے فرماتے ہیں۔ یا بنی انت شہید ال محمد وقد استبشر بك اهل السموٰت واهل الصفح الاعلی فلیکن افطارك عند اللیلة عجل ولا تؤخر۔ یعنی اے پسر من تو شہید آل محمدؐ ہے۔ اور تجھ کو مژدہ ہو کہ ملائک اعلیٰ آسمانوں پر تیرا انتظار کر رہے ہیں اور کل شب تیری فاقہ شکنی میرے پاس ہوگی اے حسینؑ شہادت میں تاخیر نہ کرو۔

مولف فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ کا یہ فرمانا کہ اے حسینؑ شب گیارہویں محرم تو

تو میرے پاس افطار کرے گا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسینؑ نویں محرم سے روزہ دار تھے (از مترجم میں یہ سمجھتا ہوں کہ چونکہ امام حسینؑ پر ساتویں محرم سے پانی بند تھا۔ لہٰذا یہ توجیح ترین واقعہ ہے کہ آنحضرتؐ کا یہ ارشاد فرمانا کہ کل روزہ تو میرے پاس افطار کرے گا۔ یعنی کہ تیری تشنگی اور فاقہ شکنی کل جنت اعلیٰ میں ہوگی)

واحسرتا قتل ابن رسول الله جوعانا۔ قتل ابن رسول الله عطشانا

غرضکہ امام حسینؑ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ ایک فرشتہ ایک سبز رنگ کا شیشہ لیے ہوئے ہے میں نے اپنے نانا سے سوال کیا کہ یہ فرشتہ کون ہے اور یہ شیشہ کیسا ہے، ارشاد فرمایا کہ هٰذا ملك قد نزل من السماء ليأخذ دمك في قارورة ، یعنی اے فرزند یہ ایک فرشتہ ہے کہ جو تیرا خون زمین پر گرے وہ اس شیشی میں بھر لے اور جس طرح عیسیٰ پیغمبر کے خون نے جوش کھایا تھا۔ اسی طرح تیرا خون بھی جوش زن رہے گا (مترجم اس کی توضیح یہ ہوسکتی ہے کہ تسبیح کربلا بروز عاشورا محرم سرخ ہو جاتی ہے اور اسی تسبیح پاک ہند میں آج بھی پائی جاتی ہیں اور مومنین مشرف بازیارت ہوتے ہیں مولف فرماتے ہیں کہ خون امام حسینؑ راز ہائے خداوندی میں سے ایک راز ہے کہ یہ خون ثار اللہ ہے۔ یعنی خداوند عالم خون کا بدلہ لینے والا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قاتل کیفر کردار کو پہنچیں گے۔ اور خداوند عالم خون بہا مقتول کے وارثوں کو عطا کرے گا۔

الا لعنة الله على القوم الظالمين

امام حسینؑ کا بار دیگر اپنی شہادت کی خبر دینا

روایت ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ كلاباً قد شدت لتنهشني وفيها كلب ابقع ۔ یعنی کہ چند کتے حملہ کر رہے ہیں اور ان کے درمیان ابقع کتا حملہ کر رہا ہے مقصد یہ ہے کہ قاتل امام حسین اور آپ سے دشمن رکھنے والے کتے کی طرح نجس ہیں اور ہر نجس شے کا مقام دوزخ ہے۔ ابقع سے مراد ہے۔ سگ ابلق ہے یعنی چتکبرا" برص زدہ"۔

واظن الذي يتولى قتلي رجل برص من بين هؤلاء القوم۔ میرا گمان ہے اس لشکر ابن زیاد کے درمیان کوئی مبروص شخص ہے جو مجھے قتل کرے گا ۔ چنانچہ شمر ولدالحرام نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا اور یہ ملعون مبروص تھا۔ فقال علیہ السلام هٰذا ما رأيت وقد أنف الامر واقترب الرحيل من هٰذه الدنيا لاشك ولاريب في ذٰلك ۔ اے میرے اصحاب یہ خواب جو میں نے دیکھا ہے کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ ہمارا وقت شہادت نزدیک آپہنچا ہے مؤلف فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ کا یہ خواب مطابق ارشاد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ آنحضرتؐ نے وقوع شہادت سے ۶۰ سال قبل فرمایا تھا کہ میرے فرزند حسینؑ کا قاتل مبروص ہوگا یعنی اس کا منہ برص سے داغدار ہوگا اور اس کے دانت سور کے دانتوں کی طرح ہوں گی۔

شیخ فخرالدین کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ جب شمر ولدالحرام نے حضرت امام حسینؑ کے سینہ اقدس پر قتل کرنے کے لیے زانو رکھا تو آپ نے فرمایا اے

شمر ذرا اپنا چہرہ کھول کیونکہ میرے نانا نے خبر دی تھی کہ حسینؑ کا قاتل مرض برص میں مبتلا ہوگا۔ اس اپنے چہرہ پر سے کپڑا ہٹایا تو واقعاً مبروص تھا شمر ملعون خود کہنے لگا کہ اے حسینؑ تمہارے نانا نے سچ فرمایا تھا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا اے شمر میرے جد نامدار نے یہ بھی خبر دی تھی کہ اس کے دانت اور اس کا سر و سینہ سور کی طرح ہوگا۔ وہ کہنے لگا اے حسینؑ تم کلب و خنزیر سے تشبیہ دیتے ہو اور پھر وہ سینہ اقدس سے ہٹ گیا۔ اور اس نے امام حسینؑ کے گلوئے مبارک پر تلوار سے ضربیں لگائیں۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

اہلحرمؑ کا امام حسینؑ کے پاس جمع ہونا اور مجلس ماتم برپا کرنا

فریضۂ سحر ادا کرنے کے بعد حضرت امام حسینؑ نے اسلحہ طلب کیا اور اس وقت اہلحرم کو یقین ہوگیا کہ اب حسینؑ ضرور شہید ہو جائیں گے تمام اہلحرم آپ کے پاس جمع ہوگئے۔ گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں بروایت معین الدین حضرت زینبؑ ایک ایسا درد انگیز صیحہ کیا کہ جس سے سننے والوں کا دل فگار ہو جائے آپ اس وقت غش کر گئیں امام حسینؑ ہوش میں لائے فرماتی ہیں کہ اے بھیا ابھی ابھی میں نے آسمانی آواز سنی جو بڑی دردناک تھی۔ اس وقت حضرت زینبؑ اور تمام اہلحرم آہ و فغان ماتم و زاری کر رہے تھے۔ حضرت امام حسینؑ نے صبر کی تلقین کی اور پھر امام حسینؑ علیہ السلام کے گوش مبارک میں ایک آواز غیبی آئی کہ یا خیل اللہ ارکبی کہ اے لشکر خدا سوار ہو۔ پس قد قام الحرب علی ساق وحان

ان الفراق ا کارزار کے لیے تیار ہوگئے و حان ان الفراق یعنی وقت رحلت ہے۔ منزل دار القرار نزدیک ہے۔ بروایتے معین الدین حضرت زینب خاتون نے بھی یہ صدائے آسمان سنی۔ فریاد کرنے لگیں اور امام حسینؑ سے فرمایا کہ اے حسینؑ یہ تو تمہارے قتل ہونے کی خبر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے بہن اس آواز کے سننے سے پہلے میں نے ابھی خواب دیکھا ہے جس میں نانا نے میرے شہید ہونے کی خبر دی ہے۔ حضرت زینبؑ سے ضبط نہ ہو سکا للکار کے فرمایا: بیبیوں آؤ حسینؑ شہید ہو جائیں گے تمام اہلحرم جمع ہوگئے فعلت اصواتہم البکاء وارتفعت صیحتہم الی السماء۔ اہلحرم کے رونے پیٹنے کی آواز آسمان تک گئی۔ آپ نے ہر ایک بی بی کو صبر کی تلقین کی۔

روز عاشورا حضرت سید الشہدا علیہ السلام کا لباس

شب عاشورا محرم عبادت الٰہی میں گزری۔ وقت سحر امام حسین علیہ السلام لباس بدل کر خوشبو سے معطر خیمہ سے برآمد ہوئے اور اس خیمہ میں تشریف لائے کہ جہاں لشکر حق کے چاند ستارے ضو فگن تھے سرداران لشکر اور جوانان ہاشمی رونق افروز تھے ؎

در آمد در آن خیمہ سرخیل جمع   چہ فانوس خیمہ تن شاہ شمع
اگر جسم بودی جہان آفرین   تو گفتی جہاں آفرین ست ایں

اور بیرون خیمہ اصحاب خاص منتظر امام عالیمقام تھے۔ بریر بن خضیر پیکر خلوص ہوئے، ابا عبدالرحمٰن انصاری پروانہ شمع امانت بنے ہوئے موجود تھے کہ امام حسینؑ

نے درود مسعود فرمایا۔ دیکھا کہ امام عالیمقام سرخ و سیاہ اور سفید لباس پہنے ہوئے ہیں امام علیہ السلام خیمہ میں تشریف لائے۔ اصحاب نے دست بوسی کی اس وقت بریر بن خضیر ہمدانی نے ابا عبدالرحمٰن انصاری سے مزاح کیا۔ تو عبدالرحمٰن انصاری کہنے لگے کہ اے بریر یہ وقت مزاح نہیں ہے طلوع آفتاب نزدیک ہے اور نسیم صحر سے خون کی بو آرہی ہے۔ اس پر بریر نے کہا کہ مزاح اس لیے ہے کہ سحر ختم ہوا اور ہم ہنگام ظہر جنت میں مسکراتے ہوئے جائیں یہ بھی روایت ہے کہ شمر ملعون نے حضرت امام حسینؑ کو جب اس لباس میں دیکھا تو طنزاً کہا اے حسینؑ یہ رنگین لباس پہنا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سرخ رنگ لباس اس لیے ہے کہ اتصال محبوب حقیقی ذات ذوالجلال سے حاصل ہوگا۔ اور سیاہ رنگ لباس اس لیے ہے کہ عزائے علی اکبر و قاسم و اصغر و عباس مد نظر ہے اور سفید لباس اس لیے ہے کہ میری شہادت کے بعد یہی لباس میرا کفن ہو۔ لیکن واحسرتا آپ کے جسم مبارک پر بعد شہادت لباس نہ رہا اور بے گور و کفن لاشش الگ گرم پڑی رہی

طلوع سحر، مناجات اور نماز صبح روز عاشوراء

شب عاشوراء محرم رخصت ہوئی اور سپیدی سحر افق پر نمودار ہوئی۔ اس وقت بار بار آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے اور کلمۂ استرجاع یعنی کلمہ انا للہ وانا الیہ راجعون اور حوقلہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اپنی زبان مبارک سے ادا فرماتے تھے۔ یہ بھی مد نظر تھا کہ آج تمام یا در انصار۔ بھائی بھتیجے بھانجے قتل کر دیئے جائیں گے کبھی خداوند عالم کی بارگاہ میں مناجات کرتے اللھم انت ثقتی فی کل کرب و رجائی فی

کل شدۃ و انت لی فی کل امر نزل بی ثقۃ و عدۃ کم من ھم یضعف عنہ الفواد و یقل فیہ الحیلہ و یخذل فیہ الصدیق و یشمت فیہ العدو انزلتہ بی و شکوتہ الیک رغبۃ منی الیک عمن سواک فصرحتہ وکشفتہ کفیتہ و انت ولی کل نعمۃ و صاحب کل حسنہ و منتھی کل رغبۃ۔

تو دانی ہمہ آشکارا و راز !! جہانسر الفیض تو باشد نیاز
خدایا ہستی از جام تست کلید ہمہ کارہا نام تست
در این صبح غمناک اقبال من عیاں ہاست پیش تو احوال من
جگر زار و جان در مقام ہلاک اگر بار باشی ز دشمن چہ باک
وگر گشتہ خواہی مرا بیم نیست الٰہی مرا غیر تسلیم نیست
رواں بہر قربانی ار دیگر است پسر ہا عیم این اکبر این اصغر است
برائے اسیری اگر در خور ند زن این دختر این خواہر حاضر ند
چوں این گفت سلطان مالک رقاب بپوشید اغم رخ آفتاب
دی اتشیں از دل چاک زد کہ آتش بخرگاہ افلاک زد
ہماندم ز خرگاہ درگاہ شاہ خروش مؤذن درآمد بماہ

امام غریب قاضی الحاجات کر رہے تھے ناگاہ صدائے اذان گوش زد ہوئی حجاج بن مسروق عام طور پر اذان دیتے تھے لیکن امام حسین علیہ السلام نے آج اذان صبح عاشوراء کیلئے حضرت علی اکبر ہمشبیہ پیغمبر خدا کو منتخب کیا فرمایا بیٹا علی اکبر آج تم اذان دو ادھر حضرت علی اکبرؑ نے اذان دی۔ مادر علی اکبر نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے زینب خاتون نے دور سے بلائیں لیں

ے اللہ اکبر۔ اکبر غازی کی وہ صدا

تھا جس میں لحن حضرت داؤد کا مزہ

نظروں میں سب کی پھر گیا نقشہ رسول کا

زینبؑ پکاری خیمہ سے احسنت مرحبا

ہے آخری اذان یہ اس نونہال کی

لوگو! اذان سنو میرے کڑیل جوان کی

اذان ختم ہوئی اور امام فلک احتشام خیمہ سے برآمد (از مرزا دبیر مرحوم) ہوئے جوانان ہاشمی، اصحاب باوفا نے اقتداء امام حسینؑ میں نماز ادا کرنے کے لیے صفیں آراستہ کیں حسینی نمازی خاک پر تیمم۔ خاک پر سجدہ جسم فلک نے ایسے نمازی نہ دیکھے ہوں گے۔ جماعت ختم ہوئی ے

ے ندیدہ فلک جز صف پشت شاہ

کہ صف برکشید انجم از پشت ماہ !

بعدہ سوار اپنے اپنے مرکب سے کر حاضر ہوئے اور چار فرسنگ تک دشت کربلا میں گھوڑوں کے صیحہ کرنے کی آواز گونج رہی تھی ے

نمازی کہ خاص از پے راز بود — بمعراج روحانی آن باز بود

چنانش شہیدان نکردند سیر — کہ باشد امید نماز دگر

ندا ایاک نعبد و ایاک نستعین — صراطی نبد جز امام مبین

نماز یکہ تکبیر او تا سلام — ہمہ ذکر حق بود دریا دامام

کامل الزیارۃ میں ہے کہ حلبی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ ان الحسین صلی باصحابہ صلوٰۃ الغداۃ ثم

التفت الیھم فقال ان اللہ قداذن فی قتلکم فعلیکم بالصبر۔

یعنی کہ جب سلطان دین امام حسینؑ نماز تمام کر چکے تو پھر آپ نے اصحاب کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ خداوند عالم نے تمہیں قتل ہونے کی اجازت دی ہے اٹھو اور قتال پر کمر باندھو۔ آج کوئی نہ بچے گا سوائے میرے فرزند زین العابدین کے کہ وہ بیمار ہے۔ اس وقت جبرئیل امین نے آسمان سے ندا دی یا خیل اللہ ارکبی، اے لشکر خداوندی اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو۔ اے انصاران حق جہاد کرو۔ اور پھر دوسری مرتبہ جبرئیل امین نے یہ آواز دی الا یا اھل العالم قد قتل الامام، و ابن الامام واخو الامام، وابو الامام الحسین بن علی ابن ابی طالب اے دنیا کے رہنے والوں۔ امام حسینؑ قتل ہو گئے۔ امام کے فرزند، امام کے بھائی امام کے بھتیجے و بھانجے سب قتل ہو گئے زینب خاتون فرماتی ہیں کہ میں نے جبرئیل کا یہ نوحہ سنا اور میں نے جبرئیل کو دیکھا کہ خاک سر میں اور غم حسینؑ میں ماتم کناں ہیں۔ اور اس وقت جبرئیل ایک جوان سفید پوش کی صورت میں تھے میں نے سید سجاد امام زمانہ سے سارا ماجرا بیان کیا تو سجاد نے فرمایا کہ پھوپھی اماں مجھے اٹھاؤ کہ میں بھی یہ نظارہ دیکھ لوں۔ ایک بی بی نے ان کو اٹھایا اور آپ در خیمہ سے متصل کھڑے ہو گئے۔ اور مقتل کا نظارہ کرتے رہے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

مشابہت نماز جماعت بہ طریقہ ہائے روز قیامت

صاحبان بصیرت و معرفت جانتے ہیں کہ نماز جماعت کو احوال قیامت سے کئی باتوں میں مماثلت و مشابہت حاصل ہے۔ مثلاً یہ کہ جب آواز اذان انسان کے گوش زد ہوتی ہے تو نفخۂ اولیٰ (یعنی پیدائش کی غایت) پیش نظر ہوتا ہے۔ اور جب اقامت کی آواز گوش زد ہوتی ہے تو بعثت قبر مد نظر ہوتی ہے۔ اسی طرح جیسے کہ اذان و اقامہ دو آوازیں جو دنیا میں گونجتی ہیں۔ روز قیامت بھی اسی طرح دو آوازیں زمین و آسمان کے درمیان گونجیں گی۔ ایک مرتبہ قیامت کے شروع میں جیسا کہ قرآن مجید میں خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَ استمع یوم ینادالمناد من مکان قریب ۰ (سورۂ ق آیت ۴۱) اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس روز اسرافیل صخرۂ بیت المقدس پر اپنے کانوں میں انگلیاں رکھ کر ندا دیں گے۔ اس وقت امر ربیؔ ہوگا۔ استخوان یعنی ہڈیاں جو کہ بوسیدہ ہو گئی ہیں، ان کے ذرات مٹی سے نکلیں گے اور استخوان کی شکل میں آئیں گے گوشت و پوست، اعضاء و جوارح معرض وجود میں آئیں اور ہر ایک انسان اپنے ہی ذرات خاکی کے ساتھ جسم اختیار کرے گا۔ اور جب انسان نماز کے لیے گھروں سے نکلتے ہیں اور مسجد میں نماز جماعت کے لیے جاتے ہیں تو وہ وقت بھی یاد آتا ہے کہ جب اپنے اصلی گھر یعنی قبر سے نکل کر میدان حشر میں جمع ہوگئے۔ خدا فرماتا ہے وَنُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَاِذَا ھُمۡ مِّنَ الۡاَجۡدَاثِ اِلٰی رَبِّہِمۡ یَنۡسِلُوۡنَ ۰

(سورۂ یٰسین آیت ۵۱) اور جب نماز میں لوگ شریک و جمع ہوتے ہیں تو اس وقت خیال ہوتا ہے کہ قیامت میں بھی جمع ہوں گے۔ چنانچہ خدا نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ وَاِنۡ کُلٌّ لَّمَّا جَمِیۡعٌ لَّدَیۡنَا مُحۡضَرُوۡنَ ۰ (سورۂ یٰسین آیت ۳۲) اور جب امام (یعنی پیش نماز) آگے ہوتا ہے اور ماموم اس کو عقب سے دیکھتے ہیں تو یاد آتا ہے کہ قیامت میں ہر ایک قوم اپنے امام کے ساتھ بلائی جائے گی۔ جیسا کہ قرآن میں ہے۔ یَوۡمَ ندعوا کل اناس بامامھم۔ اور جب نماز سے اٹھتے ہیں اور کھڑے ہوتے ہیں تو یاد آتا ہے کہ روز قیامت ایک روز تین سو سال کی برابر ہوگا۔ اور سب کو کھڑا رہنا پڑے گا یَوۡمَ یَقُوۡمُ النَّاسُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ اور جب انسان تکبیر کہتا ہے تو خیال ہوتا ہے کہ ہر ایک اپنا اپنا اعمال نامہ لیے ہوگا اور پشیمان و شرمندہ ہو رہا ہوگا اور خدا کی طرف سے خطاب ہوگا کہ اِقۡرَاۡ کِتٰبَکَ بِنَفۡسِکَ الۡیَوۡمَ علیک حَسِیۡبًا۔ سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۴) اور جب ماموین نماز جماعت میں خموش کھڑے ہوتے ہیں اور امام کی قرائت سنتے ہیں تو خیال ہوتا ہے کہ روز محشر فرشتے اور روح خموش کھڑے ہونگے۔ مگر وہ کلام کریں گے جنہیں خدا کی جانب سے اذان حاصل ہے جیسا کہ خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ یوم یقوم الروح و الملٰئکۃ صفا لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمٰن و قال صوابا۔

اور جب نمازی رکوع میں جاتے ہیں تو خیال ہوتا ہے کہ تمام لوگ حضوری خداوند عالم ہیں۔ روز قیامت حضوع و خشوع کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ وعنت الوجوہ للحی القیوم۔

اور جب نمازی سجدہ میں جاتے ہیں تو وہ وقت یاد آتا ہے کہ جب سجدہ

کا حکم ہوگا کہ یَوْمَ یکشف عن ساق و یدعون الی السجود۔
اور جب تشہد و سلام سنتے ہیں تو خیال ہوتا ہے کہ تمام گروہ انسانی بوجہ خوف گھٹنوں کے بل آئیں گے۔ وتری کل امۃ جاثیۃ۔

پس انسان کو چاہیئے کہ نماز جماعت کا مذکورہ امور کے تصور و خیالات کے ساتھ پابند ہو۔ تاکہ روز آخرت فراموش نہ ہونے پائے۔

جب دو نمازیں باجماعت ہوتی ہیں تو تصور ہوتا ہے۔ نماز صبح اور نماز ظہر عاشورا محرم کا کہ جب امام حسینؑ نے نماز صبح ادا کی ہے تو خیموں میں آہ و بکا کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور جب نماز ظہر ادا کی ہے تو انصاران امام حسین علیہ السلام تو شہادت پیش نظر تھی۔ امام حسینؑ کے لشکر میں صدائے اذان بلند ہو رہی تھی اور عمر بن سعد ملعون کے لشکر میں طبل جنگ بج رہا تھا اور انصاران حسینؑ جانیں قربان کر رہے تھے۔ ہماری جانیں قربان ہوں۔ اے شہیدان کربلا تم پر کہ تم نے حق وفاداری امام حسینؑ ادا کیا۔

نماز مومن کی معراج ہے

کتاب بحر الدرر اور معارج النبوۃ میں مرقوم ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج میں تشریف لے گئے۔ تو حضورؐ عالی مرتبت نے ارشاد فرمایا این نصیب امتی من ھذا الشرف یعنی اے خدائے من ازیں سعادت کیا میری امت کو بھی نصیب ہوگی تو خطاب خداوند عالم ہوا کہ معراج امتک الصلوۃ۔ یعنی اے رسولؐ تمہاری امت کی نماز معراج ہے۔ جب آنحضرتؐ معراج سے واپس تشریف لائے تو حضورؐ نے اپنی امت کو یہ خوشخبری سنائی کہ الصلوۃ معراج المومن

کہ نماز مومن کی معراج ہے۔ علمائے اعلام نے فرمایا ہے کہ نماز معراج روحانی اور جسمانی کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے۔ کیونکہ نماز میں چند افعال ہیں کہ جن کا قلب سے ہے اور ذکر و کلام نماز کا اثر روح پر مرتب ہوتا ہے بنابریں نماز بذاتہ معراج ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

جب آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جبرئیل امین حاضر ہوئے اور آپ کو مژدۂ معراج سنایا اور آنحضرتؐ نے عزم صمیم فرمایا تو چونکہ مقام قدس میں قدم رنجہ فرمانا تھا بنابریں وضو فرمانا مقدم تھا۔ یقیناً جبرئیل امین نے رضوان جنت سے فرمایا کہ وضو کے لیے آب کوثر لاؤ۔ بہشتی طشت میں آب کوثر لایا گیا۔ آنحضرتؐ نے وضو فرمایا۔ اسی طرح جب کوئی عبد خداوند عالم بارگاہ خداوندی میں نماز کے لیے حاضر ہوتا ہے تو اول وضو کرتا ہے۔ اور وضو بھی آب مطلق سے ہوتا ہے یعنی پانی میں کوئی دوسری چیز کی ملاوٹ نہ ہو۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جب انسان باطنی طہارت کا ارادہ کرتا ہے یعنی نماز کے لیے وضو کرتا ہے تو خداوند عالم کی توفیق اس کے شامل حال ہوتی ہے۔ خدا اس بندہ کا رفیق ہوتا ہے۔ اور پھر خوف و رجا کی دو چھاگل یعنی دو طشت آب معرفت الہیہ سے بھری ہوئی اس نماز گزار کو عطا ہوتے ہیں۔ اس طشت کے چار گوشہ ہوتے ہیں۔ گوشہ اول افعال ہیں یعنی کہ نماز کے ارکان۔ اور یہ گوشہ اول جوہر توحید سے مرصع ہوتا ہے۔ گوشہ دوئم علم صفات باری تعالیٰ سے متعلق ہے یہ بھی وحدانیت سے وابستہ ہے۔ گوشہ سوم باری تعالیٰ کا علم اسماء ہے یعنی کہ اس کی صفات ثبوتیہ و سلبیہ کا جاننا ہے۔ گوشہ چہارم متعلق بہ علم غیب خداوند عالم ہے۔ پس جب کہ نماز گزار طہارت ظاہری و باطنی حاصل کر لیتا ہے

کا حکم ہوگا کہ یَوْمَ یکشف عن ساق ویدعون الی السجود ۔
اور جب تشہد و سلام سنتے ہیں تو خیال ہوتا ہے کہ تمام گروہ انسانی بوجہ خوف گھٹنوں کے بل آئیں گے ۔ وتری کل امۃ جاثیۃ ۔
پس انسان کو چاہیئے کہ نماز جماعت کا مذکورہ امور کے تصور و خیالات کے ساتھ پابند ہو ۔ تاکہ روز آخرت فراموش نہ ہونے پائے ۔
جب دو نمازیں باجماعت ہوتی ہیں تو تصور ہوتا ہے ۔ نماز صبح اور نماز ظہر عاشور ۱۰ محرم کا کہ جب امام حسینؑ نے نماز صبح ادا کی ہے تو خیموں میں آہ و بکا کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور جب نماز ظہر ادا کی ہے تو الصداں امام حسین علیہ السلام تو شہادت پیش نظر تھی ۔ امام حسینؑ کے لشکر میں صدائے اذان بلند ہو رہی تھی اور عمر بن سعد ملعون کے لشکر میں طبل جنگ بج رہا تھا ۔ اور انصاران حسینؑ جانیں قربان کر رہے تھے ۔ ہماری جانیں قربان ہوں ۔ اے شہیدان کربلا تم پر کہ تم نے حق وفاداری امام حسینؑ ادا کیا ۔

نماز مومن کی معراج ہے

کتاب بحر الدرر اور معارج النبوۃ میں مرقوم ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج میں تشریف لے گئے ۔ تو حضورؐ عالی مرتبت نے ارشاد فرمایا اَینَ نصیب امتی من ھذا الشرف یعنی اے خدائے من ازیں سعادت کیا میری امت کو بھی نصیب ہوگی تو خطاب خداوند عالم ہوا کہ معراج امتک الصلوٰۃ ۔ یعنی اے رسولؐ تمہاری امت کی نماز معراج ہے ۔ جب آنحضرتؐ معراج سے واپس تشریف لائے تو حضورؐ نے اپنی امت کو یہ خوشخبری سنائی کہ الصلوٰۃ معراج المومن

کہ نماز مومن کی معراج ہے ۔ علمائے اعلام نے فرمایا ہے کہ نماز معراج روحانی اور جسمانی کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے ۔ کیونکہ نماز میں چند افعال ہیں کہ جن کا تعلق جسم سے ہے اور ذکر و کلام نماز کا اثر روح پر مرتب ہوتا ہے بنابریں نماز بذاتہ معراج ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے ۔
جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جبرئیل امین حاضر ہوئے اور آپ کو مژدہ معراج سنایا اور آنحضرتؐ نے عزم صمیم فرمایا تو چونکہ مقام قدس میں قدم رنجہ فرمانا تھا بنابریں وضو فرمانا مقدم تھا ۔ یقیناً جبرئیل امین نے رضوان جنت سے فرمایا کہ وضو کے لیے آب کوثر لاؤ ۔ بہشتی طشت میں آب کوثر لایا گیا ۔ آنحضرتؐ نے وضو فرمایا ۔ اسی طرح جب کوئی عبد خداوند عالم بارگاہ خداوندی میں نماز کے لیے حاضر ہوتا ہے تو اول وضو کرتا ہے ۔ اور وضو بھی آب مطلق سے ہوتا ہے یعنی پانی میں کوئی دوسری چیز کی ملاوٹ نہ ہو ۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جب انسان باطنی طہارت کا ارادہ کرتا ہے یعنی نماز کے لیے وضو کرتا ہے تو خداوند عالم کی توفیق اس کے شامل حال ہوتی ہے ۔ خدا اس بندہ کا رفیق ہوتا ہے ۔ اور پھر خوف و رجا کی دو چھاگل یعنی دو طشت آب معرفت الٰہیہ سے بھری ہوئی اس نماز گزار کو عطا ہوتے ہیں ۔ اس طشت کے چار گوشہ ہوتے ہیں ۔ گوشہ اول افعال ہیں یعنی کہ نماز کے ارکان ۔ اور یہ گوشہ اول جو ہر توحید سے مرصع ہوتا ہے ۔ گوشہ دوم علم صفات باری تعالیٰ سے متعلق ہے یہ بھی وحدانیت سے وابستہ ہے ۔ گوشہ سوم باری تعالیٰ کا علم اسماء ہے یعنی کہ اس کی صفات ثبوتیہ و سلبیہ کا جانتا ہے ۔ گوشہ چہارم متعلق بہ علم غیب خداوند عالم ہے ۔ پس جب کہ نماز گزار طہارت ظاہری و باطنی حاصل کر لیتا ہے

تو اس کے واسطے محبت الٰہیہ کا براق پیش ہوتا ہے اس براق کے عالم معنوی میں گویا دو پر ہوتے ہیں۔ گویا دو پر ہوتے ہیں ایک پر کا نام شوق اور دوسرے کا نام ذوق ہے۔ اشوق کے معنی میں آرزو مند ہونا اور ذوق کے معنی ہیں نشاط و خوشی پس شوق و ذوق کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیئے۔ اور ان دونوں پروں کے ذریعہ براق پرواز کرتا ہے۔ اور پہلی ہی مرتبہ کو زمین کی سیر کرتا ہے اور آ اً فا ناً بیت المقدس سے منزل قدس حضرت احدیث سے قرب حاصل کرتا ہے یہ آواز دل سے آتی ہے۔ انی وجهت وجهی للذی فطر السموٰت والارض (سورۃ الانعام آیت نمبر ۸۰) یعنی کہ میں نے تو باطل سے کترا کر اسی کی طرف منہ کرلیا ہے) اور پھر اس کے بعد بمقدار توجہ حضرت رسول خدا مقام فنا فی اللہ شروع ہوتا ہے یعنی کہ اپنے آپ کو انتہائی ضعیف و کمزور اور خدا کو قوی مطلق سمجھنا مراد ہے۔ اور نماز گزار کو چاہیئے کہ وہ تمام کائنات پر غور کرے اور خالق حقیقی کی معرفت حاصل کرے۔ پس اس طرح جب وہ اللہ اکبر کہتا ہے۔ اور ہاتھ بلند کرتا ہے تو اس کے دونوں ہاتھ عالم سفلی و علوی کے درمیان حد قائم کر دیتے ہیں۔ اور وہ مادی چیزوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ غرضکہ حضرت خواجۂ عالم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھے۔ اور معراج ملائکہ یہ ہے۔ فسبح بحمد ربك یعنی خدا کی تسبیح وحمد بجا لانا یہ معراج ملائکہ ہے جو کہ یقیناً انتہائے معراج ہے۔

حضرت پیغمبر اسلام نے اپنا قدم مبارک آسمانوں پر رکھا۔ یعنی براق آسمان پر پہنچا۔ تو ملاحظہ فرمایا کہ طبقات آسمانی شیطان کے عمل و دخل سے محفوظ ہیں کیونکہ وارد ہوا ہے۔ وحفظا من كل شيطان اسی طرح نمازی

بھی مدح و ثنائے الٰہی کرنے سے آسمان معارف کی سیر کرتا ہے۔ کیونکہ معرفت ہی سے دین کی ابتداء ہوتی ہے۔ اور جب انسان کلمۂ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ زبان سے جاری کرتا ہے تو وساوس شیطانی سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور پھر نماز میں خدا اس بندہ سے ہمکلام ہوتا ہے۔

یہ بھی وارد ہوا ہے کہ حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج میں بہشت کی سیر بھی فرمائی ہے۔ ہر ایک بہشت کے آٹھ دروازے ہیں اور ان کی کنجیاں یہ ہیں کہ مفتاح دروازہ اول معرفت ہے مفتاح دروازہ دوم یاد الٰہی مفتاح دروازہ سوم شکر خدا کرنا ہے۔ مفتاح دروازۂ چہارم رجا ہے۔ یعنی خدا سے امید رکھنا مفتاح دروازہ پنجم خوف ہے۔ یعنی خدا سے ڈرنا تاکہ گناہ کے پاس نہ جائے مفتاح دروازہ ششم اخلاص یعنی ریا کاری نہ ہونا۔ مفتاح دروازہ ہفتم دعا ہے۔ یعنی خدا سے مانگنا مفتاح دروازہ ہشتم اقتدار ہے۔ یعنی خدا کو قادر مطلق ماننا۔ پس جب کہ قلب نماز گزار مذکورہ سات امور از نمبر ۲ تا نمبر ۸ طے کرلیتا ہے تو بہشت اس پر غیبی طور پر آشکارا ہو جاتا ہے اور پھر دروازہ معرفت اس پر کشادہ ہو جاتا ہے۔

اب ان دروازوں کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔ باب المعرفت ایمان کے پیدا ہونے پر کھلتا ہے۔ اور ایمان توحید و نبوت و قیامت کے اقرار کے ساتھ عدل و امامت کے اقرار کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور باب ذکر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پر کہنے سے کھلتا ہے۔ باب خوف۔ مالک یوم الدین کہنے سے کھلتا ہے۔ باب اخلاص۔ ایاك نعبد وایاك نستعین کہنے سے کھلتا ہے۔ باب الدعا۔ اھدنا الصراط المستقیم کہنے سے کھلتا ہے۔ باب اقتدار صراط الذین

انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہنے سے کھلتا ہے غرضکہ سورۂ الحمد پڑھنے سے تمام دروازے جنتی کھل جاتے ہیں۔ خدا نے فرمایا ہے۔ فاقرء ما تیسر من القرآن ۔ اور پھر اس آیۂ مجیدہ کی تفسیر ہو جاتی ہے جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے۔ جنات عدن مفتحۃ لھم الابواب ۔ نماز میں قرآن یعنی کہ جس قدر آسانی سے ہو سکے نماز میں قرآن پڑھ لیا کرو۔ اور ہر ایک نماز گزار تلاوت کلام مجید کرتا ہے اور وہ قرآنی باغ کی سیر کرتا ہے جس میں صبغۃ اللہ کی رنگ آفرینی ہے۔ پھر نماز گزار پر تلاوت کے بعد تجلی یا طیفہ ہوتی ہے اور جب رکوع میں جاتا ہے اور پشت خم کرتا ہے تو اعتراف عظمت الٰہیہ کرتا ہے کہتا ہے۔ سبحان ربی الاعلی و بحمدہ ۔ اور جب رکوع سے سیدھا کھڑا ہوتا ہے تو پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہے۔ پھر اس پر اور تجلی ہوتی ہے اور بادشاہ معصوم اس بندہ پر خدا نظر رحمت کرتا ہے۔ اور جب سجدہ میں سر رکھتا ہے تو سجدۂ اول میں قرب حاصل ہوتا ہے اور چونکہ قربِ خدا ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ پس دوسرا سجدہ اس لیے ہے کہ اس نعمت کے ملنے پر شکر کرے۔ پس دو رکعت نماز میں پہلی رکعت نے جسم کو معراج کا درجہ ملتا ہے اور دوسری رکعت سے روح کو مرتبہ معراج ملتا ہے اور حضور سرور کائنات کو معراج جسمانی ہوتی ہے یعنی مع جسم ظاہری آپ معراج میں تشریف لے گئے ہیں۔ (اسی لیے نماز کو معراج قرار دیا کیونکہ نماز میں جسم اور روح دونوں شامل ہیں تنہا روح نماز نہیں پڑھ سکتی۔ لہٰذا یہ دلیل ہے۔ کہ آنحضرتؐ کو معراج جسمانی ہوئی ہے ہماری تصنیف معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملاحظہ ہو۔ مترجم)

جب نمازی حالت تشہد میں شہادتین کا فریضہ ادا کرتا ہے۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ ۔ پڑھتا ہے تو وہ نمازی مقام دنیٰ فتدلیٰ ۔ پر فائز ہوتا ہے۔ اور پھر نمازی جب درود شریف پڑھتا ہے کہ اللھم صل علی محمد وآل محمد تو بصورت عطیۂ پروردگار۔ اس کو رحمت خدا ملتی ہے۔ اور آنحضرتؐ جب معراج سے تشریف لائے اور اس کا ذکر فرمایا تو اپنی امت کو ہدیۂ نماز عطا فرمایا۔ اے شیعو نماز تو سب پڑھتے ہیں۔ انبیاء مرسلینؑ، اولیاء و متقین مومنین ومسلمین سب ہی نے نماز پڑھی ہے اور پڑھتے ہیں۔ لیکن جیسی نماز حضرت امام حسین علیہ السلام نے روز عاشوراء محرم بوقت ظہر پڑھی ہے اس کی نظیر صفحہ عالم پر نہیں ملتی۔ امام حسینؑ اور آپ کے رفقاءؓ نے تیروں کی بارش میں نماز ادا کی ہے ۔

ہے یہ سب فیض نماز تشنہ کامان فرات
آج عالم میں جو یہ آوازۂ تکبیر ہے
(قاصد سرسوی)

روز عاشوراء امام حسین علیہ السلام کا اصحاب کو اذن جہاد دینا

حضرت امام حسین علیہ السلام نماز صبح سے فارغ ہوئے سب اصحاب منتظر تھے کہ آپ کیا حکم دیتے ہیں ۔

ادا کرد چوں خسرو ارجمند نماز دوگانہ یگانہ پسند

ہمہ چشم و دل شد ہمہ گوش و حال
کہ از مصدر فیض و عز و جلال
برائے شہادت چہ فرمان رسد
کہ جانان بجان جان بجانان رسد

کتاب ریاض الاحزان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب ہمارے جد نامدار روز عاشوراء محرم نماز صبح سے فارغ ہو گئے۔ تو آپ نے اپنے اصحابؓ کو اذن جہاد دیا۔ قد اذن فی قتلکم یا قوم اتقوا اللہ و اصبروا ۔ یعنی اے میرے اصحاب تم کو جہاد کرنے کی اجازت ہے اعدائے دین سے قتال کرو۔ اللہ سے ڈرو اور صبر کرو۔ اصحاب باوفا کے لیے یہ پیغام بہشت کی بشارت تھا سب نے اسلحہ سج لیا۔ اور پروانہ وار شمع امامت کا طواف کرنے لگے اور حفاظت امام حسینؑ سے جہاد کا آغاز ہوا۔ اور لشکر ابن سعد ملعون میں بھی طبل جنگ بجنے لگا۔ امام حسینؑ اصحاب و اولاد جام شہادت پینے پر تیار ہو گئے۔

جوانان ہاشمی تلواریں زیب کمر کئے ہوئے تھے۔ اور اہل حرم خیام میں گریہ کناں تھے۔ اے شیعو روز عاشورا کیسا دن تھا کہ اولاد رسول خدا پر مصائب ٹوٹ رہے تھے۔ امام حسین علیہ السلام دمبدم خیمہ میں تشریف لائے اور اہل حرم کو خموش کرتے صبر کی تلقین فرماتے ۔ کبھی بیمار فرزند سید سجادؑ کے پاس جاتے اور ادھر لشکر عمر سعد ملعون میں صدائے ہا ہو بلند کی جس سے خیموں میں عورتیں اور بچے دہل رہے تھے۔ اور جوانان بنی ہاشم جہاد کے لیے آراستہ ہو رہے تھے اور امام حسین سب یاور و انصار کو شہادت کی خوشخبری دے رہے تھے اور سپاہ حسینی اسلحۂ

جنگ سے آراستہ ہو رہی تھی۔

صف آرائی سپاہ حسینی صبح روز عاشوراء

بنال اے دل غرقہ در خون بنال — بپال ای سرشک جگر گوں بپال
کہ عاشور ماہ محرم رسید — شب غم شد و روز ماتم رسید
کنوں دل بماتم بباید نہاد — کہ غم لشکر آورد کشور کشاد

سحر صبح عاشوراء محرم نمودار ہوئی تو اعدائے دین نے اپنے طاغی و باغی لشکر کو آمادۂ کارزار کیا۔ لشکر کا یہ عالم تھا کہ حد نگاہ تک لشکر بے دین میدان کربلا میں پھیلا ہوا تھا ۔ اور ادھر حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کی سپاہ کل بہتر نفر سے کہ بروایتے تین سو تک محدود تھی جب کہ عمر بن سعد کا لشکر بائیس ہزار سے لے کر چار سو ہزار تک بتلایا جاتا ہے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے واصبح الحسین بن علی علیہما السلام فعبی اصحابہ بعد صلوۃ الغداۃ الخ یعنی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے نماز صبح سے فارغ ہونے کے بعد بخیال کارزار فرمایا اور اپنی قلیل سپاہ کو آراستہ کیا۔ اس وقت بتیس سوار اور چالیس پیادہ آپ کی فوج میں تھے ۔ حضرت امام حسینؑ نے زہیر بن قین کو بلایا ۔ آپ کے یہ صحابی بڑے بہادر اور حرب و ضرب میں نمایاں تھے ۔ زہیر بن قین آئے امام حسینؑ علیہ السلام نے ان کا میمنہ کا سالار مقرر فرمایا ۔ اور جناب حبیب ابن مظاہر کو میسرہ کا سالار مقرر فرمایا۔

یہ دونوں صحابی نبرد آزمودہ تھے ۔ زہیر بن قین کے علم کے سایہ میں حبیب ابن مظاہر کے رایت تک اصحاب و انصار و جان نثاروں نے صفیں آراستہ

کیں ۔ اور ضروری اسلحہ سے سب آراستہ ہوئے ۔

امام حسین علیہ السلام کا عباس ابن علیؑ کو علمدار لشکر مقرر کرنا

جب سپاہ امام حسین علیہ السلام کی ترتیب مکمل ہو چکی تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے نشان اسلام یعنی علم سپرد کرنے کے لیے پسر فاتح خیبر و بدر و حنین حضرت عباس علیہ السلام کو طلب فرمایا ۔ اور علم اسلام عطا فرمایا ۔

سے شہ آنکہ طلب کرد عباس را گذارندہ برق الماس را
کہ بد پشت شاہ پناہ سپاہ بہر مشورت شاہ را نیکخواہ
بیامد چو دشتشاد بستہ میان بدستی عنان و بدستی سنان
سپر بر کتف خود رخشان بسر ہمہ زور و بازو ہمہ یال و فر
بدان یال و فر شاہ مالک رقاب نگہ کرد و سر دیدہ گردانہ آب
علم خواست پیش و نہادش بہشت سپہ کرد بر کوہ پولاد پشت
سنان و درفش و علمدار شاہ ندانم چہ میگفت در گوش ماہ
خداوند دین ہادی بحر و بر شنید عذا غیرت ، داد گر
زعباس از نجہ حیدرے نبودش گرانمایہ تر گوہرے
کہ بودش ندیم و دبیر و مشیر ، علمدار و میر و طلایہ ، وزیر
بگفت ای برادر برآرا سپاہ کہ ہامون ز دشمن شد اینک سیاہ
بیارید عباسؑ از دیدہ نم روان شد سوئے قلب گہ با علم

ہمی گفت اے داور کردگار تو تاریک بر ما مکن روزگار
بدین تیرہ روز اے جہاندار پاک تو گریار باشی ز دشمن چہ باک
خدایا حسینؑ را تو فیروز کن مکن نخل باغ امامت زبن
برا این نوجوانان پاکیزہ چہر ز آسیب دشمن بہ بخشا بمہر
چو گفت این سخنہا باشک و بدم بقلب آمد و بر زمین زد علم
پیادہ یا ستاد بر دوشت کین بہ پشت اندرش بادپائی بزین

حضرت عباس علیہ السلام خدمت امام حسین علیہ السلام میں اس شان سے تشریف لائے کہ سپر آپ کے دوش مبارک پر ضوباری کر رہی تھی ۔ آج امام حسین علیہ السلام نے اسی شان سے یادگار علی ابن ابی طالب ، اپنے قوت بازو عباس علیہ السلام کو طلب فرمایا جس طرح حسینؑ کے نانا رسول خدا نے خیبر میں علی کو بحکم خدا طلب فرمایا تھا ۔ وہاں علی ابن ابی طالب مظہر العجائب والغرائب بن کر تشریف لائے اور رسول خدا نے حضرت علیؑ اپنا خاص علم عطا کیا جو پہلے کسی کو نہیں دیا گیا تھا ۔ اسی طرح وہی علم رسول جو امام حسین علیہ السلام کو ورثہ میں ملا تھا ۔ عباس علیہ السلام کو عطا کیا ۔ دستور دنیا ہے کہ جب انسان کسی ارفع و اعلیٰ اور ممتاز عہدہ پر فائز ہوتا ہے ۔ تو اس سے حلف ۔ وفاداری لیا جاتا ہے ۔ یعنی وہ خود حلف اٹھاتا ہے ۔ پس جیسے ہی حضرت امام حسینؑ نے حضرت عباس بن علیؑ کو علم سپرد کیا اور عہدہ علمداری پر آپ فائز ہوئے تو حضرت عباسؑ نے حلف وفاداری اٹھایا جیسے مولف کتاب نے اس طرح پیش کیا ہے سے

سے خدایا حسینؑ تو فیروز کن
مکن نخل باغ امامت زبن

یعنی خداوندا تو سلطان دین و دنیا حسین بن علی کو فیروز مندی عطا کر۔ فتح وکامرانی حسینؑ کے زیر قدم ہو۔ اور نخل باغ امامت کو مست کھود۔ یعنی شجر امامت قائم رہے یعنی حسینؑ زندہ وسلامت رہیں۔ اور جوانان سپاہ حسینی کو دشمن کی نظر بد سے محفوظ رکھے۔ اس وقت آپ کے چھ بھائی شیران دشت وغا جلو میں تھے۔ اور جوانان ہاشمی قمر بنی ہاشم کا ہالہ بنے ہوئے تھے۔ ان سب کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔ عبداللہ، جعفر، عثمان، ابوبکر، محمد از اولاد علی علیہ السلام جناب قاسم بن امام حسنؑ، احمد بن الحسنؑ، ابوبکر بن الحسن، عبداللہ بن حسن، احسن بن حسن، عبداللہ بن مسلم بن عقیل، عبیداللہ بن مسلم، جعفر بن عقیل، عبدالرحمان بن عقیل، عبداللہ بن عقیل، محمد بن ابی سعد بن عقیل، موسیٰ بن عقیل، عون بن عقیل محمد بن عقیل اور اولاد جعفر بن ابی طالب میں سے عبداللہ بن جعفر کے دو بیٹے عون بن عبداللہ اور محمد بن عبداللہ ہمرکاب حضرت علمدارؑ تھے اور دوسرے بھی قرابت دار تھے۔ ان سب کی مجموعی تعداد تیس ہوتی ہے۔ ان میں سے اٹھارہ بنی ہاشم جو دشت وغا کے شیر ببر تھے حضرت عباسؑ کے عقب میں ساتھ ساتھ تھے اور میدان کارزار میں سب یادگار حیدر کرار تھے۔ کربلا میں علم عباسؑ کے زیر سایہ تھے۔ اور عصر سے پہلے پہلے باغ ارم میں خراماں خراماں ٹہل رہے تھے۔ اور یہاں خیام اہلبیتؑ میں ایک کہرام برپا تھا کبھی حضرت عباس کبھی حضرت علی اکبر بیبیوں کو تسلی دیتے تھے۔ کبھی امام حسینؑ تشریف لاتے تلقین صبر فرماتے تھے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

حضرت سید الشہداءؑ علیہ السلام کے اصحاب کے اسماءِ مبارکہ

کتاب ریاض الاحزان میں ہے کہ روایات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ علیہ السلام نے روز عاشوراء، بعد نماز صبح اپنے اصحاب کو تین گروہ پر تقسیم کیا تھا۔ اصحاب میمنہ اصحاب میسرہ، اور قلب لشکر۔ اصحاب میمنہ تحت رایت (علم) زہیر بن قین اور اصحاب میسرہ تحت علم حبیب ابن مظاہر اور اصحاب قلب لشکر تحت لواء الاعظم کہ جو حضرت عباس علمدار علیہ السلام کے دست مبارک میں تھا اور بحیثیت علمدار کل سپاہ حسینی۔ تمام سپاہ آپ کے تحت تھی۔ اور دس غلام محافظت حضرت امام حسین علیہ السلام پر مامور تھے۔ پھر آپ نے حکم دیا۔ کہ سپاہ معدود اس گروہ نابکار کے بالمقابل صفیں آراستہ کر لے۔ اس دستہ کے حصار کی یہ صورت تھی کھلی ہوئی تھی۔ اور اس طرف لشکر دشمن دین صف بستہ تھا۔ خیام امام حسینؑ عقب میں تھے۔ اور حسینی سپاہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح جمی ہوئی تھی۔

صدر الدین ابن الفاضل العلامہ نے مختلف مقاتل، زیارت شہداء کربلا اور کتب آل محمدؐ سے اصحاب میں سے شہداء کے نام جمع کیے ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں:

نعیم بن العجلان، عمران بن کعب، مالک الضجعی، حنظلۃ بن عمرو الشیبانی قاسط بن زہیر، سوار بن ابی عمر الفہمی، کنانۃ بن عتیق، ضرغامۃ بن مالک مجمع بن

عبداللہ العائذی، جبلۃ بن علی الشیبانی، عبدالرحمٰن بن عبداللہ عمرو بن عبداللہ الجندعی، کرش بن زہیر الثعلبی، عمرو بن کعب الانصاری، عبداللہ الغفاری، عبدالرحمٰن بن عروۃ الغفاری، عمار بن حسان الطائی، زاہد مولی عمرو الخزاعی اسلم بن کثیر الازدی، عبداللہ بن ثبیت، عبیداللہ بن ثبیت العبسی، عمرو بن ضبیعہ قیس بن منبہ، مسعود بن الحجاج، عمار بن ابی سلامۃ الہمدانی، عامر بن مسلم، سیف بن مالک، زہیر بن بشیر الخثعمی، حیان بن الحرث زہیر بن سلیم ضحاک بن عبداللہ، خزیمۃ بن عمرو الکوفی، عقبۃ بن سمعان، عبدالرحمٰن بن الارحبی، حلاس بن عمرو الراسبی، بریر بن خضیر الہمدانی، زہیر بن حسان الاسدی، وہب بن عبداللہ الکلبی، وقاص بن عبید شریح بن عبید، عبداللہ بن زید البصری عبیداللہ بن زید البصری، عمرو بن خالد الازدی، سعد بن حنظلہ التمیمی، عمرو بن عبداللہ المذحجی، نافع بن ہلال البجلی، ہلال بن نافع الاسدی، مسلم بن عوسجۃ الاسدی، عمر بن قرظۃ الانصاری، انیس بن معقل الاصبحی، علی بن مظاہر الاسدی حبیب بن مظاہر الاسدی، یحییٰ بن کثیر الانصاری، طرماح بن عدی، مالک بن دوران منذر بن ابی منذر، ابو ثمامہ الصیداوی، سعید بن عبداللہ الحنفی، سعید بن عبداللہ الیزنی، عمرو بن خالد الصیداوی، حنظلۃ بن سعد الشامی، سوید بن عمرو بن ابی المطاع الجعفی، حجاج بن مسروق، یحییٰ بن سلیم المازنی، قرۃ بن ابی قرۃ الغفاری، مالک بن انس المالکی، ابراہیم بن الحصین الاسدی، جنادۃ بن حارث الانصاری، عمرو بن جنادۃ، معلی بن معلی، معلی بن حنظلۃ الغفاری، عبدالرحمٰن بن عروہ عابس بن شبیب الشاکری، شوذب غلام، یزید بن شعثا ابو عمرو النہشلی، یزید بن مہاجر، احمد بن محمد الہاشمی، زہیر القین البجلی اور

چار دوسرے اشخاص جو روز عاشورا امام حسینؑ کے لشکر میں ملحق ہوئے اور جام شہادت نوش کیا۔ حر بن یزید ریاحی، مصعب بن یزید ریاحی، علی بن حر، اور غلام حر اور دو اشخاص بعد نماز ظہر ملحق ہوئے اور شہادت پائی، ایک شخص سیاح صاحب کشکول آب ایک جوان نصرانی۔

- حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے آزاد کردہ اشخاص جن کے نام یہ ہیں۔
- سعد غلام
- نصر غلام
- عازب غلام
- منجح غلام
- محمد بن مقداد غلام
- عبدالرحمٰن بن ابی دجانہ غلام
- قیس بن ربیع غلام
- اشعث بن سعد غلام
- حنظلہ غلام
- غلام ترک
- جون غلام ابی ذرؓ

کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب و انصار اور اقربا کو اپنے نانا رسول خدا کی امت اور اپنے بابا علی مرتضیٰ کے شیعوں کی راہ میں قربان کیا۔ اگر حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ معظمہ میں حج کو عمرہ سے بدل کر عازم سفر عراق ہو گئے اور بعض اعمال بدرجہ تمام نہ بجا لا سکے مثل اس کے کہ مدینہ اعلیٰ

قربانی نہ دے سکے تو آپ نے کربلا میں بہتر[۷۲] قربانیاں دیں۔ از روئے شریعت قربانی کے یہ احکام ہیں کہ اگر کسی شخص کو یہ مطلوب ہے کہ وہ شتر (اونٹ) کی قربانی کرے۔ تو ضروری ہے کہ اونٹ، چھ سال سے کم عمر کا نہ ہو۔ اگر کوئی شخص گائے بکرا قربانی میں دے تو ایک سال سے کمتر نہ ہو۔ اور اگر قربانی کا جانور بھیڑی، (برہ یا میشی) ہو تو وہ چھ ماہ سے کمتر نہ ہو۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے کربلا میں راہ خدا میں پیش کیں ان میں جوان، پیر اور بچے بھی شامل ہیں۔ مثلاً بتیس سالہ حضرت عباس علمدار علیہ السلام اور ان سے کم عمر آپ کے برادران،، اٹھارہ سالہ حضرت علی اکبرؑ، تیرہ سالہ حضرت قاسمؑ ابن حسنؑ، گیارہ سالہ اور حضرت علی اصغر شش ماہہ قربان کیا۔ اور اصحاب میں حبیب ابن مظاہر مسلم بن عوسجہ جیسے ضعیف بھی قربان ہوئے۔ رسم شرع یہ بھی ہے کہ اگر اونٹ کی قربانی دی جائے تو ضروری ہے کہ اس کو نحر کیا جائے یعنی اونٹ کے گلے کے نیچے چھری ماری جائے اگر گوسفند وغیرہ ہو تو اس کو ذبح کیا جائے۔ واحسرتا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کو جو راہ خدا میں عظیم ترین قربانی ہیں روز عاشوراء محرم ذبح کیے گئے اور نحر بھی کیے گئے سنان بن انس ملعون نے آپ کو نحر کیا۔ اور دعاء قربانی خود حضرت امام حسینؑ نے پڑھی مگر اس وقت کہ جب اس ملعون نے نیزہ آپ کے گلوئے مبارک پر لگایا۔ امام حسینؑ نے دونوں ہاتھوں سے نیزہ نکالا اللہ بہتر جانتا ہے کہ کیوں کر نیزہ نکالا ہوگا۔ اس وقت آپ نے فرمایا بسم اللہ وباللہ وفی سبیل اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ۔ شمر ولد الحرام ملعون نے حضرت کو ذبح کیا حضرت نے پانی مانگا مگر اس بدبخت نے پانی تک نہ دیا۔ پیاسا ہی ذبح کیا۔ اگر حضرت فرماتے رہے کہ ذبح کرنے سے پہلے پانی پلا دے اے شبیر جب

جانور ذبح کرتے ہیں تو اس کا سر ذبح کرتے ہی جدا نہیں کرتے۔ ہاء شمر ملعون نے سر امامؑ وقت ذبح جدا کیا۔

الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین.

روز عاشوراء عمر ابن سعد کے لشکر کی صف آرائی

چہ صبح غم افزائی عاشور شد
دم صبح گویا دم صور شد

صبح روز عاشوراء عجب غم خیز صبح تھی۔ اور یہ صبح گویا کہ صور قیامت تھی۔

درایں صبح در عرصۂ کربلا
ندائی چہ آمد باہل ولا۔

صبح روز عاشورا کربلا کے میدان میں نمعلوم اہل ولا کس طرح آئی۔ شیخ مفیدؒ کتاب الارشاد میں فرماتے ہیں۔ واصبح عمر بن سعد فی ذلک الیوم وھو یوم الجمعۃ وقیل یوم السبت العاشر من المحرم فعبأ اصحابہ وخرج فیمن معہ من الناس نحو الحسین علیہ السلام الخ۔ یعنی کہ صبح روز جمعہ دسویں محرمؑ کو عمر ابن سعد ملعون اپنی جگہ سے اٹھا اور اپنے خیمہ سے باہر آیا۔ اس کے ہمراہ لشکر تھا وہ سب کے سب اسلحہ لگائے ہوئے تھے پھر اس نے حضرت امام حسینؑ کی طرف رخ کر کے کہا کہ صبح نمودار ہو گئی ہے مطلب یہ تھا کہ مہلت صرف ایک شب کی تھی اب مہلت کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ اس کے ساتھ جو لشکر تھا وہ تمام میدان کربلا میں اس طرح پھیلا ہوا ہے۔

جن مقامات، قبیلوں اور طوائف سے لشکر یزیدی آیا تھا ان کے نام یہ ہیں۔

نمبر	نام	نمبر	نام
۱ •	ملک شام	۱۵ •	اہل عبادہ
۲ •	حلب	۱۶ •	طوائف مضر
۳ •	گروہ خوارج	۱۷ •	قبائل ربیعہ
۴ •	تکریت	۱۸ •	مذحج
۵ •	ساباط	۱۹ •	خزاعہ
۶ •	موصل	۲۰ •	یربوع
۷ •	بصرہ	۲۱ •	محلب
۸ •	مدائن	۲۲ •	بنط
۹ •	عراق	۲۳ •	شاکریہ
۱۰ •	حمیر	۲۴ •	خزیمہ
۱۱ •	قبیلۂ کندہ	۲۵ •	مسجد نبی زہر
۱۲ •	آل مطعون	۲۶ •	روساء کوفہ
۱۳ •	حی جشم	۲۷ •	شام کے امراء
۱۴ •	طائف سکون	۲۸ •	گھوڑوں اور اونٹوں اور سامان اسلحہ کے نگران وغیرہ

غرضکہ بے شمار لشکر یزیدین جمع ہوا تھا ؎

جزایزد کہ دانست آنرا شمار
کہ چوں آں ندید انجمن روزگار

اونٹوں کی آوازیں، گھوڑوں کے ہنہنے، تلواروں کی جھنکار، نیزوں اور کمانوں کے کھڑکنے کی آواز۔ ہوا ءگرد و غبار، نقارۂ جنگ کی آواز۔ یہ سب کچھ عمر بن سعد کے لشکر ستم شعار میں تھا۔ ان آوازوں اور فوج اعداء کے غل و شور کو سن کر خیام اہلبیتؑ میں بچے دہل رہے تھے۔ عورات سہمی ہوئی تھیں۔ عمر بن سعد قتل فرزند رسول خدا میں کوشاں تھا ؎

پی ملک رے مرد بے نام و ننگ
در آن دشت کین با خدا داشت جنگ

یعنی عمر ابن سعد ملعون نے ملک رے کی حکومت کے لالچ میں نا خدا سے دین سے جنگ اٹھائی ہوئی تھی ؎

بنودے گر آن خون پاک خدا
ملقب بثار اللہ آمد چرا

اگر حضرت امام حسین علیہ السلام کا خون نہ بہایا جاتا تو اس خون ناحق کا بدلہ لینے کی صورت میں خدا کی صفت ثار قرار نہ پاتی۔ ثار کے معنی ہیں۔ بدلہ خون کا لینا عمر بن سعد بد نہاد نے اپنے لشکر کو ترتیب اس طرح دیا کہ پیادہ اور سوار جدا جدا کئے اور پیادوں کو شبث بن ربعی کے ماتحت کیا اور سواروں کو عروہ بن قیس کی سرکردگی میں مقرر کیا۔ الشیخ مفیدؒ لکھتے ہیں۔ وکان علی میمنۃ عمرو بن الحجاج وعلی میسرتہ شمر ذی الجوشن وعلی الخیل عروۃ بن قیس، وعلی الرجالہ شبث بن ربعی واعطی الرایتہ دریداً مولاہ۔ یعنی کہ عمر بن سعد نے عمرو بن الحجاج کو اپنے لشکر کا میمنہ سپرد کیا اور اس کا سالار قرار دیا اور میسرہ پر شمر ملعون کو سردار کیا اور علم خولی کے حوالہ کیا اور خولی کو

جن مقامات، قبیلوں اور طوائف سے لشکر یزیدی آیا تھا ان کے نام یہ ہیں۔

۱	ملک شام	۱۵	اہل عبادہ
۲	حلب	۱۶	طوائف مضر
۳	گروہ خوارج	۱۷	قبائل ربیعہ
۴	تکریت	۱۸	مذحج
۵	ساباط	۱۹	خزاعہ
۶	موصل	۲۰	یربوع
۷	بصرہ	۲۱	محلب
۸	مدائن	۲۲	بنط
۹	عراق	۲۳	شاکریہ
۱۰	حمیر	۲۴	خزیمہ
۱۱	قبیلۂ کندہ	۲۵	مسجد نبی زہر
۱۲	آل مطعون	۲۶	روساء کوفہ
۱۳	حیٔ جشم	۲۷	شام کے امراء
۱۴	طائف سکون	۲۸	گھوڑوں اور اونٹوں اور سامان اسلحہ کے نگران وغیرہ

غرضکہ بے شمار لشکر بیدین جمع ہوا تھا ؎

جزایزد کہ دانست آنرا شمار
کہ چوں آں ندید انجمن روزگار

اونٹوں کی آوازیں، گھوڑوں کے ہہنے، تلواروں کی جھنکار، نیزوں اور کمانوں کے کھڑکنے کی آواز۔ ہوہاء گرد وغبار، نقارۂ جنگ کی آواز۔ یہ سب کچھ عمر بن سعد کے لشکر ستم شعار میں تھا۔ ان آوازوں اور فوج اعداء کے غل و شور کو سن کر خیام اہلبیت ؑ میں بچے دہل رہے تھے۔ عورات سہمی ہوتی تھیں۔ عمر بن سعد قتل فرزند رسول خدا میں کوشاں تھا ؎

پی ملک رے مرد بے نام و ننگ
در آن دشت کیں با خدا داشت جنگ

یعنی عمر ابن سعد ملعون نے ملک رے کی حکومت کے لالچ میں نا خدا سے دین سے جنگ اٹھائی ہوئی تھی ؎

بنودے گر آن خونِ پاک خدا
ملقب بثار اللہ آمد چرا

اگر حضرت امام حسین علیہ السلام کا خون نہ بہایا جاتا تو اس خون ناحق کا بدلہ لینے کی صورت میں خدا کی صفت ثار قرار نہ پاتی۔ ثار کے معنی ہیں۔ بدلہ خون کا لینا عمر بن سعد بد نہاد نے اپنے لشکر کو ترتیب اس طرح دیا کہ پیادہ اور سوار جدا جدا کئے اور پیادوں کو شبث بن ربعی کے ماتحت کیا اور سواروں کو عروہ بن قیس کی سرکردگی میں مقرر کیا۔ الشیخ مفیدؒ لکھتے ہیں۔ وکان علی میمنۃ عمرو بن الحجاج وعلی میسرتہ شمر ذی الجوشن وعلی الخیل عروۃ بن قیس، وعلی الرجالہ شبث بن ربعی واعطی الرایتہ دریدًا مولاہ۔ یعنی کہ عمر بن سعد نے عمرو بن الحجاج کو اپنے لشکر کا مینمیہ سپرد کیا اور اس کا سالار قرار دیا اور میسرہ پر شمر ملعون کو سردار کیا اور علم خولی کے حوالہ کیا اور خولی کو

عمرو بن حجاج کی کمک کرنے کے لیے مامور کیا۔ اور ایک دوسرا حرملہ لعین کو سونپا اور اس کو شمر ملعون کی کمک کے لیے مخصوص کیا۔ عمر بن سعد خود قلب لشکر میں رہا اور اس نے اپنا خاص علم اپنے غلام درید کو دیا۔ اور اپنا تیر و کمان اپنے پسر حفص کی سپرد کیا اور اسے بھی قلب لشکر میں بھیجا۔ حصین بن نمیر لعین کو کمان داروں کا سردار مقرر کیا اور ان کی طرف بھیجا۔ محمد اشعث کو لشکر سنگ اندازان کا سالار بنایا (سنگ اندازوہ فوج تھی کہ جو پتھر مارتی تھی) ابو ایوب غنویرا کو بیلداروں پر مقرر کیا۔ مختصر یہ ہے کہ اس نے ہر ایک کمینہ اور ظالم کو سرداری پر فائز کیا، بعدہ' ابن سعد بد بخت خود اپنے گھوڑے پر سوار ہوا لشکر کو امام حسین علیہ السلام پر حملہ کرنے کے لیے حرکت دی۔ اور اس کے دائیں بائیں طرف لشکر جرار ہمراہ تھا۔ جب گردو غبار اٹھا۔ طبل و ناقوس کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اور فوج ناہنجار کی ہاء ھو کی صدائیں گونجنے لگیں تو اس وقت دین اسلام گویا کف افسوس ملنے لگا۔ رخ جبرئیل سے رنگ اڑنے لگا۔ کیونکہ اعدائے دین کشتی دین کو غرق کرنا چاہتے تھے۔ اور یہ لشکر کشی فرزند رسول خدا کے قتل کرنے کے لیے تھی۔

امام حسینؑ کا اہلحرم کو تلقین صبر کرنا

کہ دل برگرفت از جہان ناخدا
ہمی یا علیؑ گفت و یا مصطفےٰ

اس وقت ہنگامہ جنگ دیکھ کر لشکر حق رنجیدہ ہو رہا تھا اس لیے کہ یہ معلوم کیسے کہ گو میں کہ حسین سبط رسول خدا، امام ہدیٰ۔ ناخدائے سفینۂ اہلبیت و عترت

رسول خدا کے قتل کے درپے ہیں سب ہی نے یک زبان ہو کر یا علیؑ کہا اور یا مصطفےٰ کہا اور اپنے سینے ان ظالموں کے تیروں کا نشانہ بنا دیئے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس وقت ہمارے بابا خیمہ کے سامنے تشریف فرما تھے۔ اور اور لشکر ضلالت پیش نظر تھا۔ آپ نے خداوند عالم کی بارگاہ میں مناجات کرتے ہوئے عرض کیا اللھم انت ثقتی فی کل کرب و رجائی فی کل شدۃ ---- الخ یعنی آپ نے فرمایا اے اللہ مجھے تیری ذات کا سہارا ہے۔ مجھے استواری تیری ذات سے ہے ہر کرب و رنج و بلا میں تو ہی میرا سہارا ہے۔ امام حسینؑ مشغول مناجات تھے اور خیام میں اہلحرم گریہ و بکا کر رہے تھے علامہ کتاب ریاض میں لکھتے ہیں کہ آل رسول میں ایک قیامت برپا تھی۔ آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا حالت متغیر ہو رہی تھی عورتیں سر و سینہ پیٹ رہی تھیں۔ یہ حالت دیکھ کر امام حسینؑ نے ان سے فرمایا کہ اے اہلحرم یہ کیا حالت ہے۔ صبر کرو صبر کرو۔ ابھی تو ہم سب زندہ ہیں اور بعد عصر جب ہم شہید ہو جائیں گے تو پھر نوحہ و ماتم کرنا۔

الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

روز عاشوراء دونوں لشکروں کا بالمقابل صفین باندھنا

روایت ہے کہ روز عاشوراء محرم بوقت اول طلوع آفتاب۔ لشکر حضرت امام حسین علیہ السلام اور عمر بن سعد بد نہاد کے لشکر نے ایک دوسرے کے مقابل صف آرائی کی۔ اس وقت امام حسین علیہ السلام نے بھی اپنا مرکب (گھوڑا) طلب کیا۔ غلام حضرت۔ ذوالجناح کو لے کر حاضر ہوا۔ ذوالجناح نے زبان بے زبانی سے الصباح بالخیر کہا۔ محمد بن ابی طالب الموسوی سے بحار میں منقول ہے فقرب الی الحسین

فرسا فاستوی علیہ وتقدم نحو القوم فی نفر من اصحابہ وبین یدیہ بریر بن حضیر (مرکب گھوڑا) امام عالی نسب آپ کے سامنے لایا گیا۔ اور حضرت امام حسین گھوڑے پر سوار ہے۔ اور آپ عمر بن سعد کے لشکر کی طرف تشریف لے چلے۔ چند اصحاب امام عالیمقام کے ہمراہ چلے اور ان میں بریر بن خضیر ہمدانی امام حسینؑ کے آگے آگے تھے کہ اگر کوئی گزند پہنچے تو اسے وہ خود برداشت کریں اور امام محفوظ رہیں۔ سپاہ کوفہ و شام کی نظر امام حسینؑ پر پڑی کہ دیکھیں امام حسینؑ کیا فرماتے ہیں۔ امام حسینؑ نے اس وقت بریر سے فرمایا کہ اس قوم سے تم خطاب کرو۔ آپ نے خطاب کیا یعنی کہ اے قوم نابکار خدا سے کیوں نہیں ڈرتے کہ آل رسولؐ کو قتل کرنے کے لیے جمع ہوئے ہو۔ آل رسولؐ یعنی حسینؑ نواسہ رسول خدا نے شب عاشورا بڑے رنج و محن میں گزاری ہے۔ اگر آنحضرت رسولؐ خدا پر تمہارا اعتقاد ہے۔ اور تم مسلمان ہو تو حسینؑ پر بھی ایمان لاؤ۔ ؎

حسینؑ است ایں جسم و جان نبیؐ

کو خوردہ است شیراز زبان نبیؐ

ہمہ دختران دختران دینہ!

ببرج عفاف اختران دنید

تمہارا اس فوج کشی سے کیا مقصد ہے آخر تم کیا چاہتے ہو۔ آخر تم کیوں آل رسولؐ کے قتل کے درپے ہو لیکن اس لشکر بے دین نے کوئی جواب نہ دیا۔ بریر نے فرمایا کہ تم لوگ جواب کیوں نہیں دیتے پھر جواب ملا کہ بیعت یزید کرنا ضروری ہے ورنہ جنگ لازمی ہے۔ بریرؓ نے ہر چند فرمایا کہ فرزند رسول خدا تمہارے مہمان ہیں اور مہمان پر جفا کرنا روا نہیں ہے۔ فجعل القوم یرمونہ بالسھام

فرجع بریر الی ورائہ۔ اس قوم بدکردار نے نصیحت کا کوئی اثر نہیں لیا بلکہ تیر باراں شروع کر دی تو جناب بریرؓ نے بھی جواباً ان پر تیر مارے اور فوج اعدائے سے تیروں کی بارش ہوتی رہی۔ اعدائے دین پتھر برساتے رہے جد مبارک امام حسینؑ زخمی ہو گیا تھا۔ اور حضرت زینبؑ خاتون نے بھائی کے جسم مبارک سے تیر نکالے۔

فلما عبا عمر بن سعد اصحابہ المحاربۃ الحسین بن علی علیھما السلام ورتبھم مراتبھم واقام الرایات فی مواضعھا وعبا اصحاب المیمنۃ والمیسرۃ۔ جب صبح روز عاشورا عمر بن سعد نے اپنی فوج کو امام حسینؑ کے لشکر پر حملہ کا حکم دیا تو مکمل طور پر علم لشکر کھل گئے اور ہر طرح کے حملہ شروع ہو گئے۔ ادھر امام حسینؑ کے اصحاب باوفا نے بھی شجاعت کے جوہر دکھلائے۔ عمر بن سعد اپنی فوج سے کہنے لگا کہ خدارا ثابت قدم رہو۔ اور پھر رفتہ رفتہ تیر خیام امام حسینؑ کی طرف آنے لگے۔

خطبہ و موعظہ امام حسین علیہ السلام پیش لشکر عمر بن سعد

محمد بن ابی طالب الموسوی لکھتے ہیں کہ۔ د تقدم الحسین حتی وقف بازاء القوم فجعل ینظر الی صفوفھم کانھم السیل ونظر الی ابن سعد واقفا صنادید الکوفۃ۔ یعنی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام پیش لشکر عمر بن سعد آئے اور لشکر پر نظر ڈال اتفاقاً۔ آپ کی نگاہ عمر ابن سعد ملعون پر پڑی دیکھا کہ وہ ملعون کھڑا ہوا ہنس رہا ہے۔ آپ نے لشکر کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ الحمد للہ الذی

خلق الدنیا فجعلها دار فناء وزوال متصرفۃ با هلها حالا بعد حال فالمغرور من رکن الیها و تخیب طمع من طمع الیها۔
یعنی حمد و ستائش خدا کے لیے ہے کہ اس نے دنیا پیدا کی اور اس کو زوال پذیر قرار دیا۔ یہ دنیا ہر ایک کو دھوکا دیتی ہے۔ اور جاہل لوگ اس کے دام فریب میں آجاتے ہیں۔ اور وہ شخص شقی ہے کہ جو اس دنیا کے جال میں پھنس جائے۔ اے لوگو میں دیکھتا ہوں کہ تم نے ایک ایسے امر پر اجتماع کیا ہے کہ جس سے خدا خوش نہیں ہے۔ اور خدا کا عقاب و عذاب تم سے قریب ہے۔ تم نے خدا کا اقرار کیا ہے۔ اقررتم بالطاعۃ وامنتم بالرسول محمد صلی اللہ علیہ واٰلہ ثم انکم زحفتم الی ذریتہ وعترتہ تریدون قتلھم۔
یعنی اولاد خدا کی اطاعت ہے جو سب پر واجب ہے۔ تم نے خدا کا اقرار کیا ہے اور میرے جد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ پر ایمان بھی لائے ہو۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ذریت رسول خدا اور ان کی عترت اغوا کر لیا ہے۔ پس وائے ہے تم پر اور تمہارے ارادوں پر کہ تم آخر کار مرنے کے بعد رسول خدا کے سامنے جاؤ گے۔ ؎

برشما از قتل فرزند رسولؐ
میشود بے شک عذاب حق نزول

یعنی وائے ہو تم پر کہ تم فرزند رسول خدا کو قتل کر کے عذاب خدا کو دعوت دے رہے ہو۔ بعدہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس آیہ مجیدہ کی تلاوت فرمائی ھؤلاء القوم کفروا بعد ایمانھم اس پر عمر ابن سعد نے کہا کہ حسین کو ایک ہی جواب دو اور ان کو خموش کر دو۔ اور کہنے لگا کہ حسینؑ اس شخص

کے فرزند ہیں کہ جو فصاحت و بلاغت میں اپنا مثل نہیں رکھتا تھا۔ اسی اثناء میں شمر ولد الحرام قلب لشکر سے نکلا اور سامنے آ کر کہنے لگا کہ ما ھذا الذی تقول افھمنا حتی نفھم۔ یعنی اے حسینؑ تم کیا کہہ رہے ہو ہم اس کا جواب دیں گے امام عالیمقام نے فرمایا۔ اقول اتقوا اللہ و لا تقتلونی فانہ لا یحل لکم قتلی ولا انتھاک حرمتی۔ فرمایا کہ خدا سے ڈرو مجھے قتل نہ کرو۔ میرا خون تم پر حلال نہیں ہے۔ حرمت ضائع نہ کرو کیونکہ میں فرزند فاطمہ زہراؑ ہوں میری نانی خدیجۃ الکبریٰ ہیں میرے بھائی حسنؑ مجتبیٰ ہیں کہ ہمارے بارے میں آنحضرت نے فرمایا ہے کہ حسن و حسینؑ جوانان بہشت کے سردار ہیں۔ اور جنتی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن امام حسینؑ کے موعظہ اور نصیحت کا ان لوگوں پہ کوئی اثر نہ ہوا۔

خطبہ و موعظہ امام حسینؑ بقول شیخ مفیدؒ

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب الارشاد میں فرمایا ہے کہ و دعی الحسین علیہ السلام براحلۃ فرکبھا۔ یعنی کہ امام حسینؑ نے اس قوم نابکار کی نصیحت کے لیے خطبہ و موعظہ دینا چاہا تو آپ نے ناقہ طلب فرمایا کہ اس پر سوار ہو کر لشکر اعداء سے خطاب فرمائیں ؎

بفرمود تا ناقۂ راہوار — کشیدند سلطان دین شد سوار
پی وعظ آنقوم گم کردۂ راہ — برون رفت تنہا ز قلب سپاہ
بیائید بر آں پہنہ ہولناک — کہ از دی ہمی بوے خون داد خاک
زبانگ ستور و سلیح و حراب — دل شیر در ندہ میگشت آب

بجائے بلندی برآمد چو ماہ — کہ دیدی درا پاک کوفان سپاہ
یکیتی دو حذر سید بتمو دچہر — یکے از زمین ودگر از سپہر
پی وعظ خیل ستم ایستاد — لب تشنہ را بر نصیحت کشاد

یعنی کہ وہ فرزند ساقی کوثر اپنے پدر خیبر شکن کی طرح لشکر اعداء کی صفوں کے مقابل پہنچا اور ونادی باعلی صوتہ یا اھل العراق ۔ یعنی باواز بلند ان کو مخاطب کیا تمام لشکر نے جب آپ کی آواز سنی تو حضرت کی طرف متوجہ ہوئے کہ دیکھیں حضرت کیا فرماتے ہیں ۔ فقال ایھا الناس اسمعوا قولی ولا تعجلوا حتی اعظکم بما یحق لکم ۔ یعنی فرمایا کہ اے گروہ مردم میری بات سنو اور مجھے قتل کرنے میں عجلت نہ کرو ۔ مجھ پر فرض ہے کہ تمہیں نصیحت کروں ۔ اگر تم لوگوں میں ذرا سا بھی انصاف کا جذبہ ہے تو بہتر ہے ۔ فاجمعوا رایکم ثم لا یکن امرکم علیکم غمۃ ۔ یعنی میرا موعظہ سننے کے بعد تم آپس میں غور کرو ۔ مشورہ کرو ، اور مجھے قتل کرنے میں تم لوگ اتفاق کرو ۔ تاکہ بعدہ تمہیں پچھتانا نہ پڑے ۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ پھر امام عالیمقام حمد خدا بجا لائے اور اپنے جد پر درود سلام بھیجا ۔ فلم یسمع متکلم قط قبلہ ولا بعدہ ابلغ منہ فی منطق ۔ یعنی جیسی کہ آپ حمد و ثنا و نعت رسول خدا بجا لائے اور جیسا کہ آپ نے خطبہ بیان فرمایا ۔ اس سے پہلے اور اس کے بعد کسی نے ایسا خطبہ نہیں دیا ؎

نشد یکی خطبہ وعظ استاد
کہ والہ شد این گنبد لاجورد

آنحضرت امام برحق نے جو اتمام حجت کے لیے دلائل دیتے ہیں ان میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اے گروہ مردم فانسبونی فانظرونی من انا ثم راجعوا

الی انفسکم وعاتبوھا فانظروا اھل یصلح لکم قتلی وانتھاک حرمتی ۔ یعنی فرمایا کہ اے گروہ کوفہ و شام تم میرے بارے میں سوچو تو یہی کہ عرب میں مجھ جیسا کون ہے ۔ حسب و نسب کے اعتبار سے کوئی میری مثل نہیں ہے ۔ میرے ماں باپ اور میرے جد اور بھائی تمام کائنات میں افضل ہیں تو پھر تم میرے قتل کو جائز کیوں سمجھتے ہو ۔ میں تو تمہارے نبیؐ کی دختر کا بیٹا ہوں ۔ میں حمزہؓ کا بھتیجا ہوں ۔ میں اور میرے بھائی حسنؑ جوانان جنت کے سردار ہیں ۔ اگر میری یہ باتیں درست ہیں تو تسلیم کرو ۔ زید ابن ارقم ، سہیل سعدی سے پوچھو جب حضرت اس مقام پر پہنچے تو شمر ولد الحرام لشکر سے باہر آیا اور بلند آواز سے کہا ۔ ھو یعبد اللہ علی حرف ان کان یدری ما یقول یعنی حسین ۔ خدا کی عبادت تو ایک حرف کے ساتھ ہوتی ہے یہ معرکہ جنگ و جدل ہے ہم سے زیادہ کہنا بیکار ہے ۔ رگالی کا مترادف ہے امام حسین علیہ السلام کا کلام قطع ہوا ۔ اس وقت حبیب ابن مظاہر آگے بڑھے اور فرمایا کہ اے ولد الحرام تجھے دین کا کیا پتہ تو کیا جانے کہ حسین کیا کہہ رہے ہیں ۔ خداوند عالم کی عبادت تو بہتر حروف سے کی جاتی ہے ۔ اور پھر امام حسینؑ نے لشکر بے دین کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ بلا وجہ اپنے پیغمبرؐ کے نواسے کو قتل کرتے ہو ۔ ویلکم اتطلبونی بقتیل منکم قتلتہ او مال لکم استھلکتہ او بقصاص من جراحۃ ۔ آخر اے لوگو کیا میں نے تم میں سے کسی کو قتل کیا ہے کہ مجھ سے اس کے خون کا مطالبہ کرتے ہو ۔ یا کسی کا مال میرے ذمہ ہے جو مجھ سے چاہتے ہو ۔ یا میں نے کسی کو زخمی کیا ہے جو قصاص چاہتے ہو ۔ لیکن اس قوم نے کوئی جواب نہ دیا ۔ امام حسینؑ نے چند ایک نام لے کر خطاب کیا ۔ فرمایا اے حجاز ابن الحرای قیس بن

اشعث! اے زید ابن حرث کیا تم لوگوں نے مجھے خطوط ارسال نہیں کئے۔ کہ جس کی وجہ سے میں یہاں آیا ہوں لیکن لشکر عمر بن سعد میں سے کسی نے کچھ جواب نہیں دیا۔ حُر ریاحی لشکر ابن سعد میں التجا کی چنانچہ صاحب تبر مذاب لکھتے ہیں۔

فواللہ کاتبنالک ونحن الذین اقدمناک۔ یعنی واللہ۔ خدا کی قسم۔ اے اہل کوفہ خطوط لکھنے کے بعد اب انکار کرتے ہو۔ اور یہ کام کر رہے یعنی درپے قتل ہو۔ قیس ابن اشعث کہ جس نے امام عالیمقام کو خط ارسال کیا تھا کہنے لگا کہ لا ندری ماتقول کہ اے پسر فاطمہ ہم نہیں سمجھتے کہ تم کیا کہتے ہو۔

ولکن انزل علی حکم بنی عمک فانھم لایرونک الا ما تحب۔

یعنی ہم تو صرف اسی میں آپ کی بہتری سمجھتے ہیں کہ تم بیعت یزید کر لو۔ چنانچہ یہ سن کر امام حسینؑ نے فرمایا کہ واللہ لا اعطیکم بیدی اعطاء الذلیل ولا اقر لکم اقرارا بعبید۔ یعنی کہ خدا کی قسم میں اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں نہیں دوں گا۔ اور ایسی ذلت ہرگز گوارا نہیں کروں گا۔ اور میں طوق بیعت یزید اپنی گردن میں ہرگز نہیں پہنوں گا ؎

راضیم بر دود ستم ساربان

نیستم راضی بہ ننگ دودمان

جملہ دانند آنکہ حیدر دودہ ام

راہ صحرائے فنا پیمودہ ام

یعنی میں اپنے خاندان کی عزت کی بربادی پر راضی نہیں ہو سکتا دنیا جانتی ہے کہ میں حیدر صفدر کا فرزند ہوں۔ صحرا بصرہ پھرنا گوارا ہے۔ لیکن بیعت یزید نہیں کروں گا۔ (مترجم)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے بھی خلفاء ثلاثہ میں سے کسی کی بیعت نہیں کی یزید بن معاویہ کی بیعت کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ امام حسین علیہ السلام بھوکا و پیاسا شہید ہونا قبول کیا مگر بیعت یزید نہیں کی حتیٰ کہ جب امام حسینؑ کا سر بریدہ دربار ابن زیاد میں پہنچا اور سر مبارک اس کی نذر کیا گیا تو امام حسینؑ نے باعجاز آنکھیں بند کرلیں کہ اس کے چہرہ نحس پر نظر نہ پڑے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا ایک خطبہ
بروایت مناقب

کتاب ریاض میں ہے۔ لما صبحت جند اللہ وحزبہ وعبادہ المکرمین فی النشاتین اعنی اصحاب الحسین بن علی علیہما السلام بعد سہر اللیل و فراق النوم و خیال الیوم وتھیۃ اسباب الحرب و ادوات الطعن والضرب و التصمیم علی حفظ الحسین لحفظ انسان العین و العزم علی نثار الرؤس و بذل الارواح و النفوس فی نصر آل احمد المختار و الذب عن حریم الاطہار۔

یعنی جب آفتاب روز عاشورا نمودار ہوا تو اسی وقت سے آل محمدؐ کے لیے قیامت نمودار ہوگئی۔ لشکر ہادیٔ برحق اور لشکر طاغی عمر بن سعد صف بستہ ہوگئے۔ مرکبوں سے میدان بھر گیا۔ ناروا الفاظ لشکر باطل میں بلند ہونے لگے طبل جنگ بجنے لگا۔ لشکر عمر بن سعد کا شور و غل سن کر حضرت زینبؑ غم رسیدہ

نے امام حسینؑ کو خیمہ میں بلوایا۔ فضہ گئیں امام حسینؑ کو بلا کر لائیں۔ آپ نے فرمایا اے بہن کس لیے یاد کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اے بھائی یہ قوم نابکار تم کو نہیں پہچانتی تم اپنے حسب و نسب کا اظہار کرو۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے بہن میں تو پہلے ہی اپنا خاندانی تعارف کرا چکا ہوں۔ پند و نصیحت بھی کی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس قوم جفا کار نے کوئی اثر نہیں لیا۔ حضرت زینبؑ خاتون نے فرمایا اے بھیا تم میری خاطر ایک مرتبہ پھر اپنا خاندانی تعارف کراو شاید کہ یہ لوگ قتل سے باز آجائیں۔ پس حضرت زینبؑ خاتون کی فرمائش پر امام حسینؑ خیمہ سے باہر نکلے۔ علامہ مجلسیؒ بحار میں مناقب سے روایت کی ہے کہ صف آرائی ہونے کے بعد امام حسین علیہ السلام نصیحت کرنے کی غرض سے لشکر عمر ابن سعد کے سامنے تنہا تشریف لے گئے کہ ان روسیاہوں نے شور و غل مچانا شروع کر دیا۔ اور لشکر باطل میں ایک ہل چل مچ گئی۔ آپ نے چاہا کہ ان لوگوں سے خطاب فرمائیں آپ نے ان سے خموش رہنے کے لیے فرمایا۔ لیکن وہ خموش نہ ہوئے۔ آپ نے چاہا کہ ان لوگوں سے خطاب فرمائیں۔ آپ نے ان سے خموش رہنے کے لیے فرمایا۔ لیکن وہ خموش نہ ہوئے آپ نے پھر فرمایا اے گروہ مردمان میری بات سنو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے دل پتھر ہو گئے ہیں آخر کار لشکر میں خموشی چھا گئی تو آپ نے فرمایا تبا لکم ایتھا الجماعۃ و ترحا ا فحین انتصر حتمونا والھین متحیرین فاصرختکم مودین مستعدین سللتم علینا سیفا فی رقابنا وحششتم علینا نار الفتن خباھا عدوکم وعدونا فاصبحتم الباعلی اولیاءکم و یدا علیھم لاعدائکم بغیر عدل افشوہ فیکم

ولا امل اصبح لکم فیھم الا الحرام من الدنیا انالوکم وخسیس عیش طمعتم فیہ من غیر حدث کان منا ولا رای تفیل لنا مھلا لکم الویلات اذ کرہتمونا و ترکتمونا تجزتمونا والسیف لم یشھر والجاش طامن والرای لم یستحف ولکن اسرعتم علینا کطیرۃ الذباب و تداعیتم الیھا کتداعی الفراش فقبحا لکم فانما انتم من طواغیت الامہ وشذاذ الاحزاب و نبذۃ الکتاب و نفیۃ الشیطان وعصبۃ الاثام و محرفی الکتاب مطفی السنن وقتلہ اولاد الانبیاء و مبیری عترۃ الاوصیاء ملحقی العھار بالنسب و موذی المؤمنین و صراخ ائمۃ المستھزئین الذین جعلوا القرآن عضین وانتم ابن حرب واشیاء تعتمدون و ایانا تخاذلون اجل واللہ الخذل فیکم معروف وشجت علیہ عروقکم و توارثتہ اصولکم وفروعکم وثبت علیہ قلوبکم وغیشت صدورکم فکنتم اخبث شیء سنخا للناصب واکلۃ للغاصب الا لعنۃ اللہ علی الناکثین الذین ینقضون الایمان بعد توکیدھا وقد جعلتم اللہ علیکم کفیلا فانتم واللہ ھم الا ان الدعی ابن الدعی قد رکز بین اثنتین بین القلۃ والذلۃ وھیھات ما اخذ الدنیۃ الی اللہ ذلک ورسولہ وجدود طابت وحجور طھرت و انوف حمیۃ ونفوس ابیہ لا تؤثر مصارع اللئام علی مصارع الکرام الا قد اعذرت الا وانی زاحف بھذہ الاسرۃ علی قلۃ العتاد و خذلۃ الاصحاب۔

برائے اتمام حجت حضرت امام حسینؑ کا لشکر عمر بن سعد سے خطاب

بعدہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے بطور اتمام حجت لشکر بے دین سے خطاب فرمایا:

فان نھزم فھزا مون قدما　　فان نھزم فغیر مھزمینا!
وماان طبنا حبین ولکن!　　منایا نا ودولہ آخرینا

الا ثم لا تلبثون الا کریث ما یرکب الفرس حتی تدور بکم دور الرحی عھد عھدہ الی ابی عن جدی۔ اے قوم بیداد گر اے جفا شعار و اگر تم یہ گمان کرتے ہو کہ میرے قتل ہونے کے بعد ہمیشہ ہمیشہ دنیا میں رہوں گے ایسا نہیں ہے۔ جو زندہ ہے وہ موت کا ذائقہ چکھے گا۔ اور اس موت کی چکی تم پس کر رہ جاؤ گے۔ پس جب کہ موت یقینی ہے اور ضرور آنے والی ہے تو فاجمعوا امرکم وشرکاءکم ثم کیدونی جمیعا فلا تنظرون۔ میرے خون کے بہانے میں یعنی مجھے قتل کرنے میں جلدی نہ کرو۔ بلکہ اپنے امیروں، اور بڑے لوگوں کو جمع کرو۔ اور ان کے کہنے پر عمل کرو۔ اور اگر میرا قتل روا ہے تو البتہ مجھے مہلت نہ دو۔ انی توکلت علی اللہ ربی وربکم ما من دابۃ الا ھو اخذ بناصیتھا ان ربی علی صراط مستقیم ۔ لیکن مقام افسوس وتعجب ہے کہ ان مسلمانوں پر آپ کے مواعظ کا کوئی اثر نہ ہوا۔ تو آپ نے ایک آہ سرد بھری اور ان پر نفرین کی اور دعا کی ۔ اللھم احبس عنھم قطر السماء و

ابعث علیھم سنین کسنی یوسف وسلط علیھم غلام ثقیف یسقیھم کاسا مصبرۃ ولا یدع فیھم احد فانھم غرونا و کذبوا انت ربنا وعلیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر ——— جب عمر ابن سعد کے لشکر والوں میں سے کسی نے جواب نہ دیا تو حضرت نے فرمایا این عمر بن سعد ادعوا الی یعنی عمر بن سعد کہاں ہے۔ اس کو میرے سامنے لاؤ۔ لوگوں نے پسر سعد کو بلایا لیکن وہ سرد وکراہت ایا اور حضرت امام حسین سے بخالت ملاقات کی۔ امام حسین علیہ السلام اپنے ناقہ سے اترے اور فرمایا اے پسر سعد تو مجھے قتل کرنے پر تیار ہے اس امید میں کہ تجھے حکومت رے ہرگز نہ مل سکے گی۔ میں تجھ سے جو کچھ کہہ رہا ہوں بالکل درست ہے۔ مجھے قتل کر کے تو نہ دنیا میں خوش رہ سکتا ہے اور نہ آخرت میں۔ اور میں بحیثیت امام زمانہ دیکھ رہا ہوں کہ تیرا سر بریدہ کوفہ میں لٹکایا گیا ہے۔ اور لوگ تیرے سر پر پتھر مار رہے ہیں۔ لیکن عمر بن سعد ملعون یہ سن کر غصہ میں آگیا۔ اور حضرت امام حسینؑ کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور اپنے لشکر میں چلا گیا۔ اور اس بدنہاد نے ندا دی۔ نادی باصحابہ ما تنظرون بہ احملوا باجمعکم انما ھی اکلۃ واحد۔ یعنی اس نے کہا کہ اے لشکر والو تم کیا دیکھ رہے ہو کس بات کے منتظر ہو کس لیے خوش کھڑے ہو حملہ کرو یہ تو اکیلا ہے۔ صاحب تبر مذاب لکھتے ہیں کہ لما راھم صلوات اللہ علیہ مصرین علی قتلہ ۔ یعنی جب حضرت امام حسینؑ نے دیکھا کہ یہ لوگ قتل پر آمادہ ہیں۔ آپ نے قرآن مجید جو حمائل تھا اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا کہ میرے اور تمہارے درمیان یہ کتاب اللہ کافی ہے اور یہی حکم کرنے

والی ہے اس کے بعد آپ اپنے خیمہ کی طرف واپس آ گئے اور حضرت زینب
علیہا سے فرمایا جو کچھ کہتا و سنتا تھا وہ پورا ہو چکا یہ قوم جفا کار میرے قتل پر آمادہ
ہے۔ سوائے قتل اور کچھ ان لوگوں کو منظور نہیں ہے۔ ولا بد ان تروني
قتيلا طريحا مرملا بدمائي۔ اے بہن اب سوائے اس کے
کہ تم مجھے خاک و خون میں غلطاں دیکھو اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

لشکر عمر بن سعد کی حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب پر طعنہ زنی

جب کہ وقت چاشت روز عاشورا لشکر عمر ابن سعد ملعون حضرت امام حسینؑ
سے جنگ کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ بعض لشکریوں نے اپنے چہرہ پر نقاب ڈال لی
کہ حضرت حسینؑ ابن علیؑ سے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ لعن الله امة تنقبت و
تسرجت وتهيأت على قتل الحسين۔ اس وقت اکثر بے شرم و بے حیا
اپنے لشکر کی صف اول میں کھڑے تھے کہ قتل حسین ابن علی میں سبقت کریں
امام علیہ السلام پھر میدان میں آئے اور ان کو نصیحت کی۔ خدا و رسول کی یاد دلائی
اپنا حسب و نسب ظاہر کیا۔ مگر بے سود۔ ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ امام حسینؑ اس وقت
اس گروہ نابکار میں اس طرح تھے۔ جیسے گروہ یہود میں حضرت عیسیٰ اکیلے تھے۔
لما اتم احتجاج الامام وانتهى موعظة الامام ولم ينجع لهؤلاء
اللئام ولم يفدهم الا طغيانا وغرورا بل لم يزدهم الا استكبارا
ونفورا تبا المال وضاق المجال

امام حسینؑ علیہ السلام کا موعظہ اور احتجاج ختم ہوا۔ مگر اس قوم نابکار پر کوئی اثر نہ
ہوا بلکہ ان کی سرکشی حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ ولا يزيد الظالمين الا خسارا۔
چاروں طرف آپ اور آپ کے اصحاب پر طعن و طنز اور بدکلامی ہونے لگی۔ تو
آپ وہاں سے واپس آ گئے۔ اور بروایت شیخ مفیدؒ امام حسینؑ اپنی سواری سے
اتر آئے۔ اور آپ نے پھر اپنا گھوڑا طلب فرمایا۔ اور اس پر سوار ہوئے۔ اور
زین پر بیٹھنے کے بعد نیزہ طلب کیا۔ اور آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ خندق
میں آگ روشن کی جائے۔ چنانچہ اصحاب نے خندق میں خس و خاشاک اور لکڑیاں
وغیرہ ڈال کر آگ روشن کی۔ اور خندق خیام امام علیہ السلام کے تین طرف تھی۔
آگ کے شعلے بلند ہوئے جس سے پیاس کی شدت اور بڑھ گئی۔ کتاب الریاض
میں ہے۔ فاضطرم النار من الجوانب الثلثة حتى نار الخندق بجوانبها
شعلة واحدة والنيران من منتها الى السماء۔ آگ کے شعلے تین جانب سے خیموں
کو گھیرے ہوئے تھے۔ اور آسمان تک بلند ہو رہے تھے۔ اور بچے العطش العطش
پکار رہے تھے۔ اور ادھر فوج عمر بن سعد میں طبل جنگ بج رہے تھے جنگ کا
شور و غل ہو رہا تھا۔ معرکہ کی جنگ ہونے کو تھی ؎

ندیدو نہ بیند دگر روزگار
شبیہ صف کربلا کار زار

یعنی زمانہ نے نہ ایسی جنگ پہلے دیکھی ہے اور نہ آئندہ دیکھے گا جیسی کہ جنگ
کربلا ہے۔ شمر ولد الحرام نے جب آگ بھڑکتی دیکھی تو ہنسنے لگا۔ اور اپنے گھوڑے
کو تیزی کے ساتھ امام حسینؑ کے لشکر کی طرف لایا کہنے لگا اے حسین اتعجلت
بالنار في الدنيا قبل يوم القيامة۔ یعنی اے حسینؑ تم نے بڑی عجلت

روز قیامت سے پہلے ہی (معاذ اللہ) آگ کا مزہ چکھ لیا۔ حضرت امام حسینؑ نے فوراً ہی جواب دیا کہ یا ابن راعیۃ المعزی انت اولی بہا۔ اے پسر زن چرواہہ تو جہنم میں جانے کا سزاوار ہے اور آتش جہنم تجھے جلائے گی۔ مسلم بن عوسجہ جو عارف اہلبیت طاہرین تھے۔ اور حضرت کے اصحاب خاص سے تھے۔ امام حسین علیہ السلام سے اجازت چاہی کہ اس مردود کو تیر ماریں۔ لیکن امام حسینؑ نے اجازت نہیں دی کتاب امالی میں ہے کہ شیخ صدوق فرماتے ہیں کہ لشکر عمر بن سعد کا ایک شخص ابن ابی جویریہ خندق میں آگ دیکھ کر طعنہ زنی کی کہ اے حسینؑ اور اے اصحاب حسینؑ تمہیں آتش جہنم مبارک ہو۔ جب امام حسینؑ نے اس مردود کی آواز سنی اور استہزا کرتے ہوئے دیکھا تو ایک آہ سرد کھینچی اور فرمایا کہ خدایا تو اس بے دین کو آگ کا مزہ چکھا۔ اللّٰھم اذقہ عذاب النار فی الدنیا۔ یعنی اے خدا تو اس کو عذاب آتش کا مزہ چکھا۔ ابھی امام حسینؑ کا یہ فرمانا ختم نہ ہوا تھا کہ وہ پلید اپنے گھوڑے سے زمین پر گرا۔ کہ اس کا پیر رکاب میں پھنس گیا۔ اور گھوڑا خندق کی طرف بھاگا کہ ناگہاں وہ مردود آگ میں گرا اور جل کر سیاہ ہو گیا۔ عذاب آتش دنیا میں ملا۔ بروایت روضۃ الشہداء یہ مردود اسی طرح آگ میں جل کر فی النار ہوا ہے۔ اور روضۃ الشہداء میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ ایک اور شخص جس کا نام تمیم بن حصین فزاری تھا۔ اس نے بھی حضرت سید الشہداء علیہ السلام اور آپ کے اصحاب پر آوازہ کسا کہ نہر فرات سامنے بہ رہا ہے۔ حیوانات صحرائی سیراب ہوتے ہیں۔ مگر اے حسینؑ تم کو ایک قطرہ پانی بھی نہیں دیا جائے گا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرمایا یا پروردگارا۔ اللّٰھم اقتلہ عطشانا فی ھذا الیوم یعنی اے خداوندا تو اس شقی ازلی کو پیاسا قتل کر اور اس

اسی میں بھی آپ نے یہ فرمایا کہ آج کے دن ہی یہ پیاسا قتل ہو۔ ابھی امام عالی مقام کا یہ فرمانا ختم نہ ہونے پایا تھا کہ اس شقی کو پیاس محسوس ہوئی۔ دیکھتے دیکھتے پیاس نے اس پر غلبہ کیا۔ اور وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ اور وہ اپنے لشکر میں صف بہ صف پانی مانگتا رہا۔ کہ اسی اثناء میں کسی چوپایہ نے اس کے لات ماری اور وہ فی النار ہوا۔ ؎

بسم ستوران کو فان سیاہ
لگد کوب شد آن تن پر گناہ

اسی کی مثل ایک اور شخص محمد بن اشعث ابن قیس کندی نے بھی استہزاء کیا یعنی معاذ اللہ مذاق اڑایا اور کہا اے فرزند فاطمہ تجھے کیا حرمت خاندانی حاصل ہے کہ جو دوسروں کو نہیں ہے۔ تو حضرت امام حسینؑ نے یہ آیۂ مبارکہ تلاوت فرمائی۔

ان اللہ اصطفیٰ اٰدم و نوحا و آل ابراھیم و آل عمران علی العالمین ذریۃ الخ اور فرمایا کہ میرے نانا ذریت [illegible] سے ہیں اور ہم ان کی عترت طاہرہ ہیں اور میں یقیناً آل محمد ہوں۔ پھر آپ نے سر آسمان کی طرف بلند کیا اور فرمایا خداوندا تو سنتا ہے کہ ملعون کیا کہہ رہا ہے۔ ہمیں از روئے حسب ذلیل سمجھ رہا ہے۔ اور پھر آپ نے ایک آہ سرد بھری پس آہ سرد کا بھرنا تھا کہ اس شقی ازلی کے پیٹ میں درد اٹھا اور وہ گرم جلتی ہوئی ریت پر گرا اور اس کی کھال پھٹنے لگی اور فی النار ہو گیا۔

مقتل ابی مخنف میں ہے کہ ایک اور شقی لشکر ابن سعد سے نکلا اور اس نے امام حسین علیہ السلام کی طرف رخ کر کے کہا کہ تم نے (معاذ اللہ) جہنم میں جانے سے پہلے ہی آتش کا مزہ چکھ لیا۔ آپ نے اصحابؓ سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص

ہے بتلایا گیا کہ یہ جبیرہ کلبی ہے آپ نے خداوند قہار کی بارگاہ میں فرمایا پروردگار اس کو آگ کا مزہ چکھا کہ ناگاہ اس کا گھوڑا بھڑک گیا اور جب وہ خندق کے نزدیک پہنچا تو کلبی ملعون آگ میں گر پڑا اور فی النار ہوگیا۔ اس وقت اصحاب امام حسین نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اور کہا یا لہا من دعوۃ ما اسرع اجابتہا۔ کہ شکستہ دل کی دعا جلد مقبول ہوئی ہے اسی اثناء میں منادی آسمانی کی آواز آئی کہ اے حسینؑ اے پسر فاطمہؑ تم کو بشارت ہو کہ تمہاری دعا مستجاب ہے اور خدا سے جو مانگو خدا فوراً عطا کرے گا۔ واحسرتا اعدائے دین نے امام عالیمقام کا رتبہ نہ جانا اور آپ پر پانی بھی بند کر دیا۔ استہزاء بھی بند کر دیا۔ استہزاء بھی کہا امام حسینؑ کی شہادت کے بعد خیام میں آگ بھی لگا دی۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

استغاثہ امام حسینؑ اور قوم اجنہ کا مدد کے لیے آنا

کتاب الریاض میں ہے کہ لما تفاهل العسكران وضاقت ساحت الميدان وامتازت الرجالہ من الفرسان واخذ الشجعان من المنقدمين فی الجوللن۔ جب صبح روز عاشورا محرم لشکر حق و باطل آراستہ ہو گئے۔ اور صفین مقابل میں باندھ لیں اور تمام میدان سوار اور پیادہ سے بھر گیا اور مواعظ کا کوئی اثر نہ ہوا اور جنگ شروع ہونے کو تھی لشکر اعداء سیراب ہو رہا تھا اور لشکر امام حسینؑ پر پانی بند تھا۔ بلغ العطش علی الحسین علیہ السلام۔ چنانچہ جب عباس نے حضرت امام حسینؑ اور آپ کے بچوں، عزیزوں، اہل حرم اور اصحاب پر پیاس نے غلبہ کیا۔ تو اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایک آہ

جگر سوز کھینچی اور بروایت ابی مخنف فرمایا: هل من ناصر ينصرنا اما من مغيث يغيثنا اما من مجير يجيرنا۔ اما من طالب الجنة فيذب عنا اما من خائف من عذاب الله فيرحمنا۔ اما من معين فيكشف الكرب عنا۔ آیا ہے کوئی جو نصرت و یاوری آل محمد کرے۔ کوئی ہے جو ہمیں پناہ دے یہ آواز استغاثہ بروایت دربندی علیہ الرحمۃ فلک و ملک اور تمام گروہ ملائکہ اور اجنہ اور انبیاء و مرسلین نے سنی۔ سب نے لبیک کہا یہاں تک کہ خداوند عالم نے بھی لبیک کہا۔ اور جنات مدد و یاوری کے لیے خدمت امام حسین میں آئے۔ الشیخ اپنی کتاب المنتخب میں فرماتے ہیں۔ لما وقف الحسين عليه السلام فی موقف كربلا اتته افواج من الجن الطيارة۔ کہ کربلا میں جب امام حسینؑ نے استغاثہ بلند کیا ہے تو جنات کی فوج نے لبیک کہا اور جنات کربلا پہنچے اور خدمت امام حسینؑ میں عرض کیا اے سبط پیغمبرؐ ہم تمہاری نصرت و یاوری کے لیے آئے ہیں۔ ہمیں حکم دیجئے۔ یا حسینؑ نحن انصارك فمرنا بما تشاء فلو امرتنا بقتل كل عدو لكم لفعلنا۔ اے سلطان دین و دنیا ہم تو آپ کے یاور و انصار اور محب ہیں ہمیں حکم دیجئے کہ ان ملاعین کو قتل و غارت کریں۔ حضرت نے ان کو دعا دی آپ کی آواز استغاثہ قوم اجنہ نے سنی سب بے چین ہو گئے۔ مولا ہمیں حکم دیجئے کہ آپ کی نصرت کریں۔ امام عالیمقام نے ان سے فرمایا کہ میرا استغاثہ ان لوگوں سے اتمام حجت کے لیے ہے۔ وانی اخالف قول جدی حيث امرنی بالقدوم عليه عاجلا ولا۔ یعنی میں اپنے جد رسول خدا کے فرمان واجب الاذعان کی مخالفت نہیں کروں گا۔ مجھے میرے نانا نے بہت جلد اپنے پاس بلایا ہے۔ اور میں نے بوقت سحر خواب دیکھا ہے۔ کہ

قد ضمنی الی صدرہ وقبل ما بین عینی و قال یا حسینؑ ان اللہ شاء ان یراک مقتولا ملطخا بدمک مخضبا بدمائک مذبوحا من قفاک۔

یعنی میرے جد نامدار نے مجھے سینہ سے لگایا اور میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور فرمایا اے حسینؑ خدا تمہیں مقتول دیکھنا چاہتا ہے۔ خون میں آلودہ دیکھنا چاہتا ہے۔ اور تمہاری ریش (ڈاڑھی) خون سے خضاب شدہ دیکھنا چاہتا ہے۔ اور تمہارا سر پس گردن کٹا ہوا دیکھنا چاہتا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ

قد شاء اللہ ان یری حرمک سبایا علی الاقتاب المطایا۔

کہ خدا تمہارے اہل حرم کو قیدی رسن بستہ دیکھنا چاہتا ہے۔ اور شہر بشہر دیار شتران بے کجاوہ پر تشہیر ہونے دیکھنا چاہتا ہے۔ وانی ساصبر حتی یحکم اللہ بامرہ وھو خیر الحاکمین۔ اور میں خدا اور رسول کے فرمان پر صابر ہوں اور اس کا شکر ادا کرتا ہوں یہ سن کر تمام جن و پری روتے ہوئے واپس چلے گئے۔ اور شاہ زمن فوج اعداء میں رہ گئے۔ کبھی آسمان پر نظر کرتے تھے اور کبھی آپ زمین کربلا پر نظر کرتے تھے۔ یہ بھی معتبر روایت ہے کہ جس قدر وقت شہادت قریب ہوتا جاتا تھا۔ امام حسینؑ کے چہرہ مبارکہ شگفتہ ہوتا تھا۔ جناب زینب خاتون فرماتی ہیں کہ میں نے وقت رخصت آخر حسینؑ کے چہرہ پر نظر ڈالی تو حسینؑ نے کوئی خاص توجہ نہ کی۔ میں نے عرض کیا۔ اے میرے بابا کی یادگار اے بھائی حسینؑ کہاں جاتے ہو کیا ارادہ ہے۔ ہمیں کس کی سپرد کرتے ہو تو فرمایا حسبی اللہ نعم الوکیل۔ کہ میں تمہیں اللہ کی سپرد کرتا ہوں وہی تمہارا محافظ ہے اور اچھا محافظ ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت کے لیے فرشتوں کا نازل ہونا

ابو طاہر محمد بن الحسین کتاب معالم الدین میں جعفر بن الصادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ لما التقی الحسینؑ وعمر بن سعد لعنہ اللہ وقامت الحرب انزل اللہ تعالی النصر حتی رفرف علی راس الحسین ثم خیر بین النصر علی اعدائہ وبین لقاء اللہ فاختار لقاء اللہ۔

یعنی صبح روز عاشورا جب لشکر عمر بن سعد لشکر امام حسینؑ سے جنگ کرنے پر آمادہ ہوگیا اور صلح کے دروازے بند ہوگئے۔ تو اس وقت ملائکہ کی فوج نازل ہوئی کہ خدائے ذو الجلال والاکرام نے آپ کو دو کاموں میں اختیار دیا ہے ان دونوں کاموں میں سے ایک یہ بات ہے کہ فوج ملائکہ دشمن کی فوج کو تہ تیغ کر دے۔ اور آپ منصور و مظفر ہوں اور دوسرے یہ کہ آپ جام شہادت نوش کریں اور بہ طرف عالم جاودانی تشریف لے جائیں۔ آپ کو اختیار ہے کہ ان دونوں باتوں میں سے کوئی ایک بات تسلیم کریں اور آپ کے مدارج میں کسی صورت میں کمی نہ ہوگی۔ یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تیری راہ میں قربان ہونے کو پسند کرتا ہوں۔ ملائکہ کو امام حسینؑ نے اذن جہاد نہیں دیا۔ جنات پہلے ہی واپس چلے گئے تھے۔ اب جن و ملک کے بعد انبیاء مرسلین کی ارواح نے بھی نصرت کرنے کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا۔ تمام عالم کی ہر ایک شے نے نصرت پیش کی۔ ما حصل

یہ ہے کہ امام حسینؑ نے کسی کی نصرت و مدد قبول نہ کی مگر دو چیزوں کی نصرت قبول کی ایک خاک کربلا اور دوسرے ہوائے کربلا۔ امام حسینؑ نے خاک کربلا سے خطاب فرمایا کہ میری شہادت کے بعد مجھے اپنی آغوش میں لے لینا۔ اور ہوائے کربلا سے خطاب فرمایا کہ اے ہوا تو اپنے دامن میں خس و خاشاک اور گرد میری لاش پر ڈال دینا۔ تاکہ لاش چھپ جائے۔ ایسا ہی ہوا کہ امام حسینؑ کی لاش مطہر آغوش زمین کربلا میں دفن ہوئی پہلو میں دوسرے شہیدوں کی قبریں نہیں۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

حر بن یزید ریاحیؓ کا لشکر عمر بن سعد سے نکل کر لشکر امام حسینؑ میں شامل ہونا

ابی مخنف لکھتے ہیں کہ جب حر بن یزید الریاحیؓ کے کانوں میں آواز استغاثہ امام حسین علیہ السلام پہنچی کہ ہے کوئی مجھ سے غریب کی مدد کرے۔ مجھ سے دشمنوں کو دور کرے۔ تو حضرت حرؓ پر بڑا اثر ہوا۔ ابنہ الحر من التحیر وغرق فی بحر التفکر واخذت ضوادبہ فی ضربان التور ع د علی عروقہ وادواجہ دم تنبیع۔ اس وقت حر دلاور بحر حیرت میں ڈوب گیا اور سوچنے لگا کہ یہ کیا ہو گیا کہ میں حسینؑ کو یہاں سے کر آیا اور یہاں حسینؑ بے کسی کے عالم میں ہیں محبت حسینؑ نے جوش کھایا۔ اور اس باوفا نے نصرت و یاوری حسین کرنے کا عزم کیا۔ خداوند عالم کی توفیق شامل حال ہوئی۔ اور حرؓ وسوسہ شیطانی سے محفوظ رہا۔ بس حرؓ دلاور تازیانہ لیے ہوئے گھوڑے پر سوار ہوا اور عمر بن سعد بد نہاد کے

پاس گیا۔ اور فرمایا اے عمر امقاتل انت مع ھذا الرجل یعنی اے عمر کیا واقعاً اس غریب و بیکس سے مقاتلہ اور جنگ کا ارادہ رکھتا ہے یا محض بیعت لینے کے لیے یہ لشکر کشی کی ہے۔ وہ ولد الحرام بولا کہ صلح کی بات چیت ختم ہو گئی۔ اب صرف حسینؑ کو بیعت یزید نہ کرنے پر قتل کرنا باقی ہے اور ہمارے امیر ابن زیاد نے ہمیں یہی حکم دیا کہ حسین سے بیعت لو یا ان کا سر یزید کے دربار میں پیش کرو۔ یہ سن کر حرؓ کے چہرہ مبارک کا رنگ زرد ہو گیا پھر عمر سعد سے کہا کہ تو پسر فاطمہ کو قتل کرے گا تو روز محشر رسول خدا کو کیوں کر منہ دکھائے گا۔ کیا رسول خدا نے ان کے لیے یہ نہیں فرمایا کہ حسنؑ اور دونوں امام ہیں تو امام منصوص من الرسول کی اطاعت سے انحراف کرتا ہے اور یزید شوم کو امیر مانتا ہے یہ بھی کہا کہ حسینؑ بن فاطمہؑ نے چند باتیں پیش کی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ مجھے کسی دوسری طرف جانے دو میں کسی دوسرے اسلامی شہر میں زندگی گزاروں گا۔ مگر تم نے کوئی بات نہیں مانی۔ عمر بن سعد نے کہا کہ میں مجبور ہوں یہ سن کر حرؓ نے عقب کی طرف دیکھا اس کا بیٹا سپر و سنان لیے موجود تھا۔ دوسری طرف دیکھا تو اس کا چچا زاد بھائی قرۃ بن قیس ریاحی کھڑا تھا۔ حرؓ نے اس سے کہا کہ ھل سقیت فرسک۔ کیا تم نے اپنے گھوڑے کو سیراب کر لیا ہے۔ اس کو پانی پلایا ہے یا نہیں قرۃ حرؓ کی یہ باتیں سن کر سوچنے لگا کہ حرؓ مرد بہادر جنگ میں فاصلہ چاہتا ہے کہ پسر فاطمہؑ کے سامنے نہ جائے۔ حرؓ نے فرمایا کہ اچھا گھوڑے کو پانی پلاؤ۔ میں نے چاہا کہ گھوڑے کو سیراب کروں کہ دو مرتبہ امام حسینؑ کے استغاثہ کی آواز کانوں تک پہنچی۔ کہ امام حسین علیہ السلام فرما رہے ہیں۔ امامن مجیر یجیرنا، امامن معین یعیننا، اما من ناصر ینصرنا آیا کوئی ہے کہ جو میری مدد و نصرت کرے آل محمد کی فریاد کو پہنچے سے

کسی نیست کز شیران رزمگاہ ۔۔۔ دہد عترت مصطفےٰ پناہ
کسی نیست گار زہ مردے ۔۔۔ بہ درساند کان رحمت آردوے
چون آن زاری شاہ بشنید آسمان گوش ۔۔۔ دل حرؑ را گرد بلکہ آمد بجوش
چیست براو انچنان کار کرد ۔۔۔ کہ گلنار او گشت چون کاہ زرد
دش دوبہ بار غم بدونیمہ شد ۔۔۔ ز جان در گذشت و سراسیمہ شد

یعنی جیسے حر با وفا کے آواز استغاثہ امام حسین علیہ السلام سن دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ ابی مخنف کہتے ہیں کہ حر دلاور نے حضرت امام حسینؑ کی آواز جانگداز سن کر اپنے بھائی قرہ سے کہا کیا سن رہے ہو کہ حسینؑ استغاثہ کر رہے ہیں۔ اما تنظر الی الحسین علیہ السلام کیف یستغیث ولا یغاث ویستجیر ولا یجار۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حسینؑ فریاد کر رہے ہیں۔ مگر کوئی مدد نہیں کرتا فھل لک ان تسیر بنا الیہ ونقاتل بین یدیہ۔ بہتر ہوگا کہ اگر ہم اس لشکر ضلالت شعار سے نکل کر لشکر حق میں چلے جائیں اور جگر گوشہ مصطفےٰ کی نصرت کریں اور لشکر بیدین کو پارہ پارہ کریں۔ فان الناس عن ھذہ الدنیا راحلہ وکرامات الدنیا زائلہ فعلنا نفوز بالشہادۃ ونکون من اھل السعادۃ۔ اے برادر دنیا میں ہمیشہ نہیں رہنا آخر فنا ہونا ہے آئیے ہم مل کر شہادت حاصل کریں اور دشمن سے امام حسینؑ کی حفاظت کریں تاکہ روز محشر حضرت رسول خدا کے سامنے سرخرو ہوں۔ اور فرزند پیغمبر خدا کے ساتھ محشور ہوں قرہ بے سعادت کہنے لگا مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں اس کے حر باوفا نے اپنے بیٹے کی طرف دیکھا اور کہا اے پسر من تمہاری کیا رائے ہے۔ یابنی لا صبر لی علی النار ولا علی غضب الجبار ولا ان یکون غدا خصمی احمد المختار

مرا طاقت دوزخ و نار نیست ۔۔۔ ہمان طاقت خشم قہار نیست
نباید کہ چون روز محشر شود ۔۔۔ بمن خصم روح پیمبرؐ شود

یعنی حرؑ نے فرمایا اے بیٹا نار جہنم مجھے منظور نہیں ہے اور اتنی طاقت ہے کہ خدائے قہار کا عذاب برداشت کروں، اور روح پیغمبرؐ سے دشمنی رکھوں۔ یابنی سر بنا الیہ چلو حسین کی طرف اور بیکسی میں ان کی یاوری کریں۔ حرؑ کے بیٹے نے کہا بابا جان میں حسینؑ پر اپنی جان قربان کرنے کے لیے تیار ہوں مجھے آپ اپنا مطیع پائیں گے۔ فجعل یدنوا من الحسینؑ قلیلا قلیلا پس یہ دونوں پیکر شجاعت آہستہ آہستہ خراماں خراماں فوج اشقیاء سے نکلے اس وقت اوس مہاجر نے دریافت کیا اے سردار کہاں جاتے ہو کیا خیال ہے۔ لیکن حرؑ نے اس کو کوئی جواب نہ دیا فاخذہ مثل الافکل۔ اس وقت حرؑ کے بدن میں کپکپی تھی یعنی حرؑ کانپ رہا تھا۔ اس نے پھر سوال کیا کہ اے حرؑ میں تیری حالت پریشان دیکھ رہا ہوں آخر کیا بات ہے۔ جناب حرؑ نے کہا کہ واللہ اخیر نفسی بین الجنۃ والنار۔ اے اوس مہاجر قسم خدائے ذو الجلال کی میں اپنے آپ کو دوزخ اور جنت کے درمیان دیکھ رہا ہوں۔ لیکن میں راہ جنت اختیار کرتا ہے یہ کہہ کر گھوڑے پر تازیانہ مارا۔ اور مثل باد صرصر گھوڑا اڑا اور لشکر باطل سے جدا ہو اور لشکر حق میں پہنچ گیا۔ کتاب لہوف میں ہے یہ تحریر فرماتے ہیں۔ ویدہ علی راسہ وھو یقول اللھم الیک انبت فتب علی فقد ارعبت قلوب اولیائک واولاد بنت نبیک۔ یعنی حرؑ اپنے سر پر ہاتھ رکھے ہوئے صمیم قلب اور عاجزی سے پروردگار سے یہ عرض کرتا نکلا کہ پالنے میرا گناہ بخش دے میں نے تیرے نبی کی بیٹی کی اولاد کو مضطرب کیا میرا یہ گناہ بخش دے میں اس

پر شرمسار ہوں اور روتا ہوا جب اصحاب حسین کے نزدیک پہنچا۔ انہوں نے اس امام حسین تک پہنچنے کی اجازت دی اور جب حرؑ امام عالیمقام نواسہ شفیع امت کی خدمت میں پہنچا اور حسین علیہ السلام کے روئے مبارک پر نظر پڑی۔ گھوڑے اترا اور قدم امام حسینؑ پر آنکھیں ملیں۔ اور کہا یابن رسول اللہ التوبة التوبة۔ آپ کو میں آپ کے جد نامدار کے سر کی قسم دیتا ہوں میری خطا معاف کر دیجیئے۔ امام حسین علیہ السلام نے اس کا سر اپنے قدموں سے ہٹایا اور حرؒ پر گریہ طاری ہو گیا۔ اس وقت امام حسین نے فرمایا کہ اے حرؒ تو خدا و رسول کے سامنے سرخرو ہے روایت میں ہے کہ امام حسینؑ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور اس کو چند دقیقے اذن جہاد نہ تا کہ تازہ مہمان ہے کچھ تو سکون ملے۔ واحسرتا امام حسینؑ کا یہ عالم کہ حرؒ کے سر پر اپنا در مبارک رکھا مگر خولی ملعون نے امام حسینؑ کے سر بریدہ کو ایک شب اپنے گھر رکھا اور سر مبارک کو تنور میں رکھا۔

الا لعنة اللہ علی القوم الظالمین۔

عمر ابن سعد کا امام حسین علیہ السلام کی طرف تیر رہا کرکے جنگ کا آغاز کرنا

روایت ہے کہ روز عاشورا محرم حضرت حر بن یزید ریاحی اور ان کا پسر علی بن حرؒ اور غلام عروہ نامی لشکر باطل سے جدا ہو کر لشکر حق میں ملحق ہو گئے اور جب ابن سعد کو خبر دی تو اس ملعون نے بہت زیادہ غیض و غصہ کا اظہار کیا۔ الشیخ مفید علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ اس وقت اس ملعون نے اپنے غلام درید سے علم مانگا۔ونادی عمر بن سعد لعنہ اللہ یا درید ادن رایتك فادناھا۔

یعنی ابن سعد بدنہاد نے اپنے غلام درید سے کہا کہ علم لائے وہ مردود ضلالت آمیز جھنڈا لے کر سامنے آیا۔ اور صف اول کے سامنے کھڑا ہوا۔ اور اس جھنڈے کے ساتھ ساتھ عمر ابن سعد ملعون بھی اس جگہ کھڑا ہوا۔ اس کا فرزند حفص تیر و کمان لیے سامنے موجود تھا۔ اور عمر ابن سعد نے تیر و کمان لے کر کمان میں تیر رکھا تا کہ وہ لشکر امام حسینؑ پر رہا کرے۔ چنانچہ سب سے پہلے عمر ابن سعد نے تیر رہا کیا اور پکار کے کہنے لگا کہ اے گروہ شام و کوفہ گواہ رہنا کہ سب سے پہلے امام حسینؑ پر تیر ابن سعد ہی نے رہا کیا ہے۔ جنگ کا آغاز عمر بن سعد کے تیر سے ہوا۔ اور پھر باران تیر ہونے لگا۔ "روضة الصفا" میں ہے کہ امام حسینؑ کے ایک شیعہ نے اس سے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ جس شخص سب سے پہلے جہنم کا رخ اختیار کیا وہ تو ہی بدنہاد ہے۔ جب ابن زیاد ملعون نے اس سے یہ سنا تو عام باران تیر کرنے کا حکم دے دیا۔ امام حسینؑ نے اپنے اصحابؓ سے خطاب فرمایا قوموا رحمکم اللہ الی الموت الذی لا بد منہ۔ اے اصحاب باوفا اور اے میرے ناصر و مردانہ وار جہاد کرو۔ کہ اب دشمن تیروں کی بارش کر رہا ہے۔ پس جیسے ہی اصحابؓ نے اذن جہاد پایا۔ مبارز طلبی کرتے ہوئے۔ دشمن کی طرف بڑھے۔ محمد بن ابی طالب سے مروی ہے کہ دشمن کی فوج میں آٹھ ہزار تیر انداز تھے۔ اور اس طرف لشکر امام حسینؑ میں بمشکل تمام پچاس تیر انداز تھے۔ کتاب الریاض میں ہے کہ تیر اندازی کے ہنگامہ میں اکثر اصحاب امام حسینؑ زخمی ہوئے تو حضرت عباس علمدار علیہ السلام قلب لشکر سے نکل کر آگے بڑھے اور مثل شیر درندہ لشکر اعداء پر حملہ کیا۔ کتاب ریاض میں ہے۔ ففی ثمت رایة العباس و معہ انجاد الناس و تحرکت میمنة الزبیر فی فوج کانھم الصقودة من الطیر و تحرکت میسرة حبیب

ابن مظاہر علی میمنۃ ذلک الفرعون الکافر۔ پس جیسے ہی حضرت عباس علمدار نے قلب لشکر سے نکل کر فوج اعداء کا رخ کیا۔ جناب زہیر ابن قین نے میمنہ سے اور حضرت حبیب ابن مظاہر نے میسرہ سے فوج اعداء کا رخ کیا اور حملہ کر دیا۔ اور گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔ اور سپاہ حق نے ابن سعد کے سپاہ ضلالت شعار کو اس طرح شکست دی کہ پہلی صف دوسری صف پر اور دوسری صف تیسری صف پر جا گری اس طرح صفوں کی صفیں الٹتی ہوئی دور تک لشکر کی پشت تک پہنچی اور میدان کربلا میں گرد و غبار اڑ کر آسمان تک جا رہا تھا گھوڑوں کی ٹاپوں سے فضا گونج رہی تھی سپاہ امام حسین علیہ السلام نے بہادری سے سیکڑوں لشکر عمر بن سعد کے قتل کئے مقتل میں لاشوں پر لاشیں پڑی ہوئی تھیں حضرت عباس علمدار، حضرت قاسم ابن حسنؑ حضرت علی اکبرؑ نے اصحاب کو داد شجاعت دی۔ اور غازیوں کی ہمت بڑھاتے رہے۔ قال السید فی اللھوف میں تحریر کیا ہے فاقتتلوا ساعۃ من النھار حملۃ وحملۃ کر یعنی گذشتہ بھی ایک گھنٹہ جنگ مغلوبہ ہو رہی تھی۔ اور دونوں لشکروں کے درمیان جھڑپیں ہوتی رہیں۔ اور سپاہ عمر بن سعد کے بہت زیادہ لوگ داخل جہنم ہوئے اور بعد ازاں مقصد عند الشہداء تریپن ۵۳ اصحاب حسین بھی شہید ہوئے۔ اور مجروح ہوئے۔ اس جنگ مغلوبہ میں حضرت علی اکبر علیہ السلام بھی سپاہ حق کو داد شجاعت دیتے رہے۔ مگر آپ زخمی نہیں ہوئے کیونکہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے آزاد کردہ دس غلام جو لشکر امام حسین علیہ السلام میں مصروف جہاد تھے وہ حضرت علی اکبر کی حفاظت کرتے رہے جو تیر دشمن کی طرف سے آتا اسے اپنے سینہ پر روک لیتے تھے یہ خیال ہی تھا کہ اگر شہزادہ علی اکبر زخمی

ہو گئے تو ہم مولا و آقا حسینؑ کو کیونکر منہ دکھائیں گے۔ لیکن وا حسرتا ان غلاموں کو یہ خبر نہ تھی کہ ہنگام ظہر شہزادہ علی اکبر زخمی ہوں گے اور آپ کے سینہ پر برچھی لگے گی۔ اے شیعو جب شہزادہ علی اکبر علیہ السلام زخمی ہوئے۔ اور آپ نے دونوں ہاتھ گھوڑے کی گردن میں ڈال دیئے۔ پھر جب گھوڑے پر نہ سنبھلا گیا تو آواز دی بابا مدد کو آیئے۔ بابا جلدی تشریف لائیے۔ امام حسین علیہ السلام مقتل میں پہنچے دیکھا کہ اٹھارہ برس کا جوان بیٹا۔ ہم شبیہ رسول خدا۔ زمین پر پڑا ہے۔ ہاتھ سینہ پر ہے امام حسینؑ نے سینہ سے ہاتھ اٹھایا دیکھا کہ سینہ علی اکبر میں برچھی کی انی موجود ہے۔ امام حسینؑ نے نمعلوم۔ خدا جانے برچھی کی انی کس طرح نکالی۔ میری بستی کے ایک نامور شاعر مولانا محمد ہادی صاحب نقوی السرسوی مرحوم نے اس کی عکاسی کی ہے ؎

کسے معلوم اپنی یا پسر کی بند کی آنکھیں
سناں شبیرؑ نے کیسے نکالی قلب اکبرؑ سے

اب ہم بقیہ حملۂ اول اور روز عاشورا محرم جنگ عظیم سپرد قرطاس کرتے ہیں۔

جنگ مغلوبہ حملۂ اول بوقت چاشت صبح روز عاشوراء

صبح روز عاشوراء وقت چاشت جب عمر بن سعد لعین نے سب سے پہلے تیر لشکر امام حسینؑ کی طرف رہا کیا اور جنگ کا آغاز کیا۔ جنگ روز عاشوراء ایک عظیم جنگ تھی جو اس سے پہلے نہ کسی نے سنی اور نہ دیکھیں تھی۔ عجیب جنگ تھی ایک طرف لشکر عمر بن سعد ہزاروں کی تعداد میں بلکہ بروایتے چار لاکھ کے قریب

لشکری مجمع تھا۔ اور ادھر امام حسینؑ کے لشکر میں قلیل ترین اصحاب تھے حضرت
امام حسینؑ نے ہر ہر قدم پر نصیحت و موعظہ بیان کیا کہ نانا کی امت راہ ہر امت
پر آجائے۔ مگر لشکر عمر بن سعد میں سے کسی نے اثر نہیں لیا۔ دونوں طرف صفیں
آراستہ ہوگئیں حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو اذن جہاد دیا۔
اور آپ کے لشکر سے زہیر ابن قین سردار میمنہ آگے بڑھے۔ اور میسرہ سے حضرت
حبیب ابن مظاہر آگے بڑھے یہ دیکھ کر حضرت عباس علمدار لشکر حق قلب لشکر
سے حملہ آور ہوئے ان شیران بیشہ وغا نے باطل کی فوج کی صفوں کو درہم برہم
کر دیا۔ اور لشکر عمر ابن سعد کی یہ حالت ہوتی کہ اس کی ایک صف دوسری صف
پہ گر رہی تھی۔ اور تمام لشکر عمر بن سعد تھوڑی دیر کے اندر اندر پراگندہ منتشر ہوگئے
تنور جنگ بھڑکنے لگا۔ تلواروں کی جھنکار کی آواز بلند ہونے لگی لشکر بے دین
کے نیزہ داروں کے قدم اوکھڑ گئے۔ قال السید فی اللھوف فاقتلوا ساعۃ
من النھار حتی قتل جماعۃ من اصحاب الحسین علیہ السلام۔
کہ حضرت امام حسینؑ کے اصحاب روز گذشتہ ایک ساعت پہلے سے مبارزت
یعنی جنگ میں مصروف تھے۔ چونکہ سپاہ عمر بن سعد ٹڈی دل کی طرح میدان
کربلا میں پھیلی ہوئی تھی۔ اور ادھر سپاہ حق بہت مختصر بلکہ معدودے چند اشخاص
پر مشتمل تھی۔ اس گروہ باطل نے سپاہ حق کے درمیان پہنچ کر تفرقہ ڈال دیا
تھا۔ یعنی سپاہ حق کے جانباز اعدائے دین کے نرغہ میں الگ الگ پھنس گئے تھے
اسی ہنگامہ کے دوران دو جوانمرد ایک نعیم بن العجلان اور دوسرا عمران بن کعب
زخمی حالت میں پہنچے تو اور دوسری طرف ہنگامہ کارزار جاری تھا کہ سپاہ حق
میں سے دو بھائی شانہ بشانہ مخالفوں سے قتال کر رہے تھے ایک کا نام عبداللہ

اور دوسرے کا نام عبیداللہ تھا اور یہ دونوں یزید بن ثبیت کے فرزند تھے۔
اور یہ دونوں پیادہ تھے کہ جاں بحق ہوگئے۔ اور حنظلہ بن عمرو الشیبانی حمایت
حضرت امام حسینؑ میں دشمنوں سے مقاتلہ کر رہے تھے کہ اتفاقاً گر پڑے۔ زہیر بن
بشر خشعمی اور زہیر بن سلیم مصروف کارزار تھے کہ جام شہادت نوش کیا۔ ضرغامۃ
بن مالک بھی زخموں کی تاب نہ لاسکے اور جام شہادت پیا۔
مسعود بن حجاج اور عمرو الجندعی نے جہاد میں بڑا حق ادا کیا اور راہ جنت اختیار
کی۔ مذکورہ مددگاروں میں ایک سوار ابی عمیر الفھی بھی تھے ان کا نام زیارت شہدا
میں پایا جاتا ہے۔ اس جوانمرد سوار نے ستر اعدائے دین کو قتل کیا اور داصل جہنم
کیا کتاب امال میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان شہدائے راہ حق کی یاد
میں آہ سرد بھری اور خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا یا رب لا تترکنی وحیداً
فقد تری الکفار وا عجوزا۔ امام حسین علیہ السلام کو جب کسی صحابی کے شہید
ہونے کی خبر ملتی تو کلمہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ زبان مبارک سے
جاری فرماتے اور خیام امام حسینؑ میں شور گریہ و عالم بپا ہوتا۔ میدان قتال میں ایک
دوسری طرف ہنگامہ بپا تھا کہ مسلم بن کثیر کو لشکر اعداء نے اپنے محاصرہ میں لے
لیا۔ اور ان کا جسم مبارک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جبلۃ بن علی مردانہ وار حملہ کر رہے
تھے۔ ایک سمت سے شور و غل کی آواز آئی۔ خلاسی بن عمرو الراسی نے بادل
بے خوف و ہراس اعدائے دین پر حملہ کر دیا۔ لیکن پھر کوفیوں کا ایک گروہ نے ان
کو محاصرہ میں لے لیا۔ اور یہ نڈھال ہو کر زمین پر گرے اور جام شہادت نوش
کیا۔ سیف بن مالک نمیری، حباب بن حرث، کنانۃ بن عتیق عبداللہ الارحبی خزاعی
یہ سب کے سب نصرت امام حسینؑ کافروں کو واصل جہنم کرتے ہوئے شہید ہوئے

اسی حملہ عظیم میں عبداللہ بن عروہ غفاری شہید ہوئے اور عمرو بن ضبیعہ بھی جانب خلد بریں گئے نعمان بن عمرو بھی جانب فردوس روانہ ہو گئے۔ اس جنگ کو جنگ مغلوبہ کہتے ہیں۔ یالیتنی کنت معہم فافوز فوزاً عظیماً۔

محمد ابن ابی طالب الموسوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ اس حملہ اول میں لشکر امام حسینؑ کے پچاس صحابی شہید ہوئے ہیں معین الدین لکھتے ہیں کہ زین ۵۳ شہید ہوئے ہیں اور محمد بن شہر آشوب، صاحب المناقب فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ کے لشکر کے چالیس جوانمرد جنگ آزما شہید ہوئے ہیں اور اسی ہنگامہ میں حضرت امام حسینؑ کے لشکر کے چالیس جوانمرد جنگ آزما شہید ہوئے ہیں اور اسی ہنگامہ میں حضرت امام حسینؑ کے دس غلام اور حضرت امیر المومنینؑ کے دو غلام شہید ہوئے اس طرح ان شہیدوں کی تعداد مجموعی باون ۵۲ ہو جاتی ہے اور اکثر اصحاب امام امام حسینؑ زخمی ہوئے ہیں۔ زیارت شہداء اور بعض دوسرے مقاتل میں اسماء غلامان امام حسین علیہ السلام مسطور ہیں ان میں سے بعض یہ نام ہیں السلام علی سلیمان مولی الحسینؑ (یعنی سلام ہو سلیمان غلام امام حسینؑ پر) السلام علی قارب مولی الحسینؑ، السلام علی منجح مولی الحسین، اور کتاب روضۃ الشہداء میں یہ نام پائے جاتے ہیں۔ محمد بن مقداد، عبداللہ ابن دجانہ، مسعد، قیس بن ربیع، اشعث بن سعد، عمرو بن قرظہ عنظمہ، کماد، اور دوسرے چند حضرات ہیں کہ جن کا ذکر دوسرے حملوں کے بیان ملاحظہ فرمائیں۔ غرضکہ اس ہنگامہ عظیم میں امام حسینؑ کے بارہ غلام شہید ہوئے ہیں۔ ان کے لاشوں سے خود مظلوم کربلا نے خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ میرے بہادرو میری بہن میرے دم تمہارے لیے نوحہ کناں ہیں تم پر گریہ ہو رہا ہے خوشا نصیب شہید و کربلا زادیاں زینب و ام کلثوم شہیدوں

پر رو رہی تھیں۔ وامحمداہ وعلیاہ واحسیناہ واغربتاہ کی صدائیں بلند تھیں۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

روز عاشوراء حملہ اول کے بعد دوبارہ صف آرائی

لشکر حق و باطل

کتاب الریاض میں ہے لما انقضت الحملۃ الاولی علی مدھا و سکنت القورۃ والسورۃ بعد کدھا وشدھا وانجلی العجاج واسکن الوھاج واطفی حرارۃ الیوم وبرزخمنی الحوم فتراجع القوم وثاب اصحاب الحسین علیہ السلام الی الصف وبقی القتلی من الجانبین علی الطف متلطحین بالدماء ومرملین مطروحین بالعراء .... الخ

واقعہ ہائلہ جنگ مغلوبہ کے بعد میدان قتال میں مقتول اپنے خون میں غلطاں تھے گرد و غبار کم ہو گیا تھا۔ کہ دونوں لشکر جدا جدا ہو گئے اور علم برائے جنگ بلند ہوئے تو حضرت عباسؑ علمدار علیہ السلام اپنی صف میں چلے آئے لشکر کفار کے مقتولین کی تعداد سوائے پروردگار کوئی نہیں جانتا میدان میں لاشوں پر لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ اور ادھر سپاہ شاہ تشنہ دین کے باؤن ۵۲ افراد راہی جنت الفردوس ہو چکے تھے۔ باقی جو تھے زخمی تھے۔ محمد ابن ابی طالب الموسوی کہتے ہیں فما بقی من اصحاب الحسین علیہ السلام احد الا اصابہ من سہامہم۔ یعنی کہ فوج امام حسینؑ کے وہ افراد جو جام شہادت نوش کر چکے تھے نمایاں تھے۔

اور جو لوگ زخمی تھے انہوں نے دوسری مرتبہ صف آرائی کی خیموں کے سامنے میمنہ و میسرہ پر پھر سے دستے قائم کئے۔ یہاں تک لشکر عمر ابن سعد ملعون پھر دوبارہ سمٹ کر جمع ہو گیا جو کہ پانی سے سیراب تھے اور ان کے گھوڑے بھی پانی پیئے ہوئے اور تازہ دم تھے۔ پھر اسی اثنا میں اعداء دین میں طبل جنگ بجنے لگا اور بے دین لشکر حق کو قتل کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ اور تیر پھینکنے شروع کئے خیام امام حسین علیہ السلام کا سن مبارک ستاون ۵۷ برس کا تھا۔ اپنی ریش مبارک پر ہاتھ رکھے ہوئے فرمایا کہ غضب اللہ علی الیھود حین قالوا عزیر ابن اللہ وغضب اللہ علی النصاری حین قالوا مسیح بن اللہ وغضب اللہ علی ھذہ العصابۃ الذین یریدون قتل ابن نبیھم۔ یعنی یہود و نصاریٰ پر خدا کا غضب ہو کیونکہ وہ کہتے تھے کہ عزیرؑ، اور عیسیٰ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں اور اس گروہ نابکار پر بھی خدا کا غضب ہو کہ اپنے نبیؐ کی اولاد قتل کر رہے ہیں۔ اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ خداوند عالم قوم نصاریٰ و یہود پر غضبناک ہو چکا ہے اور اب خدا اس قوم ستم شعار پر اپنا غضب نازل کرے۔ غرضکہ فوج عمر ابن سعد ملعون نے دوبارہ جنگ کے لیے صفیں باندھ لیں۔ بروایت "ارشاد" ایک شخص قبیلۂ بنی تمیم کہ جس کا نام عبداللہ بن حوزہ تھا۔ اور رشد و ہدایت کرنے میں مشہور تھا۔ اپنی شجاعت کے زعم میں لشکر کے عقب کی طرف سے لشکر ابن سعد سے الگ ہوا اور اپنے لشکر کے عقب سے بطرف لشکر امام حسینؑ رخ کیا۔ ابن سعد نے پکار کے کہا اے بدبخت کہاں جاتا ہے کہنے لگا کہ انی اقدم علی رب رحیم وشفیع مطاع۔ یعنی کہ میں

رب رحیم یعنی خدا سے جنگ کرنے جا رہا ہوں حالانکہ یہ شخص رشد و ہدایت کی تبلیغ کرنے میں مشہور تھا۔ جب یہ شخص لشکر امام حسینؑ کے نزدیک پہنچا تو آپ نے اصحاب سے سوال کیا کہ یہ کون شخص ہے کسی نے جواب دیا کہ یہ عبداللہ بن حوزہ ہے آپ نے پھر سوال کیا۔ کہ یہ ہماری نصرت کے لیے آیا ہے ہم سے قتال کرنے۔ جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ دشمنی کی بنا پر آیا ہے آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور بارگاہ خدا میں مناجات کی پروردگار" حزہ الی النار۔ یعنی اس کو آتش (جہنم) کی طرف کھینچ لے۔ ابھی حضرت امام حسینؑ کی بات تمام نہ ہوئی تھی کہ اس کا گھوڑا بدک گیا۔ اس کے قدم اکھڑ گئے۔ اور اس مردود کا پاؤں رکاب میں بری طرح الجھ گیا اور گھوڑے نے اس کو ایک سوکھی نہر میں گرا دیا۔ اور خود اس گھوڑے نے اس پر اس قدر لات ماری کہ اس کا سر اور صورت بگاڑ دی مسلم بن عوسجہ آگے بڑھے اور تلوار سے اس کو دو ٹکڑے کر دیا۔ اور وہ واصل جہنم ہوا کوفہ کے لوگ یہ واقعہ دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے کہ کہیں ایسا نہ ہو امام حسین علیہ السلام ان پر نفرین کریں اور عذاب نازل ہو۔ اس وقت عمر بن سعد ملعون نے دوبارہ ان بے حیاؤں کو آمادہ قتال کیا۔ الشیخ مفیدؒ کتاب الارشاد میں فرماتے ہیں کہ وحمل عمرو بن الحجاج علی میمنۃ اصحاب الحسین فی من کان معہ من اھل الکوفۃ عمرو بن الحجاج کہ جو لشکر عمر ابن سعد میں سردار میمنہ پر حملہ کر دیا۔ جب زہیر قین نے دیکھا کہ لشکر کثیر بڑھتا چلا آ رہا ہے آپ گھوڑے سے اترے اور پیادہ ہو گئے۔ اور آپ کے ساتھ ساتھ دوسرے جان باز بھی اپنی اپنی سواریوں سے اتر پڑے اور نیزوں سے دشمن پر حملہ کرنا شروع کیا یہاں تک کہ میدان کارزار تنگ ہو گیا تو اصحاب امام حسین

علیہ السلام دو زانو ہو کر دشمن پر نیزوں سے حملہ کیا۔ الشیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ گھوڑوں کی آنکھوں میں تیروں کی آنی کی چمک سے خیرہ کی پیدا ہو رہی تھی۔ چنانچہ فوج عمر بن سعد کے قدم اکھڑ گئے۔ لوگ حیران تھے کہ حسینی سپاہ نے کس تدبر کے ساتھ یہ جنگ لڑی ہے۔ روز عاشوراء محرم یہ حملہ عظیم ترین سمجھا جاتا ہے۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں جیسے ہی عمرو بن الحجاج کی سپاہ نے پشت پھیری تو سپاہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے نیزے زمین پر گاڑھ دیئے اور تیر و کمان سنبھال لیے۔ اور فوج اعداء پر تیروں کی بارش کر دی بہت کثیر مجمع ایسا تھا۔ کہ جو سخت زخمی ہوا تھا۔ اور پھر اصحاب امامؑ اپنے لشکر میں آگئے اور حق رفاقت اور حق مودۃ و نصرت اس شان سے ادا کیا کہ واقعہ کربلا میں آب زر سے ان کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ اور امام حسینؑ نے بھی اپنے اصحاب کو اس وقت پھر مدد کے لیے پکارا ہے کہ تمام عزیز و اقارب اور اصحاب خون میں غلطاں مقتل میں سو رہے تھے۔ اور امام حسینؑ فرما رہے تھے۔ یا یا ابطال الصفا و یا فرسان الهيجا قوموا عن نومتكم ايها الكرام اے میرے شیرو نیند سے۔ بیدار ہو میری مدد کرو۔

حُر ریاحی کا لشکر عمر بن سعد کو نصیحت کرنا اور برادر حُرؑ کا شامل لشکر امام ہونا

دل از خون لبالب چو پیمانہ است	بہار غم حُرّ فرزانہ است
بیا تا ز کر دار حُر مجلسی	بنظم و بہ نثر آور د اقدسی

جب حضرت حُرؒ نے شب عاشوراء سے صبح عاشور تک حالات کا جائزہ

لے لیا اور ان کو یقین ہو گیا۔ کہ یہ فوج ستم شعار ضرور مقاتلہ کرے گی۔ تو آپ کو احساس ہوا کہ میں ہی تو حضرت حسین ابن علیؑ کو یہاں لایا ہوں۔ انتہائی شرمندگی محسوس ہوئی اور خدمت امام حسین علیہ السلام میں اس نیت سے آئے کہ میری توبہ بارگاہ خدا اور رسول میں قبول ہو سکتی ہے کچھ دیر خدمت امام حسینؑ رہے۔ امام حسینؑ نے سینہ سے لگایا اب حُر سپاہی عمر ابن سعد نہ تھے۔ بلکہ لشکر حق کے ایک ناصر و مددگار تھے۔ سعادت زیر قدم تھی۔ دعاء اہلبیتؑ ساتھ تھی۔ آپ نے حضرت امام حسینؑ سے اذن جہاد مانگا۔ امام عالی مقام نے فرمایا اے جوان تو تازہ مہمان ہے۔ کس طرح اجازت دوں۔ حُر نے قدم بوسی کی اور پھر اجازت مانگی۔ اور میدان کارزار کا رخ کیا۔ سر پہ خود، بر میں زرہ ہاتھ میں نیزہ میدان رزم، میں نعرۂ شیرانہ بلند کیا۔ اور فرمایا یا اهل الكوفه لامكم الهبل۔ اے کوفیوں کیوں نفاق پہ آمادہ ہو۔ اور اے اہل عراق بیوفائی پر کیوں کمربستہ ہو دعوتم هذا العبد الصالح حتى اذا اتاكم اسلمتموه۔ تم نے خود ہی اس عبد صالح و پاکیزہ سرشت کو بلایا ہے اب وہ جب کہ تمہاری طرف آگئے تو تم ان کی اطاعت کرو۔ تم نے تو ان پر پانی بھی بند کر دیا ہے۔ بئس ما خلفتم محمدا صلى الله عليه واله فی ذريته لاسقاكم الله يوم الظماء۔ اے لوگو گمراہی اختیار کرلی ہے۔ ذریت رسول خدا پر پانی بند کر دیا ہے۔ اور فرزند رسول کے قتل پر کمر باندھے ہو۔ یہ سن کر فوجیوں نے کوئی اثر نہیں لیا اور جناب حُرّ پر تیر برسانے شروع کر دیئے جب آپ زخمی ہوئے اور ہاتھ نیزے سے کر ان پر حملہ کیا۔ ناگاہ حُر کا بھائی مصعب بن یزید ریاحی لشکر عمر سعد ملعون سے جدا ہوا۔ اور اپنے گھوڑے کو تیزی کے ساتھ لاکر حُر کی برابر آیا اور اس نے

حُر کے ساتھ ساتھ لشکر عمر بن سعد پر تیز سے حملے کرتے شروع کئے اب یہ دونوں حقیقی بھائی دشمنوں کو قتل کر رہے تھے حر نے کہا خوب کیا جو تم آگے اس نے کہا کہ ایک تمنا ہے کہ میں بھی چہرہ امام حسینؑ کی زیارت کروں چنانچہ برادر حُر لشکر حسینی میں آیا اور حضرت امام حسینؑ کی قدمبوسی کی۔ زیارت سے مشرف ہوا اور پھر مصروف کارزار ہو گیا۔ امام حسینؑ نے اس کو عفو و بخشش سے نوازا۔ اس وقت امام حسینؑ کا دل قوی ہو رہا تھا کہ دو مددگار مل گئے۔ لیکن واحسرتا امام حسین علیہ السلام نے عصر عاشورا تک بہتر داغ مفارقت برداشت کئے۔ مقتل سے لاشوں کو لائے اور پھر مقتل میں جا کر رکھ آئے۔

حُر ریاحی کا اپنے فرزند کو لشکر ابن سعد سے جنگ کے لیے بھیجنا

خلاصہ روایات یہ ہے کہ روز عاشورا محرم پہلے حملہ میں لشکر امام حسین کے باون (۵۲) افراد شہید ہوئے بعدہ قدرے جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا مگر پھر دوم مرتبہ صف قتال و جدال آراستہ ہوئی جب کہ دشمن کی فوج پانی سے سیر تھی اور حضرت امام حسینؑ کے لشکر میں بندش آب تھی۔ ابن نما علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب حُر نصرت و یاوری حضرت امام حسین میں لشکر کفار سے نکل کر لشکر حق میں آگیا اس وقت حرؑ نے امام عالیمقام سے عرض کیا کہ اے مولا جب مجھے ابن زیاد نے قصر دالامارہ سے کربلا بھیجا تو میں نے ہاتف غیبی کی یہ آواز سنی یا حُر البشر بالجنۃ یعنی کہ اے حر تمہیں جنت کی بشارت ہو۔ میں نے اپنے چاروں طرف نگاہ کی تو کوئی شخص نظر نہیں آیا۔ میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہ کیسی بشارت ہے کہ

میں تو فرزند رسول خدا کے محصور کرنے کے لیے جا رہا ہوں اور مجھے ہاتف غیبی، جنت کی بشارت دے رہا ہے۔ لیکن الحمد اللہ اس بشارت کو اب عملی طور پر دیکھ لیا کہ میں نصرت فرزند رسول خدا میں جام شہادت پیوں گا۔ اور میری خطا حضور نے معاف فرما دی ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے حرؑ الخیر خیر اور فرمایا کہ وہ آواز دینے والے حضرت خضر پیغمبر تھے۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ حرؑ کہتا ہے کہ اے مولا میں آپ پر قربان میں نے آج شب خواب میں اپنے پدر بزرگوار کو دیکھا جب ان کی نگاہ مجھ پر پڑی تو بڑی حیرت کے ساتھ مجھ سے کہا کہ اے پسر اس روز تو کہاں تھا۔ اور کس کام میں مشغول تھا۔ میں نے جواباً کہا کہ ابن زیاد نے مجھے اس کام پر مامور کیا ہے کہ حسینؑ ابن علی کو اثناء راہ گرفتار کروں اور ان کو کسی طرف نہ جانے دوں۔ میرے بابا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا کہ اے بیٹا تمہارا پسر پیغمبر خدا سے کیا کام کہ تم حسینؑ ابن فاطمہؑ کے ساتھ دست بازی کرو جو کہ اسلام کے آئین کے خلاف ہے۔ تمہیں تو یہ چاہیئے کہ حسین بن فاطمہؑ پر ترس کرو تاکہ میدان حشر میں رسول خدا کا ہاتھ اور تیرا گریبان ہو۔ تم اس کے دشمن سے جنگ کرو۔ پس اے مولا اب مجھے اذن جہاد دیجئے۔ تاکہ میں جام شہادت پی کر رضا خدا حاصل کروں۔ اور فائز المرام ہوں ۔

شہ دین ز گفتار حُر زار شد
دو چشمش چو ابر گہر بار شد

یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب حرؑ کی باتیں سنیں اور دیکھا کہ حرؑ اذن جہاد مانگ رہا ہے۔ آپ پر گریہ طاری ہو گیا، اور مثل ابر نو بہار آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ اور حرؑ کو اذن جہاد دیا۔

مقتل ابی مخنف میں ہے کہ ثُمَّ اَنَّ الحر قال لولدہ احمل یا بنی علی القوم الظالمین۔ کیا کہنا حُر کا کہ جیسے ہی امام عالی مقام سے اذن جہاد ملا پہلے اپنے نور نظر اپنے بیٹے کو نثار شاہ ہونے کے لیے میدان کارزار میں بھیجا۔ حُر کے فرزند کا نام علی تھا یہ نیزہ لے کر شیرانہ طور پر دشمن کے لشکر کی طرف بڑھا اور حملہ کیا۔ حُر بیٹے کا حوصلہ بڑھاتے رہے۔ ابی مخنف کہتے ہیں کہ اس جوانمرد نے ستر آدمی لشکر عمر بن سعد کے قتل کئے۔ بروایت نوادح الحسینیہ اس وقت دپسر حر حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کیا۔ آقائے نامدار آپ مجھ سے راضی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں راضی ہوں میرے نانا رسول خدا راضی ہیں۔ میری ماں فاطمہ رضٰ زہرا راضی ہیں اور خدا تجھ سے راضی ہے۔ حضرت امام حسینؑ نے پھر اس کو دعا دی اور فرمایا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اَنْ تَرْضٰی عنھما فانی راض عنھما خدایا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ علی بن حرؑ اور حرؑ سے راضی و خوشنود ہو۔ کیونکہ میں ان دونوں سے راضی ہوں بعدہ دونوں باپ بیٹے قلب لشکر بن سعد پہ جھپٹے اور مقاتلہ شروع کیا اور دو دو سو دشمنوں کو قتل کیا۔ حُر کے بیٹے کلے یہ رجز تھا ؎

انا علی و انا ابن الحر   افدی حسینا من جمیع الضر

یعنی میں علی بن حر ہوں اور امام حسینؑ کا فدائی ہوں۔ انہیں ہر ضرر سے بچاؤں گا۔ اور جام شہادت پی کر فوز عظیم حاصل کروں گا۔ اور روز نبی و آل نبیؐ کے ساتھ ہوں گا۔ اس رجز کے بعد پچاس ملعونوں کو واصل جہنم کیا وہ وقت آیا کہ طاقت جواب دینے لگی کہ ایک ملعون نے علی بن حُر پر نیزہ کا وار کیا گھوڑے پر سنبھل نہ سکے۔ تو حرؓ کو آواز دی یا ابہ اورکنی اے شیعو مجھے اس وقت شہزادہ علیؑ اکبر یاد آتے ہیں

کہ نرغہ اعداء میں گھیرے ہوئے ہیں جب آپ پر چاروں طرف سے اعدائے دین حملہ کرنے لگے تو آپ نے اپنے گھوڑے کی گردن میں باہیں ڈال دیں کہ اے گھوڑے مجھے میرے بابا غریب و مظلوم کے پاس پہنچا دے۔ غرضکہ حرؑ نے اپنے بیٹے کی آواز سنی حرؑ اور اصحاب امام حسینؑ ان میں سے چند لوگ گئے۔ مگر گرد و غبار کی وجہ سے علی بن الحر کو نہ پہچان سکے۔ عمر بن سعد کی فوج کے کچھ لوگوں نے فرزند حرؑ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور اس کو زخمی حالت میں ملاعین نے نیزہ پر بلند کیا اس وقت وہ کلمہ طیبہ پڑھ رہے تھے توحید و بدت کی گواہی دے رہے تھے۔ اے شیعو دو لاشوں کو روز عاشوراء اعدائے دین نے نیزہ پر بلند کیا ہے۔ ایک علی ابن الحر کی لاش کو جیسا کہ ذکر کیا جا چکا دوسرے قمر بنی ہاشم محمد بن مقداد کہتے ہیں کہ میں امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ نہر علقمہ پر گیا دیکھا کہ چار سو نیزہ دار حضرت عباس علیہ السلام کے لاشہ کا حصار کئے ہوئے ہیں جسم ٹکڑے ٹکڑے ہے۔ اور آپ کے لاشہ کو نیزہ پر بلند کیا ہے۔ واویلا عباس علمدار کا لاشہ نیزہ پر معلق رہا۔ اور امام حسین علیہ السلام کی لاش مبارک پائمال سم اسپاں ہوئی۔ بہر حال حُر بن یزید ریاحی نے اپنے بیٹے کا لاشہ نیزہ پر بلند دیکھا غور کیجئے کہ اس وقت حرؑ کی کیا حالت ہوگی۔ لیکن حرؑ نے کہا خداوند اتیرا شکر ہے کہ میرا بیٹا فرزند رسول خدا کی نصرت و یاوری میں شہید ہوا۔ لم تمت جاھلا جاہلیت کی موت نہیں مرا۔ حرؑ جانتے تھے کہ جو امام زمانہ کو نہیں پہچانتا وہ جاہلیت کی موت مرا ہے مومنین کرام ذرا امام حسین علیہ السلام کی بے کسی کو یاد کرو۔ کہ جب ہمشبیہ پیغمبر علی اکبر کے سینہ پر برچھی لگی اور شہزادہ علی اکبر گھوڑے سے زمین پر گرے آواز دی یا ابتاہ ادرکنی اے بابا مدد کو پہنچے۔ امام حسینؑ نے مقتل کا رُخ کیا گرتے پڑتے لاش پسر پر پہنچے

فرماتے ہیں۔ بیٹا علی اکبرؑ تم آواز نہیں دیتے۔ دیکھا کہ علی اکبر کا ایک ہاتھ سینہ پر ہے امام حسینؑ نے ہاتھ ہٹا یا دیکھا کہ برچھی کی انی سینہ میں ہے نہ معلوم امام حسینؑ نے کیوں کر برچھی نکالی ہے

کسے معلوم اپنی یا پسر کی بند کی آنکھیں
سناں شبیرؑ کیسے نکالی قلب اکبرؑ سے

حر بن یزید ریاحی کا لشکر اعدائے سے جنگ کرنا

کنوں نوبت کارزار من است
خزاں پسر شد بہار من است

بکیں پسر کارزاری کنیم	که اندر جہاں یادگاری کنم

حضرت حُرؑ اپنے فرزند کے شہید ہونے کے بعد خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں آئے۔ دل بھرا ہوا تھا۔ اول قدم بوسی امام عالیمقام بجالائے۔ پھر اذن جہاد طلب کیا امام حسین علیہ السلام نے اجازت جہاد دی۔ حر میدان کارزار میں آئے اور رجز پڑھا ہے

منم شیر دل حُرؑ مردم ربلے	کمربستہ پیش ولی خدائے
منم شیر و شمشیر بُرّان بدست	که دارد برایں شیر و شمشیر دست

یعنی کہ میں شیر دل حُرؑ ہوں اور لوگوں کو لیجانے والا ہوں یعنی قتل کرنے والا ہوں اور میں ولی حق حضرت امام حسینؑ کی نصرت دیاوری پر کمربستہ ہوں۔ میں شیر ہوں اور شمشیر بُرّان میرے ہاتھ میں ہے پس آپ نے مانند شیر حملہ کیا۔ لشکر عمر سعد سے ایک شخص نکل کر مگر حضرت حُرؑ نے قتل کر دیا۔ پھر یزید بن سفیان تمیمی نے

کہ جو لوگوں کے حوصلہ بڑھانے میں مشہور و معروف تھا کہنے لگا کہ اے لشکر والو تم نہیں دیکھتے کہ حرؑ غلام کی طرح فرار ہو گیا۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ حر لشکر حسین ابن علی کی طرف جا رہا ہے تو میں اسے وہاں جاتے ہوئے قتل کر دیتا مگر افسوس کہ وہ میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور پھر اس نے کہا کہ تم سب مل کر حُرؑ پر حملہ کرو۔ ادھر حضرت حرؑ نے لشکر اعداء پر تیزہ سے حملہ کرنا شروع کیا۔ لشکر میں ہل چل مچ گئی۔ لیکن اسی اثناء میں آپ زخمی ہوئے اور سپاہ دشمن سے باہر آئے اس وقت حصین بن نمیر ملعون نے یزید بن سفیان کی طرف رخ کر کے کہا کہ اے برادر میں چاہتا ہوں کہ اس حُرؑ کی گردن قطع کرو۔ یعنی میری آرزو ہے کہ حُرؑ کو قتل کروں۔ پھر اس ملعون نے چیخ کر کہا اے حر کہاں جاتا ہے۔ تو اپنی جان شیریں مجھ سے نہ بچا سکے گا۔ حضرت حُرؑ نے اس کی طرف دیکھا اور غضب آلود نگاہ اس پر ڈالی اور اس پر مثل شیر درندہ حملہ کیا۔ اور نیزہ سے اس کی آنکھیں نکال لیں۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ۔ ثم حمل علی القوم وقتل رجالا ومسکن ابطالا وقد امتلاء غیظا وحنقا۔ یعنی کہ حضرت حُرؑ نے ایسا سخت قتال کیا کہ الحذر الحذر کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ اس وقت عمر ابن سعد نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ سب مل کر حر پر حملہ کریں۔ وہ بے شرم لوگ چاروں طرف سے حُرؑ پر لوٹ پڑے۔ اور تیر برسانے لگے۔ آپ کے گھوڑے پر تیروں کی بارش ہوئی۔ آخر کار حُرؑ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے اور زمین پر تشریف لائے اور آواز دی یا آقاہ ادرکنی حضرت امام حسین بھی بعد از ظہر جب گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے ہیں تو آپ کا جسد مبارک تیروں پر معلق رہا۔ کوئی نہ تھا کہ جو امام حسینؑ کے سرہانے موجود ہوتا۔ ہاں فاطمہ زہرا موجود ہوں گی۔ فرماتی ہوں گی بیٹا حسینؑ ماں حاضر ہے۔

حر ریاحی کا ہاتف غیبی کی بشارت سُننا

کتب ارباب مقاتل سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ روز عاشورا ء محرم حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں جناب حُر سے زیادہ باوفا، شجاع، دلیر کوئی اور نہ تھا حضرت حرؒ نے جو میدان کا رزار میں جوہر شجاعت دکھلائے ہیں وہ رہتی دنیا تک تابندہ رہیں گے۔ ہرچند کہ حضرت حُر نے دشمنوں کو قتل و زخمی کیا۔ اور کسی کو اپنے نزدیک نہیں آنے دیا لیکن حضرت حُرؒ پیادہ تھے۔ بایں وجہ سواروں سے جنگ کرنا مشکل تھا۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو حُر کے پیادہ ہونے کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ گھوڑے پر زین رکھو اور حُر تک گھوڑا پہنچاؤ۔ جب زین سے آراستہ گھوڑا حُر تک پہنچا تو حُر نے رکاب توسن کو بوسہ دیا۔ اور حُرؒ امام عالیمقام کی اس غلام نوازی اور مہربانی پر رونے لگے۔ اور حرؒ نے اسی زخمی حالت میں پھر جہاد و قتال کیا۔ اور لشکر عمر بن سعد کی صفوں کو درہم و برہم کر دیا اور اسی ولوے آدمیوں کو تہ تیغ کیا۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ لشکر عمر ابن سعد یکجا جمع تھا۔ مگر حُر کے حملوں کی تاب نہ لا کر پراگندہ و منتشر ہو گیا اس وقت ہاتف غیبی نے ندا دی کو اے حرؒ دیکھو تم کدھر جا رہے ہو۔ اب وقت شہادت آن پہنچا ہے اے حُر دلاور حور و قصور تیرے انتظار میں ہیں۔ جب حُر نے یہ آواز سُنی تو شوق شہادت میں جھومنے لگے خود اپنے سر سے اتار دیا زرہ کھول دی۔ اور دریائے جنگ میں تیرنے لگے۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اشتراک فی قتلہ ایوب بن مسرح و رجل اٰخر من فرسان

اهل الکوفۃ۔ یعنی کہ دو شخص ایک ایوب بن مسرح اور دوسرا ایک اور شخص (بعض کتب میں اس کا نام قسورۃ بن کنانہ لکھا ہے) نے مل کر یہ طے کیا کہ حُر کو قتل کریں۔ یہ دونوں قتل حُر پر متفق ہو گئے۔ اور قسورۃ نے حُرؒ کے سامنے سے حملہ کیا اور ایوب بن مسرح نے عقب سے حملہ کیا۔ اور زہر آلود سنان آپ کے سینہ پر ماری سنان سینہ میں در آئی۔ اس وقت حضرت حُر نے اس ملعون کو نگاہ قہر آلود سے دیکھا تو اس پر خوف طاری ہوا اور وہ ملعون سنان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اور ایوب بن مُسرح نے عقب سے آکر تلوار زہر آلود آپ کے سر مبارک پر لگائی۔ آپ گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اور اس وقت حضرت حُر رحمۃ اللہ علیہ کے کان میں یہ آواز دی۔ یا ایتها النفس المطمئنۃ ارجعی اس وقت حضرت حُر کی روح نے جنت اعلیٰ کو پرواز کی کتاب روضۃ الشہداء میں ہے کہ امام حسین علیہ السلام حرؒ کے پاس پہنچے تو حرؒ نے عرض کیا۔ السلام علیک یابن رسول اللہ ادرکنی امام حسین نے حرؒ کے چہرہ سے خون صاف کیا اور فرمایا اے حرؒ خدا تم سے راضی ہے رسول خدا راضی ہیں میرے بابا علی تم سے خوش ہیں اور اے حرؒ میری ماں فاطمہ تم سے خوش ہیں میں تم سے راضی ہوں۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

شہادت مصعب برادر حُر ریاحی علیہ الرحمۃ

جب حضرت حرؒ شہید ہو گئے تو جناب مصعب جو کہ حُر کے حقیقی بھائی تھے کمر شکستہ ہو گئے تاب صبر و ضبط نہ رہی۔ خدمت امام حسین علیہ السلام میں حاضر ہوئے سلام بجا لائے قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ اور عرض کیا کہ اب زندگی شاق گزرتی ہے جب بھائی نہ رہا تو جینے کا کیا مزہ اجازت جہاد عطا کیجیے تاکہ

میں آپ کے دشمنوں کو قتل کروں۔ اور جام شہادت نوش کروں امام حسینؑ نے اذن جہاد دیا۔ مصعب میدان کارزار میں گئے۔ دشمنوں کی صفوں کو درہم برہم کیا اور آخر کار اعدائے دین نے مل کر حملہ کیا۔ اور برادر حرؑ حق مودت امام حسین علیہ السلام ادا کر کے جان بحق ہوئے۔

شہادت عروہ غلام حُر ریاحی علیہ الرحمۃ

حضرت حرؑ کی شہادت اور بیٹے اور بھائی کی شہادت کے بعد عروہ غلام وفادار امام حسین خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا اذن جہاد مانگا۔ میدان کارزار میں آئے قتال کیا روایت ہے کہ چالیس اعدائے دین کو قتل کیا۔ عمر بن سعد نے حکم دیا کہ سب مل کر حملہ کریں۔ چاروں طرف سے لشکر ٹوٹ پڑا۔ عروہ گھوڑے سے گرے اور دشمنوں نے تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا مصنف کامل السقیفہ لکھتے ہیں کہ حضرت حُرؑ کے رشتہ دار واقربا عمر بن سعد کے پاس آئے اور کہا کہ ہمیں تو اس بات کی اجازت دے کہ حُرؑ اور ان کے بیٹے بھائی اور غلام کی لاشوں کو لے جائیں اور سپرد خاک کردیں۔ ابن سعد ملعون نے ان کو اجازت دی اور مقتل سے لاشیں اُٹھا کر لے گئے۔ واحسرتا ان مسلمانوں میں کوئی اتنا بھی نہ تھا کہ جو عمر بن سعد سے شہیدان کربلا اور امام حسینؑ کے لاش مبارک کو دفن کرنے کے لیے کہتا شہیدوں کے لاشے بے گور وکفن آگ گرم پر پڑے رہے۔ اور پھر بارہویں محرم کو قبیلہ بنی اسد نے دفن کیے۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

زہیر بن حسان اسدی کی شہادت

کتاب روضۃ الشہداء میں ہے کہ صبح روز عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے لشکر سے جدا ہوئے اور دونوں لشکروں کے درمیان کھڑے ہو کر پھر ایک مرتبہ وعظ و نصیحت فرمائی کہ اے لشکروں کوفہ و شام۔ خافوا اللہ واستحیوا من رسول اللہ ولا تخاطروا انفسکم بالظلم فی سفک دمی و دماء اھلبیتی و بقیۃ اصحابی۔ یعنی کہ اے قوم خدا کا خوف کرو۔ خدا سے ڈرو۔ رسولؐ خدا سے حیا کرو۔ میرے اور میرے اہلبیتؑ اور میرے باقی ماندہ اصحاب کے خون سے ہاتھ نہ بھرو۔ میرے قتل سے باز آؤ۔ تمہارے ہی لشکر سے حرؑ اپنے پسر اور بھائی اور غلام کے ساتھ میری نصرت کے لیے نکلا اور جام شہادت نوش کیا۔ دیکھو تم خون ناحق میں ہاتھ نہ رنگو۔ ورنہ قیامت میں سوائے پشیمانی کچھ اور نہ ہوگا۔ میں نے اپنی حجت تم پر تمام کردی ہے کہ میدان قیامت میں تم مجھ پر حجت نہ کرسکو اے گروہ نابکار میں نے عمر بن سعد کے روبرو تین شرطیں پیش کی تھیں ایک یہ مجھے شام جانے دیا جائے تا کہ میں یزید بن معاویہ سے خود گفتگو کروں اور فتنہ و فساد ختم ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ مجھے مدینہ جانے دیا جائے تا کہ اپنے نانا کے روضہ پر زندگی بسر کروں۔ لیکن تم نے یہ دونوں باتیں نہیں مانیں۔ اور مجھے یہاں محصور کر لیا۔ تیسرے یہ کہ پانی بند نہ کیا جائے مجھ سے مطالبۂ بیعت یزید کیا گیا۔ میں ہرگز بیعت یزید نہیں کروں گا اب جنگ و مقاتلہ کی صورت پیدا ہو گی۔ جو تمہاری نگاہ کے سامنے ہے۔ پھر آپ نے

فرمایا کہ اب میری یہ خواہش ہے کہ ایک ایک آدمی مقابلہ کے لیے تاکہ قوت کا مظاہرہ ہو سکے۔ لوگوں نے کہا یا بن فاطمہ بہت خوب ہے ہم اس کے لیے آمادہ ہیں۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام اپنے لشکر کی طرف واپس تشریف لے آئے۔ عمر بن سعد نے جنگ کے لیے ایک شخص کو بھیجا کہ جس کا نام سامر تھا۔ کتاب ریاض میں مولف کتاب ہذا کے والد مرحوم نے نقل کیا ہے کہ سامر نامی شخص ایک گھوڑے پر سوار اور اسلحہ سے لیس مقابل میں آیا۔ اور ادھر لشکر حق سے زہیر بن حسان اسدی مقابلہ میں نکلے جو عرب کے نامور بہادروں میں سے ایک جوانمرد تھے۔ چنانچہ اول زہیر بن حسان اسدی خدمت امام حسینؑ میں آئے سلام کیا قدم بوسی کا شرف حاصل کیا! اذن جہاد طلب کیا۔ اور مقابلہ میں پہنچ کر ایک شیرانہ، دلیرانہ نعرہ بلند کیا۔ اور کہا۔ فبرز زهير كالاسد الصائر وقطع السبل على السامر۔ جنگ شروع ہوئی اور آپ نے کچھ دیر اور بعد ایک ایسا نیزہ مارا کہ وہ شقی گھوڑے سے نیچے گرا۔ اور گھٹنوں کے بل داخل جہنم ہوا۔ پھر زہیر بن حسان نے ایک نعرہ بلند کیا اے کوفیوں میں زہیر بن حسان اسدی ہوں۔ اسی اثناء میں ایک شخص جو رؤساء کوفہ سے تھا جس کا نام بن کعب تھا مقابلہ کے لیے نکلا۔ زہیر بن حسان اسدی نے موقعہ پاکر ایک ایسا وار کیا کہ وہ واصل جہنم ہوا۔ پھر صالح بن کعب مقابلہ کے لیے نکلا زہیر نے اسے بھی نیزہ کی انی کا مزہ چکھایا اور اس کو گھوڑے سے زمین پر کھینچ لیا۔ اس کے بعد صالح کا بیٹا مقابلہ کے لیے نکلا تاکہ باپ اور چچا کا بدلہ لے۔ لیکن انہوں نے اس کو بھی آتش جہنم کی سپرد کر دیا۔ اس وقت عمر بن سعد ملعون نے بحیر بن احجار کی طرف رخ کیا اور کہا کیا تو نہیں دیکھتا کہ یہ مرد میدان یگانہ روزگار جنگ کرتا ہے۔ اس

پر بن احجار نے کہا کہ تین ہزار سوار میرے ساتھ کیے جائیں۔ تاکہ میں اس کا مقابلہ کر سکوں۔ چنانچہ ۳۰ سو سواروں کے ہمراہ وہ بدنہاد آپ کے مقابلہ میں آیا۔ اور کہنے لگا۔ اے زہیر میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو واپس چلا جا کہ ہمارا امیر ابن زیاد تیری بہت زیادہ قدر و منزلت کرے گا۔ زہیر بن حسان اسدی نے مثل شیر نعرہ لگایا اور کہا کہ اے بدبخت مجھے خداوند عالم نے دین کی دولت عطا کی ہے۔ جنت میری دولت ہے تو مجھے فقر و فاقہ کا طعنہ دیتا ہے یہ کہہ کر آپ نے اس شقی پر حملہ کر دیا۔ ابن حجار کے قدم میدان سے اکھڑ گئے۔ آپ اس کے عقب میں گئے۔ کمین گاہ سے آپ پر اس کے ہزاروں ساتھیوں نے حملہ کر دیا تیر برسنے شروع ہو گئے۔ جناب زہیر بن حسان اسدی تیروں سے زخمی ہونے کے بعد گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے۔ اصحاب حسینؑ آگے بڑھے حملہ کرتے ہوئے ان تک پہنچے ان کو زخمی حالت میں پایا ابھی رمق جان باقی تھی۔ امام حسینؑ بھی اس کے سرہانے تشریف لے گئے اور زہیر کا سر اپنی آغوش میں لیا۔ اصحاب حلقہ بنائے ہوئے تھے۔ مولف کتاب فرماتے ہیں کہ جب کوئی شہید گھوڑے سے زمین پر گرا۔ تو ساقی کوثر علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اس کو جام کوثر عطا کیا لیکن کسی شہید نے یہ نہیں بتلایا کہ مجھے ساقی کوثر نے جام کوثر پلایا ہے۔ لیکن شہداء کربلا میں زہیر بن حسان اسدی اور شہزادہ علی اکبر علیہ السلام ایسے ہیں کہ جب حضرت امام حسینؑ نے ان سے دریافت کیا کہ پانی ملا یا نہیں تو دونوں نے جواب دیا کہ ساقی کوثر علی مرتضیٰ نے آپ کوثر سے سیراب کیا ہے۔ اور خصوصاً حضرت علی اکبر علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ یا ابه هذا جدی قد سقانی بابا یہ میرے جد علی مرتضیٰ موجود ہیں جنہوں نے مجھے آب کوثر سے سیراب

کیا ہے۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

مبارزت عبداللہ بن عمیر اور آپ کی شہادت

جب روز عاشورا محرم انفرادی مقابلہ کی صورت میں جنگ کا آغاز ہوا تو طرفین کے لشکر سے مبارز طلبی کرتے ہوئے ایک ایک دو شخص نکلے۔ بروایت شیخ مفید علیہ الرحمۃ لشکر اعداء سے جو شخص نکلا وہ یسار غلام زیاد بن سفیان تھا۔ لیکن تاریخ طبری میں ہے کہ دو شخص نکلے ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ یسار غلام زیاد بن سفیان اور سالم یعنی طبری نے سالم نامی شخص کا اضافہ کیا ہے۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ یہ دونوں ملعون گھوڑوں پر سوار تھے۔ ان کے مقابلہ کے لیے لشکر امام حسین علیہ السلام سے دو شخص نکلے جن کے نام یہ ہیں بریر بن خضیر ہمدانی، اور حبیب ابن مظاہر اسدی۔ یہ اصحاب امام عالیمقام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اذن جہاد مانگا۔ حضرت امام حسینؑ نے کچھ توقف فرمایا یعنی خموشی اختیار کی کہ اسی اثناء میں عبداللہ بن عمیر سامنے حاضر ہوئے سلام عرض کیا اور اذن جہاد طلب کیا۔ اور کہا کہ مجھے اجازت دیجئے میں ان کافروں کو جہنم رسید کرتا ہوں حضرتؑ نے ان کے چہرہ پر نظر کی عبداللہ بن عمیر دراز قد۔ قوی ہیکل جوانمرد تھے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ عبداللہ ان دونوں کے مقابلہ کے لیے زیادہ موزوں ہیں۔ پس امام حسین علیہ السلام نے ان کو اجازت دی تلوار بے نیام لیے ہوئے لشکر حق سے نکلے میدان کارزار میں پہنچے۔ اور رجز پڑھا۔ انفرادی مقابلہ میں یہ ضروری تھا کہ ہر دو مقابل اپنا اپنا تعارف کرائیں۔ (قابل فخر کارنامے

بیان کریں) اپنا حسب ونسب بیان کیا۔ اور مقابل کو للکارا وہ دونوں بدبخت کہنے لگا کہ ہم نے نا حق بیان تک آنے کی زحمت گوارا کی کہنے لگے کہ یا تو بریر بن خضیر ہمدانی کو ہمارے مقابلہ کے لیے آنا چاہیئے تھے۔ یا زہیر بن قین بجلی کو آنا چاہیئے تھا۔ ہم تجھ سے جنگ کرنا اپنے لیے باعث ننگ و عار سمجھتے ہیں۔ اس پر عبداللہ بن عمیر نے کہا کہ اے غلامان روسیاہ میں تمہارا کام تمام کروں گا جہنم تمہارا مشتاق ہے اور یہ کہہ کر آپ نے ان پر حملہ کیا۔ اور یسار نامی شخص کے پیروں پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ گھوڑے سے زمین پر گرا۔ اور چیخنے لگا۔ اسی اثناء میں سالم ملعون عقب سے نکلا اور اس نے عبداللہ بن عمیر پر تلوار کی ضرب لگانے کی کوشش کی۔ اصحاب امام حسینؑ نے باواز بلند عبداللہ کو اس کے حملہ کرنے سے آگاہ کیا۔ کہ عبداللہ بن عمیر نے ایک ایسی ضرب لگائی کہ سالم ملعون کے ہاتھ کی چار انگلیاں کٹ گیں اور پھر اس سے گھوڑے پر نہ سنبھلا گیا۔ زمین پر گرا۔ ادھر ابن زیاد ملعون کے غلام جو کثیر در کثیر کھڑے ہوئے تھے سب نے آپ پر حملہ کر دیا۔ اور آپ زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور روح مبارک جنت کو پرواز کر گی۔ امام حسینؑ علیہ السلام کو جب خبر ہوئی تو آپ نے اشک بہائے۔ اور فرمایا کہ عبداللہ احتسبہ وحماۃ اصحابی یعنی خداوندعالم کے نزدیک میں اپنا حساب اور اپنے اصحاب کا حساب خود کروں گا کہ کربلا میں ہم پر کیا گذر گئی۔ ہماری جانیں قربان ہوں آقا و مولا مظلوم کربلا پر۔ زیارت ناحیہ میں امام العصرؑ اپنے جد سے خطاب کر کے فرماتے ہیں یعنی اے جد نامدار اے حسینؑ مظلوم کربلا آپ کے صبر پر ملائکہ تعجب کرتے ہیں کتاب ریاض میں ہے جیسے جیسے آفتاب کی حدت زیادہ ہو جاتی تھی۔

امام حسینؑ کے خیموں سے العطش العطش کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ اور آوازِ العطش حسینؑ کے اصحاب کے کانوں تک پہنچ رہی تھیں۔ جناب سکینہ خاتون کے پاس تمام بچے خالی کوزے لیے ہوئے جمع ہو رہے تھے اور ادھر لشکرِ حق میں اصحاب حسین علیہ السلام کا یہ عالم تھا کہ ایک صحابی دوسرے صحابی سے پہلے جام شہادت پینے کے لیے بے چین تھا ہر ایک صحابی امام حسین علیہ السلام سے اجازت میدان کارزار مانگتا سلام آخر کرتا امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں۔ وعليك السلام ونحن خلفك ۔ تم پر بھی میرا سلام ہو۔ اور میں تمہارے پاس پہنچنے والا ہوں۔

بُریر بن خضیر ہمدانیؓ کی شہادت

جان نثاران امام حسینؑ علیہ السلام میں سے بریر بن خضیر ہمدانی بھی ایک خاص درجہ رکھتے ہیں۔ آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے بعد سلام عرض کیا اے فرزند رسول خدا اب زندگی بے کیف معلوم ہوتی ہے اذن جہاد دیجئے۔ آپ نے اذن جہاد دیا اور فرمایا میرے نانا رسول خدا اور میرے بابا علیؑ کو میرا سلام کہنا۔ آپ میدان کارزار میں آئے لیکن کتب مقاتل میں یہ نہیں پایا جاتا کہ آپ پیادہ تھے یا گھوڑے پر سوار تھے۔ فرمایا انا بریر وابی خضیر۔ کہ میں بریر ہوں اور میرے والد خضیر ہیں۔ میں ہنگام جنگ شیر بر ہوں۔ اور دشمن میرے ہاتھ سے بچ کر نہیں جا سکتا۔ آپ نے حملہ شروع کیا اور جنگ میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔ جب فوج اعداء نے بھاگنا شروع

کیا تو فرمایا اے قوم بے حیا۔ اے مومنوں کے قاتلو کیوں بھاگتے ہو۔ اس اثناء میں ایک جس کا نام یزید بن معقل تھا لشکر اعداء سے آپ کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ اس نے بریر سے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم گمراہوں میں سے ہو آپ نے فرمایا کہ تو فاسق و فاجر ہے اور فاسق کی گواہی قابل قبول نہیں ہے۔ اور آپ نے فرمایا کہ اگر تو فاسق نہیں ہے تو مجھ سے مباہلہ کرنا کہ اسی میدان کارزار میں دنیا حق و باطل کو پہچان لے اور باطل کے لیے فنا لازمی ہے۔ وہ بدعقل راضی ہو گیا اور اس نے اپنی تلوار جناب بریر بن خضیر ہمدانی کے حوالہ کر دی اور خود وہ کافر بے تلوار ہو گیا۔ یہاں تک کہ جنگ کی نوبت آگئی۔ بریرؓ نے تلوار بلند کی اور آپ نے اس ملعون پر ایک ایسی ضرب لگائی کہ تلوار خود کو قطع کرتی ہوئی اس کے دماغ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور اس کے بعد بُریر خدمت امام عالیمقام میں آئے۔ اور عرض کیا کہ میں صرف زیارت آخر کے لیے آیا ہوں حضرت امام حسینؑ نے ان کو بہشت بریں کی خوشخبری دی۔ پھر وہ میدان کارزار میں گئے۔ کافروں کو قتل کیا مگر پیاسے تھے۔ زخمی بھی ہو گئے تھے قوت جواب دے چکی تھی کہ جام شہادت نوش کیا۔ آپ کے قاتل کا نام بحیر بن اوس تھا۔

حالات وہب بن عبداللہ بن حباب کلبیؓ

حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب و انصار میں ایک شخص وہب بن عبداللہ بن حباب قلبی ہیں۔ آپ کے حالات میں ہے کہ وہب جوان رعنا، نیک خو، صورت و سیرت میں بے مثال تھے ان کو دیکھ کر یہ محسوس ہوتا تھا کہ نقاش قدرت نے ان کو احسن تقویم میں جب بنایا تو اوصاف حمیدہ

انسانی کے نقوش نمایاں کردے۔ ان کا چہرہ مثل قمر مدوّر تھا یعنی گول تھا۔ بال گھونگر والے شیر کی طرح تھے۔ طبیعت سخت تھی جس سے دشمن ہراسان رہتا تھا۔ ان کے جمالیات نمایاں اور ان کے چہرہ سے کمال مصورِ فطرت ظاہر ہوتا تھا۔ ہم سابق میں تحریر کر چکے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے کربلا کی طرف آتے ہوئے منزل ثعلبیہ وہب بن عبداللہ کلبی کے خیموں کو عبور کیا۔ تو اس وقت وہاں پانی کا نام ونشان نہ تھا۔ آپ چونکہ با علم امامت آگہی تھی کہ رئیس خیمہ وہب نامی میرے ناصروں میں سے ہے اور اس کا نام محضر شہداء میں درج ہے پس امام عالیمقام نے وہاں باعجاز امامت ایک چشمۂ آب جاری کیا اس وقت وہب صحرا میں کسی طرف گئے تھے۔ ان کی والدہ ماجدہ موجود تھیں۔ امام حسینؑ چشمہ آب جاری کر کے تشریف لے گئے۔ حسینی قافلہ کربلا کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ وقت آیا کہ وہب صحرا سے اپنے خیمہ میں واپس آئے تو دیکھا کہ چشمہ آب جاری ہے۔ حیران ہو گئے ماں سے کہا اے مادر گرامی یہ چشمہ کہاں سے آیا۔ اس نے کہا وہب ایک بزرگ ہستی یعنی امام عالم کائنات کا قافلہ گزرا جب امام عالیمقام کا ادھر ہمارے خیموں کے نزدیک سے گزرا ہوا تو فرمایا کہ اس خیمہ کا رہنے والا وہب ہمارا ناصر و مددگار ہے۔ اور لوح محفوظ ہیں۔ اس کا نام ہمارے ان ناصروں میں درج ہے کہ جو جام شہادت نوش کریں ہماری اور وہب کی ملاقات کربلا میں ہو گی یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ اور چشمۂ آب جاری فرما گئے ماں کی یہ باتیں سن کر وہب کے دل میں نور ایمان پیدا ہوا اور محبت فرزند رسول خدا موج زن ہوں ماں کی یہ باتیں سن کر وہب کے دل میں نور ایمان پیدا ہوا اور خیمہ اکھاڑو۔ خیمہ اکھاڑ گیا اور وہب نے بھی کربلا

کا سفر اختیار کیا۔ وارد کربلا ہوا خیمہ نصب کیا اور خدمت امام حسین علیہ السلام میں حاضر ہوا کہ چشمہ آب نے اس کو پہلے ہی سے پاک کر دیا تھا۔ یہاں پہنچ کر مومن ہوا۔

روایت ہے کہ وہب بن عبداللہ بن جاب کلبی کی شادی کچھ دنوں پہلے ہوئی تھی اور وہ صحرا کی سیر و سیاحت اور شکار وغیرہ کے لیے خیمہ زن تھے اور ان کی ماں کہ جس کا نام قمر تھا ہمراہ تھیں اور اس کی زوجہ بھی ہمراہ تھی۔ وارد کربلا ہونے کے بعد جب امام حسینؑ اور ان کے اہل حرم اور رفقاء پہ پانی بند ہو گیا تو وہب دشمنان آل محمد کے اس رویہ کا خموشی سے مشاہدہ کر رہے تھے کہ روز عاشور گذشتہ شب سے صبح تک بچوں کی آواز العطش العطش ان کے کانوں میں پہنچ رہی تھی اور اس کے علاوہ امام حسین علیہ السلام کی آواز استغاثہ بھی وہ سن رہا تھا اور بار بار سوچ رہا تھا۔ کہ یہی وہ خیر نفرت ہے کہ جو چشمہ آب جاری کرتے ہوئے دی تھی۔ پریشان ہو گیا۔ خیمہ میں جا کر مادر گرامی اور اپنی زوجہ دونوں سے خطاب کیا تم حسین ابن علیؑ کو آواز استغاثہ نہیں سن رہی ہو ماں کہنے لگی کہ بیٹا آواز بھی ہم سن رہے ہیں اور بچوں کی آواز العطش دل و جگر کے پار ہو رہی ہے امام حسین پر عجب مصیبت کا وقت ہے۔ وہب کہنے لگے کہ اے مادر گرامی میں تو نصرت حسینؑ کے لیے تیار ہوں۔ لیکن مجھے تمہارا حسینؑ کے لیے تیار ہوں لیکن مجھے تمہارا اور اس رفیقۂ حیات کا خیال آتا ہے کہ میرے بعد نہ صرف کوئی مددگار ہو گا اور نہ تمہاری خبر لینے والا ہو گا۔ مادر وہب سمجھ گئی کہ ایسا نہ ہو کہ ہماری محبت اسے شرف شہادت سے محروم رکھے دونوں نے کہا اے وہب تم جاؤ اور حسینؑ کے دشمنوں کو قتل کرو شوق سے

جام شہادت پیو۔ زوجہ کہنے لگی کہ اے میرے تاجدار اے وہب میں ایک شرط کے ساتھ تمہیں اجازت دیتی ہوں کہ تم شہید ہو اور میرا سہاگ لٹ جائے لیکن وہ شرط یہ ہے کہ امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچو میرا ان کو سلام کہنا اور عرض کرنا کہ جب وہب روز قیامت محشور ہوں تو ان کا بازو میرے ہاتھ میں ہو اور وہ میرے بغیر داخل بہشت نہ ہوں میں ان کی کنیز ہوں۔ وہب یہ سن کر خوش ہوئے اور زوجہ کے ساتھ خدمت امام حسینؑ میں آئے۔ زوجہ نے جو کچھ کیا تھا وہ عرض کیا امام علیہ السلام نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہوگا کہ تمہاری زوجہ تمہارے بہشت میں داخل ہوگی۔ اس نے یہ بھی خدمت امام حسین میں عرض کیا کہ مجھے اپنی بہن زینب خاتون کی خدمت پر مامور کر دیجئے تاکہ دشمنوں کے شر سے بچ سکوں واحسرتا زوجہ وہب کو یہ معلوم نہ تھا کہ زینبؑ کی قدر و منزلت زینبؑ کے بھائیوں تک ہے۔ لیکن جب زینبؑ کے سب بھائی مارے گئے۔ حسینؑ کا سر نیزہ پر بلند ہو گیا۔ تو یہی زینب تھیں۔ سر کھلا ہوا تھا اعدائے دین خیمے لوٹ رہے تھے۔ اہلحرم کے سروں سے چادریں چھین لی گئی تھیں۔ کون تھا کہ جو زینبؑ کی فریاد کو پہنچا۔

وہب بن عبداللہ کلبی اور آپ کی زوجہ کی شہادت

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ جناب وہب نے اپنی زوجہ کو اپنے ساتھ لے کر داخل بہشت ہونے کا باذن امام حسین علیہ اقرار کر لیا تو وہ منہ خوش ہوئی۔ وہب کی ماں اور آپ کے زوجہ دونوں نے اجازت دی کہ نصرت امام

حسینؑ کرو۔ وہب اپنے خیمہ میں گئے اور اسلحۂ جنگ زیب تن کئے میدان کارزار میں پہنچنے سے پہلے خدمت امام حسینؑ میں حاضر ہوئے اور سلام بجا لائے شرف قدم بوسی حاصل کیا اور اذن جہاد لے کر لشکر اعدائے روانہ ہوئے اور بمطابق دستور رجز پڑھا۔ اِن تنکرو نی فابن الکلب، عبد الزراعین شدید الضرب انا غلام واثق بالرب، لاریب الموت بذات الحرب، افوز بالجنۃ یوم الکرب کہ میں امام حسینؑ کے دشمنوں کو کاٹنے والوں کی خاک پاء ہوں۔ اور میں وہب ہوں عبداللہ نزار کا شیر ہوں اور رائے میں آہن سخت ہوں یعنی دشمن دین کے لیے تلوار ہوں۔ دشمن کی کثرت کی مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ میں جنگ کے انجام کار یعنی موت سے نہیں ڈرتا۔ دشمن کے لیے کی مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ میں جنگ کے انجام کار یعنی موت سے نہیں ڈرتا۔ دشمن کے لیے میری حرب و ضرب سخت ہے یہ کہہ کر آپ نے حملہ شروع اور لشکر عمر بن سعد میں جس جس جگہ گروہ در گروہ لوگ موجود تھے ان پر حملہ کر کے پسپا کر دیا سب منتشر ہو گئے۔ اور سب سپاہ اعداء سے چالیس ملعون واصل جہنم کئے۔ بعدہ ماں کی خدمت میں حاضر ہوئے زوجہ کو بھی دیکھا کہ وہ خیمہ میں ایک طرف بیٹھی ہوئی ہے پریشان حال ہے مادر گرامی سے عرض کیا کہ آپ مجھ سے راضی ہیں ماں نے کہا بیٹا تم خوب حق نصرت امام حسین علیہ السلام ادا کیا۔ ابھی ماں سے باتیں ہو رہی تھیں کہ زوجہ کی بھرائی ہوئی آواز گوش زد ہوئی اس نے کہا وہب مجھے اپنی مادر گرامی کی سپرد کرتے جاؤ۔ تمہارے بعد میرا کون ہے میں بیکسی کی حالت میں آپ کی مادر گرامی کے ساتھ زندگی گزار دوں گی تم نصرت امام علیہ السلام کے لیے جاؤ دیر مت کرو وہب

نے زوجہ کو اپنی ماں کی سپرد کیا اور پھر میدان قتال میں گئے۔ پھر آپ نے رجز پڑھا کہ حسینؑ میرے امیر ہیں اور سب سے اچھے امیر ہیں۔ رجز سن کر فوج مخالف سے محکم بن طفیل ملعون نکلا۔ گھوڑے پر سوار۔ تن و توش میں منفرد ابھی وہ آپ تک پہنچا بھی نہ تھا۔ کہ وہب نے جھپٹ کر اس پر نیزہ سے حملہ کیا اور وہ اس نیزہ کا شکار ہو کر داخل جہنم ہوا آپ کی شجاعت کی دھاک بیٹھ گئی اور آپ نے اس مختصر سے وقت میں لشکر عمر ابن سعد کے چھتیس[۳۶] آدمی قتل کئے۔ عمر بن سعد بدکردار نے جب یہ حالت دیکھی تو اپنی فوج لعنت ملامت کی۔ اور ہزاروں کوفی و شامی ان کے مقابلہ میں حملے کے لیے۔ بھیج دیئے۔ ادھر ہزاروں کوفی اور ادھر تنہا وہب کلبی، ابو مخنف کہتے ہیں کہ آپ پر چاروں طرف سے تیر برسنے لگے۔ کوئی تلوار مار رہا تھا کوئی نیزہ سے وار کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کے جسم پر ستر زخم لگے۔ آپ کے گھوڑے پر اس قدر تیر پیوست تھے جیسے ساہی کے جسم پر کانٹے ہوں۔ ایک ملعون نے کمین گاہ سے آپ کے گھوڑے کے چاروں ہاتھ پیر کاٹ ڈالے وہب زمین پر گرے کتاب بحار اور کتاب اللہوف میں ہے کہ واخذت مراتہ عمودًا واقبلت نحوہ۔ یعنی جب وہب کو ان کی زوجہ نے اس حال میں دیکھا تو اس نے خیمہ سے نکل کر گرز اٹھایا۔ اور وہب کی طرف گئی جب اس حالت میں دیکھا تو اس کی نگاہ میں دنیا تاریک ہو گی۔ گرز سے دشمنوں کو ہٹانے لگی کسی طرح وہب کے پاس سے جدا ہونا پسند نہ کرتی تھی۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ ارجعی رحمك الله۔ اے زوجہ وہب واپس آجا خدا تجھ پر رحمت نازل کرے۔ وہ خیمہ میں مادر وہب کے پاس آگئی۔ اس کے واپس ہونے پر وہب

کو سکون آیا۔

بروایت شیخ صدوق علیہ الرحمۃ (کتاب امالی) کہ اس نے کسی جگہ سے عمود اٹھایا۔ اور لشکر اعداء پر حملہ کیا۔ بہت اسپ اور آدمی گرز مار مار کر گرائے اور ادھر وہب زخمی حالت میں پڑے ہوئے تھے کہ ایک ملعون نے آپ کا دست راست قلم کیا اور دوسرے ملعون نے دست چپ کاٹ دیا۔ اس وقت کوفیوں نے خوشی میں ایک نعرہ لگایا۔ اور وہب پر فقرے چست کئے کہ اے وہب تو نیا نیا شادی شدہ جوان تھا تیری عروس کیا ہوئی۔ عزادارو حضرت ابو الفضل العباسؑ کے شانے بھی قلم ہوئے تھے جب وہب کے ہاتھ قلم ہو گئے۔ عمر بن سعد ملعون نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ وہب کا سر قلم کرو۔ کوفی لوگ وہب کا سر کاٹنے آگے بڑھے۔ خیمہ سے اس کی ماں اور اس کی زوجہ دونوں دیکھ رہے تھے۔ وہب کی زوجہ سے نہ رہا گیا۔ شوہر کا سر قلم ہونے ہوئے دیکھ کر وہ خیمہ سے پا سرا سیمہ نکلی وہب کے نزدیک پہنچی سر جدا ہو چکا تھا۔ سینہ پر گئی۔ جب شمر ملعون نے یہ دیکھا کہ وہب کی زوجہ وہب کی لاش پر گریہ کر رہی ہے اس ملعون نے اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ گرز سے اس عروس کو ہلاک کر دے۔ اس ظالم نے اس ستم کے سر پر گرز مارا۔ وہ تڑپنے لگی اور روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔ بعدہ مادر وہب لاشہ پر اس اور وہب کا سر بریدہ اٹھا کر اپنے سینہ سے لگایا۔ اور پھر لشکر عمر بن سعد کی طرف مخاطب ہوئیں اور کہا میں گواہی دیتی ہوں۔ تم سے گروہ یہود و نصاریٰ بہتر ہیں کہ انہوں نے اپنے پیغمبر کی اولاد کو قتل نہیں کیا اور تم اپنے رسولؐ کی اولاد کو تہ تیغ کر رہے ہو۔ وائے ہو تم پر۔ ابی مخنف لکھتے ہیں کہ

یہ کہہ کر وہ ضعیفہ اپنے خیمہ میں واپس آئی۔ مگر کون تھا کہ جو خیمہ میں رہتا وہب نومقتل میں سو رہے تھے۔ عروس نو۔ لاش وہب پر خون آلودہ ہاتھ مانگ میں خاک بھری ہوئی۔ روز محشر ملاقات کے انتظار میں موت کی نیند سو رہی تھی۔ جب مادر وہب خیمہ میں واپس آئیں خیمہ گرا دیا۔ طناب خیمہ کاٹ دیں امام حسین علیہ السلام نے اس کو تلقین صبر کی اور اس کو حضرت زینب خاتون کی سپرد کر دیا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

حضرت امام حسین علیہ السلام کے چند اصحاب کی شہادت

روضۃ الشہداء میں ہے کہ جب وہب بن عبداللہ کلبی شہید ہو گئے تو ان کے بعد سب سے پہلے اصحاب امام حسین علیہ السلام میں سے عمرو بن خالد آگے بڑھے اور حضرت امام حسینؑ سے عرض کیا کہ کوئی مولیٰ اب زندگی بے کیف ہے۔ ساتھی قتل ہو رہے ہیں اذن جہاد طلب کیا امام عالیمقام نے اجازت جہاد دی۔ یہ مرد بلند و بالا۔ زاہد و متقی تھے اور عبادت میں شہرہ آفاق تھے۔ اہلبیت طاہرین کے خاص غلاموں میں سے تھے تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے میدان کارزار میں آئے رجز پڑھا۔ الیوم یا نفس الی الرحمٰن۔ یعنی اے جان عزیز رحمان کی طرف چل۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ صحابی رح حسینؑ موت سے نہیں ڈرتا تھا۔ معرکہ میں شیر شجاعت تھا۔ جماعت لشکر پر حملہ شروع کیا۔ لوگ بھاگنے لگے۔ اکثر ملعونوں کو واصل جہنم کیا اور گروہ عمر بن

سعد نے اپنے گھیرے میں لے لیا زخمی ہوئے گھوڑے گرے اور راہی جنت الفردوس ہوئے۔ پھر ان کے بعد ان کا فرزند خالد بن عمر بن خالد معرکہ قتال میں آیا کر نصرت امام حسین میں جہاد کرے بڑے ہمہ کے ساتھ رجز پڑھا۔ مقاتلہ کیا اور زمین مقتل منافقوں کے خون سے بھر دی۔ آخر کار خود بھی زخمی ہوئے اور اور شہادت پائی۔ اس شہید راہ خدا کے بعد ابن حنظلہ تمیمی نے امام عالیمقام سے اذن جہاد طلب کیا۔ اور میدان جنگ میں آئے شمشیر صاعقہ دار ہاتھ میں۔ زبان پر رجز اور دل میں جذبہ شہادت کے ساتھ مقاتلہ کیا۔ رجز پڑھتے جاتے تھے اور حملہ کرتے جاتے تھے کہ ایک دشمن دین نے کمین گاہ سے آپ پر حملہ کیا گھوڑے سے زمین پر گرے ملعون نے تیر و تلوار برسانے شروع کر دے اور آپ کی روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔ بعدہ عمیر بن عبداللہ المذحجی امام عالیمقام کی خدمت میں حاضر ہوئے امام کی رکاب کو بوسہ دیا اور اذن جہاد حاصل کیا میدان میں پہنچے اور شیرانہ ارجز پڑھا۔ مصروف جہاد ہوئے کہ لشکر عمر بن سعد نے دو شخص سے نکلے ایک کا نام مسلم دوسرے کا نام عبداللہ تھا۔ گویا مسلم نامسلمان اور عبداللہ، عبدالشیطان تھا۔ یہ دونوں ملعون کسی جگہ چھپے کھڑے تھے کہ انہوں نے عمیر بن عبداللہ پر حملہ کیا۔ آپ زخمی ہوئے اور گھوڑے سے گر کر راہی جنت ہوئے یا ور و انصار کی موت دل پر سخت گزرتی ہے۔ جب امام حسین علیہ السلام کو یہ خبر پہنچی کہ مولیٰ اب فلاں مددگار قتل ہو گیا اصحاب فلاں مددگار مارا گیا تو آپ آہ سرد بھرتے جگر پسر فاطمہؑ دوستوں کی جدائی میں کباب ہو گیا تھا۔

امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام جب جنگ صفین میں تھے اور آپ کی جب کسی صحابی اور ناصر کے قتل ہونے کی خبر ملتی۔ تو رنج ہوتا تھا جب چند

اصحاب کے شہید ہونے کی پے در پے خبر ملی تو آپ زیادہ غمگین ہوئے اور فرمایا کہ یہ

ایھا الموت الذی ھو قاصدی

ارحنی فقد افنیت کل خلیلی

یعنی کہ اے موت تو میرے اصحاب کو کیوں چاہتی ہے۔ اور ان کے داغ مفارقت سے پیدا سینہ جلاتی ہے۔ اے موت آ اور میری جان قبض کر تاکہ مجھے داغ مفارقت سے چھٹکارا نصیب ہو۔ لیکن میں عرض کروں گا کہ جنگ صفین میں علیؑ کے پاس بڑا لشکر موجود تھا۔ شہید ہونے والے جب میدان جنگ میں آتے تو سیراب ہوتے تھے۔ لیکن کربلا میں حسین کم سپاہ کے لشکر میں بروایتے روز عاشورا بہت تھوڑے اصحاب تھے۔ کچھ عزیز و اقارب تھے۔ جن میں بوڑھے جوان اور بچے بھی شامل ہیں۔ سب ہی بھوکے و پیاسے تھے۔ وائے حسرتا امام حسینؑ کے دل پر اصحاب کی جدائی کا کتنا اثر ہوگا۔ اس کے علاوہ خیموں میں سے بچوں کی آواز العطش العطش بلند ہو رہی تھی۔ اہلحرم کی گریہ و زاری کی آوازیں بچوں بلند ہو رہی تھیں۔ حسینؑ تنہا اور اس قدر مصائب۔ کائنات میں امام حسین علیہ السلام جیسا صابر نہیں ہے۔

حالات ہلال بن نافع جنگ اور شہادت

شہداء کربلا میں ہلال بن نافع بھی ایک شہید ہیں۔ صاحب روضۃ الشہدا لکھتے ہیں کہ ہلال بن نافع مرد میدان۔ نیکخو۔ پسندیدہ خصلتیں اور خوبرو انسان تھے

آپ کا جمال شجاعت درجۂ کمال پر فائز تھی۔ ابی مخنف لکھتے ہیں کہ وکان قد رباہ امیرالمؤمنین وکان یرمی بالنبلۃ وکان یکتب اسمہ علی النبلہ و یرمی بہا۔ یعنی ہلال بن نافع یگانہ روزگار بہادر تھے۔ عقل و دانائی کے ساتھ شجاعت سے آراستہ تھے۔ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ان کو تربیت دی تھی۔ گھوڑ اسواری اور تیراندازی میں بے مثل تھے۔ وکان یرمی بالنبلۃ۔ (نبل کے معنی ہیں تیر، تیرانداز، تیر پھینکنے والا اور نبالت کے معنی ہیں تیر تراشنا) فنون جنگ کے اعتبار سے تیراندازی بھی ایک مخصوص فن ہے۔ روایت ہے کہ ہلال بن نافع تیر بھی بناتے تھے اور اپنا اور اپنے باپ کا نام تیر پر لکھتے تھے۔ انہوں نے یہ فن بدرجہ کمال حاصل کیا تھا۔ ان کا پھینکا ہوا تیر خواہ شب کی تاریکی ہو یا دن کی روشنی ہو کبھی خطا نہیں کرتا تھا۔ نہ تیر خطا کرتا تھا اور نہ تیر انداز میں خطا تھی۔

جب اکثر یاور و انصار جناب سید الشہداء علیہ السلام جام شہادت پی چکے ہلال بن نافع حضرت امام حسین علیہ السلام میں حاضر ہوئے اور اذن جہاد طلب کیا اور گھوڑے پر سوار ہوئے دوش پر کمان ایک ہاتھ میں لجام فرس نعرہ زن۔ میدان کارزار میں پہنچے رجز پڑھا۔ لشکر عمر ابن سعد میں ان کی آمد کی خبر سن کر خوف پیدا ہو گیا۔ آخر کار ہلال بن نافع نے دوش پر سے کمان اتاری اور چلے میں تیر جوڑا۔ عقاب صفت تیر کمان سے نکلا دشمن کو نشانہ بنایا۔ بروایت محمد ابن ابی طالب الموسوی آپ نے سرداران لشکر کو زیادہ تر نشانہ بنایا۔ آپ اس وقت یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ انا الغلام الیمنی البجلی کہ میں جوان نہیں ہوں۔ میں ہلال بن نافع بجلی ہوں۔ میرا دین دین علی ابن ابی طالب ہے میرا دین دین

حسین فرزند رسولؐ خدا ہے۔ آپ نے تیرہ سرداران لشکر عمر ابن سعد کو نشانہ بنایا بروایتے ابی مخنف ستر افراد سپاہ عمر بن سعد سے نشانہ بنائے اور داصل جہنم کیا بروایت محمد ابن ابی طالب ہلال بن نافع پروردہ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام تھے کتاب ریاض میں ہے کہ جب آپ کے پاس کوئی تیر نہ رہا تو آپ نے تلوار اٹھائی اور قلب لشکر باطل پر حملہ کیا۔ کثیر تعداد میں کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ مگر کہاں تک جنگ کرتے تین دن کی بھوک و پیاس تھی ادھر لشکر عمر بن سعد نے آپ کو گھیرے میں لے لیا چاروں طرف سے حملہ شروع ہو گیا۔ ایک ظالم نے کمین گاہ سے آپ پر ایسا حملہ کیا کہ آپ کے دونوں ہاتھ قطع ہو گئے۔ پھر آپ گھوڑے پر سنبھل سکے۔ اور یہ ناصر امام ہلال نامی جو آسمان حرب و ضرب پر چمک رہا تھا۔ گہن میں آگیا اور آپ زمین پر گرے لشکر عمر ابن سعد ملعون کے آدمی ان کو پکڑ پکڑ کھینچتے ہوئے سردار کے پاس لے گئے۔ اس ملعون نے حکم دیا کہ ان کو قتل کر دو۔ شمر ولد الحرام موجود تھا۔ اس نے عقب کی طرف سے گردن پر تلوار ماری اور سر مبارک جدا ہو گیا۔ آپ کی شہادت کی روح مبارکہ سے خطاب کروں کہ اے ہلال آپ پس گردن سے ذبح ہوئے آپ کے مولا و آقا حسینؑ کا سر مبارک بھی پس گردن سے جدا ہوا آپ کے دونوں ہاتھ قلم ہوئے۔ تو عباسؑ بن علیؑ علمدار حسینؑ کے شانے قلم ہوئے۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

نافع بن ہلال بن نافع البجلی المرادی کی شہادت

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ ہلال بن نافع البجلی شہدائے کربلا میں سے ایک شہید ہیں جو کہ ہمرکاب حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام ہیں۔ ان کا ایک بیٹا تھا جس کا نام "نافع" یعنی نافع بن ہلال۔ اور یہ بھی نصرت امام حسینؑ علیہ السلام میں شہید ہوئے ہیں۔ زیارت شہداء میں مذکور ہے کہ السلام علی نافع بن ہلال بن نافع البجلی المرادی ان کی شہادت کا تذکرہ ارباب کتب تاریخ و سیر نے کیا ہے مولف فرماتے ہیں کہ نافع بن ہلال اپنے پدر بزرگوار کی شہادت کے بعد خود بھی عازم قتال ہوئے حالانکہ ان کی شادی چند دنوں پہلے ہوئی تھی اور ان کی زوجہ ان کے ساتھ تھی۔

جب نافع بن ہلال نے امام حسین علیہ السلام سے اذن جہاد طلب تو زوجہ نافع مانع ہوئی لیکن نافع نے اس سے کہا کہ کیا تو نہیں دیکھتی کہ امام حسینؑ اور ان کے اہلحرم پر کس قدر مصائب پڑ رہے ہیں۔ امام حسینؑ نے بھی اس سے فرمایا کہ اے نافع تمہاری ابھی شادی ہوئی ہے۔ نافع نے عرض کیا مولا میں میدان حشر میں حضرت رسولؐ خدا کی کیوں کر منہ دکھاؤں گا۔ بہر حال ان کو اذن جہاد ملا کتاب ریاض میں ہے کہ نافع میدان میں آئے۔ اسلحہ زیب تن کئے ہوئے تلوار بکف میدان میں پہنچے۔ اور رجز پڑھا کہ میرا دین۔ دین علیؑ ہے رجز کو سن کر لشکر باطل سے مزاحم بن حریث مقابلہ کے لیے نکلا۔ اس نے بھی رجز پڑھا۔ انا علی دین عثمان اور ادھر نافع نے اس پر تلوار کا وار کیا وہ دو ہو کر

گھوڑے سے زمین پر گرا۔ اسی اثناء میں عمر ابن سعد ملعون نے لشکر کو حکم دیا کہ نافع بن ہلال پر حملہ کریں۔ چاروں طرف سے تیر و تلوار سے اس پر وار ہونے لگے۔ آپ بہت زخمی ہوئے اور گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اور روح نافع جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔ آپ کے شہید ہونے کی خبر حضرت امام حسین علیہ السلام کو پہنچی تو آپ آبدیدہ ہوئے اہل حرم نے اس کی بیوی کو صف ماتم میں شریک کر کے گریہ و زاری کیا۔ خوشا نصیب کہ نافع پر بنی زادیاں پر ماتم کر رہی تھیں۔ اصحاب حسینؑ گریہ کر رہے تھے۔ امام حسین علیہ السلام ہر ایک شہید کو یاد کرتے اور گریہ فرماتے روز عاشورا ۱۰ محرم جب امام حسین علیہ السلام اکیلے رہ گئے اور کوئی مددگار و ناصر امام نہ رہا تو آپ کو اصحاب یاد آئے فرماتے ہیں۔ و یا ابطال الصفا و یا فرسان الہیجا۔ میرے شیرو تمہیں کیا ہو گیا جواب نہیں دیتے۔ حسینؑ تمہیں مدد کو پکار رہا ہے اور تم مدد نہیں کرتے۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

عمرو بن الحجاج کا اپنے لشکر کو جنگ کی ترغیب دینا

الشیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ روز عاشورا ۱۰ محرم نافع بن ہلال کی شہادت کے بعد عمرو بن الحجاج زبیدی نے اپنے لشکر کو بہت برا بھلا کہا۔ اور ان کو مل کر جنگ کرنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ کتاب الارشاد مفیدؒ میں ہے کہ فصاح عمرو بن الحجاج بالناس یا حمقی اتدرون من تقاتلون یعنی کہ اے نادانوں کیا تم ایک ایک اصحاب حسینؑ سے ڈر کر جنگ جیت سکتے

ہو تم دیکھ رہے ہو کہ ان کا ایک صحابی تمہاری فوج کی صفوں کے پرے الٹ دیتا ہے۔ سینکڑوں کو زخمی کرتا ہے اور موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے بعدہ عمرو بن الحجاج۔ عمر بن سعد ملعون کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ مبارزت ختم کر دی جائے اور پھر پوری فوج مل کر حملہ کرے اس نے عمرو کی اس تجویز کو پسند کیا۔ اور بقول طبری ادھر امام حسینؑ کے اصحاب بھی جو جام شہادت کے پیاسے تھے آب دنیا ان پر بند ہو چکا تھا۔ خدمت امام حسین علیہ السلام میں مل کر حملہ کرنے کی اجازت طلب کی جس پر امام حسین علیہ السلام نے ان کو دعا خیر دی۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ عمر ابن سعد نے عمرو بن الحجاج کی رائے سے اتفاق کیا اور جنگ کو جنگ مغلوبہ کی صورت میں بدل دیا۔ عمرو بن الحجاج اپنے لشکر سے جدا ہوا اور قریب لشکر امام حسینؑ پہنچ کر کہنے لگا۔ کہ اے فوج والو تمہارا امام یزید بن معاویہ ہے۔ اس کی اطاعت تم پر واجب ہے وہ امام المسلمین ہے۔ تم سب مل کر اس گروہ خارجیہ سے قتال کرو۔ یہاں گروہ خارجیہ سے اس کی مراد معاذ اللہ امام حسینؑ کی ذات اقدس تھی۔ جب حضرت امام حسینؑ نے اس کا یہ کلام سنا تو فرمایا اے عمرو بن الحجاج اعلیٰ تحرض الناس انحن مرقنا من الدین و انتم ثبتم علیہ۔ یعنی اے پسر حجاج تو لوگوں کو ہمارے قتل پر آمادہ کر رہا ہے۔ ہمیں دین سے خارج سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ یزید کی امامت باطلہ حق ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک امام حسین بیعت نہ کریں یزید کے امام حق ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ امام حسینؑ نے سر دیدیا مگر بیعت یزید نہیں کی لہذا یزید دین حق سے نکل گیا اور خارجی ہے۔ تو ہمارا خون بہانا چاہتا ہے۔ امام عالیمقام کا جواب سن کر عمرو بن الحجاج ملعون

نے اپنے لشکر کے ساتھ سپاہ حسینی پر حملہ کر دیا۔ تاریخ طبری میں ہے کہ لشکر عمر ابن سعد نے تیروں کی بارش کر دی۔ اس وقت اکثر اصحاب امام حسینؑ شہید ہو گئے حماد بن انس صحابی امام علیہ السلام بھی اسی موقعہ پر شہید ہوئے ہیں۔

حماد بن انسؓ کی شہادت

جب لشکر عمر بن سعد نے مل کر حملہ کیا اور تیروں کی بوچھار ہونے لگی تو اس وقت اصحاب امام حسین علیہ السلام میں سے مسلم بن عوسجہ اسدی خدمت امام حسینؑ میں آئے سلام عرض کیا رکاب امام حسینؑ کو بوسہ دیا اور اذن جہاد طلب کیا آپ کے ساتھ چند اور بھی اصحاب تھے۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ میدان کارزار میں پہنچے آپ خود پیش پیش تھے۔ آپ نے رجز پڑھا کہ میں مسلم ہوں اور میں اسدی ہوں۔ پھر ان مجاہدوں نے اس طرح لشکر عمر بن سعد پر حملہ کرنا شروع کیا کہ لشکر عمرو بن الحجاج پر سامنے کی طرف سے مسلم بن عوسجہ اسدی نے حملہ کیا۔ اور پھر مرد میدان ساتھیوں نے یکے بعد دیگرے عمرو بن الحجاج اور اس کی سپاہ کے اوپر کی طرف حملہ شروع کیا۔ اسی حملہ میں مسلم بن عوسجہ کے چند مجاہد زمین پر گرے اور جام شہادت نوش کیا۔ ان میں حماد بن انس رحمۃ اللہ، وقاص بن عبید بہ ہمراہ برادر شریح بن عبید بھی ہیں۔ جب مسلم بن عوسجہ نے اپنے دوستوں اور ناصران امام حسینؑ کو زمین پر خون میں غلطاں دیکھا تو ایک نعرہ بلند کیا اور لشکر باطل پر پھر دلیرانہ حملہ کیا۔

مسلم بن عوسجہؓ اسدی کی شہادت

کتاب ریاض میں ہے کہ جناب مسلم بن عوسجہؓ اسدی جب میدان کارزار میں پہنچے تو آپ پر سپاہ کوفہ نے ہجوم کر لیا۔ آپ اسلحہ سے آراستہ تھے۔ آہنی جوشن زرہ زیب تن تھی۔ تلوار و سنان ہاتھ میں۔ گھوڑے پر سوار مثل شیر غضبناک حملہ کیا۔ چاروں طرف نرغہ اعدا ہو تھا۔ لیکن آپ کے ثبات قدم میں فرق نہیں آیا۔ مقاتلہ کرتے رہے۔ روایات میں ہے کہ آپ پچاس ملعونوں کو واصل جہنم کیا۔ بعض روایات میں ساٹھ کی تعداد ملتی ہے۔ بہر حال آپ تنہا لڑ رہے تھے۔ اور ادھر لشکر کثیر تھا۔ آپ کے جسم مبارک پر کاری زخم لگے۔ لشکر عمر ابن سعد نے گھیرے میں لے کر تیر برسانا شروع کیے۔ آپ کے جسم مبارک پر تیر اس طرح پیوست تھے جیسے ساہی کے جسم پر کانٹے ہوں۔ جب گھوڑے پر نہ سنبھلا گیا تو آپ زمین پر گرے ایک ملعون نے تلوار کا وار کیا اور ہاتھ قطع ہو گئے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو خبر ہوئی کہ مسلم بن عوسجہ تصدق ہو گئے۔ چشم امامؑ اشکوں سے پر ہو گی۔ پس جاء الحسین علیہ السلام و معہ حبیب ابن مظاہر الاسدی آپ کے لاشہ پر پہنچے کہتے ہیں کہ ابھی کچھ رمق جاں باقی تھی کہ مسلم نے آنکھ کھولی۔ امام حسین علیہ السلام کے چہرہ پر نظر کی مقصد یہ تھا کہ اے فرزند رسول خدا کیا میں نے حق رفاقت ادا کیا؟ امام حسینؑ نے فرمایا کہ منہم من قضی نحبہ و منہم من ینتظر یعنی ہمارے اصحاب میں سے آغوش اجل میں چلے گئے اور جو باقی ہیں وہ مشتاق اجل ہیں اے مسلم اب ہم بھی تمہارے بعد آنے والے ہیں۔ مسلم نے جب آواز حضرت امام

حسین سنی پھر ایک مرتبہ آنکھ کھولی امامؑ اور حبیب ابن مظاہر پر بحسرت نظر کی امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے برادر میں تمہیں اس حال میں دیکھ رہا ہوں مجھ پر بڑا گراں گذر رہا ہے۔ لیکن اے امام مسلم میں جنت کی بشارت دیتا ہوں حبیب نے کہا اے برادر اگر کوئی وصیت ہو تو کرو۔ مسلم بن عوسجہ نے فرمایا کہ وصیتی علیک ان لا تدع ھذا الغریب واشارا الی الحسین علیہ السلام۔ فرمایا کہ میری وصیت یہ ہے کہ اس غریب کا ساتھ نہ چھوڑنا اور پھر امام حسین کی طرف اشارہ کیا کہ حسینؑ کا ساتھ نہ چھوڑنا۔ حبیب نے فرمایا کہ اے برادر خدا نے مجھے پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ میں حسینؑ کی نصرت کروں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ آپ کی روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔

دل چاہتا ہے کہ مسلم بن عوسجہ کی روح سے خطاب کروں اے مسلم تمہارے پاس وقت آخر حسینؑ موجود تھے۔ حبیب ابن مظاہر موجود تھے۔ لیکن روز عاشوراء ہنگام عصر جب آپ کے آقا و مولیٰ امام حسین زخموں سے چور چور گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں تو شمر آگے بڑھا اور سینہ امام حسینؑ پر اس نے قدم رکھا اور کوئی نہ تھا کہ جو شمر ولد الحرام کو منع کرتا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

جلالت قدرِ مسلم بن عوسجہ پسر اور زوجہ مسلم کی شہادت

حضرت امام حسینؑ کے انصار میں الشیخ المشکور، البارع الاحدی مسلم بن عوسجہ الاسدی ایک ایسے جلیل القدر صحابی تھے کہ جب آپ حضرت امیر المومنین علی ابن

ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں جاتے تو مولائے کائنات ان سے برادر کہہ کر خطاب فرماتے تھے۔ امیر المومنینؑ علیہ السلام کی بارگاہ میں یہ مرتبہ مسلم تقویٰ و پرہیزگاری اور محبت و اطاعت کی بنا پر تھا۔ آپ نے قرآن مجید بھی حضرت امیر المومنینؑ سے پڑھا تھا۔ اور آپ کے ساتھ جہاد میں شامل رہے تھے اور جس وقت کہ حضرت مسلم بن عقیلؑ کوفہ وارد ہوئے ہیں۔ تو جناب مسلم بن عوسجہ دربان خانہ مسلم بن عقیل تھے۔ پھر اس انتظار میں رہے کہ امام حسینؑ علیہ السلام کوفہ تشریف لائیں تو شرف زیارت حاصل کریں۔ یہاں تک کہ ان کو خبر ملی کہ امام حسین سے کوفی لوگ جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔ کوفہ کی فضا سازگار نہیں ہے۔ اور امام حسینؑ ابھی سفر ہی میں تھے کہ ایک منزل پر جناب مسلم بن عوسجہ آکر شامل لشکر حسینیؑ ہوئے جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے شب عاشوراء محرم اپنے اصحاب سے خطاب فرماتے ہوئے اجازت دی ہے کہ جس کا دل چاہے وہ چلا جائے تو سب سے پہلے اصحاب میں مسلم بن عوسجہ نے اظہار وفاداری و ثبات قدم کیا تھا۔ کہ مولا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اپنی جان بچا کر چلے جائیں۔ اور نرغہ اعداء میں آپ کو چھوڑ جائیں۔ مولا اگر آپ کی نصرت میں شہید ہوں اور پھر زندہ کیے جائیں اور پھر شہید ہوں۔ تب بھی ہم آپ ان کوفیوں اور شامیوں کی سپرد نہیں کر سکتے اور آپ کا حق اسی صورت میں ادا ہو سکتا ہے کہ ہم آپ کی نصرت میں قتل ہوں۔ جب آپ میدان کارزار میں پہنچے ہیں اور لشکر عمر بن سعد میں قتال شروع کیا کشتوں کے پشتے لگا دیئے ہیں تو ان کو قتل کرنے کی خاطر تین آدمی لشکر عمر بن سعد سے نکلے جن کے نام یہ ہیں۔ (۱) عبداللہ ضبابی (۲) عبداللہ خشکاری اسدی مسلم بن عبداللہ ضبابی، اور جب ان تینوں ملعون

حسین سنی پھر ایک مرتبہ آنکھ کھولی امامؑ اور حبیب ابن مظاہر پر بحسرت نظر کی امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے برادر میں تمہیں اس حال میں دیکھ رہا ہوں مجھ پر بڑا گران گزر رہا ہے۔ لیکن اے امام مسلم میں جنت کی بشارت دیتا ہوں حبیب نے کہا اے برادر اگر کوئی وصیت ہو تو کرو مسلم بن عوسجہ نے فرمایا کہ وصیتی علیک ان لا تدع هذا الغریب واشارا الی الحسین علیه السلام فرمایا کہ میری وصیت یہ ہے کہ اس غریب کا ساتھ نہ چھوڑنا اور پھر امام حسین کی طرف اشارہ کیا کہ حسینؑ کا ساتھ نہ چھوڑنا۔ حبیب نے فرمایا کہ اے برادر خدا نے مجھے پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ میں حسینؑ کی نصرت کروں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ آپ کی روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔

دل چاہتا ہے کہ مسلم بن عوسجہ کی روح سے خطاب کروں اے مسلم تمہارے پاس وقت آخر حسینؑ موجود تھے۔ حبیب ابن مظاہر موجود تھے۔ لیکن روز عاشورا ہنگام عصر جب آپ کے آقا و مولا امام حسین زخموں سے چور چور گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں تو شمر آگے بڑھا اور سینہ امام حسینؑ پر اس نے قدم رکھا اور کوئی نہ تھا کہ جو شمر ولد الحرام کو منع کرتا۔

الا لعنة الله علی القوم الظالمین۔

جلالت قدر مسلم بن عوسجہ پسر اور زوجہ مسلم کی شہادت

حضرت امام حسینؑ کے انصار میں الشیخ المشکور، البارع الاعدی مسلم بن عوسجہ الاسدی ایک ایسے جلیل القدر صحابی تھے کہ جب آپ حضرت امیر المومنین علی ابن

ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں جاتے تو مولائے کائنات ان سے برادر کہہ کر خطاب فرماتے تھے۔ امیر المومنینؑ علیہ السلام کی بارگاہ میں یہ مرتبہ مسلم تقویٰ و پرہیزگاری اور محبت و اطاعت کی بنا پر تھا۔ آپ نے قرآن مجید بھی حضرت امیر المومنینؑ سے پڑھا تھا۔ اور آپ کے ساتھ جہاد میں شامل رہے تھے اور جس وقت کہ حضرت مسلم بن عقیلؑ کوفہ وارد ہوئے ہیں۔ تو جناب مسلم بن عوسجہ دربان خانہ مسلم بن عقیل تھے۔ پھر اس انتظار میں رہے کہ امام حسینؑ علیہ السلام کوفہ تشریف لائیں تو شرف زیارت حاصل کریں۔ یہاں تک کہ ان کو خبر ملی کہ امام حسین سے کوفی لوگ جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔ کوفہ کی فضا سازگار نہیں ہے۔ اور امام حسینؑ ابھی سفر ہی میں تھے کہ ایک منزل پر جناب مسلم بن عوسجہ آکر شامل لشکر حسینیؑ ہوئے جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے شب عاشورا محرم اپنے اصحاب سے خطاب فرماتے ہوئے اجازت دی ہے کہ جس کا دل چاہے وہ چلا جائے تو سب سے پہلے اصحاب میں مسلم بن عوسجہ نے اظہار وفاداری و ثبات قدم کیا تھا۔ کہ مولا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اپنی جان بچا کر چلے جائیں۔ اور نرغہ اعداء میں آپ کو چھوڑ جائیں۔ مولا اگر آپ کی نصرت میں شہید ہوں اور پھر زندہ کیے جائیں اور پھر شہید ہوں۔ تب بھی ہم آپ ان کوفیوں اور شامیوں کی سپرد نہیں کر سکتے اور آپ کا حق اسی صورت میں ادا ہو سکتا ہے کہ ہم آپ کی نصرت میں قتل ہوں۔ جب آپ میدان کارزار میں پہنچے ہیں اور لشکر عمر بن سعد میں قتال شروع کیا کشتوں کے پشتے لگا دیئے ہیں تو ان کو قتل کرنے کی خاطر تین آدمی لشکر عمر بن سعد سے نکلے جن کے نام یہ ہیں۔ (۱) عبداللہ ضبابی (۲) عبداللہ خشکاری اسدی مسلم بن عبداللہ ضبابی، اور جب ان تینوں ملعون

نے مسلم بن عوسجہ زخمی حالت میں قتل کیا ہے۔ تو اپنے لشکر میں فخر و معایات کر رہے تھے۔ اس وقت شبث بن ربعی نے اگرچہ وہ دشمن تھا کہنے لگا کہ تم لوگ مسلم بن عوسجہ کو قتل کرنے پر فخر کرتے ہو۔ حالانکہ مسلم بن عوسجہ ایک مرد متقی و پرہیز گار تھا تم نے مسلم بن عوسجہ کو ناحق قتل کیا۔ محمد ابن ابی طالب الموسوی لکھتے ہیں کہ جب مسلم بن عوسجہ کو شہید کر دیا۔ اور آپ کے قتل کی خبر آپ کی زوجہ کو ہوئی تو وہ گریبان چاک کیے ہوئے۔ فریاد کی کرتی ہوئی۔ خیمہ سے نکلی اور اہل حرم کے خیمہ میں آئی۔ وہ فریاد کر رہی تھی۔ واسداہ واعوسجاہ، اہل حرم میں اس وقت ایک شور ماتم برپا تھا۔ روضۃ الشہداء اور نور الائمہ خوارزمی میں ہے کہ مسلم بن عوسجہ کا ایک بیٹا تھا جو خورد سال تھا۔ جب اس نے سُنا کہ مسلم قتل ہو گئے تو اس نے ایک تلوار اٹھائی اور خیمہ سے نکلا۔ میدان کارزار کا رخ کیا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے بیٹا تم کہاں جاتے ہو۔ فرمایا کہ اگر تو بھی شہید ہو گیا۔ تو تیری ماں اس عالم غریب میں کیا کرے گی۔ امام حسین علیہ السلام نے اس کا بازو تھام لیا وہ نونہال مسلم بن عوسجہ کہنے لگا کہ اے آقا۔ فاذا امہ امرعت الیہ۔ کہ مجھے میری ماں نے کہا ہے کہ اے بیٹا اگر تو نشان پدر بننا چاہتا ہے۔ تو اپنے باپ کی طرح قتال کر۔ نصرت امام حسینؑ میں جام شہادت نوش کر۔ محمد ابن ابی طالب الموسوی لکھتے ہیں کہ خرج شاب قتل ابوہ فی المعرکۃ وامہ معہ۔ غرضکہ زوجہ مسلم نے اپنے بیٹے کو ترغیب دی اور خود میدان قتال میں بھیجا۔ فرزند مسلم بن عوسجہ میدان قتال میں پہنچا۔ اور مثل اپنے پدر عالیقدر کے حوصلہ کے ساتھ پہنچا آگے آگے وہ طفل جا رہا تھا۔ تلوار ہاتھ میں تھی اور ساتھ ساتھ زوجہ مسلم جا رہی تھی۔ ماں کی محبت مشہور ہے اور وہ ماں کہ جس نے حسین علیہ السلام پر بیٹے

کو قربان کیا ہو۔ فرزند مسلم نے رجز پڑھا ماں سنتی رہی کہ ایک ظالم نے اس کو تلوار ماری اور وہ زمین پر گرا اس کا سر جدا کیا اور امام حسینؑ کے لشکر کی طرف پھینک دیا اس کی ماں نے سر اٹھایا۔ اپنی چھاتی سے لگایا اور کہا اے بیٹا واللہ کہ کار کردی اے فرزند تم نے بڑا کام کیا۔ تم نے مجھے سیدہ کے سامنے سرخرو کیا۔ محمد ابن ابی طالب الموسوی لکھتے ہیں کہ تم رمت راس ابنھا رجلا فقتلہ وہ زن غم رسیدہ، شوہر اور بیٹے کا داغ دل پر لیے ہوئے آ رہی تھی۔ دل میں کہہ رہی تھی کہ جب نہ شوہر رہا اور نہ فرزند تو کس لیے جینا ہے۔ اس نے ایک عمود خیمہ اٹھایا اور لشکر عمر بن سعد کے ایک پہرہ دار کو فی شخص پر ضرب لگائی اور دل میں کہتی تھی۔ کہ میں ایک ضعیفہ ہوں عورت زاد ہوں حمایت اولاد فاطمہؑ کرنا میرا فریضہ ہے۔ روایت ہے کہ اس مَنہ نے بھی دو کوفی فی النار کیے۔ ابن شہر آشوب میں ہے کہ لشکر عمر ابن سعد کے سپاہ نے اس مَنہ کا محاصرہ کر لیا اور اسے قتل کر دیا۔

الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

روز عاشورا قبل از ظہر قیامت خیز معرکہ جنگ

ہم گذشتہ اوراق میں ذکر کر چکے ہیں کہ جب عمرو بن الحجاج نے یہ دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں سے ایک ایک شخص مقاتلہ کے لیے آتا رہا تو اس صورت میں سپاہ عمر بن سعد کے قدم اکھڑ جائیں گے حوصلے پست ہو جائیں گے۔ اور پھر میدان کربلا لاشوں سے بھر جائے گا۔ اس نے عمر بن سعد کو یہ مشورہ دیا کہ مبارزطلبی ختم کر دی جائے اور ساری فوج مل کر لشکر

حسین ابن علیؑ پر حملہ کرے چنانچہ عمر ابن سعد بدنہاد نے اس کی رائے سے اتفاق کیا اور اپنے لشکر میں منادی کرا دی کہ ایک ایک شخص مقابلہ کے لیے نہ نکلے بلکہ سب مل کر حملہ کریں۔ عمر بن سعد نے اس قسم کے احکام میمنہ و میسرہ کے سرداروں کو پہنچا دیے۔ اب جس قدر بھی گرز مارنے والے سب حرکت میں آگئے۔ لشکر عمر بن سعد میں شمر بن ذی الجوشن میسرہ پہ پیادہ سپاہ کا سالار تھا۔ اور عمرو بن حجاج میمنہ کا سواروں کا سردار تھا چنانچہ شمر ولدالحرام نے اپنے لشکر میں یعنی میسو میں جنگی شور و غل شروع کیا۔ اول شمر ولدالحرام نے اپنے میسرہ سے امام حسین علیہ السلام کے لشکر میمنہ پر حملہ کیا اور عمرو بن حجاج نے اپنے میمنہ سے امام عالیمقام کے لشکر میسرہ پر حملہ کیا اور ایک کثیر فوج کے ساتھ اصحاب امام حسینؑ کے نزدیک آگیا حضرت کے اصحاب باوفا نے حملہ کو روکا اور لشکر باطل کے قدم اکھڑ گئے جب عمرو بن الحجاج کا حملہ پسپا ہو گیا تو شمر ولدالحرام نے عمرو بن الحجاج کو گالیاں دیں اور بزدلی کا الزام لگایا جیسا کہ الشیخ مفید فرماتے ہیں کہ فحمل شمر بن ذی الجوشن فی المیسرہ علی اھل المیسرہ فثبتوا له وطاعنوه۔ شمر ولدالحرام نے پیادہ دستہ فوج سے کہا اور سواروں کو پیادہ فوج کی مدد کے لیے طلب کیا اور پھر شمر ملعون نے دونوں دستہ افواج کے ساتھ اصحاب امام حسین علیہ السلام پر حملہ کیا۔ ادھر حضرت حبیب ابن مظاہر جو لشکر امام حسین علیہ السلام میں سالار میسرہ تھے جب شمر ملعون کے لشکر عظیم کو اپنی طرف آتے دیکھا تو آپ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ حملہ کو رد کا۔ قتال شدید ہوا شیخ مفیدؒ لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کے نامردوں میں اس وقت بتیس ۳۲ سوار تھے اور چاروں طرف سے کوفیوں نے گھیرے میں لے لیا تھا۔ معرکہ کا قتال ہوا اور شمر ولدالحرام کی فوج کو شکست

ہوئی کتاب الارشاد میں یہ بھی مرقوم ہے کہ جب عروہ بن قیس ناپاک کہ جو سالار سپاہ سواران تھا دیکھا کہ حضرت امام حسینؑ کی تشنہ کام مختصر سی فوج نے افواج ضلالت شعار کو منتشر کر دیا ہے تو اس کے خون نجس نے آتش جہنم سے گرم ہو کر جوش کھایا اور قلب لشکر عمر بن سعد سے نکل کر شمر ملعون کی مدد کے لیے پہنچا۔ پھر مقابلہ گرم ہوا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے اکثر اصحاب اس حملہ میں شہید ہوئے۔ اس وقت حضرت عباس علمدار علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ شمر ولدالحرام کو کمک پہنچ گئی ہے۔ اور عروۃ بن قیس مردود اپنے لشکر کے ساتھ مدد کو آگیا ہے آپ نے اپنے اصحاب کو جوش دلایا ہے

چو آن دید عباس از قلبگاہ
خروشید کی جان نثاران شاہ

جب عروۃ بن قیس نے اصحاب امام حسینؑ کی دلیری دیکھی اور حضرت عباس علمدار علیہ السلام کو دیکھا کہ مدد کے لیے آئے ہیں۔ تو لشکر کوفہ میں ہلچل مچ گئی اور ان کے قدم اکھڑ گئے۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ عمر بن سعد بدنہاد نے تیر اندازوں کے دستہ کو مدد کے لیے بھیجا اور اس کا سالار حصین بن تمیم ملعون تھا اور ابن سعد نے یہ حکم دیا کہ اصحاب امام حسینؑ پر تیر باران کی جائے۔ اب تیر تلوار اور سنان سے دشمن کی فوج حملہ آور ہوئی۔ اور اصحاب امامؑ کے خون سے زمین مقتل رنگین ہو گئی۔ اصحاب شہید ہوئے۔ اس کے بعد لشکر عمر ابن سعد نے حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کے خیموں کا رخ کیا۔ لیکن اصحاب و انصاران امام حسین نے انتہائی قوت کے ساتھ ان کو خیام تک آنے سے روک دیا۔ جب کبھی کوئی امام حسینؑ کی طرف آتا تو آپ کے ایک صحابی عمر بن قرظہ انصاری اس تیر کو بڑھ کر

اپنے ہاتھ پر لے لیئے۔ اور اگر کوئی تلوار کا وار کرتا تو یہ صحابی اس سے بھی امام عالیمقام کو محفوظ رکھے۔ واحسرتا اصحاب حسینؑ شہید ہوئے۔ مگر آخر دم تک یہ حفاظت امامؑ کرتے رہے مگر اس وقت اصحاب نہ تھے کہ جب امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر گرے اور فرما رہے تھے۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

شمر بن ذی الجوشن کا خیام اہلبیت کو تاراج کرنا

کتب معتبرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ روز عاشورا اول طلوع آفتاب سے لشکر عمر ابن سعد ملعون اور لشکر امام حسینؑ میں صف آرائی ہوئی اور جب ظہر کا اول وقت آیا تو اس وقت تک چار حملہ ہوئے۔ اور ایک حملہ دوسری سے شدید تر تھا۔ مولف کتاب کے والد ماجد مرحوم کتاب بیاض میں فرماتے ہیں کہ اس حملہ چہارم میں زہیر بن قین، اور حبیب ابن مظاہر، ہلال بن نافع اور دوسرے اصحاب امام حسینؑ نے جس شان سے افواج باطلہ سے مقاتلہ کیا ہے۔ چشم فلک نے کبھی ایسی جنگ نہ دیکھی ہو گی کہ ایک طرف بہتر یا اس سے بھی کم افراد ہوں۔ اور دوسری طرف جب کہ افواج باطلہ ہزاروں کی تعداد میں تھی۔ سپاہ حق کے یہ چند افراد سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنے ہوئے تھے۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں وقاتل اصحاب الحسین علیہ السلام القوم اشد القتال حتی انتصف النہار۔ کہ اس گروہ باطل کے ساتھ حسینی مجاہدوں کی جنگ روز عاشوراء ہنگام ظہر تک جاری رہی ہے۔ آفتاب کی تیزی کے ساتھ ساتھ جنگ

میں بھی شدت پیدا ہو رہی تھی۔ یہ حالت تھی کہ لشکر عمر بن سعد ملعون سے حصین کا فوجی دستہ تیر اندازی کر رہا تھا۔ لشکر حق پر تیر پھینک رہا تھا۔ عمرو بن صبیح اور اس کا دستہ سنگ اندازی کر رہا تھا۔ شمر ولد الحرام پیادہ سواروں کے ہمراہ حملہ کر رہا تھا۔ اور ہر ایک دستہ فوج ہزاروں افراد پر مشتمل تھا اور ادھر مختصر سی جماعت، تشنہ لب، بھوکے حملوں کا مقابلہ کر رہے تھے اور ایک ایک صحابی حسینؑ نے لشکر باطل کے کثیر گروہوں کو منتشر کیا اور اکثر کو قتل کیا۔ عمر ابن سعد ملعون نے دوران جنگ امام حسینؑ کے کچھ خیام خالی دیکھے تو اپنی فوج کو حکم دیا کہ خیام حسینؑ پر حملہ کرے۔ ادھر حملہ شروع ہوا عورات مخدرات نے گریہ وزاری شروع کی۔ جب ایک خیمہ پر حملہ ہوتا تھا۔ تو عورتوں اور بچوں میں شور گریہ بلند ہوتا تھا۔ مولف کتاب فرماتے ہیں کہ لشکر عمر ابن سعد دو حصوں میں فوج بٹ گئی ایک حصہ فوج اصحاب اور امام حسینؑ کو محاصرہ میں لئے تھا۔ اور دوسرا گروہ مشغول جنگ وجدل تھا چنانچہ لشکر عمر ابن سعد نے خیام کا رخ کیا اور طناب خیمہ کاٹ دیں۔ اور خیام زمین پر گر گئے۔ عورتیں اور اطفال ایک خیمہ سے نکل کر دوسرے خیمہ میں چلے جاتے۔ خیموں کو تاراج کرتے ہوئے شمر ولد الحرام اس خیمہ کی طرف گیا کہ جو حضرت سید الشہداء علیہ السلام کا خاص خیمہ تھا اور اس میں اس وقت مخدرات عصمت وطہارت بیبیاں بچوں کو لیے بیٹھی تھیں۔ شمر آیا جب اس نے خیمہ میں قدم رکھا تو شور برپا ہو گیا ؎

خروشاں شدند اختران سپہر
گریباں دریدند ناہید و مہر

اہلحرم نے خیمہ کے باہر کی طرف دیکھا۔ یاورو انصاران حسینؑ میں سے کوئی

نظر نہ آیا۔ سوائے لشکر دشمن وہاں کوئی نہ تھا۔ نہ علی اکبرؑ۔ نہ قاسم، نہ عون و محمد، نہ عباس و حسینؑ وا محمداہ واعلیاہ کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ کوئی بی بی۔ یا فاطمہ کہہ کر فریاد کر رہی تھی کوئی بی بی واحسینا کہہ رہی تھی کوئی واعلیاہ کہہ رہی تھی۔ کوئی بی بی شہزادہ علی اصغر کو یاد کر رہی تھی جب اہل حرم کے رونے کی اور فریاد کرنے کی صدائیں، اصحاب امام حسینؑ کے گوش زد ہوئیں تو خیال ہوا کہ لشکر عمر بن سعد نے خیام کا رخ کیا ہے۔ خیام اہلبیتؑ پر ہجوم کیا ہے۔ امام حسین کے لشکر سے دو چار اصحاب نے چاہا کہ خیمہ کی طرف جائیں، مگر ہجوم اس قدر تھا کہ خیمہ تک پہنچنا دشوار تھا۔ انہوں نے تیر کمان میں جوڑے اور دشمن پر رہا کیے کہ راستہ قدرے صاف ہو جائے لیکن واحسرتا یہ چاروں صحابی نرغہ اعداء میں گھر گئے اور ان غریبوں کو درندہ صفت انسانوں نے تیروں تلواروں کا نشانہ بنا لیا اور شہید ہو گئے۔ جب امام حسین نے دوران معرکہ صدائے شیون سنی اور ملاحظہ فرمایا کہ اصحاب کے لیے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ خیام تک پہنچ سکیں تو امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو میدان کارزار میں کسی جگہ جمع کیا اور آپ نے خیام کی طرف توجہ دلائی۔ اصحاب نے برائے حفاظت خیام کا رخ کیا۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ شمر ولد الحرام نے خیام میں آگ لگانے کے لیے امام حسینؑ کے خیمہ میں اس وقت ہند ابن ابی ہند کہ جو امام حسینؑ کے رشتہ کے خالو تھے اور بہت زیادہ سن رسیدہ تھے کہا اے قوم بے حیا کیا تم حرم خدا و رسول کو آگ لگاؤ گے وہ بدبخت کہنے لگے کہ ہاں جب ان ملعونوں نے ایک خیمہ کو آگ لگا دی۔ اور خیمہ میں ہند ابن ابی ہند کو شہید کر دیا۔ اور فخریہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے خیام کو آگ لگائی اور حسین کے قریبی کو قتل کیا ہے۔ پس جب اس شور و غل کی

آوازیں شیران حق کے کانوں میں پہنچیں۔ تو زہیر بن قین بجلی اور حبیب ابن مظاہر نے دائیں بائیں جانب سے لشکر باطل پر سخت حملہ کیا۔ کتاب بحار میں ہے کہ اس وقت کہ اس وقت شمر ملعون نے باواز بلند کہا کہ اے زہیر ہم نے خیام حسینؑ غارت کر دیئے۔ ہم نے خیام میں آگ لگا دی۔ اس وقت زہیر نے اپنے رفقا کے ساتھ سخت حملہ کیا اور اکثر ملعونوں کو واصل جہنم کیا اسی اثناء میں علم حضرت عباس برآمد ہوا۔ علی اکبر و قاسمؑ، جعفر و عبداللہ، اور دوسرے جوانان بنی ہاشم کسی راہ سے خیمہ کی طرف لگ گئے۔ اور شیران حق غصہ میں بھرے ہوئے تھے اس وقت شبث بن ربعی نے شمر ولد الحرام کی لعنت ملامت کی۔ اور کہا کہ تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے۔ کہ ان عورات کی آہ و زاری اور گریہ و بکا کی آواز نے ہمارے دل سوختہ کر دیئے ہیں اور تو نے کہا یہ مردانہ کام کیا ہے کہ عورتوں کے خیموں کو آگ لگا دی۔ شمر ولد الحرام کو اس کے کہنے پر کس قدر شرمندگی محسوس ہوئی۔ امام حسینؑ نے باواز بلند فرمایا کہ اے آل ابوسفیان کیا تم میں حمیت عرب بھی نہیں رہی عورتوں اور بچوں نے کیا بگاڑا ہے کہ جو تم نے خیموں کو تاراج کیا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

واقعۂ طاقت فرسائی اول ظہر روز عاشوراء

یہ ایک حقیقت ہے کہ واقعہ کربلا عجیب و غریب ہے۔ از اول خلقت آدمؑ تا ایندم ایسا واقعہ نہ رونما ہوا ہے اور نہ ہوگا نہ زبان میں طاقت ہے

کہ واقعہ کربلا پوری طرح بیان کر سکے اور نہ قلم میں طاقت نگارش ہے کہ واقعہ کربلا کو کما حقہ سپرد قرطاس کر سکے۔ کتاب عوام میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ روز عاشورا ہم اہلبیتؑ پر بہت سخت گزرا ہے ایک دن گویا بہتر ساعت کا دن ہو گیا تھا۔ واقعات عاشورا ایک روز نہیں ہیں کتاب ریاض میں ہے کہ واشتد حرارۃ المضمار و تضاعفت بحر الشمس و حر السیف وحر الحرکۃ الغم والاسف وحر سموم الطف وحرارۃ نار الخندق یعنی کہ ایک طرف حرارت آفتاب ایک طرف حرارت اسلحہ تھی ایک طرف حرارت شمشیر ایک طرف حرارت حرکت حرارت غصہ، ہوائے گرم کی حرارت، حرارت آتش خندق۔ آہ، آہ شہیدان کربلا ان تمام حرارتوں میں پھنسے ہوئے تھے۔ آغاز جنگ کے وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمرکاب ایک سو ستر، یا ایک سو اسی انصار تھے اور جب روز عاشور نصف النہار پر پہنچا تو حضرت کے ایک سو اصحاب شہید ہو چکے تھے۔ باقی اصحاب میں کچھ زخمی تھے۔ شیخ مفیدؒ کتاب الارشاد میں فرماتے ہیں کہ فحطف علیہم شمر ذی الجوشن وقتل من القوم جماعۃ کہ کوفیوں نے اصحاب حسینؑ پر اژدھام کر لیا۔ لیکن باوجودیکہ اصحاب امام حسین علیہ السلام تشنہ کام تھے صدموں پر صدمے اٹھائے ہوئے تھے۔ بعض اصحاب زخمی بھی تھے مگر پھر بھی جس قدر ہو سکا مقاتلہ کیا اکثر دشمنوں کو داخل جہنم کیا۔ کتاب الارشاد میں ہے کہ واشتد القتال والتحم وکثر القتل والجراح فی اصحاب الحسین علیہ السلام الی ان زالت الشمس۔ خون آلودہ بدن آفتاب کی تیز دھوپ میں زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ کوئی پاس نہ تھا کہ جسموں سے خاک صاف کرتا۔ نہ مادر، نہ خواہر نہ احباب، اے شیعو سوائے

حضرت امام حسینؑ پر گریہ کرنے کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ ہمارے مرد و زن پر واجب ہے کہ مصائب شہیدان کربلا پر گریہ کریں امام حسین علیہ السلام نے اصحاب کی شہادت پر گریہ فرمایا ہے تو دوسری طرف جب خیموں سے عورتوں اور بچوں کے رونے کی آوازیں امام مظلوم کے کانوں تک پہنچتیں تو آپ کا دل بے چین ہو جاتا تھا جب تشنہ دہانی کا تصور ہوتا تھا اور بچوں کی صدائے العطش گوش گزار ہوتی تھی تو آپ گریہ وزاری فرماتے۔ اے زمین و آسمان تو حسین مظلوم پر گریہ کر۔

نماز ظہر روز عاشورا محرم اور حبیب ابن مظاہرؓ کی شہادت

چو خورشید تابندہ بر چرخ چار — گذر کرد بر خط نصف النہار
خروشش فلک زالیشان پر کشید — بزد طبل واللہ اکبر کشید
بر آمد بہنجار بانگ خروس — بچرخ از زمین نالہ نای و کوس
نہانہ چو زینبؑ سراسیمہ گشت — کہ روز حیات حسینؑ نیمہ گشت
بر آمد ز دہلیز پردہ سراے — ہمی شیون نالہ وائی وائی
برائے جوانان با آہ و فسوس — بسر بر ہمی کوفت زینبؑ چو کوس
ز آہ درون دختر بود جرد — ز روی ہوا روشنائی ببرد
دل سنگ در آکوہ گشتی کباب — شنیدی اگر نالہ ہائے ربابؑ
یکی یافت ہوشش و یکی کرد غش — یکی گفت بریاں شدم العطش

چو از پردہ آن نالہ زار آمدے   ز غیرت بسی جان کر خوار آمدے

اس وقت کہ جب آفتاب منزلیں طے کرتا ہوا النصف النہار پر پہنچا۔ فوج اعدائے میں بانگ خروس بلند ہو رہی تھی۔ حرب و ضرب کے نقارے بج رہے تھے۔ لیکن خیام امام حسین علیہ السلام سے گریہ وزاری کی آوازیں اٹھ رہی تھیں۔ نہ کوئی بی بی بیہوش ہو رہی تھی تو کسی بی بی کو ہوش میں لایا جا رہا تھا۔ ام رباب علی اصغرؑ کے جھولے کے پاس کھڑی تھیں بچہ پانی کے لیے ترس رہا تھا۔ اور لشکر عمر بن سعد میں جنگ کے نقارے بج رہے تھے۔ لشکر امام حسین علیہ السلام پر تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ میدان قتال میں کشتوں کے پشتے لگے ہوئے تھے۔ کہ آسمان پر وقت نماز ظہر کے آثار ہویدا ہوئے۔ ابو ثمامہ صیداوی یا ابو ثمامہ صیداوی کہ جن کا اصلی نام عمرو بن عبداللہ تھا۔ خدمت امام حسینؑ علیہ السلام میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے فرزند رسول خدا میں اور میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کہ یہ ملعون تو ہماری اور آپ کی جان لینے کے خواہاں ہیں بروایتے ابی مخنف یہ کہ کر یا مولا یا انا مقتولون لا محالۃ۔ کہ اے آقا چند لمحوں میں ہم شہید کر دیئے جائیں گے ہم چاہتے ہیں کہ شربت شہادت نوش کرنے سے قبل فریضہ نماز ظہر بھی ادا کریں۔ نماز ظہر کا اول وقت آن پہنچا ہے بحار میں ہے کہ یہ سن کر حضرت امام حسینؑ نے آسمان کی طرف نگاہ کی۔ فرفع الحسین راسہ الی السماء وقال ذکرت الصلوٰۃ جعلک اللہ من المصلین۔ پس حضرت امام حسین علیہ السلام نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف نگاہ کی۔ دیکھا کہ آفتاب منزل زوال میں ہے اور نماز ظہر کا اول وقت آپہنچا ہے۔ فرمایا اے ابو ثمامہ تم نے نماز کو یاد رکھا خدائے تعالیٰ تمہیں نماز گزاروں میں محسوب کرے

پھر آپ نے فرمایا کہ سلوھم ان یکفوا عنا حتی نصلی پس حضرت امام مظلوم نے فرمایا کہ اے اصحاب اللہ۔ اس قوم نابکار سے نماز پڑھنے کی مہلت مانگو کہ ہم نماز ظہر ادا کریں۔ ابی مخنف لکھتے ہیں کہ جب مہلت ملے گی تو امام حسینؑ نے فرمایا اے دوستو! اذان کہو۔ بعض مقاتل میں ہے کہ روز عاشورا محرم خود امام حسین علیہ السلام نے اذان دی۔ یہ آواز اذان تمام کائنات نے سُنی۔ (قرآن مجید میں وارد ہوا ہے۔ کہ اذان سے حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام مراد ہیں۔ میری تصنیف کلمہ اور معرفت کلمہ ملاحظہ ہو) (از مترجم) لیکن واحسرتا اس قوم ملاعین پر کوئی اثر نہ ہوا۔ امام حسینؑ نے قوم جفاکار سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہمیں نماز تو پڑھ لینے دو پھر جنگ کرنا۔ اس پر حصین بن نمیر نے کہا کہ اے حسینؑ صل فان صلوٰتک لا تقبل۔ یعنی تم نماز پڑھ لو مگر تمہاری نماز قبول نہیں ہے۔ اس بد نہاد کا یہ کلام سن کر تمام اصحاب امام حسینؑ کو صدمہ ہوا اور خصوصاً حضرت حبیب ابن مظاہر نے فرمایا کہ اے حمار زادہ تیری نماز تو قبول ہو اور فرزند رسول خدا، پسر فاطمہؑ کی نماز قبول نہ ہو۔ حصین بن نمیر آپ کا یہ جواب سُن کر غصہ میں آگیا اور بڑے غیض و غضب میں حضرت حبیب ابن مظاہر کو دیکھا اور کہا کہ میں آتا ہوں اور تجھ کو تمام کرتا ہوں۔ اور اس نے یہ اشعار پڑھے ؎

دونک ضرب السیف یا حبیب

وافاک لیث بطل نجیب

فی کفہ مھند قضیب   کانہ من لمعۃ حلیب

یعنی کہ شیر از بہر جنگ آن پہنچا ہے جب شیر بیشۂ مودت حبیب ابن مظاہر نے اس کو اپنی طرف آتے دیکھا تو آپ اس کی طرف بڑھے اس طرح کہ اول

شاہ دین و دنیا کی رکاب کو بوسہ دیا محمد و آل محمد پر درود بھیجا۔ اور امام حسین علیہ السلام سے اذن طلب کیا کہ اس کافر و مرتد کو قتل کریں اور فرمایا کہ اب میں نماز آپ کے نانا اور آپ کے بابا کی اقتداء میں پڑھوں گا۔ علامہ مجلسیؒ بحار میں لکھتے ہیں۔ کہ جناب نے حبیبؓ نے بعد نماز ظہر شہادت پائی ہے۔ غرض کہ ثم حمل علی الحصین و ضائقہ فی جالہ۔ کہ حضرت حبیبؓ نے اس ملعون پر حملہ کیا۔ اس نے بھی آپ پر تلوار سے حملہ کیا لیکن حضرت حبیبؓ نے اس کے وار کو رد کر کے اس پر ایک ایسا حملہ کیا کہ وہ ولد الحرام گھوڑے سے زمین پر گرا اور حضرت حبیب نے اس کو واصل جہنم کیا۔ ابی مخنف لکھتے ہیں کہ حبیب ابن مظاہر صف نے باہر لشکر کو درہم برہم کرتے ہوئے پینتیس[۳۵] آدمیوں کو قتل کیا۔ محمد بن ابی طالب الموسوی لکھتے ہیں کہ حبیب ابن مظاہر اسدی نے بہت زیادہ اعدائے دین قتل کئے ہیں۔ ابن شہر آشوب کے بقول باسٹھ[۶۲] ناریوں کو سپرد حوالات جہنم کیا۔ محمد ابن ابی طالب الموسوی کہتے ہیں کہ ثم حمل علیہ رجل من بنی تمیم قطعتہ ——— کہ حضرت حبیب ابن مظاہرؓ مقاتلہ میں مشغول تھے کہ ناگاہ ایک شخص نے جو بنی تمیم سے تھا آپ پر حملہ کیا اس ملعون نے آپ پر نیزہ سے حملہ کیا تھا اور وہ نیزہ خاردار تھا۔ آپ کے نیزہ لگنے سے خون بہنے لگا۔ اور آپ کے بائیں طرف سے ایک تمیمی سوار نے نیزہ مارا حضرت حبیب نے فریاد بلند کی۔ فذھب القوم فضربہ حصین بن نمیر علی راسہ بالسیف۔ کہ حصین بن نمیر نے آپ کے سر مبارک پر تلوار ماری جو کہ زہر آلود تھی۔ اور جناب حبیبؓ کا دم اکھڑنے لگا۔ روضۃ الشہداء میں ہے۔ کہ جس وقت حبیب دم توڑ رہے تھے کہ اس وقت آپ نے امام

امام حسین علیہ السلام کو یاد السلام علیک یا اباعبداللہ امام حسینؑ آپ کے سرہانے تشریف لائے۔ حبیب کا سر اٹھا کر اپنے زانو پر رکھا۔ فرمایا اے حبیب ذرا آنکھ تو کھول۔ حبیب نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا کہ اے مولا آپ مجھ سے راضی ہیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے حبیب تم میرے حبیب ہو۔ اور اے حبیب جب تم جنت اعلیٰ تو پہلے میرے نانا کو میرا اسلام کہنا پھر بابا علیؑ کو سلام کہنا پھر بھائی حسنؑ کو میرا اسلام کہنا۔ امام حسین علیہ السلام یہ فرما رہے تھے کہ حبیبؓ کی روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔ امام حسینؑ حبیب کی بالین سے اٹھے۔ اسی اثناء میں حصین بن نمیر ملعون آگے بڑھا اور اس نے سر حبیب قلم کیا سر گردن سے جدا کیا۔ اور اس ملعون نے حبیب کا سر اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا۔ اور ایک دوسرا سر مبارک بھی گھوڑے کی گردن میں لٹکایا گیا۔ وہ سر حضرت عباس علمدار علیہ السلام تھا۔ روایت ہے کہ جب کوفہ میں لٹا ہوا قافلہ پہنچا ہے تو حرملہ بن کاہل اسدی نے حضرت عباس علمدار کا سر مبارک گھوڑے کی گردن میں آویزاں کیا تھا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

زہیر بن قین بجلی کی جنگ

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ رزمگاہ میں جب صف آرائی سپاہ ہوتی ہے تو اس کی یہ صورت ہوا کرتی ہے۔ میمنہ، میسرہ اور قلب لشکر۔ چنانچہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی سپاہ میں بھی میمنہ و میسرہ اور قلب لشکر فوج بندی تھی۔ سردار میمنہ جناب زہیر بن قین بجلی تھے اور سردار میسرہ جناب حبیب ابن مظاہر تھے کہ جس کا ذکر آپ کی شہادت کے عنوان میں کہا جا چکا ہے۔

زہیر بن قین بجلی سردار میمنہ لشکر امام حسین علیہ السلام تھے چونکہ جناب حبیب ہنگامہ نماز ظہر کے وقت شہید ہو چکے تھے۔ جب زہیر بن قین نے حضرت امام حسینؑ کے چہرہ مبارک پر آثار شکستگی دیکھے تو حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا۔ کہ ماھذا الانکسار الذی اراہ فی وجھک۔ اے مولیٰ و آقا اس قدر حزن و ملال کیوں ہے کہ جس کے آثار آپ کے چہرہ سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ الست تعلم انا علی الحق۔ کیا ہم شہیدان کربلا کو گیا آپ حق پر نہیں سمجھتے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ کیوں نہیں۔ امامت ہمارا حق ہے ہم حق پر ہیں اور شہید اور ہمارے اصحاب سب ہی حق پر ہیں۔ زہیر نے کہا کہ پھر جب کہ ایسا ہے تو ہمیں موت سے کیا ڈر؟ ہم جام شہادت پی کو بہشت بریں میں جائیں گے اے مولیٰ کیا مجھے اجازت ہے کہ میں میدان کارزار میں جاؤں اور آپ کے دشمنوں سے قتال کروں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں اجازت ہے جاؤ مبارزت کرو زہیر مقتل میں پہنچے مبارز طلبی کی اور رجز پڑھا کہ انا زہیر انا ابن القین بجلی اور میں سبط رسولؐ خدا سے دشمن کو دور کرنے والا ہوں اور کسی کو مجھ پر پیش دستی نہیں ہو سکتی۔

آپ نے فوج اعداء پر حملہ کیا اور پچاس ملعونوں کو واصل جہنم کیا۔ فوج مخالف کے قدم اکھڑ گئے۔ زہیر نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ خیال ہوا کہ امام عالیمقام نے نماز ظہر ادا کر لی ہو گی۔ آپ لشکر اعداء سے نکلے خدمت امام عالیمقام میں حاضر ہوئے عرض کیا

اے مولا میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ نماز با جماعت ادا کر سکوں۔ آپ نے اصحاب کے ساتھ نماز ظہر پڑھی۔ ابن شہر آشوب کہتے ہیں کہ یہ نماز خوف تھی جو

بعد شہادت حضرت حبیب ابن مظاہر امام حسین علیہ السلام نے اصحاب کے ساتھ پڑھی ہے غرضکہ نماز ظہر ہو یا نماز خوف ہو امام حسین علیہ السلام نے ابھی نماز شروع نہیں کی تھی کہ عمر بن سعد پلید نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ امام حسینؑ اور اصحاب کی طرف باران تیر کیا جائے۔ چنانچہ فوج مخالف نے ان نمازیوں پر تیروں کی بارش شروع کر دی۔ اس وقت امام حسین علیہ السلام کے دو صحابی ایک سعد بن عبداللہ الحنفی اور دوسرے زہیر بن قین بجلی آگے بڑھے اور بغرض حفاظت امام حسینؑ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اور جو تیر ادھر سے آتا اپنے سینہ پر روک لیتے اور امام حسینؑ نے نماز ادا کی۔ یہ نماز اصحاب امام حسینؑ کی قوت ایمانی کا وہ اعلیٰ ترین نمونہ ہے جس کی نظیر روئے زمین پر نہیں ہے۔ سعد بن عبداللہ حفاظت امام کرتے ہوئے تیر لگنے سے زمین پر گرے یہاں تک کہ آپ کے جسم مبارک پر تیرہ تیر لگے تھے۔ اور آپ اس وقت یہ مناجات کر رہے تھے کہ پروردگارا اس قوم جفا کار پر اپنی لعنت بھیج۔ اور میرا سلام اپنے پیغمبرؐ کی خدمت میں پہنچا دے کہ میں نے حضور کے نواسہ کی حفاظت اس طرح کی ہے اسی اثنا میں نماز ختم ہونے کے بعد امام حسینؑ علیہ السلام تشریف لائے۔ حال ملاحظہ کیا اور ان کا سر اٹھا کر اپنے زانو پر رکھا۔ کچھ لمحہ باتیں کیں اور پھر آپ کی روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔ اے شیعو جب سعد بن عبداللہ تیروں سے زخمی ہو کر زمین پر گرے تو امام حسینؑ نے ان کا سر اٹھا کر اپنے زانوں پر رکھا لیکن واحسرتا جب امام حسینؑ تیروں سے زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر گرے کون تھا کہ جو امام حسینؑ کا سر پاک اپنے زانو پر رکھتا۔ ہاں ان کی ماں فاطمہ موجود تھیں آپ نے اپنے فرزند کا سر مبارک اپنی آغوش میں لیا۔

حالات بعد از ظہر روز عاشوراء اور درجات شہداء کی نشاندھی

کتاب مقتل منسوب شدہ ابی مخنف میں ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز ظہر پڑھی۔ وصلی علیہ السلام باصحابہ صلوٰۃ الظہر فلما فرغ من صلوٰتہ حرصہم علی القتال جب حضرت خامس آل امام حسین علیہ السلام نماز ظہر سے فارغ ہو گئے۔ تو امام حسینؑ کا دل درجہ شہادت حاصل کرنے کے لیے بے چین تھا۔ یہ خیال بھی دامن گیر تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بداواقع ہو جائے۔ لیکن جیسے جیسے وقت شہادت نزدیک آتا تھا۔ تو آپ کے چہرہ مبارک پر تازگی نمودار ہوتی تھی۔ شیخ صدوق کتاب امالی میں تحریر کرتے ہیں کہ شب عاشوراء محرم سے لے کر تا وقت نماز ظہر امام حسینؑ نے صدموں پر صدمے اٹھائے تھے۔ بھوک و پیاس سا اہلحرم کے اسیر ہونے کا خیال۔ یہ سب کچھ سہی مگر پھر بھی امام حسینؑ نے اعدائے دین کے خلاف تلوار اٹھائی اور اپنے اصحاب کو ترغیب جہاد دلائی۔ فرمایا یا اصحابی ان ھذہ الجنۃ قد فتحت ابوابھا واتصلت انھارا و اینعت اثمارھا و زینت قصورھا و تولفت ولدانھا وحورھا کہ اے پاسداران دین خدا، اے محافظان شریعت اور اے میرے انصار و ذلت کی زندگی سے عزت کی موت مر جانا بہتر ہے۔ خدا کی راہ میں جہاد کرو اگر تم نے کار شہادت انجام دیا تو راہ خلد طے کر لی۔ دیکھو یہ بہشت ہے اور یہ حور و غلمان ہیں جو ستارے استقبال کے لیے تیار ہیں و ھذا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم والشھداء الذین قتلوا معہ وابی وامی یتوقعون قدومکم و ھم مشتاقون الیکم۔ یہ رسول خدا ہیں جو اپنی امت کے شہیدوں کے ہمراہ ہیں۔ یہ میرے ماں و باپ ہیں کہ جو تمہارے مشتاق دے دیں۔ پس تم حمایت دین خدا کرو اور ذریت رسول خدا کی حفاظت کرو پھر امام حسینؑ نے اپنے خیام کی طرف رخ کیا اور فرمایا کہ اے مخدرات اب تم ان اصحاب کو جوش و غا دلاؤ۔ پس اہلحرم میں رونے کی آواز پیدا ہوئی اور جب یہ آواز گریہ و بکا زیادہ بلند ہوئی اصحاب امام حسینؑ پر جوش و غا طاری ہوا۔ اور اصحاب میں یہ آواز بلند ہوئی۔ یا معاشر المسلمین و یا عصبۃ الموحدین اللہ اللہ فی ذریۃ نبیکم حاموا عن دین و عن امام کم ابن بنت نبیکم۔ اے گروہ مسلمین المدد المدد۔ تمہارے نبی کی ذریت دشمنان دین میں پھنسی ہوئی ہے تم اس کی حمایت کرو۔ دشمنوں کو ان سے دفع کرو۔ اے امت رسول خدا، اے حافظان قرآن اس صحرا میں دشمنوں نے آل رسولؐ کو اسیر کر رکھا ہے پانی بند کر دیا ہے تم مدد کرو۔ خدائے تعالےٰ تمہیں جزاء خیر عطا کرے گا۔ بعدہ اصحاب امام حسینؑ نے اذن جہاد لیا اور میدان کارزار پہنچ کر ہزاروں کافروں اور بے دینوں کو تہ تیغ کیا اسی اثناء میں آپ کے دو بھائی ایک عبداللہ دوسرا عبدالرحمان امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے مرحوم السید کتاب اللہوف میں فرماتے ہیں کہ جب امام حسینؑ کی نظر ان کے چہرہ پر پڑی دیکھا کہ اشک بار ہیں حضرت نے فرمایا اے بھائیوں کس چیز نے تمہیں رلا دیا۔ پھر فرمایا کہ ایک ساعت کے بعد تم خوش اور مسرور ہو گے۔ دونوں کہ جب تم دیدار رسول خدا کرو گے۔ رضائے خدا و رضائے بتول عذرا حاصل کرو گے اور

جنت مقام ہوگئے۔ دونوں بھائیوں نے عرض کیا فرزند رسول خدا آپ ہمیں بھی نثار ہونے کی اجازت دیجئے۔ اور عرض کیا مولیٰ ہمارا رونا اس لیے ہے کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ اور اہلبیت نرغہ اعداء میں ہیں اور یہ ملاعین آپ کی جان لینا چاہتے ہیں۔ اس غربت پر ہم نہ روئیں تو کیا کریں۔ وامصیبتاہ کہ ایک وہ وقت آگیا کہ امام حسین علیہ السلام نے انتہائی بے کسی کے عالم میں فرمایا۔ ھل من ناصر ینصرنا آیا ہے کوئی جو میری اس حالت میں مدد کرے۔ غرضکہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے دونوں بھائیوں کو اذن جہاد دیا اور فرمایا کہ ہم بھی تمہارے بعد تم سے ملحق ہونے والے ہیں۔ دونوں بھائیوں نے شانہ بشانہ مل کر جہاد کیا چند دشمنوں کو تہ تیغ کیا۔ جب طاقت جواب دے گئی۔ گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اور ان کی روحیں جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئیں۔ امام حسینؑ کو خبر شہادت ملی بھائیوں کی لاش پر پہنچے۔

شجاعت زہیر بن قین اور آپ کی شہادت

روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ روز عاشورا ء محرم نماز ظہر کے بعد اصحاب امام حسین علیہ السلام میں سے زہیر بن قین بجلی دوبارہ عازم میدان کارزار ہوئے ہیں۔ آپ خدمت امام علیہ السلام آئے رکاب امام حسین کو بوسہ دیا، سلام بجا لائے۔ اور فرمایا۔ اقدم حسینا ھادیا مھدیا الیوم نلقی جدك النبیا محمدا والمرتضیٰ علیا۔ وذا لجناحین الفتا الکمیا والفاطم والطاھر الزکیا الخ بعد از اجازت جہاد، معرکہ جنگ میں کود پڑے

خداوند عالم نے شجاعت سے خوب آراستہ کیا تھا۔ خوب قتال کیا۔ بروایت ابی مخنف ستر ناصبیوں کو داخل جہنم کیا۔ اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ پہلے حملہ میں نماز ظہر سے قبل پچاس دشمنوں کو تہ تیغ کر چکے تھے۔ تیغ زنی کے ساتھ ساتھ وعظ و نصیحت بھی کرتے جاتے تھے کہ اے قوم نابکار حسین ذریت رسول خدا ہیں ان کی موت اجر رسالت ہے ان کی حفاظت و حمایت کرو۔ محمد ابن ابی طالب الموسوی سے یہ روایت ہے انہ قتل ماءۃ و عشرین رجلا۔ یعنی کہ آپ نے ایک سو بیس دشمنوں کو قتل کیا۔ کہ اسی دوران فوج عمر بن سعد نے چاروں طرف سے اپنے گھیرے میں لے لیا اور حملہ کرنا شروع کیا۔ آخر کار قوت کب تک ساتھ دیتی۔ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے زمین پر تشریف لائے۔ کثیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجر بن اوس تمیمی نے مل کر شمشیر و سنان سے حملہ کیا اور آپ کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اسی عالم میں امام حسین علیہ السلام کو خبر شہادت ملی۔ آپ لاش زہیر بن قین پر پہنچے اور فرمایا اے زہیر خداوند عالم تیرے قاتلوں پر لعنت کرے۔ اور ان کو عذاب دردناک کرے۔ ایک آہ سوزاں کھینچی۔ اندازہ فرمائیے کہ امام حسینؑ کی اس وقت کیا حالت ہوگی جب زہیر کی لاش پر پہنچے ہوں گے اور اس وقت کیا گزری ہوگی کہ جب امام حسینؑ اپنے نور دیدہ ہمشبیہ پیغمبر علی اکبر کے لاشہ پر پہنچے اور پھر فرات کے کنارے حضرت عباس علمدار کے لاشہ پر پہنچے ہیں حضرت امام حسینؑ کے لشکر کے دست راست زہیر بن قین تھے اور حبیبؑ دست چپ لشکر امام حسینؑ تھے اور قلب لشکر حضرت عباس علمدار تھے۔ اب نہ زہیرؑ رہے نہ حبیبؑ رہے اور نہ عباس علمدارؑ رہے۔ لشکر ہوگیا حسینؑ کم سپاہ۔ بغیر

سیاہ رہ گئے۔

طرماح کی جنگ اور شہادت

کتاب ریاض میں علامہ قزوینی فرماتے ہیں کہ حبیب ابن مظاہر اور زہیر بن قین بجلی دونوں امام حسین علیہ السلام کے بمنزلہ بازو تھے۔ مقدمہ لشکر امام حسین علیہ السلام تھے۔ ان کے شہید ہونے سے امام حسین علیہ السلام گویا شکستہ بازو ہو گئے تھے۔ اور لشکر ابن سعد میں خوشیاں ہو رہی تھیں۔ لیکن امام حسین علیہ السلام کو قلت انصار کا شدید احساس تھا اسی اثناء میں طرماح بن عدی جو کہ نامور سعید و رشید تھے یعنی راہ ہدایت دکھلانے والے تھے اور یہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے زمانہ خلافت ظاہری میں حکومت اسلامیہ کی طرف سے شام میں سفیر بھی رہ چکے تھے۔ معاویہ بن ابوسفیان نے ان کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔ وکان رجلا طویلا جسیما فصیحا بلیغًا جوی اللسان قوی الجنان۔ تھے بہر حال طرماح کو جب خبر ملی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا پہنچ چکے ہیں۔ یہ اپنے جمازہ یعنی تیز رفتار اونٹ پر سوار ہوئے اور وارد کربلا ہوئے اور امام حسین علیہ السلام کو بحفاظت تمام اپنے قریہ (گاؤں) میں لے جانا چاہا تاکہ وہاں پر اعداء لعین کے ہر ایک شر سے محفوظ و مامون رہیں۔ لیکن امام حسین علیہ السلام نے ان کی اس فرمائش کو قبول نہیں کیا۔ لیکن جب طرماح نے دیکھا کہ انصاران امام حسینؑ ہوں یا اعزاء و اقربا ہوں سب ہی مشتاق شہادت ہیں اور ہنگام ظہر تک بہت اصحاب شہید ہو چکے ہیں تو طرماح بن عدی خدمت امام حسین علیہ السلام میں حاضر ہوئے اسلحہ پہنے ہوئے

سلام عرض کیا پھر اذن جہاد طلب کیا امام حسین علیہ السلام نے اجازت دی۔ میدان میں آئے بروایتے ابی مخنف یہ رجز پڑھا انا طرماح شدید الضرب وقد وثقت باللہ الرب۔ کہ میں طرماح بن عدی ہوں۔ بوقت جنگ شدید ضرب لگانے والا ہوں اور میرا بھروسہ اللہ پہ ہے جو کہ میں طرماح بن عدی ہوں بوقت جنگ شدید ضرب لگانے والا ہوں اور میرا جب دیکھا کہ طرماح میدان جنگ میں آئے ہیں لشکر عمر ابن سعد میں ہل چل مچ گئی۔ لوگوں نے بھاگنا شروع کیا۔ آپ نے تیغ نکالی اور حملہ شروع کیا جو تلوار کی زد میں آگیا اس نے دوسو کے آپ کی جنگ کی گواہی دی۔ اور جان بے کر واصل جہنم ہوا۔ ثم حمل علی القوم ولم یزل یقاتل حتی قتل سبعین فارسا۔ مشہور و معروف ستر آدمی لشکر عمر ابن سعد کے سواروں میں سے قتل کیے۔ عمر ابن سعد ملعون نے حکم دیا کہ سب لشکر مل کر حملہ کرے چنانچہ پورے لشکر نے آپ پر حملہ کیا اور چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا۔ آپ سخت زخمی ہوئے جب طاقت جواب دی گئی تو گھوڑے سے زمین پر گرے دشمنان دین چاروں سے ٹوٹ پڑے، اور تیروں تلواروں کا وار کیا ایک ملعون نے آپ کا سر جسم مبارک سے جدا کیا اور سر بریدہ عمر ابن سعد ملعون کو نذر کیا۔

بروایتے دیگر طرماح زخمی حالت میں میدان قتل میں ایک گڑھے میں پڑے رہے یہاں تک کہ گیارہویں شب محرم ہوش میں آئے تو آپ ساربان کے اس ظلم پر مطلع ہوئے کہ جس نے بند شلوار کی خاطر حضرت امام حسین علیہ السلام کے دونوں ہاتھ قطع کیے تھے۔ مفصل ذکر آئندہ کیا جائے۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

قیس کی جنگ اور شہادت

قیس بن بنہ شہیدان کربلا میں سے ایک شہید ہیں۔ ان کے حالات میں ہے کہ یہ گھوڑا سواری میں مشہور تھے۔ نامور بہادروں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ جب ان کو اذن جہاد ملا۔ میدان معرکہ میں آئے تو آپ نے رجز پڑھا کہ میں قیس بن بنہ ہوں اگر مریخ فلک مجھے حکم دے تو میں ستاروں پر کمند ڈال سکتا ہوں۔ آج میں یہاں ہوں جام شہادت پی کر خلا برین میں ہوں گا لشکر عمر ابن سعد آپ کی مبارز طلبی پر آمادہ مقاتلہ ہوا۔ لیکن قیس کی شجاعت دیکھ کر سب کے حوصلہ پست ہو گئے۔ عمر ابن سعد ملعون نے ان کے مقابلہ کے لیے اپنے لشکر میں مزید اضافہ کیا۔ آپ نے حملہ کیا لیکن یہ تنہا۔ بھوکے پیاسے اور ادھر لشکر کثیر تھا۔ چاروں طرف سے حملہ ہو رہا تھا۔ تیروں کی بارش ہو رہی تھی تلواریں پڑ رہی تھیں کہ ایک ظالم نے ایسی سنان لگائی کہ آپ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے زمین پر گرے۔ اور آپ کی روح جنت کو پرواز کر گئی۔ اہل کوفہ نے اصحاب امام حسینؑ کے ساتھ جو کچھ جور و جفا کی وہ سپرد قرطاس نہیں کی جا سکتی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب کوفہ والوں نے اصحاب امام حسین کے ساتھ ظلم و جفا سے کام لیا تو خود حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کس قدر ظلم و جفا کی ہوگی۔ حد ہو گئی کہ امام حسین علیہ السلام کے جسم مبارک پر چار ہزار زخم تیر و شمشیر و سنان تھے۔ اس پر بھی ملاعین پتھر مار رہے تھے۔

روز عاشورا اول ظہر کے بعد چند اصحاب کی شہادت

جنہوں نے واقعات کربلا کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ روز عاشورا زوال ظہر کے بعد اصحاب امام حسینؑ پر قیامت گزر گئی۔ کچھ اصحاب تو پہلے ہی جام شہادت پی چکے تھے۔ زوال ظہر کے بعد جو اصحاب زخمی اور مجروح بچے تھے وہ سب جمع ہوتے کہ اذن امام ملے تو شہادت سے بہرہ ور ہوں بروایت بحار عبد الرحمٰن بن عبد اللہ الیزنی ہیں کہ جو ہتھیلی پر جان لیئے ہوئے خدمت امام حسین علیہ السلام میں آئے اذن جہاد طلب کیا۔ بعدہ معرکہ جہاد میں آئے اور رجز پڑھا کہ ان ابن عبد اللہ من یزن، دینی علی دین حسینؑ وحسنؑ اضربکم ضرب فتی من الیمن، ارجوا بذالک الفوز عبد المؤمن اس کے بعد آپ نے حملہ کیا اور میمنہ و میسرۂ لشکر عمر ابن سعد کو الٹ پلٹ کر دیا۔ اور ایک گروہ کو قتل کیا۔ لیکن پھر کوفی و شامی لوگوں نے مل کر حملہ کیا اور آپ کو شہید کیا۔

دوسرے صحابی امام حسینؑ علیہ السلام عمرو بن خالد ہیں کہ جو میدان قتال میں گئے کافروں کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گئے۔ ان کے بعد عمرو بن قرظہ انصاری میدان میں گئے۔ اعدائے دین کے اکثر لوگوں کو قتل کیا۔ حق حمایت و نصرت امام حسینؑ ادا کرتے ہوئے جام شہادت پیا اور راہی جنت ہوئے حضرت امام حسین علیہ السلام ہر ایک صحابی کی آواز پر اس کے پاس تشریف لے گئے

ہیں لیکن وا حسرتا امام حسینؑ جب گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے کوئی آپ کے پاس نہ تھا۔

الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

جون غلام ابوذر غفاری کی شہادت

آپ بھی شہدائے کربلا میں سے ایک شہید ہیں۔ آپ کے حالات میں ہے کہ جناب ابوذر غفاری کے غلام تھے۔ جب تیسری خلافت ظاہریہ میں ابوذرؓ غفاری کو جلاوطن کر کے مدینہ سے ربذہ بھیجا گیا تو آپ نے اپنے غلام کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت کے لیے وقف کر دیا اور آپ کو بخش دیا۔ چنانچہ جون اس وقت سے خدمت امام حسین علیہ السلام میں تھے۔ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کان عبداً اسود کہ آپ حبشی غلام تھے اگرچہ سیاہ رنگ تھا مگر دل نور ایمان سے منور تھا۔ ان کا نام زیارت شہداء علیہم السلام اور اسماء شہداء میں مذکور ہے کہ السلام علی جون مولی ابی ذر سلام ہو جون پر جو غلام ابوذر غفاری تھے اور خدمت امام حسینؑ کے شرف کے حامل تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اصحاب شہید ہو رہے ہیں۔ اور لشکر عمر بن سعد بدنہاد میں لشکر حق کی شان میں گستاخی کی جا رہی ہے۔ تو انہیں انتہائی غیرت ہوئی کہ ان کو اس گستاخانہ رویہ کی سزا دی جائے۔ خدمت امام حسین علیہ السلام میں آئے۔ قدم بوسی کے بعد عرض کیا مولا مجھے بھی مرنے کی اجازت دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اے جون تمہیں اجازت میدان رزم دنیا میرے اختیار میں نہیں ہے۔ فرمایا کہ تم ہمارے ساتھ اس لیے ہوئے تھے کہ عافیت

و سلامتی کے ساتھ رہو گے۔ لیکن یہاں مصائب و بلا کا سامنا ہے۔ جون نے عرض کیا مولا میں نے تو اپنی زندگی آپ کی رفاقت اور خدمت میں گزاری ہے۔ اس پُرآشوب وقت میں کیوں کر آپ کو چھوڑ کر جا سکتا ہوں۔ کیا مولا آپ مجھے اس لیے اجازت نہیں دیتے کہ میرا رنگ کالا ہے۔ میرے پسینہ سے بو آتی ہے۔ مولا کیا مجھے آپ خوشبوئے بہشت سے محروم رکھیں گے۔ اے آقا میں ہرگز تمہارے دامن کو نہیں چھوڑوں گا۔ آپ دنیا و دین دونوں جگہ میرے آقا و سردار و امام ہیں۔ لیکن جب اجازت جہاد ملنے میں دیر ہوئی تو جون زار زار رونے لگے امام حسینؑ نے اجازت دی اور فرمایا اے جون جاؤ ہم بھی عقب میں جلد پہنچنے والے ہیں۔ جون خوش ہو گئے اور اہلحرم سے رخصت ہونے کے لیے در خیمہ حرم پہنچے سلام کیا اور کہا اے اہلحرم میرا سلام آخر قبول ہو۔ میں تمہیں خدا حافظ کہنے آیا ہوں اور اب میں عازم سفر خلد ہوں اہلحرم سے رخصت ہونے کے بعد میدان کارزار میں آئے۔ رجز پڑھا کہ میرے میدان رزم میں آنے سے دشمن بے جان ہو جاتا ہے۔ میں اگرچہ غلام ہوں لیکن شاہان دنیا سے افضل ہوں۔ چنانچہ تیغ زنی شروع ہوئی اور جون نے اکثر دشمنان دین کو واصل جہنم کیا۔ خود بھی زخمی ہوئے جب زخموں کی وجہ سے گھوڑے پر نہ سنبھل سکے تو زمین پر گرے۔ خیام اہلبیتؑ کی طرف رخ کر کے سلام کیا السلام علیک یا مولای یا ابا عبد اللہ ادرکنی۔ اے مولا حسینؑ سلام قبول کیجئے اور میری مدد کو آیئے۔ امام حسین علیہ السلام با چشم گریاں، جون کے پاس پہنچے۔ حضرت علی اکبر علیہ السلام آپ کے ہمراہ تھے امام حسینؑ نے ان کے چہرہ پر دست مبارک رکھا اور بارگاہ خداوند عالم میں

عرض کیا۔ اللھم بیض وجهه وطیب ریحه واحشره مع الابرار
یعنی اے خداوندا اس کے چہرہ کو نورانی بنا دے۔ اس کے جسم کو خوشبودار بنا دے اور اس کا حشر ابرار و متقی لوگوں کے ساتھ ہو۔ پس امام حسین کی دعا کی برکت سے جون کا چہرہ مثل بدر کامل چمکنے لگا۔ جسم سے خوشبو آنے لگی۔ حضرت امام حسینؑ کی دعا کی برکت سے جون کا چہرہ کہ بعدہ شہادت حضرت امام حسینؑ علیہ السلام غاضریہ کے کچھ لوگ آئے اور شہداء کے جسم ہائے مبارکہ کو دفن کیا۔ دس دن کے بعد جون کی لاش دستیاب ہوئی کہ ان کا چہرہ منور تھا اور لاش مبارک سے خوشبو اٹھ رہی تھی۔ کیا کہنا واللہ جون کا کہ خدمت امام حسین میں رہ کر یہ درجہ پایا۔ کہ شہید راہ خدا ہوئے چہرہ نورانی ہوا اور خوشبوئے جنت سے لاش مبارک بس گئی۔ شہید ہوئے تو سرہانے حسینؑ موجود تھے اور شہزادہ علی اکبر ہمشبیہ پیغمبر موجود تھے۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

حنظلہ بن سعید الشیبانی کی شہادت

روز عاشورا بعد نماز ظہر حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس بہت ہی قلیل تعداد میں اصحاب رہ گئے تھے زیادہ تر شہید ہو چکے تھے۔ امام حسین علیہ السلام نے جب ان کی بھوک و پیاس اور زخمی حالت دیکھی تو فرمایا۔ صبرا بنی الکرام فما الموت الا قنطرة یعبر بکم من البؤس والضرائد الی الجنان الواسعة والنعیم الدائمه۔ یعنی اے مکرم بندو! دنیاوی راحت و آرام و اولاد چند روزہ ہے۔ دائمی راحت و آرام کی جگہ جنت ہے۔

کیا تم اس قید خانہ دنیا سے قصر جنت طرف منتقل ہونا نہیں چاہتے۔ اصحاب اصحاب میں جوش جہاد پیدا ہوا۔ اور ادھر لشکر عمر ابن سعد نے یورش کی تو وجاء حنظلة بن سعد الشیبانی فوقف بین یدی الحسین علیه السلام۔ یعنی کہ حنظلہ بن سعد نے جب دیکھا کہ لشکر عمر سعد باران تیر کر رہا ہے۔ پتھر مار رہا ہے تو آپ امام حسینؑ علیہ السلام کے سامنے کھڑے ہو گئے کہ جو تیر اور پتھر اس طرف سے آئے سے اپنے سینہ پر روک لیں۔ حنظلہ بن سعد خود تیروں کا نشانہ بن گئے۔ لیکن آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام پر اپنی زندگی میں آنچ نہ آنے دی۔ لیکن واحسرتا جب امام حسینؑ یکہ و تنہا رہ گئے۔ آپ کے پاس عبداللہ بن الحسنؑ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ظالم نے امام حسین علیہ السلام پر اپنے دونوں ہاتھ بلند کر دیئے۔ اور فرمایا کہ اے خبیث تو چاہتا ہے کہ میرے عم نامدار کو قتل کرے۔ اس ملعون نے عبداللہ کے دونوں ہاتھ قلم کر دیئے۔ اس وقت اس معصوم نے فریاد کی یا اماه ادرکنی حضرت نے فرمایا کہ اے قوم نابکار میں ذریت رسول خدا ہوں تم روز آخرت سے نہیں ڈرتے کتاب مناقب میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب حنظلة بن سعد زخمی ہو کر گرے تو فرمایا کہ خدا تم پر اپنی رحمت کرے کہ تم نے حق مودت ادا کیا۔ حنظلہ نے کہا اے مولا میں کیوں کر نہ چاہتا کہ برادران جو مجھ سے پہلے داخل بہشت ہو چکے ہیں ان کی خدمت میں حاضر ہوں اور ان سے ملحق ہو جاؤں حنظلة جب زخمی ہو کر گرے تو آپ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔ زبان پر آیات قرآن تھیں کہ لشکر ظلم کی طرف سے ایک تیر آیا جس نے کلام خدا قطع کیا اور حنظلہ نے جام شہادت نوش فرمایا؛

حجاج بن مسروق کی شہادت

روایات میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے روز عاشوراء محرم بعد ظہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث باقی اصحاب کے سامنے بیان فرمائی۔ ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے نانا رسول خدا سے سنا کہ آپ نے فرمایا الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر۔ والموت جسر ھیئولا الی جنا تھم و جسر ھیئولا الی جھیمھم۔ یعنی کہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے اور موت، مومن و کافر کے لیے پل کی حیثیت رکھتی ہے۔ کہ اس کے ذریعہ مومن بہشت بریں میں پہنچا ہے اور کافر جہنم رسید ہوتا ہے۔ اصحاب نے عرض کیا مولا ہمارا ایمان ہے کہ آپ عروۃ الوثقی ہیں اور آپ کی محبت و ولا ایمان ہے۔ مودت فرض ہے اس وقت حجاج بن مسروق امام حسین علیہ السلام کے سامنے آئے۔ قدم بوسی کے بعد اذن جہاد طلب کیا۔ اس قدر اور واضح کرنا ضروری ہے کہ حجاج بن مسروق بڑے عابد و زاہد تھے ان کی عبادت گزاری کے لیے یہی کافی ہے کہ حضرت امام حسینؑ کے مؤذن تھے اذان پنجگانہ دیا کرتے تھے۔ حجاج بن مسروق میدان قتال میں پہنچے بروایت محمد ابن ابی طالب الموسوی یہ رجز پڑھا۔ اقدم حسینا ھادیا مھدیا، الیوم نلقی جدک ابنیا، ثما باک ذالنداء علیا ذاک الذی تعرفہ وصیا والحسن الخیر الرضی الولیا۔ یعنی کہ حسینؑ میرے امام، ہادی اور مہدی ہیں ان کے جد رسول خدا، ان کے بابا علی مرتضی وصی رسول خدا اور ان کے

بھائی حسن مجتبیٰ اولی خدا ہیں۔ حجاج نے اذان کی گواہی کو رجز بنا دیا۔ اور پھر حملہ شروع کیا۔ اور پندرہ اعدائے دین کو قتل کیا۔ لشکر عمر بن سعد نے آپ پر چاروں طرف سے حملہ شروع کیا۔ کثیر سپاہ اور آپ تنہا اور روزہ بھی ہو کے پیاسے آخر تک جنگ جاری رکھتے۔ جب آپ زخمی ہو گئے اور گھوڑے پر نہ سنبھلا گیا تو زمین پر گرے اس وقت لشکر عمر بن سعد کے لوگ ٹوٹ پڑے روایت میں ہے کہ آپ کو اس قدر تیر و تلواریں ماریں کہ آپ کا جسم ریزہ ریزہ ہو گیا۔

مولف بیان کرتے ہیں کہ اے مومنو! امام حسینؑ کے دو موذن تھے ایک موذن عمومی دوسرے موذن خصوصی، مؤذن عمومی تو حجاج بن مسروق تھے جو کربلا میں روزانہ اذان پنجگانہ دیتے تھے اور موذن خصوصی ہمشکل پیغمبر حضرت علی اکبر کے سینہ پر جب برچھی لگی۔ تو آپ نے جنگ کر گھوڑے کی گردن میں باہیں ڈال دیں۔ روایت کہ فقطعوہ بسیوفھم اربا اربا ۔
یعنی علی اکبر کو تیغوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

حالات بعد ظہر روز عاشوراء

یہ ایک حقیقت ہے کہ عالم امکان میں حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کے اصحاب سے زیادہ باوفا کسی اور شخصیت کے اصحاب نہ تھے۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کی شان میں فرمایا ہے۔ کہ انی لا اعلم اصحابا ابروا وفی من اصحابی ____ یہ سب اصحاب، عابد و زاہد،

متقی و پرہیز گار، اولیاء اللہ، انصار اللہ مرد میدان اور عارف حقوق آل محمدؐ تھے۔

سا ونت برد بار، فلک مرتبت دلیر
عالی منش، صبا میں سلیمان وغا میں شیر
گردان دہر جنگی زبردستیوں سے زیر
فاقوں میں دل بھی چشم بھی اور نیتوں میں سیر
طاقت نہ چلنے پھرنے کی تھی ہاتھ پاؤں میں
گر گر کے سجدے کرگئے تیغوں کی چھاؤں میں

(انیس مرحوم)

اصحاب امام حسین علیہ السلام نے اپنی طاقت سے زیادہ نصرت امام حسین کی اور کافروں کو قتل کیا۔ اپنے سینوں پر تیر کھائے مگر امام حسین علیہ السلام کو نیزوں سے بچایا۔ شوق شہادت کا یہ عالم تھا کہ ایک صحابی دوسرے پر سبقت کرتا تھا۔ کتاب اللہوف میں ہے کہ سوید بن عمرو بن ابی مطاع جعفی جو کہ شریف ترین شخص تھے۔ اور اکثر اوقات عبادت اور وظائف میں وقت گزارتے تھے۔ میدان کارزار میں بھی وہ فنافی اللہ رہتے تھے۔ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے سلام بجا لائے اور آپ سے اذن جہاد طلب کیا۔ امام حسین علیہ السلام سے اجازت دی اور رجز پڑھا از (ابن شہر آشوب) انا بن عمر وابی مطاع کہ میں عمرو بن ابی مطاع ہوں۔ سخت قتال کرنے والا ہوں۔ ثم حمل علی القوم کہ پھر آپ نے قوم نابکار پر حملہ کیا۔ جو بھی اس شیر بہادر کے سامنے آیا۔ تیغ اجل نے دو ٹکڑے کر دیا۔ آپ کی تلوار چمکدار سے

جو ملا تلوار نے اسے نہ چھوڑا۔ اکثر کافروں کو قتل کیا۔ آخر کب تک قتال کرتے تشنہ کام، زخموں سے نڈھال۔ السید کہتے ہیں حتی سقط بین القتلی وقد اثخن بالجراح۔ کہ زخموں کی زیادتی اور کمزوری کی وجہ سے بے ہوشی کی حالت میں گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اور زمین پر گرتے کے بعد بوجہ غشی آنکھ بھی نہ کھول سکے۔ لیکن اس وقت ہوش میں آئے جب آپ کے کان میں یہ آواز پہنچی الا قد قتل الحسین علیہ السلام کہ حسینؑ قتل ہو گئے آپ نے اس زخمی حالت میں اٹھنے کی کوشش کی جسم زخمی حرکت میں آیا ہی تھا کہ آپ نے موزہ سے خنجر نکلا اور جوش ولا میں اشقیاء پر حملہ کیا۔ اور اکثر کو واصل جہنم کیا اور آپ نے ثابت کر دیا۔ کہ ہزار بار بھی زندہ ہوں تو نصرت امام کریں گے۔ آخر کار طاقت نہ رہی کہ جہاد کرتے ایک ظالم نے آپ کو قتل کیا۔

۔۔۔۔۔ یا لیتنی کنت معہم فافوز فوزاً عظیما۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے چند اصحاب کی شہادت

حضرت امام حسین علیہ السلام کے فدائیوں میں سے یحیی بن سلیم مازنی بھی ایک فدائی ہیں۔ شجاعت اور جنگ میں آپ کو یدطولی حاصل تھا۔ موعظہ وحکمت کرنے میں مشہور و معروف تھے۔ آپ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور اذن جہاد طلب کیا امام حسین علیہ السلام نے اجازت جہاد دی بروایت مناقب جب میدان کارزار میں پہنچے تو آپ نے دلیرانہ رجز پڑھا۔

لا ضربن القوم ضربا فیصلا — ضربا شدیدا فی العداۃ معجلا

لاعاجزا فیها لا مولولا ولا اخاف الیوم مقبلا

لکنی کا للیث احمی اشیلا

یعنی کہ میں شیر درندہ ہوں اور شیر کا فرزند ہوں میں جنگ اور قتل ہونے سے نہیں ڈرتا۔ ثم حمل فقاتل۔

پس رجز کے بعد لشکر عمر بن سعد پر دلیرانہ حملہ کیا۔ اور متعدد کافروں کو تہ تیغ کیا۔ لیکن آپ کے بازو مبارک میں تیر لگا جس کی وجہ سے طاقت خون ہو کر بہنے لگی۔ اور اسی حالت میں سوئے جنت سفر اختیار کیا۔ ان کے بعد قرۃ بن ابی قرۃ آگے بڑھے اور پھر رجز پڑھا اور شیر شکاری کی طرح فوج اعداء پر جھپٹے تلوار ہاتھ میں تھی زبان پر یہ رجز جاری تھا کہ

قد علمت حقا و غفاری وخندف بعد بنی نزاری

ضربا وجیعا عن بنی الاخیار رهط النبی السادۃ الابرار

یعنی کہ میں غفاری ہوں تنہا ہی شیر درندہ ہوں کافروں کو قتل کرنے والا ہوں۔ اور تمہارے خون سے زمین لالہ زار کرنے والا ہوں۔ درد ناک ضربیں لگانے والا ہوں۔ اور میں بنی سید الابرار اور گروہ اخیار سے ہوں یعنی حی علی خیر العمل والوں میں سے ہوں جنگ میں جوہر روانگی دکھلائے کافروں کو قتل کیا اور شہید ہو گئے۔ بعدہ مالک بن انس المالکی اذن جہاد لے کر میدان میں آئے اور پسر سعد ملعون کے مقابل میں کھڑے ہوئے اور باآواز بلند کہا اے ابن سعد۔ اگر تیرا باپ سعد یہ جانتا کہ تجھ سے یہ حرکت صادر ہو گی اور تو فرزند رسول خدا کو قتل کرے گا تو سعد تیرا سر کاٹ دیتے

اور زمانہ تجھ ایسے ناپاک انسان سے پاک ہو جاتا۔ عمر بن سعد نے غضبناک حالت میں لشکر کو اشارہ کیا کہ حملہ کریں۔ جب مالک بن انس نے دیکھا کہ لشکر عمر بن سعد حملہ کرنے آگیا آپ نے بھی تلوار کھینچی اور یہ رجز پڑھا۔ قد علمت مالك والدوان والخندفیون وقس غیلان۔ میں مالک ہوں اور میں اس وقت بڑا جھگڑالو ہوں۔ آل علی شیعۃ الرحمٰن یعنی ال علی اور شیعہ رحمٰن ہوں بعدہ آپ نے حملہ کیا آخر الامر اس گروہ نابکار نے مل کر تیر برسائے اور تیروں اور نیزوں سے آپ کا جسم مبارک چھلنی کر دیا۔ ریزہ ریزہ کر دیا اور روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔ ان کے بعد ابراہیم بن الحصین الاسدی میدان کارزار میں آئے اور رجز پڑھنے کے بعد قوم جفا کار پر تلوار سے حملہ کیا۔ اور چور اسی کافروں کو تہ تیغ کیا۔ ابی مخنف لکھتے ہیں کہ اس جوانمرد نے کوفیوں اور شامیوں کی نگاہ میں روز روشن کو تاریک کر دیا۔ اور اس جوانمرد کی زبان پر یہ رجز جاری تھا۔ اقدم حسین الیوم نلقی احمدا ثم اباك الطاهر المسدد الحسن المسموم ذاك الاسد، فی جنۃ الفردوس فازوا سعدا۔ آج کے دن سب سے پہلے حسین علیہ السلام اور پھر ان کے نانا رسول خدا سے ملاقی ہوں گا پھر میں پاک و پاکیزہ امام حسینؑ کی مدد کروں گا۔ اور حسن مسموم جو سعید ترین ہیں اور میں جنت میں فائز ہونے والا ہوں۔ رجز کے بعد آپ نے لشکر اعداء پر حملہ کیا یہاں تک کہ آپ نے ستر کافروں کو قتل کیا۔ پھر جفا پیشہ لوگ چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے اور آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

شہادت اولیاء اللہ

حضرت خامس آل امام حسین علیہ السلام پر جانیں نثار کرنے والوں میں ایک جنادۃ بن الحارث الانصاری بھی ہیں۔ یہ بزرگوار گروہ انصاری سے تھے یعنی مہاجر نہیں تھے۔ اور آل رسول کے عارف وجاں نثار تھے امام حسین علیہ السلام سے اذن جہاد طلب کیا اور میدان میں پہنچ کر دلیرانہ طور پر رجز پڑھا۔ کہ انا جنادہ و انا ابن الحارث۔ کہ میں جنادہ ہوں اور حارث انصاری کا بیٹا ہوں۔ اکثر کافروں کو قتل کیا خود بھی زخمی ہوئے۔ زخموں کی تاب نہ لا کر گھوڑے سے زمین پر گرے اور جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ کے ایک فرزند تھا جس کا نام عمرو تھا جو اپنے باپ کے غم میں اشکبار تھا۔ امام حسینؑ کی خدمت میں آکر اذن جہاد طلب کیا۔ اپنے باپ کی تلوار اٹھائی اور میدان قتال میں پہنچا۔ رجز پڑھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انصار میں سے ایک شہ سوار ہوں اور کہا کہ ہم نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی ہے۔ کافروں کو تہ تیغ کیا جنگ کر رہے تھے کہ زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے اور ایک ظالم نے آپ کو قتال کیا اور روح عالم بالا کی طرف پرواز کر گئی۔ بعدہ فبزہ معلی بن المعلی جو کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے خصوصی خادم تھے۔ میدان کارزار میں گئے اور چوبیس دشمنوں کو واصل جہنم کیا۔ آپ برسرپیکار تھے کہ آپ کے سر مبارک پر ایک ظالم نے گرز مارا۔ گھوڑے سے گرتے ہوئے پیر رکاب میں الجھ گیا۔ ایک کوفی آگے بڑھا اور رفخر سے وار کرکے آپ کو شہید کیا۔ آپ کے

بعد معلی بن حنظلہ الانصاری میدان جنگ میں گئے۔ لشکر اعداء میں سے اکثر لوگوں کو قتل کیا اور پھر ان ملعونوں نے آپ پر شدید حملہ کیا اور وقتلوہ ضرباً وطعناً اور آپ کو تلواروں اور نیزوں سے قتل کیا۔ ان کے بعد عبدالرحمٰن بن عروۃ الانصاری نے باذن امام عالیمقام میدان کارزار کا رخ کیا۔ رجز پڑھا کہ لوگ جانتے ہیں کہ میں انصاری ہوں اور نزار کی اولاد سے ہوں۔ بجز تیغ زنی اور فاجروں کو قتل کرنے کے میرا۔ کوئی دوسرا کام نہیں ہے۔ اچھے خاصے گروہ کفار کو قتل وزخمی کیا۔ بروایت روضۃ الشہداء ایک ظالم نے آپ کو تیر مارا جو کہ آپ کی پیشانی پر لگا۔ گھوڑے سے زمیں پر گرے۔ بڑی قوت سے تیر کھینچا۔ خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔ اور جام شہادت نوش کیا آپ کا ایک بھائی بھی تھا جس کا نام جابر بن عروۃ الغفاری تھا۔ بھائی کی جدائی میں درد و غم میں مبتلا تھا مد کہ خدمت امام حسینؑ میں آیا اذن جہاد طلب کیا۔ ارباب احادیث لکھتے ہیں کہ جابر بن عروۃ الغفاری سن رسیدہ تھے۔ روشن ضمیر زاہد و نیک خو تھے۔ اور زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں حضور کے ساتھ غزوات میں شریک رہے تھے۔ امام حسینؑ نے ان کے چہرہ پر نظر کی دیکھا یہ ضعیف اسلحہ سے آراستہ ہے فرمایا اے شیخ تم پر اللہ اپنی رحمت نازل کرے۔ کیا تم بھی اپنی ریش کو مجنون خضاب کرنا چاہتے ہو تمہارے لیے یہی کافی ہے کہ تم ناصران رسول خدا سے ہو اور غزوات میں شریک رہے ہو۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اب تم پر جہاد واجب نہیں ہے تو عرض کیا آقا میں نے اپنی زندگی حرب وضرب میں گزاری ہے۔ میں حرب وضرب سے بخوبی واقف و آگاہ ہوں۔ دل چاہتا ہے کہ زمرۂ شہدائے آل محمدؐ میں شامل ہوں میں چاہتا ہوں کہ حضور سرورکائنات کی خدمت میں

حاضر ہوں تو شہداء کربلا میں شامل ہو کر پہنچوں امام حسین علیہ السلام نے اذن جہاد دیا۔ میدان قتال میں پہنچے اس ضعفی و کمزوری کے باوجود آپ نے ساٹھ کافروں کو واصل جہنم کیا۔ آخر کار زخمی ہوتے اور گھوڑے سے زمین پر گرے اس وقت آپ کی زبان پر یا اللہ یا محمد جاری تھا۔ روایت ہے کہ امام حسین آپ کی پاس پہنچے ہیں۔ ابھی کچھ رمق جاں تھی کہ جابر نے امام حسین کے چہرہ مبارک پر نظر کی۔ تیر و شمشیر دور کیئے۔ وقت جان کندن آپ کی زبان پر یا اللہ یا محمد جاری تھا کہ آپ کی روح نے جنت الفردوس کی طرف پرواز کی۔ بابی انتم و امی۔

انیس بن معقل۔ آپ امام عالی مقام سے اذن جہاد لے کر میدان کارزار میں گئے رجز پڑھا انا انیس و انا ابن المعقل۔ کہ میں انیس ہوں اور معقل کا فرزند ہوں حسینؑ عالیجناب کی طرف سے دشمنوں سے جنگ کرنے آیا ہوں۔ پس آپ نے تلوار کھینچی۔ اور چوبیس کافروں کو جہنم سینہ کیا نہ اسی اثناء میں ایک ظالم نے آپ پر تلوار سے وار کیا۔ اور آپ کا سینہ تک چاک ہو گیا اور روح پرواز کر گئی۔

علی بن مظاہر رح۔ انیس بن معقل کی شہادت کے بعد علی بن مظاہر نے اذن جہاد حاصل کیا میدان میں پہنچے رجز پڑھنے کے بعد حملہ شروع کیا بروایتے ابی مخنف ساٹھ کافروں کو قتل کیا۔ اسی دوران ایک ظالم نے ایک ایسی تلوار لگائی کہ روح مبارک مقام قدس کی طرف پرواز کر گئی۔

داود بن مالک میدان قتال میں آئے رجز پڑھا کہ میں دلیر اور بہادر ہوں اور زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اور جام شہادت نوش فرمایا

وقاص بن عبید۔ مولف کتاب ہذا اپنی کتاب میں اور معین الدین کتاب روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں۔ کہ وقاص بن عبید حضرت امام حسینؑ سے والہانہ عقیدت و محبت اور اخلاص رکھتے تھے۔ جب آپ نے دیکھا کہ اکابرین صحابہ جام شہادت نوش کر چکے ہیں تو آپ سے نہ رہا گیا۔ خدمت امام حسینؑ میں آئے سلام عرض کیا۔ رکاب امام کو بوسہ دیا اور اذن جہاد طلب کیا۔ میدان میں پہنچ کر قتال کیا اور خود جام شہادت نوش فرمایا۔

شریح بن عبید۔ یہ وقاص بن عبید کے بھائی تھے۔ اذن جہاد لے کر میدان جنگ میں پہنچے کافروں کو قتل کیا لیکن آپ کا مرکب (گھوڑا) شدت تشنگی کی وجہ سے زیادہ دیر تک کام نہ آسکا گھوڑا زمین پر گرا۔ اور ساتھ ہی ساتھ شریح بن عبید گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اور ان پر ہجوم اعدا ہو گیا اور ان کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور روح عالم بقا کو پرواز کر گئی۔

یزید بن الشعشاء میدان میں پہنچے اور رجز پڑھا کہ یارب انی للحسین ناصر ولابن سعد تارک و ہاجر۔ یعنی کہ خدا سے خطاب کرتے ہیں کہ اے اللہ میں حسینؑ کا ناصر بن کر میدان قتال میں آیا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے فوج عمر بن سعد کی طرف تیر رہا کیا۔ تیروں سے آپ نے پانچ کافر ہلاک کیئے اور تین چار زخمی کیئے ان کی تیر اندازی پر امام حسین علیہ السلام نے کلمہ تحسین فرمایا ہے۔ ایک ظالم نے تلوار سے آپ کو شہید کیا۔

ابو عمر والنہشلی۔ زاہد شب زندہ دار تہجد گزار تھے۔ اکثر اپنے احباب میں فرمایا کرتے تھے کہ نصرت امام حسین علیہ السلام کرنا بہترین عبادت ہے اس سے بڑھ کر کوئی دوسری عبادت نہیں ہے۔ رجز کے بعد آپ نے تلوار سے

دشمن کی فوج پر حملہ کیا۔ ابن نما روایت کرتے ہیں کہ حمران نامی غلام نبی کاہل بیان
کرتا ہے کہ میں بوقت حملہ موجود تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ سخت ترین حملہ کر رہے
تھے۔ اور فوج کی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ کہ دوران جنگ۔ ملاعین کا ایک
گروہ ان پر ٹوٹ پڑا۔ اور آپ زخمی ہو کر گرے امام حسین کو سلام آخر کیا۔ اور
جس طرح ہو سکا امامؑ کی خدمت میں پہنچے زیارت امام کر کے پھر مقتل کا رخ
کیا۔ اور پھر رجز کا اعادہ کیا۔ حمران غلام کہتا ہے کہ میں نے پوچھا کہ یہ شجاع روز
گار کون ہے کہ جس نے لشکر عمر ابن سعد میں ہل چل مچا دی ہے تو بتلایا گیا
کہ یہ ابو عمرو النہشلی ہے۔ آپ کو ایک ظالم نے تلوار سے زخمی کیا اور آپ نے
شہادت پائی۔ اور روز عاشورا ہی ان کا سر گردن سے جدا کیا گیا۔ اور کوفہ
روانہ کیا۔ بابی انتم و امی۔

عابس بن شبیب شاکری کی خدمت امام حسینؑ میں رسائی اور غلام شوذب کی شہادت

جب روز عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب شہید ہو چکے
اور آپ بغیر سپاہ رہ گئے تو عابس اپنے غلام کے ساتھ خدمت امام علیہ السلام
میں آئے۔ محمد بن ابی طالب الموسوی سے روایت ہے کہ انہ جاء عابس بن
شبیب الشاکری و معہ شوذب مولی شاکر۔
کہ عابس اپنے غلام کے ساتھ خدمت امام حسین علیہ السلام میں آئے عابس
شاکری اخلاص و خدمت گزاری تمام دوسرے لوگوں پر گوے سبقت لے گئے

انہوں نے اصحاب کی شہادت اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی اور خود بھی حملوں کے موقعہ
پر زخم کیا ہے علاوہ ازیں اشقیاء سے ناروا کلمات آل رسول کی شان میں سن
کر ان کا خون جوش کھا رہا تھا۔ کہ انہوں نے اپنے غلام کی طرف دیکھا کہ وہ سر
جھکائے بیٹھا ہے اور تیغ ہندی اس کے ہاتھ میں ہے پس فقال لہ یا شوذب
فی نفسک۔ عابس نے اس سے کہا کہ اے شوذب کیا سوچ رہا ہے
اس نے کہا ما اصنع اقاتل حتی اقتل میں یہ سوچ رہا ہوں کہ
میں دشمنان امام حسینؑ سے جنگ کروں انہیں قتل کروں اور خواہ خود قتل ہو جاؤں
یہ سن کر عابس نے اپنے غلام شوذب کو شاباش کہا آفریں کہا اور کہا فتقدم
بین یدی الی عبد اللہ حتی یحتسبک کما یحتسب غیرک
اے غلام حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس جا۔ اذن کارزار حاصل کرتا کہ
وہ مظہر الٰہی یعنی کہ حضرت خامس آل عبا امام حسین علیہ السلام تیرا حساب و شمار شہداء
میں کریں۔ فرمایا کہ اے غلام آج کا دن وہ دن ہے کہ باری بخت خدا سے
اجر طلب کر۔ مقصد یہ تھا کہ آج جو بھی حضرت امام حسینؑ کی نصرت کرے گا قتل ہوگا
اس کا اجر خدائے تعالےٰ پر ہے۔ اس عمل سے بڑھ کر کوئی عمل خیر نہیں ہے جو
بھی شہید ہوگا۔ اس کے لیے نہ محشر میں سوال، نہ گرمی و تپش آفتاب، نہ
برزخ۔ ادھر جام شہادت پیا ادھر جنت میں پہنچا۔ پس عابس اور غلام دونوں
خدمت امام حسین میں حاضر ہوئے آقائے دو جہاں کو سلام کیا۔ اور کہا اے
سلطان دین، اے وارث امین، اے سبط رسول خدا آپ سے زیادہ برگزیدہ
کوئی نہیں ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے دشمنوں کو آپ سے دور کریں اور
انہیں قتل و غارت کریں۔ ہم دونوں آپ کے دین برحق پر ہیں۔ جب حضرت

امام حسین علیہ السلام نے عابس سے یہ باتیں سنیں۔ فرد شہداء میں نام درج ہوئے اور شہادت کے بعد زیارت میں بھی نام آتا ہے۔ السلام علی شوذب مولیٰ شاکر چنانچہ امام عالیمقام نے شرف بخشا۔ غلام شوذب کو اذن جہاد دیا۔ وہ تیغ ہندی کے میدان قتال میں پہنچا۔ میدان رزم میں کشتوں کے ڈھیر لگا دیے۔ لیکن سپاہ ابن سعد نے اپنے ہجوم میں گھیر لیا۔ شوذب گھوڑے سے زمین پر گرے اور دشمنوں نے ان کو تلواروں سے ٹکڑے کر دیا۔ اور آپ کی روح شہداء کربلا سے مقام قدس میں ملحق ہو گئی۔ کون تھا کہ جو اس غریب پر آنسو بہاتا۔ یہ غلام نوازی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے شوذب کے لیے گریہ فرمایا اور دعا دی کہ خداوند عالم رحمت نازل کرے۔

شجاعت اور شہادت مجالس بن شبیب شاکریؒ

سبحان اللہ۔ محبت ایک ایسا مقام ہے کہ طائران وہم اس کے کنگرہ کی انتہا کو نہیں پا سکتے۔ اور اگر محبت خاصان خدا ہو، حق سے محبت ہو۔ تو اس وادی ابتلاء سے وہی گزر سکتا ہے کہ جس کے دل کا امتحان خداوند عالم نے لے لیا ہو۔ شہداء کربلا محبت آل محمدؐ کے اس درجہ پر فائز تھے کہ روز عاشوراء محرم ایک ایک فدائی دوسرے پر سبقت کرنا چاہتا تھا۔ لفظ حب میں دو حرف ہیں "حا" اور "با" یعنی (ح + ب) ان کا جمل کبیر ح ۸ + ب ۲ = ۱۰ ہے اور جمل صغیر ایک ہے پس حقیقی محبت وہی ہے کہ محبوب یکتا ہو۔ آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین سے محبت خدا سے محبت ہے خدا کے حکم سے محبت ہے۔ سنت رسولؐ خدا

ہے اور ان سے محبت کرنا فرض ہے۔ عابس بن شبیب شاکری کے دل میں حضرت امام حسینؑ سے جو محبت تھی وہ مثالی حیثیت رکھتی ہے۔ اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا آپ کے غلام شوذب نے آقا سے پہلے آقاء دین و دنیا کی نصرت میں دشمنوں سے جنگ کر کے یہ ثابت کر دیا کہ محبت وہی محبت ہے کہ محبوب کے دشمنوں سے نفرت ہو۔ اسی لیے مذہب کی بنیاد محبت اور نفرت پر ہے اللہ و نبیؐ سے محبت اور ان کے دشمنوں سے نفرت روح مذہب ہے مجالس بھی اپنے دل میں محبت خدا اور رسول رکھتے تھے اور اسی محبت نے ان کو حضرت امام حسین علیہ السلام تک پہنچا دیا کیونکہ بفرمان رسول خدا حسینؑ رسول سے ہیں اور رسولؐ خدا حسینؑ سے ہیں۔ چنانچہ جب عابس نے دیکھا کہ ان کا غلام شوذب حضرت امام حسینؑ پر اپنی جان فدا کرنے میں اپنے آقا (شوذب) سے سبقت لے گیا۔ آپ نے آہنی لباس پہنا یعنی زرہ وغیرہ پہنی۔ اسلحہ سے آراستہ ہوئے۔ عابس بن شبیب شاکری اشجع الناس یعنی بڑے دلیر اور بہادر تھے۔ ربیع بن تمیم جو لشکر عمر ابن سعد میں تھا کہتا ہے کہ میں کھڑا ہوا عابس کو دیکھ رہا تھا کہ عابس مثل شیر گرسنہ لشکر والوں سے کہا کہ ہشیار باش اے شیر نر میدان میں آ رہا ہے۔ یہ شیر بیشۂ شجاعت مجالس ہے۔ یہ صفوں کو درہم برہم کرنے والا ہے۔ مجالس نے بھی مبارز طلبی کی مگر لشکر عمر ابن سعد کوئی اس کے مقابلے کو نہ نکلا۔ اس وقت عمر ابن سعد ملعون نے اپنے لشکر کو غیرت دلائی اور کہا۔ یا قوم ارضخوہ بالحجارۃ من کل جانب یعنی اے لشکر والو چاروں طرف سے سنگباری کرو پتھر مارو۔ چنانچہ سپاہ شر نے چاروں طرف سے پتھر مارنا شروع کیے۔ جب مجالس نے دیکھا کہ پتھروں کی بارش ہو رہی ہے۔

فلما رای ذلك الفى ذرعه و مغفره - اور تیر و پتھروں کی بارش میں بے خوف کھڑے رہے۔ اور اس قوم جفا کار ہر حملہ آور ہوئے کبھی گرز کبھی تلوار، کبھی نیزے سے حملہ کیا۔ ایک تنہا مرد میدان نے ہزاروں کو فرار کرنے پر مجبور کر دیا جو سامنے آیا اس نے دنیا سے فرار کر کے ہمیشہ کے لیے جہنم میں پناہ لی اس وقت ربیع بن تمیم کہتا ہے کہ قسم ہے۔ خدائے پاک کی میں نے دیکھا کہ عابس دو سو سے زیادہ نبرد آزما لوگوں کو بھیڑ بکری کے گلہ کی طرح ہنکا رہے ہیں۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ ربیع کہتا ہے کہ چونکہ مجھے وہ جانتا تھا میں اس کے پاس گیا۔ تو میں نے کہا اے عابس یہ کیا حالت ہے کہ سر برہنہ اور بے زرہ جنگ کر رہے ہو۔ اور تمہیں موت کا خطرہ نہیں ہے۔ تو عابس نے جواب دیا کہ میں موت سے نہیں ڈرتا۔ پھر عابس نے مثل شیر گرسنہ حملہ کیا۔ اور لشکر دشمن صفوں کی اولٹ دیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ عابس سر سے پیروں تک خون میں نہائے ہوئے ہیں آپ کا سر بھی زخمی ہے۔ لہو بہہ رہا ہے۔ اور جسم چھلنی ہو رہا ہے۔ تیر پہ تیر برس رہے ہیں۔ رفتہ رفتہ ضعف طاری ہوا اور طائر روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گیا۔ الحاصل ربیع بن تمیم کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ چند ظالموں نے عابس کا سر جدا کیا۔ لیکن وہ آپس میں جھگڑنے لگے ان میں سے ہر ایک کوئی یہ کہتا تھا کہ میں نے عابس کو قتل کیا ہے۔ جب عمر بن سعد بد نہاد کو یہ خبر نزاع پہنچی تو کہنے لگا کہ تم لوگ ناحق جھگڑا کرتے ہو۔ تمہارا اس بارے میں افتخار کرنا خود وجہ تفرقہ ہے۔ آہ، وامصیبتاہ حضرت امام حسینؑ کے قتل ہو جانے کے بعد بھی چند لوگوں نے اس بات پر فخر کیا تھا کہ وہ قاتل حسینؑ بن علی ہے۔ شمر کہتا تھا کہ اس نے امام حسینؑ کو قتل کیا

ہے۔ سنان کہتا ہے کہ وہ قاتل امام حسینؑ ہے۔ خولی ملعون کہتا تھا۔ کہ وہ قاتل حسینؑ ابن علیؑ ہے۔ عمر ابن سعد نے ان تینوں ملعونوں کو اپنے خیمہ میں بلایا اور ان سے پوچھا کہ تم کیا کام انجام دیا ہے۔ خولی ملعون نے کہا کہ اس نے حسین ابن علیؑ کو تیر مارا جو دل پر لگا۔ سنان ملعون نے کہا کہ اس نے آپ کے گلوئے مبارک پر نیزہ مارا اور شمر ولد الحرام بولا کہ اس نے سر امام حسینؑ جدا کیا۔ لعنۃ اللہ علیہم اجمعین۔

احمد بن محمد ہاشمی اور چند جاں نثاروں کی شہادت

جنہوں نے واقعات کربلا کا گہرا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں۔ کہ ترتیب مقاتل اصحاب حضرت سید الشہداء علیہ السلام میں راویوں کے درمیان اختلاف کثیر پایا جاتا ہے۔ اگر کسی کو ان اختلافات کا مطالعہ کرنا مقصود ہے اور حقیقت تک پہنچنا مدنظر ہے تو وہ کتاب ریاض الاحزان کا مطالعہ کرے۔

ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے شہداء اور جانثاروں میں سب سے آخری جانثار احمد محمد الہاشمی ہیں۔ جنہوں نے سب سے آخر میں حضرت امام حسینؑ سے اذن جہاد حاصل کیا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے۔ احمد بن محمد ہاشمی میدان جنگ میں پہنچے ابی مخنف کہتے ہیں کہ جب یہ ہاشمی جوان میدان میں پہنچا رجز پڑھا اور مقاتلہ شروع کیا۔ ہاشمی افراد دشمن تہ تیغ کیے۔ لشکر عمر بن سعد ملعون میں الحذر الحذر کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ اسی اثناء میں بے حد اعدائے دین ان پر ٹوٹ پڑے

اور ادھر آپ کی قوت بازو بھی کمزور پڑ گئی۔ تین دن کی بھوک و پیاس غالب آئی۔ تیغ زنی دشوار ہوگی۔ دشمنوں نے تیروں۔ تلواروں اور پتھروں کا نشانہ بنایا گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اور روح پرواز کر گئی۔ کتاب روضۃ الشہدا میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے تین اور غلام بھی مبارزطلبی کے لیے نکلے ہیں ایک محمد بن مقداد۔ دوسرے عبداللہ تیسرے ابودجانہ۔ یہ تینوں لشکر کفار کے مقابلہ میں آئے۔ سخت جنگ کی۔ انہوں نے چاہا کہ پھر امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ خیمہ کی طرف آ رہے تھے کہ دشمنوں چاروں طرف سے گھیر لیا حضرت امام حسین علیہ السلام کے پانچ اور غلام ان کی کمک و مدد کو پہنچے جن کے نام یہ ہیں (۱) قیس بن ربیع (۲) اشعث بن سعد (۳) عمر بن قرطبہ (۴) عنظمہ (۵) کماد اور ان کے ساتھ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ کا ایک غلام سعد نامی بھی تھا۔ اس طرح کل چھ نفر آخر میں میدان رزم میں آئے ہیں جنہوں نے مقاتلہ کیا اور شدید زخمی ہو کر گھوڑوں سے زمین پر گرے اور بہشت بریں کو روانہ ہوئے۔ اے شیعو اب کون تھا کہ جو امام حسین علیہ السلام کو وقت آخر ذوالجناح پر سوار کرتا۔ در خیمہ پر ذوالجناح موجود تھا۔ مگر کوئی رکاب تھامنے والا نہ تھا۔ امام حسین علیہ السلام نے چاروں طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ مگر سب ہی عزیز و انصار مقتل میں سو رہے تھے۔ دل سے آہ سوزاں نکلی۔ پکارا ہے کوئی مجھے سوار کرنے والا ہے کوئی رکاب توسن کو تھامنے والا اس وقت زینب خاتون در خیمہ پر آئیں اور فرمایا اے برادر اگر اجازت ہو تو میں رکاب توسن تھام لوں۔ ام کلثوم آگے بڑھیں اور عرض کیا کہ عباس علمدارؑ کی جگہ میں آپ کو سوار کروں سکینہ خاتون نے عرض کیا بابا جان میں سوار

کراؤں۔ الخ المصیبۃ۔

غلام تُرک کی جنگ اور شہادت

باسمہ تعالیٰ اولاً و آخراً

جب میدان کربلا میں حضرت امام حسینؑ کے تمام یاور و انصار شہید ہو گئے۔ اس وقت صرف آپ کا ایک غلام باقی تھا جس کا نام غلام تُرک ہے۔ غلام تُرک حافظ قرآن اور قاری قرآن تھے۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے اطفال کی نگہداشت ان کے سپرد تھی۔ کتب مقاتل میں ہے۔ ثم خرج غلام ترکی کان للحسین وکان قاریا للقرآن۔ یعنی کہ پھر غلام ترک نکلے جو کہ قاری قرآن مجید تھے۔ معین الدین روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں۔ کہ غلام ترک نے جب غربت و بیکسیٔ امام حسین علیہ السلام دیکھی تو خدمت امام عالیمقام میں آئے اور رکاب کو بوسہ دے کر عرض کیا نفسی لنفسک الفداء۔ کہ میری جان آپ پر فدا ہو اب ہمارے لشکر میں کوئی باقی نہیں رہا۔ اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اب آقازادے میدان کارزار میں جائیں گے اے آقا میں نہیں دیکھ سکتا کہ میری زندگی میں شہزادہ علی اکبر و قاسم جائیں عباس علمدار قتل ہوں مجھے اجازت دیجیے۔ کہ آپ پر نثار ہوں امام حسینؑ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میں نے تو تجھے اپنے بیمار فرزند زین العابدین کی خدمت کے لیے ہے۔ میں نے تجھے بیمار کربلا کو بخش دیا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ اب تجھے اجازت میدان کارزار دینا سید سجادؑ کا کام ہے وہ غلام ترک حضرت علی ابن الحسین کی خدمت میں گیا اور

قدم بوسی کے بعد عرض کیا کہ مجھے آپ اپنے پدر بزرگوار قربان کر دیجئے۔ جب اس غلام نے بیمار کربلا سے اذن جہاد طلب کیا تو آپ یہ سمجھے کہ اب پدر بزرگوار کے تمام یاور و انصار مارے گئے اب کوئی اور باقی نہیں ہے۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور غلام کو بحسرت و یاس دیکھا۔ اور فرمایا کہ میں نے تجھے آزاد کیا۔ اب تو مختار ہے کہ میدان کارزار میں جائے اور جام شہادت پیئے یا اس سرزمین سے کسی دوسری طرف نکل جائے۔ وہ غلام آپ کے پاس سے باہر آیا اور در خیمہ امام حسینؑ پر بصورت ملول و حزین فریاد کرنے لگا۔ جب اس کی آواز گریہ اہلحرم نے سنی تو اطفال خیمہ سے باہر نکل آئے۔ غلام نے سب کو خدا حافظ کہا اور میدان کا رخ کیا۔ اس کے پاس شمشیر و سنان اور تیر و کمان تھی اس نے میدان میں پہنچ کر رجز پڑھا۔ صاحب روضۃ الشہداء کہتے ہیں کہ وہ غلام میدان رزم میں کبھی عربی میں رجز پڑھتا اور کبھی ترکی زبان میں رجز پڑھتا تھا۔ جب وہ میدان رزم میں گیا تو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ پردہ در خیمہ کا اٹھا دو تاکہ میں بھی اپنے غلام کی جنگ دیکھ سکوں۔ میدان رزم میں رجز پڑھنے کے بعد حملہ کیا اور اکثر کافروں کو واصل جہنم کیا۔ انجام کار طاقت جسمانی جواب دینے لگی۔ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ گوش ہوش میں نے ندائے غیبی سنی کہ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی یعنی کہ اے نفس مطمئنہ (غلام ترک) عالم بقا کی طرف آ فضائے قدس و رحمت میں بسیرا لے۔ کہ اسی وقت غلام گھوڑے سے زمین پر گرا اور گوشۂ چشم سے خیام امام حسین کی طرف دیکھا۔ وجاء الامام حسین علیہ السلام واحتملہ الی فسطاط سید الشھداء۔ یعنی کہ حضرت امام حسینؑ اس غلام کے پاس پہنچے اور آپ اس کی دلی خواہش کو سمجھ گئے کہ وہ چاہتا ہے کہ اس کو خیمہ میں

لے جائیں۔ پس امام حسین علیہ السلام نے اس کو اٹھایا اور حضرت امام زین العابدین کے در خیمہ کے پاس زمین پر لٹا دیا۔ امام زین العابدین اسی ناتوانی کی حالت میں اس کے پاس پہنچے اور اس کی دلی مراد بر آئی اور اس نے اپنے آقا کی زیارت کی۔ روایت میں ہے کہ فوضع الحسین خدہ علی خدہ یعنی کہ امام حسینؑ نے اس کو سید سجاد کے بالکل سامنے کر دیا اور اس نے آنکھیں کھولیں آخری وقت امام زین العابدین کی زیارت کی۔ لبوں پر مسکراہٹ آئی اور اس جان نثار کی روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔

الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

مترجم:

خطیب آل محمد مولانا سید ظل حسنین صاحب قبلہ زیدی سرسوی

۲۰/ جمادی الاول مطابق ۳۰/ دسمبر ۱۹۸۸ء

فہرست کُتب

ولی العصر ٹرسٹ رتہ متہ ضلع جھنگ

برائے ۱۰-۱۴۰۹ھ بمطابق ۹۰-۱۹۸۹ء

فارسی وعربی کُتب کا ترجمہ	درحالات امام زمانہ علیہ السلام	نایاب ہندوستانی کُتب کے جدید ایڈیشن
مفتاح الجنۃ (چار چار کے اعداد پر مجالس کا مجموعہ) از آقائی مقدس زنجانی - ہدیہ: روپے	امام المہدی من المہدی الی الظہور از: آقائی سید کاظم قزوینی ہدیہ: روپے	تہذیب المتین فی تاریخ امیر المؤمنین از: مظفر حسن سہارنپوری اعلیٰ اللہ مقامہ - ہدیہ: روپے
انوار الخمسہ (پانچ پانچ کے اعداد پر مجالس کا مجموعہ) از آقائی مقدس زنجانی - ہدیہ: روپے	جزیرہ خضراء از: ناجی نجار ہدیہ: روپے	الشہید المسموم فی تاریخ المعصوم از: سید مظفر حسن سہارنپوری اعلیٰ اللہ مقامہ ہدیہ: روپے
انوار الزہرا علیہا السلام از آقائی سید حسن ابطحی - (زیرِ طبع)	طول عمر امام زمانہ از علی اکبر مہدی پور ہدیہ: روپے	ذبح عظیم از: سید اولاد حیدر فوق بلگرامی ہدیہ: روپے
علیؑ فی القرآن از: سید صادق حسینی شیرازی ہدیہ: روپے	مُصلحِ غیبی از آقائی سید حسن ابطحی ہدیہ: روپے	صحیفۃ العابدین از سید اولاد حیدر بلگرامی ہدیہ: روپے
پروازِ رُوح از: آقائی سید حسن ابطحی ہدیہ: روپے	مُلاقات بہ امامِ زمانؑ از: آقائی حسن ابطحی (زیرِ طبع)	علوم کاظمیہ از: سید اولاد حیدر فوق بلگرامی ہدیہ: ۱۸ روپے
رجعت یا حکومت اہل بیت رسول از: آقائی خادمی شیرازی (زیرِ طبع)	المہدی الموعود المنتظر از: جعفر بن محمد عسکری (زیرِ طبع)	تحفہ رضویہ از: سید اولاد حیدر فوق بلگرامی (زیرِ طبع)
عزاداری از دیدگاہ مرجعیت از: علی خلخالی - ہدیہ: روپے	مہدیؑ موعود از: علامہ مجلسی علیہ رحمۃ (زیرِ طبع)	دُرِ مقصود از: سید اولاد حیدر فوق بلگرامی (زیرِ طبع)
تاریخچہ عزاداری حسینی از: آقائی شیر آستانی (زیرِ طبع)	مہدی فی القرآن (ہدیہ: روپے)	تذکرۃ المعصومین از: سید علی نقی چاپوسی (زیرِ طبع)
معالی السبطین (زیرِ طبع)	دعائے ندبہ و زیارت ناحیہ (زیرِ طبع)	فارسی عربی کُتب کے ترجمے
نفس المہموم از: آقائی شیخ عباس قمی (زیرِ طبع)	صحیفۃ المہدیہ (زیرِ طبع)	ولایت و علم امام از: آقائی سید حسن حجت (زیرِ طبع)
ریاض القدس (زیرِ طبع)	تحفہ و طائف ابرار کامل (زیرِ طبع)	حضرت فاطمۃ الزہراؑ ولادت سے شہادت تک از: آقائی محمد کاظم القزوینی (زیرِ طبع)
مہیج الاحزان (زیرِ طبع)	عالم ارواح عجیب (زیرِ طبع)	مہج الدعوات / العدد القویۃ از: آقائی سید محمود المرعشی (زیرِ طبع)

مجموعہ زندگانی چہاردہ معصوم علیہ السلام از: آقائی سید حسین عمادہ زادہ (زیرِ طبع)

۱۔ اسرار الشہادت جلد اوّل و دوم، آقائے دربندی - ریاض الاحزان جلد اوّل و دوم آقائے قزوینی - مقتل مکرم عبدالرزاق مکرم

اسٹاکسٹ: ۹ شیر شاہ بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن - لاہور

ولی العصر ٹرسٹ کا

مجالس سیدالشہداءؑ پر بہترین کُتب

برائے مؤمنین، ذاکرین و واعظین

۱ مفتاح الجنۃ ——— چار چار کے اعداد پہ مجالس کی نایاب کتاب

۲ انوارِ خمسہ ——— پانچ پانچ کے اعداد پہ مجالس کی مقبول کتاب

۳ معالی السبطین فی احوال الحسن والحسین (جلد اول) — ولادت امام حسنؑ سے شہادت حضرت عباسؑ و اولاد امام حسن مجتبیٰ مشہور و معروف کتاب

۴ 〃 〃 〃 (جلد دوم) — شہادت امام حسینؑ تا شام غریباں سفر کوفہ و شام واپسی مدینہ و خروج مختار تک کے حالات

۵ ریاض القدس (جلد اول) — حضرت امام حسینؑ کے مفصل حالاتِ زندگی تا شہادت

۶ 〃 〃 (جلد دوم) انصار امام حسینؑ ہاشمی خاندان کے فرد اول شہزادہ علی اکبر کی شہادت سے لیکر واپسی مدینہ تک کے حالات۔

۷ نفس المہموم (جلد اوّل) آقائے شیخ عباس قمی کی مقتل حسینؑ پر نایاب کتاب

۸ 〃 〃 (جلد دوم) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۹ تاریخچہ عزاداری حسینی — اقوام عالم میں امام حسینؑ کی عزاداری کی پوری تاریخ

۱۰ سید الشہداء — سید الشہداء کی ذاتِ گرامی پر مجالس کا مجموعہ

۱۱ اسرار الشہادت آقائے دربندی کی مجالس سید الشہداء پر نایاب کتاب (جلد اول و دوم)

۱۲ ریاض الاحزان (جلد اول و دوم) آقائے قزوینی کی مقتل پہ نایاب کتاب

۱۳ مہیج الاحزان — مقتل کی قدیم ترین کتابوں میں سے ایک

۱۴ مقتلِ مکرم ——— عبدالرزاق مکرم کا مقتلِ حسینؑ پر انمول تحفہ

سٹاکسٹ

۹ شیر شاہ بلاک نیو گارڈن ٹاؤن - لاہور